مختصر

تاریخ جموں

و

ریاستہائے مفتوحہ

مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

والی جموں وکشمیر واقصائے تبت ہا وغیرہ

مشتمل بر

مختصر حالات جموں از ابتدائے زمانہ سلف

وسوانح مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

یخ کشتوار، تبت اصلی (لہاسہ) تبت بزرگ (لداخ) تبت خورد (بلتستان)،

ت درگل وزنسکار، گلگت (دردستان)، سلاطین بمبہ وکھکھا ضلع مظفرآباد

وتفصیلی حالات فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر و مہاراجگان مابعد

مولفہ

الحاج مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی

وظیفہ خور سرکار جموں وکشمیر

باہتمام نور احمد مالک مطبع محمدی تیغ بہادر لکھنؤ سنہ ۱۹۳۹ء

حشمت اللہ خان لکھنوی

ہدیہ

میں اپنی اس کتاب کو

اپنے ولی النعمت

کرنل ہز ہائنس مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر

اندر مہندر سپر سلطنت انگلشیہ

جی۔ سی۔ ایس۔ آئی + جی۔ سی۔ آئی۔ ای + کے۔ سی۔ وی۔ او

ایڈ یکانگ ملک معظم

فرمانروائے مملکت جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا وغیرہ

کے حضور میں

بصلۂ اُن مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ کے

جو

میرے حال پر مبذول رہے ہیں

بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں

خاکسار۔ مؤلف

مقدمہ

از

مولانا اے۔ بی۔ اے۔ حلیم صاحب
پرو وائس چانسلر و پروفیسر و چیرمین شعبۂ تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

مصنف کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس نامی و گرامی شخصیت مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات اور خاندان ڈوگرہ جموں کے عروج کے حالات کو بیان کریں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے ان مختلف اضلاع کی گذشتہ تاریخ سے بھی بحث کی ہے۔ جو موجودہ مملکت جموں و کشمیر پر مشتمل ہیں۔ اور ملحقہ علاقہ جات کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ اس قسم کی تصنیف کے لیے میرے دوست الحاج مولوی حشمت اللہ خاں جس قابلیت کے ساتھ موزوں ہیں بہت ہی کم اشخاص کو وہ رتبہ حاصل ہے وہ ایک تجربہ کار مدبر ہیں نکتہ رس محقق ہیں اور قابل ہفت زبان ہیں انھوں نے ایسا دماغ پایا ہے کہ ملازمت سرکاری سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی انہیں جوانی کی قوت اور لوچ باقی ہے۔

اس کتاب کے مصنف الحاج مولوی حشمت اللہ خاں سرکار انگلشیہ ہند کے محکمہ خارجیہ کی ملازمت میں برٹش ایجنٹ گلگت کے محکمہ کے ایک رکن کے طور پر ۱۸۹۴ء میں داخل ہوئے اس حیثیت میں علاقہ ایجنسی کے لوگوں کے ساتھ قریبی تعلق پیدا کرنے کا انہیں موقع ملا ۱۸۹۵ء میں جنگ چترال کے خاتمہ پر جبکہ ابھی سرکار ہند کی افواج چترال کے مختلف مقامات میں تعینات تھیں انکا تبادلہ چترال میں ہوا۔ اور اس طرح سے انہیں باشندگان چترال اور باشندگان علاقہ جات ملحقہ کے ساتھ مثلاً۔ کافر۔ کرغز۔ یارقندی۔ بدخشانی وغیرہ سے تعلقات پیدا کرنے اور انکے حالات معلوم کرنے کا موقع ملا۔ ۱۸۹۸ء میں وہ ریاست جموں و کشمیر کی ملازمت میں داخل ہوئے اور ایک دوسری حیثیت سے گلگت ہی میں تعینات رہے۔ چار پانچ سال بعد وہ گلگت سے مظفرآباد وہاں سے رجوری اور وہاں سے کرگل میں تبدیل ہوئے۔ اور کرگل سے لداخ میں تعینات ہوئے ان کے زمانہ تعیناتی لداخ میں ڈیوک آف ابروزی کی علمی مہم بلتستان میں وارد ہوئی۔ اور مولوی حشمت اللہ خاں نے دربار کی طرف سے اسکو امداد دی ۱۹۱۳ء میں ڈاکٹر فلیپو ڈی فلیپی اپنی علمی

اور طبقات الارض کی مہم لیکر وارد بلتستان ہوئے اور مصنف کے ساتھ اسکردو میں انھوں نے موسم سرما گذارا۔ ڈاکٹر ڈی فیلیپی کی دوستی کی وجہ سے مشہور جغرافیہ داں اور ماہر علم طبقات الارض پروفیسر جوتو ڈائی نیلی کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات پیدا ہو گئے۔ اُس زمانہ میں وہ لداخ کے وزیر یعنی حاکم اعلیٰ تھے۔ بعد ازاں وہ وقتاً فوقتاً مملکت جموں و کشمیر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے رہے جس سے انکو تحقیقات جاری رکھنے میں بڑی مدد پہونچی۔

سنہ ۱۹۲۶ء میں مصنف ریاست جموں و کشمیر کی ملازمت سے پنشن پر سبکدوش ہوگئے اور اپنے وطن لکھنؤ میں انھوں نے رہنا شروع کیا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں پروفیسر جوتو ڈائی نیلی سیاچن گلیشیر کے اوپر اپنی مہم لیکر گئے۔ انھوں نے مولوی حشمت اللہ خاں کو انتظام کے لئے اپنی مہم کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس طرح سے انھیں ملک کاراکورم کی باحتیاط سیر کرنے کا ایک اور موقع ملا۔ واپسی پر انکا سفر براہ کلو سلطان پور رہوا۔ اور اس راستہ اور ملک سے بھی انھیں پوری واقفیت حاصل ہوئی۔

اپنے تمام زمانہ قیام مملکت جموں و کشمیر میں مولوی حشمت اللہ خاں نے ان علاقہ جات کے باشندگان کے ساتھ قریبی تعلقات قائم رکھے۔ جہاں وہ بطور حاکم کے تعینات رہے اور علاقہ جات کے باشندگان کے ساتھ بھی وہ ملتے جلتے رہے۔ اور حکومت کے فرائض سے جس قدر زائد وقت انھیں ملتا رہا اُسے انھوں نے اہل ملک کی تاریخ زبان اور رسم و رواج کی تحقیقات میں صرف کیا۔ اس طرح سے انھوں نے کثیر اہمیت کے لہجہ جات۔ جیسے کہ پشتو گلگتی (شینا) چترالی (کھورا) اور تبتی زبانیں سیکھیں اور لداخی زبان کا لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا ہی تحقیقات میں انھوں نے ان تمام تحریرات سے فائدہ اٹھایا جو انھیں دستیاب ہوئیں مگر چونکہ یہ تحریرات کافی نہیں ثابت ہوئیں اس لئے معلومات حاصل کرنے کے جسقدر دیگر وسائل ہاتھ آئے اُن کا انھوں نے پورا استعمال کیا۔ انھوں نے بڑی محنت کے ساتھ مختلف زبانوں اور مختلف درجہ اعتبار کی مقامی روایات کو جمع کیا اور اُن سے نتائج اخذ کئے لہٰذا اس لئے یہ کتاب جیسا کہ مصنف کا بجا دعویٰ ہے۔ وادی کشمیر کے ملحقہ ممالک و علاقہ جات کے باشندگان کی تاریخی اور مدنی حالات و معلومات کے فراہم کرنے میں مصنف کی مدت العمر کی محنت شاقہ اور جانفشانی کا نتیجہ ہے اور واقعی طور پر قابل تعریف ہے۔

علی گڈھ
۱۲۔ جولائی سنہ ۱۹۳۷ء

(دستخط) اے۔ بی۔ اے۔ حلیم
پرو وائس چانسلر و پروفیسر و چیرمین شعبہ تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی

ریویو

از

مولانا محمد حبیب صاحب پروفیسر تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

تاریخ جموں و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مصنفہ

الحاج مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی

کشمیر کے دل فریب ملک کے متعلق متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مگر اس شہرۂ آفاق وادی کی سرحدات پر جو ممالک واقع ہیں ان کی تحقیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ مرزا حیدر کی تاریخ رشیدی کے بعد جو بابر اور ہمایوں کا ہم عصر اور قرابتدار تھا۔ ایشیائی مصنفین ان ممالک کے متعلق بالکل خاموش رہے ہیں۔ اس پردے کو جس حوصلہ اور محنت کے ساتھ مولوی حشمت اللہ خاں نے اٹھایا ہے اسکے لیے تمام سنجیدہ محققین کو اُنکا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

اس کتاب کا اصلی موضوع یہ ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عالیشان خاندان کے حالات بیان کئے جائیں اور ان دور دراز اور دشوار ممالک میں ان کی قابل تعریف فتوحات کے حالات کا اظہار کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ریاست جموں و کشمیر کے متعلق تمام تاریخی۔ سیاسی۔ جغرافیائی اور مدنی حالات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جیسی کہ امید ہونی چاہیے۔ ڈوگرہ راج کی توسیع کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جسقدر سندیں اور تحریریں کہ مل سکتی تھیں اُن کا نہایت احتیاط کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور سابقہ خاندانوں کے حالات جہاں تک کہ ممکن تھا نہایت مکمل طور سے بیان کیے گئے ہیں اور ان خشک اور نہایت سرد ممالک کے متعلق جہاں آج کل تین بڑی سلطنتیں ملتی ہیں اور جہاں زمانہ وسطیٰ میں ہندو مسلم اور تبتی تین مختلف تمدنوں کا ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق رہا ہے معلومات کے اس خزانہ کے لئے توجہ کے ساتھ پڑھنے والوں کو مصنف کا

شکر گذار ہونا چاہیئے مختلف تدنوں کے اس تعلق اور تصادم کا نتیجہ ان لوگوں کے لئے گویا ایک الہام ہوگا جو مولوی حشمت اللہ خاں کے قابل تعریف اوراق کا مطالعہ کریں گے۔

وہ مصنف جو اپنے مضمون کی تکمیل کا ارادہ رکھتا ہے اپنے پیشروؤں کی بنیادی تصانیف کو نظر انداز نہیں کریگا۔ اور مولوی حشمت اللہ خاں نے تمام اُردو فارسی تحریجات اور انگریزی تصانیف کو نہایت احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے لیکن کتاب کا اصلی جوہر مصنف کے ذاتی مشاہدات۔ مطالعات اور تحقیقات پر مبنی ہے جو وہ اپنے طویل زمانۂ ملازمت میں ریاست کے ہر ایک گوشہ اور دور و دراز مقامات میں کرتے رہے ہیں مصنف نے ان لوگوں کی روایات کو جمع کیا ہے۔ جس کی تاریخی وقعت جب ہم زمانہ سلف سے ہٹ کر قرونِ وسطیٰ میں پہونچتے ہیں گھٹ جاتی ہے مگر جہاں تک کہ گذشتہ دو تین صدیوں کا تعلق ہے اُس کی عام صحت و صداقت میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہوسکتا مقامی زبانوں میں جو تحریریں لکھی گئی ہیں اُن کی ایک بہت بڑی تعداد کو مصنف نے استعمال کیا ہے۔ جس کا پڑھنا سالہا سال کی لگاتار محنت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ بہت سے حکمرانوں کو اور بہت سے حکمران خاندانوں کو جن کے وجود کا علم بھی ہندوستان کے علما کو نہ تھا ایک مورخ مل گیا ہے اور اُن کی کامیابیوں کے کارنامے اور اُن کی ناکامیوں کا اندراج آیندہ نسلوں کے لیے اب محفوظ ہوگیا ہے۔

مصنف نے سالہا سال کی لگاتار تحقیقات کے بعد جو بہت بڑا ذخیرہ واقعات کا جمع کیا ہے اور جس میں غیر مانوس نام بکثرت آئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ممکن ہے کہ اُردو خوان لوگ گھبرائیں۔ اگر یہ صورت ہو تو یہ قصور ہماری زبان کی مبتذل روایات کا ہوگا جس نے ہمیں ادنیٰ درجہ کی دینیات۔ سبک ادبیات اور بے معنی افسانوں کا عادی بنا دیا ہے۔ یہ کتاب تاریخ جموں ہماری زبان کی چند واقعی علمی تصانیف میں سے ایک تصنیف ہے اور اشاعت اُردو کے تمام حامیوں کو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ کیونکہ مصنف گو کہ لکھنؤ کے باشندے ہیں۔ مگر وہ ان متجسسین اور محققین میں سے ہیں جو ہندوستان میں بہت ہی کمتر پائے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اُن ممالک میں پہونچے ہیں جہاں قبل ازیں بہت ہی کم ہندوستانی گئے ہیں انھیں ان معاملات پر لکھنے کا تعلق

حاصل ہے جن کے متعلق اُردو زبان میں کوئی سابقہ تصنیف موجود نہیں ہے۔

مولوی حشمت اللہ خاں بحیثیت ایک وفادار عہدہ دار دربار کے اپنی کتاب تاریخ جموں و فتوحات خاندان ڈوگرہ کو ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کے نام پر ہدیہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میری رائے میں ایک رعایا کی طرف سے اُس کے حکمران کے لیے اُسکی مملکت کے علمی حالات سے بڑھکر اور کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا جس کی صدق دل سے اور محنت شاقہ کے ساتھ خدمت کرنے میں اُس نے اپنی عمر گذاری ہے۔

(دستخط)

محمد حبیب۔ بی۔ اے (اکسفورڈ)

۱۰ر جولائی ۱۹۳۷ء

پروفیسر تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

دیباچہ کتاب

یہ کتاب بالآخر جس طرح ترتیب پائی اور جس شکل میں اب شائع کی جاتی ہے ابتدا میں اس طور پر تجویز نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ارتقا کے ذریعے بتدریج جس عنوان سے اس درجہ میں پہونچی ہے۔ اُس کی تشریح خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جبکہ میں لداخ میں بطور ناظم کے تعینات ہوا مجھے تبتی زبان سیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ لہذا جس طرح سے جوانی میں بزمانہ اپنی آغاز ملازمت کے گلگتی۔ چترالی۔ اور پشتو زبانیں گلگت میں میں نے محض بات چیت سے سیکھ لی تھیں۔ تبتی زبان کو بھی زبانی طور پر سیکھنا شروع کیا۔ مگر چونکہ گنواروں سے بیکار باتیں کرنے کی مجھے عادت نہ رہی تھی اس میں کامیاب نہوا۔ مجبوراً میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ حروف شناسی کے بعد کتاب کی تلاش ہوئی۔ مگر لداخ میں مدارس کی وضع کی درسی کتابیں تبتی زبان کی رائج نہیں ہیں میرے دوست اور استاد نوچھتن پلچور نے موریوین مشن کی شائع کردہ تبتی کتابوں میں سے ایک رسالہ وزیر زور آور سنگھ کلھوریا کے حملہ لداخ کے متعلق میری تعلیم کے لیے تجویز کیا۔ اس کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ اس میں نہایت ناکمل اور ٹوٹے پھوٹے حالات لکھے گئے ہیں جس سے لداخی نوجوانوں میں ڈوگروں کے متعلق غلط فہمی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہذا میں نے تجویز کی کہ مہم وزیر زور آور سنگھ کے کے صحیح حالات تحقیق کر کے تبتی زبان میں شائع کر دیے جائیں۔ چنانچہ یہ تحقیقات میں نے شروع کردی۔

چونکہ سورو سے لیکر لداخ۔ اور پھر لداخ سے زانسکار۔ اور بعد ازاں لداخ سے بلتستان۔ اور پھر بلتستان سے پوراگ تک کے حالات کی تحقیق کرنی تھی جس کے لئے ہر ایک جگہ جانا ضروری تھا اس لئے اس میں کئی سال لگ گئے۔ اور چونکہ اس کا قریبی تعلق لداخ پوریگ اور بلتستان کی تاریخ کے ساتھ پایا گیا۔ اس کی تحقیق بھی ساتھ ساتھ کرنا پڑا جس سے یہ کام اور بھی لمبا ہوگیا۔ بعد ازاں لداخ کا تعلق تبت کی تاریخ کے ساتھ اور بلتستان کا تعلق

گلگت کی تاریخ کے ساتھ پایا گیا۔ اس نے مزید طوالت پیدا کی۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ جب تک جموں کی تاریخ نہ لکھی جائے یہ تمام کام بے سر رہیگا۔ اسے بھی میں نے شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کام اتنا لمبا ہو گیا کہ میرے قیام لداخ کے دوران میں سنہ ۱۹۱۲ء تک ختم نہ ہو سکا۔ اور تمام مسودات اور یادداشتیں میں اپنے ساتھ لیکر اودھم پور پہونچا۔ یہاں سے جب میں کشتواڑ میں دورہ پر گیا ہوں اور وہاں کے حالات سے مجھے واقفیت پیدا ہوئی تو لداخ کے ساتھ اس علاقہ کا بھی تعلق پایا گیا۔ لہذا تاریخ کشتواڑ کی تحقیق بھی میں نے شروع کر دی لیکن بوجہ اس کے کہ کشتواڑ اودھم پور سے بہت دور تھا اور سال میں چند روز سے زیادہ میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ اپنے تین سال کے زمانہ تعیناتی اودھم پور میں میں اس کو بھی تکمیل کو نہ پہونچا سکا اور یہ مسودات بھی مجھے اپنے ساتھ لیجانے پڑے۔ مگر اس سے فائدہ یہ ہوا کہ وقتاً فوقتاً ہر ایک حصہ میں ایزادی ہوتی رہی۔

اودھم پور سے میں مظفرآباد میں آیا۔ یہاں کے روسا کے حالات کا تعلق گو کہ لداخ کے ساتھ نہ تھا تاہم وہ مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوے لہذا انکی تحقیق بھی میں نے شروع کر دی لیکن چونکہ مظفرآباد میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا مجھے موقع نہیں ملا۔ تاریخ کے متعلق زیادہ کام نہیں کر سکا اور یہ حصہ بالکل نامکمل رہ گیا۔

مظفرآباد سے مجھے پھر لداخ جانا پڑا۔ اس دفعہ میں نے اُس ملک کی تاریخ کو ایک حد تک تکمیل کو پہونچایا۔ مگر دیگر ممالک کی تاریخ کے ساتھ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ کیونکہ اس کا پورا سامان لداخ میں دستیاب ہوا۔

میں اپنی ابتدائے ملازمت میں سنہ ۱۸۹۴ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک گلگت میں رہ چکا تھا اور ہنزہ، نگر، چلاس و چترال تک ہر ایک علاقہ میں رہنے کا مجھے موقع ملا تھا اس زمانے میں اس حصہ ملک کے حالات زمانہ سلف میں نے شوقیہ طور پر تحقیق کر کے جمع کر لئے تھے۔ مگر بصورت کتاب انہیں ترتیب دینے کا مجھے کبھی خیال نہیں ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۲۲-۲۳ء میں مجھے پھر گلگت جانے کا موقع ملا جب کہ میں تاریخ گلگت لکھنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس دفعہ میں نے اپنی سابقہ تحقیقات پر نظرثانی کی۔ مگر وہاں سے مجھے جلد واپس آنا پڑا۔ لہذا اس حصہ کو بھی موقع پر ترتیب نہ دے سکا۔ الغرض اسی طرح سے یہ تمام مسودات نامکمل رہے اور وقتاً فوقتاً یادداشتوں کی تعداد میں اضافہ

ہوتا رہا۔

خیال یہ تھا کہ پنشن لینے کے بعد پہلا کام میں یہی کرونگا کہ اس کتاب کو دیگر ممالک کی تواریخ کے ساتھ مقابلہ کر کے ترتیب دیدوں مگر اس نئے دورِ زندگی کے شروع ہونے پر طبیعت پلٹ گئی اور سات آٹھ سال تک سیر و سیاحت سے کبھی فرصت نہ ہوئی کہ اطمینان سے بیٹھکر کوئی لمبا کام کرسکوں۔ بست ۱۹۳۵-۳۶ء میں مجھے خانگی تفکرات میں مبتلا ہونا پڑا اور گھر میں پابند ہوگیا۔ اپنا غم غلط کرنے کی غرض سے اپنی کتاب کا دفتر میں نے کھولا۔ اور تقریباً ڈیڑھ سال تک شب و روز اسی دھن میں لگا رہا۔ بالآخر تمام یادداشتوں کا مقابلہ کر کے اور تواریخ متعلقہ کے ساتھ مطابقت دیکر اُنھیں کتاب کی صورت میں مرتب کر دیا۔ مگر چونکہ یہ کام ابتدائی تحقیقات سے بہت دیر بعد اور موقع سے بہت دور فاصلہ پر کیا گیا جہاں مزید تحقیق و تصدیق کے وسائل موجود نہ تھے کچھ سقم اس میں باقی رہ گئے جنھیں جہاں تک کہ مجھے آیندہ موقع ملا درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ورنہ آیندہ مورخین پر چھوڑتا ہوں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ اس کتاب کا موضوع ابتدا میں کیا تھا اور آخر میں پہونچکر کیا ہوگیا اور کس طرح درجہ بدرجہ اس میں ترقی ہوتی رہی ہے۔ بصورت موجودہ میں نے کوشش کی ہے کہ ڈوگرہ فتوحات کی پوری تفصیل ظاہر کر دی جائے اور ڈوگرہ تلوار کے زور کو واقعی طور پر دکھلا دیا جائے۔ اس کے ساتھ اُن ریاستوں کی پوری تاریخ بھی بیان کر دی جائے جنھیں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے جانباز و مدبر افسران اور بے خوف و جفاکش سپاہ ڈوگرہ کے ذریعے وقتاً فوقتاً فتح کیا ہے۔ ایسے سخت پہاڑی اور انتہائی درجہ کے سرد ملک میں سپاہگری کے کرتب دکھلانا اسی بہادر ڈوگرہ قوم کا کام تھا۔

اس کتاب کو میں نے سات حصوں پر تقسیم کیا ہے پہلا حصہ متعلق تاریخ جموں ہے۔ جسے میں نے قدیم راجگان کے حالات سے شروع کیا ہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی سوانحعمری و فتوحات بیان کر کے ان کے جانشینوں کے حالات و فتوحات پر ختم کیا ہے

دوسرا حصہ تاریخ کشتواڑ اور اُس تسخیر کے متعلق ہے۔

تیسرا حصہ تاریخ تبت اصلی (لہاسہ)، و تبت بزرگ یعنی لداخ کے متعلق ہے اور اُس کے ساتھ ہی میں نے تسخیر لداخ و بلتستان (تبت خورد)، و پوریگ (کرگل وغیرہ)، و پورانگ علاقہ لہاسہ

اور ما بعد کی بغاوت لداخ و پوریگ و بلتستان اور اُس کی تعزیری مہمات کی تاریخ ایک سلسلہ میں بیان کردی ہے۔

چوتھا حصہ حالات تبت خورد یعنی بلتستان کے متعلق ہے۔ اس میں بلتستان کے جملہ خاندانوں کی تاریخ از ابتدا تا انتہا بیان کردی ہے۔

پانچواں حصہ تاریخ پوریگ و زانسکار و کوگل کے متعلق ہے۔

چھٹا حصہ تاریخ گلگت یعنی دردستان کے متعلق ہے۔ جسکے ساتھ اس سرحد پر مہاراجہ گلاب سنگھ کی مختلف معرکہ آرائیوں کی تفصیل اور فتوحات گلگت چلاس۔ داریل۔ یاسین ہونزہ نگر و چترال کے واقعات تفصیل سے بیان کردیے ہیں

ساتواں حصہ تاریخ سلاطین بمبہ و کھکھا ضلع مظفرآباد اور اس علاقہ کی تسخیر کے متعلق ہے۔

چونکہ ہر ایک حصہ در اصل ایک جداگانہ کتاب ہے میں نے ہر ایک حصہ کا دیباچہ الگ الگ تحریر کیا ہے۔ اس لیے انکی اندرونی تفصیل کی بحث کو اُنکے اصلی موقع کے لیے ملتوی رکھتا ہوں۔

الغرض مہاراجہ گلاب سنگھ اور اُنکے جانشینوں کی سرحدی فتوحات کی پوری تاریخ میں نے بالتفصیل بیان کردی ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی ان ریاست ہاے مفتوحہ کی تاریخ کو بھی ابتدا سے کھوج لگاکر تا اینذم جہاں تک کہ دریافت ہو سکا مفصل بیان کردیا ہے چونکہ اکثر حصہ سرحدی علاقہ جات کی تاریخ کا میں نے سنہ ۱۹۱۳ء ۱۹۱۴ء تک لکھ لیا تھا۔ اس لیے اس کے بعد تازہ تر حالات کی تحقیق میں موقع پر نہیں کرسکا اور سرسری طور پر جو کچھ دریافت ہوا اُسی پر میں نے اکتفا کیا ہے قریب قریب تمام حالات موقع پر تحقیق کرکے درج کئے گیے ہیں۔ صرف حدود مملکت لہاسہ اور حدود علاقہ خود مختار داریل میں میرا جانا نہیں ہو سکا۔ تاہم ان کے حالات کو جہاں تک کہ ممکن تھا میں نے ان اشخاص سے تصدیق کرلیا ہے جو پوری مقامی واقفیت ان کے متعلق رکھتے ہیں۔ غرضنکہ اپنی طرف سے تحقیق و تصدیق واقعات کے متعلق میں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ہے۔

غرضنکہ میں اپنی مدت العمر کی دماغ سوزی کے نتیجہ کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جس سے مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہر دو متضاد اوصاف ملک گیری و ملک داری وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوں گے جس کی نظیر دنیا میں کمتر پائی جاتی ہے

اس کتاب کی ترتیب وتکمیل میں جن دوستوں نے محض اپنے عالمانہ مذاق کی بنا پر تکلیف اٹھائی ہے اور میری مدد کی ہے انکا شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں اسکے خاص خاص حصوں کے متعلق جو امداد مجھے اپنے علم دوست احباب سے ملی ہے اُسکا اعتراف حصص متعلقہ کے دیباچوں میں کیا گیا ہے کل کتاب کے متعلق جن اصحاب نے میرے لیے تکلیف اٹھائی ہے اسکا اقرار اس موقع پر کیا جاتا ہے۔

مرزا محمد خاں رئیس لشکم واقعہ تحصیل کرگل اور مولوی محمد حسین ساکن ضلع جہلم نے اس کتاب کی تشکیل اور تفصیل میں بہت مفید مشورے دیے ہیں اور تبت بزرگ وخورد اور کرگل وغیرہ کے حالات کی تحقیق وتنقید میں بڑی محنت کرکے مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں اور بالآخر کتاب کا مسودہ تیار ہو جانے پر مولوی محمد حسین اپنے گھر سے اتنا دور و دراز سفر کرکے میرے پاس لکھنؤ آئے اور بڑی محنت سے نظر ثانی کرکے انھوں نے اس کی پیچیدگیوں کو رفع کیا اور مردم شماری کی جدولوں کی تکمیل کی۔ میں ان ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میرے دوست پنڈت دامودر کول اور پنڈت انند رام نے عموماً حساب اور تحریر کے کام میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور بہت محنت برداشت کی ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکر گذار ہوں۔

آخر میں پروفیسر حبیب صاحب نے اس مسودے کو پڑھکر بہت مفید مشورے دیئے اور اس کی اصلاح کی جس کے لیے میں صاحب موصوف کا مشکور ہوں۔

سب سے آخر میں میرے فاضل دوست مولوی سید علی عباس حسینی صاحب ایم اے پروفیسر تاریخ جوبلی کالج لکھنؤ نے میرے مسودہ کی نظر ثانی کرکے محنت کے ساتھ اُس کی زبان کو درست کیا۔ اور اس کی ترتیب میں جا بجا نہایت قیمتی مشورے دیئے۔ میں صاحب موصوف کی امداد اور عالمانہ صلاح کا اعتراف کرتا ہوں اور دل سے شکر گذار ہوں۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ
۱۵۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

راجه کرن سنگهه یوراج بهادر مملکت جموں و کشمیر و اقصاے
تبت ها ے وغیرہ

فہرست مضامین

پہلا حصہ

تاریخ جموں وسوانح عمری مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

پہلا باب

دوسرا باب
سوانحمری وفتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

تیسرا باب

مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشینوں کا انتظام ملکداری

چوتھا باب

سندات و عہد نامہ جات وغیرہ

دوسرا حصہ
تاریخ کشتوار

پہلا باب
حالات ابتدائی و تاریخ قدیم راجگان کشتوار

دوسرا باب
ملحقہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ کشتوار کے تعلقات کا آغاز

تیسرا باب

مسلمان راجگان کشتوار

تیسرا حصہ

تاریخ تبت اصلی (لہاسہ) و تبت خورد یعنی لداخ

پہلا باب

تاریخ تبت اصلی (لہاسہ)

دوسرا باب
تاریخ تبت بزرگ یعنی لداخ
لھاچن راجگان لداخ

تیسرا باب
تبت پر مغلوں کا حملہ

چوتھا باب

نمگیل راجگان لداخ و شاخ جدیا

سنگے نمگیل سنہ ۱۶۱۰ء لغایت سنہ ۱۶۴۵ء

دے الدن نمگیل سنہ ۱۶۴۵ء لغایت سنہ ۱۶۶۶ء

پانچواں باب

سلسلہ نمگیل راجگان لداخ

دے لیک نمگیل الملقب عاقبت محمود خان ۱۶۶۶-۱۶۹۵ء

ٹنڈوپ نمگیل ۱۸۲۶ء لغایت ۱۸۳۳ء

چھٹا باب

ڈوگرہ مہم لداخ ۱۸۳۴ء بسرکردگی وزیر زور آور سنگھ کلہوریا و تسخیر پوریگ لداخ و زانسکار و پاڈر

ساتواں باب

وزیر زور آور سنگھ کلہوریا کی مہم لداخ نمبر ۳

آٹھواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم تبت (لہاسہ) و تسخیر نارس کورسوم شولہ رودوق کوگے پورانگ علاقہ چین

نواں باب

بغاوت لداخ پوریگ و بلتستان و ڈوگرہ مہم علٰہ

دسواں باب

بلتستان و پورگ میں بغاوت کے فرو کرنے کیلئے ڈوگرہ مہم

گیارھواں باب

بارھواں باب

حاکمان لداخ

تیرھواں باب

وسائل مالیہ قدیم و جدید

چودھواں باب

بودھوں کا رسم و رواج

پندرھواں باب

بودھوں کے تہوار اور گونپوں کے میلے وغیرہ

چوتھا حصہ

تاریخ تبت خورد (بلتستان)

پہلا باب

تاریخ اسکردو۔ خاندان مقپون و شاخ روندو و اسکردو

دوسرا باب
تاریخ کرتخشہ (کھرمنگ)

تیسرا باب

تاریخ شغر

چوتھا باب

تاریخ خاندان یبگو کھپلو و کرس

دوسرا باب

تاریخ سوت-چگتن و پشکم

تیسرا باب

تاریخ شغر سنگھو دراس

چوتھا باب

تاریخ زانسکار

چھٹا حصہ

تاریخ گلگت (دردستان)

پہلا باب

عہد راجگان سلف

دوسرا باب

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحد گلگت

تیسرا باب

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی

چوتھا باب

عہد پولیٹکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

پانچواں باب

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی (سلسلہ)

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

پہلا باب
تاریخ سلاطین بمبہ مظفر آباد

دوسرا باب
حالات راجگان کھکھا کچیلی و چیکار و راجگان ہتال علاقہ اُوری

فہرست تصاویر

نقشہ

پہلا حصّہ

تاریخ جموں و

سوانح عمری و فتوحات

مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

والئ

جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ

دیباچہ

اس حصہ کو میں نے ابتدائی لداخ میں لکھا تھا جہاں ذاتی تحقیقات کا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا لہذا زمانہ سلف کے تمامتر حالات میں نے دیوان کرپارام کی قابل قدر تصنیف گلاب نامہ سے اخذ کیے۔ جس کے لیے میں فاضل مصنف کا دل سے شکر گذار ہوں ایسی میری ذاتی تحقیقات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ مہاراجہ رنجیت دیو کے عہد سے تحقیقات کو عمل میں لایا گیا ہے اور دیگر کتب تاریخی سے بھی پورا فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔

عہد مہاراجہ رنجیت دیو اور اُن کے جانشینان اور دوسرے اور تیسرے باب کے حالات کے متعلق گلاب نامہ کے ماسوائے میں نے حسب ذیل تصانیف سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے جیسے کہ

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق (مطبوعہ لاہور)

۲۔ گلدستہ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال خستہ (مطبوعہ) ✗

۳۔ تاریخ حسن مصنفہ حسن شاہ (قلمی)

۴۔ جموں دکشمیر مصنفہ ڈرو (انگریزی) ✗

۵۔ ہیپی دیلی مصنفہ لارنس (انگریزی)

۶۔ کشمیر مصنفہ ینگ ہسبنڈ (انگریزی) ✗

۷۔ سوانح عمری مہاراجہ گلاب سنگھ مصنفہ پنڈت سالک رام کول (مطبوعہ) ✗

۸۔ دیرتھری امپائرس میٹ مصنفہ نائٹ (انگریزی) ✗

ان سب مصنفین کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں

قریب ترزمانہ کے حالات میں میں نے اپنی ذاتی معلومات کو بھی استعمال کیا ہے۔ سابقہ حالات کے بیان میں ذاتی تحقیقات سے جابجا اضافہ کیا ہے۔ غرضکہ ہر ایک کوشش کی گئی ہے کہ جو حالات بالتحقیق دریافت ہوئے ہیں بالاختصار اس حصہ میں جمع کر دیئے جائیں مزید صراحت

اُن واقعات کی جو دیگر حصص کتاب ہذا سے تعلق رکھتے ہیں حصص متعلقہ میں پوری وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاندان کا شجرۂ نسب بھی بنظر سہولت میں نے شامل کر دیا ہے اور اُن کی سلطنت کے عروج وزوال کے حالات بھی بالاجمال بیان کر دیے ہیں۔ اور ان معززین کے شجرہ ہائے نسب بھی درج کر دیے ہیں جن کے خاندان مہاراجگان جموں و کشمیر کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ اور تصاویر بھی جہاں تک مجھے دستیاب ہوئیں شامل کر دی ہیں

اس حصہ کو میں نے چار باب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب تاریخ قدیم ڈوگرہ راجگان جموں سے متعلق ہے۔ دوسرا باب سوانح عمری وفتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا سے تعلق ہے۔ درحقیقت یہ تمام کتاب مہاراجہ موصوف کی سوانح عمری ہے مگر اس حصہ میں تمام حالات مجموعی طور پر بالاختصار بیان کیے گیے ہیں۔ اور اہم کارنامے اس بانی ریاست کے حصص متعلقہ میں بالتفصیل مذکور ہوے ہیں۔ تیسرے باب میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملک گیری کے بعد انکے جانشینوں نے ملک داری کا جو انتظام کیا ہے اس سے مختصراً بحث کی گئی ہے اور جو فتوحات انکے عہد میں ہوئیں انکا بھی مختصر حال بیان کر دیا ہے۔ چوتھے باب میں عہدنامہ جات وغیرہ درج کیے گئے ہیں۔ فارسی عہدنامے وغیرہ میں نے گلاب نامہ سے لیے ہیں اور تجارتی عہدنامہ و دستور العمل اصل عبارت انگریزی میں ڈرو کی کتاب جموں و کشمیر میں چھپا ہوا ہے۔ اُس سے اُردو ترجمہ کر کے یہاں شامل کر دیا گیا ہے اور جو نگ سونگ ولوپ چھک لہاسہ کے عمل قدیم کی جو یادداشت دی گئی ہے۔ وہ گیالپو صنم نمگیل راجہ لداخ کے کاغذات سے مرتب کی گئی ہے یہ معلوم نہیں کہ موجودہ زمانہ میں اس پر کس حد تک عمل ہے۔ آخری عہدنامہ اصل انگریزی سے ترجمہ کر کے شامل کیا گیا ہے۔ عہد راجگان قدیم کا تعین اندردیو سے اوپر کی طرف تیس سال فی پشت کے حساب سے کر دیا ہے جسکی رو سے واتو برن تک مطابق اندراج گلاب نامہ تصدیق ہوتی ہے اور اسی بنا پر میں نے اس پیمانہ کو اختیار کیا ہے مگر اس حساب سے واتو برن سے اوپر کی طرف سب ملا کر پانچ ہزار سال پورے نہیں ہوتے ہیں بلکہ صرف ساڑھے تین ہزار سال بنتے ہیں ممکن ہے کہ سلسلۂ نسب کسی موقع پر شکست ہوتا ہو یا پانچ ہزار سال کا تخمینہ درست نہو۔ گوشوارۂ مردم شماری کا اندراج مطبوعہ رپورٹ مردم شماری سے کیا گیا ہے۔

گولہ گنج۔ لکھنؤ۔ یکم اگست سنہ ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

هز هائی نس سری مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر
فرمانروائے مملکت
جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ

شجرہ نسب قدیم ڈوگرہ راجگان جموں

مہاراجہ سودرشن (راجہ اجودھیا)

۱۶۰۰-۱۵۶۰- ق م

اگنی برن (راجہ اجودھیا)

اگنی گرد کوہستان سوالک میں آیا ۱۵۶۰-۱۵۳۰

بابو شرب ۱۵۳۰-۱۵۰۰

پرمیتر ۱۵۰۰-۱۴۷۷

پورن سنگھ ۱۴۷۰-۱۴۴۰

لاکھو ۱۴۴۰-۱۴۱۰

کھات جوسن ۱۴۱۰-۱۳۸۰

راجہ اگنی گربھ ۱۳۸۰-۱۳۵۰

× ۱۳۵۰/۱۳۲۰ باہو لوچن (۱) جامبو لوچن داراں لوچن کرشن لوچن رام لوچن

(لاولد) (۲) پورن کرن ۱۳۲۰-۱۲۹۰ (وغیرہ کل ۱۸ نفر)

دیا کرن (راجہ کشمیر)

(۳) دھرم کرن ۱۲۹۰-۱۲۶۰

(۴) کرت کرن ۱۲۶۰-۱۲۳۰

(۵) اگنی کرن ۱۲۳۰-۱۲۰۰

(۶) شکتی کرن ۱۲۰۰-۱۱۷۰

(۷) لغایت (۱۰) ۱۱۷۰ لغایت ۱۰۵۰

(۱۱) شب پرکاش ۱۰۵۰-۱۰۲۵

(۱۲) جتی پرکاش ۱۰۲۵-۹۹۰

(۱۳) پوکھیہ پرکاش ۹۹۰-۹۴۰

(۱۴) وتی پرکاش (المعروف دھرم پرکاش) ۹۴۰ لغایت ۹۳۰

(۱۵) بھوگن پرکاش ۹۳۰-۹۰۰

(۱۶) برہم پرکاش ۹۰۰-۸۷۰

(۱۷) جام پرکاش ۸۷۰ - ۸۳۰

(۱۸) سکنڈر اندر ۸۳۰ - ۸۰۰ء سندر اندر (المعروف سنڈیو)

باشندی راجہ پنجاب

(۱۹) اجندر ۸۰۰ - ۷۷۰ء

(۲۰) راجندر ۷۷۰ — ۷۴۰ء

(۲۱) نرندر ۷۴۰ — ۷۱۰

(۲۲) بجندر ۷۱۰ — ۶۸۰

(۲۳) پرتھی چند ۶۸۰ — ۶۵۰

(۲۴) ہرنہ کمل ۶۵۰ — ۶۲۰

(۲۵) کمل برن ۶۲۰ — ۵۹۰

(۲۶) داتو برن ۵۹۰ — ۵۶۰

(۲۷) تیج برن ۵۶۰ / ۵۳۰ ×

(۲۸) بلی برن ۵۳۰ — ۵۰۰

(۲۹) بوہار جن ۵۰۰ — ۴۷۰

(۳۰) کمل نابھ ۴۷۰ — ۴۴۰

(۳۱) بجر نابھ ۴۴۰ — ۴۱۰

(۳۲) شب نابھ ۴۱۰ — ۳۸۰

(۳۳) کلیج نابھ ۳۸۰ - ۳۵۰ کمل لبب

(۳۴) سردب لبب ۳۵۰ - ۳۲۰

(۳۵) ہوم لبب ۳۲۰ — ۲۹۰ ×

(۳۶) راجلیب ۲۹۰ - ۲۶۰ بھانودکھ

(۳۷) سمدر جاجہ ۲۶۰ / ۲۳۰ ×

(۳۸) پرتھ جلبھ ۲۳۰ - ۲۱۰ تنگھ ہرن ۲۱۰ - ۳۰۰

۵

ہرتھ جکھ تنکھ ہرن

(۳۹) مرگ ہرن   دھرم برما ۲۰۰ لغایت ۱۷۰ ہر دو برادران

(۴۰) بجے کار ۱۷۰ ـــ ۱۴۰

(۴۱) دیوکار ۱۴۰ ـــ ۱۱۰

(۴۲) آدھی بارہ ۱۱۰ ـــ ۸۰

(۴۳) بھوم دت ۸۰ ـــ ۵۰

(۴۴) بہی دت المعروف بھودت ۵۰ لغایت ۲۰

(۴۵) کورم دت ۲۰ ق م لغایت ۱۰ ع

(۴۶) بھیم دت ۱۰ لغایت ۴۰ ع

(۴۷) بجے دت ۴۰ لغایت ۷۰ ×

(۴۸) بجے دت ۷۰ ـــ ۱۰۰ دامور چندر

(۴۹) اودے چندر ۱۰۰ ـــ ۱۳۰ ع

(۵۰) لچھمن چندر ۱۳۰ ـــ ۱۶۰ ع

(۵۱) سدر بھوگن ۱۶۰ ـــ ۱۹۰

(۵۲) جگت سنگھ ۱۹۰ ـــ ۲۲۰

(۵۳) جگت سنگھ ذشکتی بھوکن ۲۲۰ ـــ ۲۵۰

(۵۴) گجے سنگھ ۲۵۰ ـــ ۲۸۰

(۵۵) بجے سنگھ ۲۸۰ ـــ ۳۱۰

(۵۶) بجے سنگھ ۳۱۰ ـــ ۳۴۰

(۵۷) دیوہ گوفت ۳۴۰ ـــ ۳۷۰

(۵۸) رام گوفت ۳۷۰ ـــ ۴۰۰

(۵۹) چندر گوفت ۴۰۰ ـــ ۴۳۰

(۶۰) نندہ گوفت ۴۳۰ ـــ ۴۶۰

(۶۱) راجہ آودرے ۴۶۰ ـــ ۴۹۰

(۶۲) دیو رائے ۴۹۰—۵۲۰ ء

(۶۳) گندھرپ رائے ۵۲۰—۵۵۰

(۶۴) قدم رائے (المعروف) کرم درنامیر ۵۵۰—۵۸۰

(۶۵) کرم رائے ۵۸۰—۶۲۰

(۶۶) کھیر رائے ۶۲۰—۶۵۰

(۶۷) کھنگر رائے ۶۵۰—۶۸۰

(۶۸) سندر رائے ۶۸۰—۷۱۰

(۶۹) جگبت رائے ۷۱۰—۷۴۰

(۷۰) وودرائے ۷۴۰—۷۷۰

(۷۱) جوگ رائے ۷۷۰—۸۰۰

ملھن مغنی المعروف من ہرس (۷۲) سورج بنس ۸۰۰—۸۳۰

(۷۳) گنگادھر ۸۳۰—۸۵۰

(۷۴) دیولادھر ۸۵۰—۸۶۵

(۷۵) سربھرلادھر ۸۶۵—۸۸۰

(۷۶) کرت دھر ۸۸۰—۹۰۰

(۷۷) ابے دھر ۹۰۰—۹۱۰

(۷۸) بجے دھر ۹۱۰—۹۳۰

(۷۹) بجرلادھر ۹۳۰—۹۵۰

(۸۰) سورج دیو ۹۵۰—۹۶۵

(۸۱) بھوج دیو ۹۶۵—۹۷۵

کھرن دیو (۸۲) اوتار دیو ۹۷۵—۱۰۱۰ کھڑک دیو بھلاد دیو

(۸۳) جس دیو ۱۰۱۰—۱۰۵۴

(۸۴) سنگرام دیو ۱۰۵۴—۱۰۹۴

(۸۵) جس سنگ دیو (المعروف جگ دیو) ۱۰۹۴—۱۱۶۴

(۸۶) برج دیو ۱۱۶۴—۱۱۹۰

(۸۷) نرسنگھ دیو ۱۱۹۰-۱۲۵۰

(۸۸) ارجن دیو ۱۲۵۰-۱۳۱۰

(۸۹) جودھ دیو ۱۳۱۰-۱۳۶۰

(۹۰) مال دیو ۱۳۶۰-۱۴۱۰

(۹۱) جمیر دیو ۱۴۱۰-۱۴۳۵

(۹۲) اجے دیو ۱۴۳۵-۱۴۷۴

(۹۳) بیرم دیو ۱۴۷۴-۱۵۲۰

(۹۴) کھوکھر دیو ۱۵۲۰-۱۵۳۰

(۹۵) کپور دیو ۱۵۳۰-۱۵۵۰

جگ دیو، دباہو، (۹۶) سمیل دیو (جموں) ۱۵۵۰-۱۵۷۵

پرس رام (جگ دیو کا بیٹا)

(۹۷) سنگرام دیو ۱۵۷۵-۱۶۹۰

(۹۸) بھوپت دیو ۱۵۹۰-۱۶۱۰، دلیپ

(۹۹) ہری دیو ۱۶۱۰-۱۶۵۷ء

(۱۰۰) گجے سنگھ ۱۶۵۷-۱۶۸۰، امر سنگھ، جسونت دیو

جسونت دیو کے بیٹے: رتن دیو، جیئت دیو، عظمت دیو، ایشور دیو، اوتار دیو

جیئت دیو کے بیٹے: تیغ سنگھ، فتح سنگھ

گجے سنگھ کے بیٹے:

(۱۰۱) اندر دیو لاولد ۱۶۸۰-۱۷۰۳

دھرب دیو ۱۷۰۳-۱۷۲۵

(دیکھو صفحہ ۸)

ابھرائے سنگھ (رائے پور)

گوپال سنگھ (کاہنہ چک)

عزت سنگھ (پنچوڑ)

(۱۰۱) دھرب دیو ۱۷۰۳-۱۷۳۵ء

- رنجیت دیو ۱۷۳۵-۱۷۸۱ء — ۱۰۲
  - رانی اول
    - برج راج دیو ۱۷۸۲/۱۷۸۸ء — ۱۰۳
      - سپورن دیو — ۱۰۴
        ۱۷۸۸-۱۷۹۸ راجہ بولایت سوٹا (بعمر ۱۰ سال لاولد فوت ہوا)
  - رانی دوم
    - دلیل سنگھ
      - بھگوان سنگھ (لاولد قتل)
      - جیت سنگھ — ۱۰۵
        ۱۷۹۰-۱۸۱۲ء مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جموں پر قابض ہو کر معزول کیا
        - رگھبر دیو
          - اندر دیو
            - پرتاب دیو دکھر دیٹا ضلع گورداسپور میں آباد ہیں)
        - دیوی سنگھ
- کھنسار دیو
  - کرتار دیو
    - اوتار سنگھ
      - دیوی سنگھ
        - بھوپ سنگھ
  - ہمیر دیو
    - ہتاب سنگھ
      - لابھ سنگھ
        - نورنگ سنگھ
          (خاندان جاٹوی والہ مختلف مقامات پر آباد ہے)
- صورت سنگھ
  - زور آور سنگھ
    - کشور سنگھ — ۱۰۶
      - راجہ جیون بھوت اجارہ از سلطنت لاہور ۱۸۳۰-۱۸۲۲ء
        (بقیہ صفحہ ۹)
  - سوٹا
    - بھوپ سنگھ
      - بجر دیو
  - دھولا
  - بھوپا
- بلونت دیو
  - شام سنگھ
    - امتا سنگھ
      - بیر سنگھ
      - نہال سنگھ
        (بمقام سردین سر آباد ہیں)
  - رام سنگھ

شاخ جدید مہاراجگان جموں و کشمیر و قصبات تبت وغیرہ

- گلاب سنگھ — مہاراجہ جموں و کشمیر و قصبات تبت بروئے معاہدہ سرکار انگلشیہ ہند ۱۶- مارچ ۱۸۴۶ء — راجہ جموں بذریعہ سند مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۷۹ سمت (۱۸۲۲ء) — (وفات ۲ اگست ۱۸۵۷ء)
  - اودھم سنگھ (لاولد فوت)
  - رندھیر سنگھ (المعروف رتن سنگھ) (لاولد مقتول)
  - رنبیر سنگھ ۱۸۵۷ – ۱۸۸۵ء
    - از بطن رانی اول رانی سومالی
      - پرتاب سنگھ ۱۸۸۵ء لغایت ۱۹۲۵ء (لاولد)
      - رام سنگھ (رام نگر)
        - رتن سنگھ (کنیزک زادہ)
      - امر سنگھ (بھدرواہ و چنگیٹ)
        - ہری سنگھ (من ابتدائے ۱۹۲۵ء)
    - از بطن رانی دوم
      - لچھمن سنگھ
    - کنیزک
      - حکما سنگھ
      - نار سنگھ
- دھیان سنگھ (پونچھ و چھبال)
  - ہیرا سنگھ (جسروٹہ) (لاولد مقتول ہوا)
  - جواہر سنگھ (کوٹلی و نوشہرہ) (لاولد)
  - موتی سنگھ (پونچھ)
    - بلدیو سنگھ (پونچھ)
      - سکھدیو سنگھ (لاولد فوت)
      - جگت دیو سنگھ (راجہ پونچھ)
- سوچیت سنگھ (راجہ بندرالتہ و رام نگر و سانبہ) بروئے سند مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۷۹ سمت بکرمی

۱۔ شجرہ نسب راجگان چینی

- شمشیر چند
  - کستور چند
    - تیج چند (لاولد)
  - جگر چند
    - دیال چند ۱۸۵۴ء
      - لگندر چند
      - بجے چند
        - ہرچند
          - رتن چند
            - بدری چند ۱۸۸۱ / ۱۸۸۳ء لاولد
            - کدار چند (داماد راجہ رام سنگھ) ۱۸۹۵ء
              - از ابتدائے ۱۸۸۳ء
              - رام چند
      - موتی چند
        - نادر چند
        - گوری چند
      - نکا
    - چھبے چند
      - ستاب چند
    - ابے چند
      - سوہن چند
        - جگت چند
          - امر چند
          - اودے چند
    - پتر چند
  - بہادر چند
  - مدن چند

۲۔ شجرہ نسب دیوانان مہاراجہ گلاب سنگھ

- امیر چند
  - جوالا سہائے
    - کرپا رام
      - امرناتھ
        - بدری ناتھ (بلا اولاد نرینہ فوت)
    - انت رام
    - لچھمن داس
      - شیو ناتھ
        - دھنپت رائے
  - ہرچند
  - نہال چند
    - گوبند سہائے
      - لکھپت رائے
      - لجپت رائے

۳۔ شجرہ نسب وزیر رتنوں

- وزیر رتنوں
  - وزیر لوتو
    - وزیر شب رام
    - وزیر جگت رام
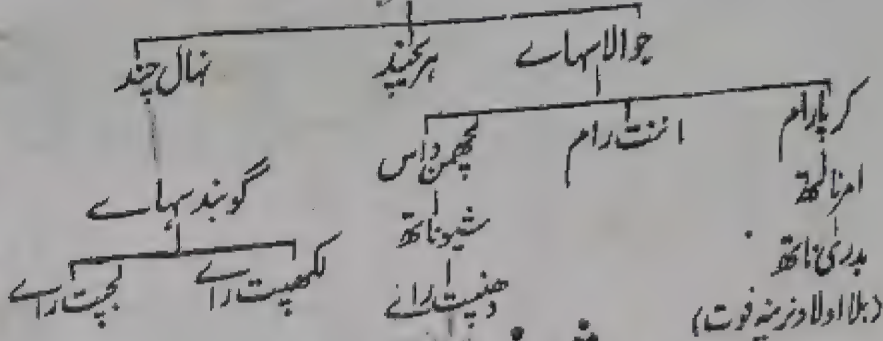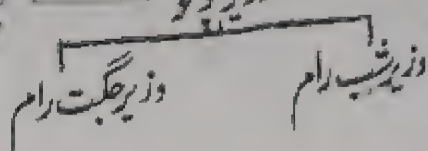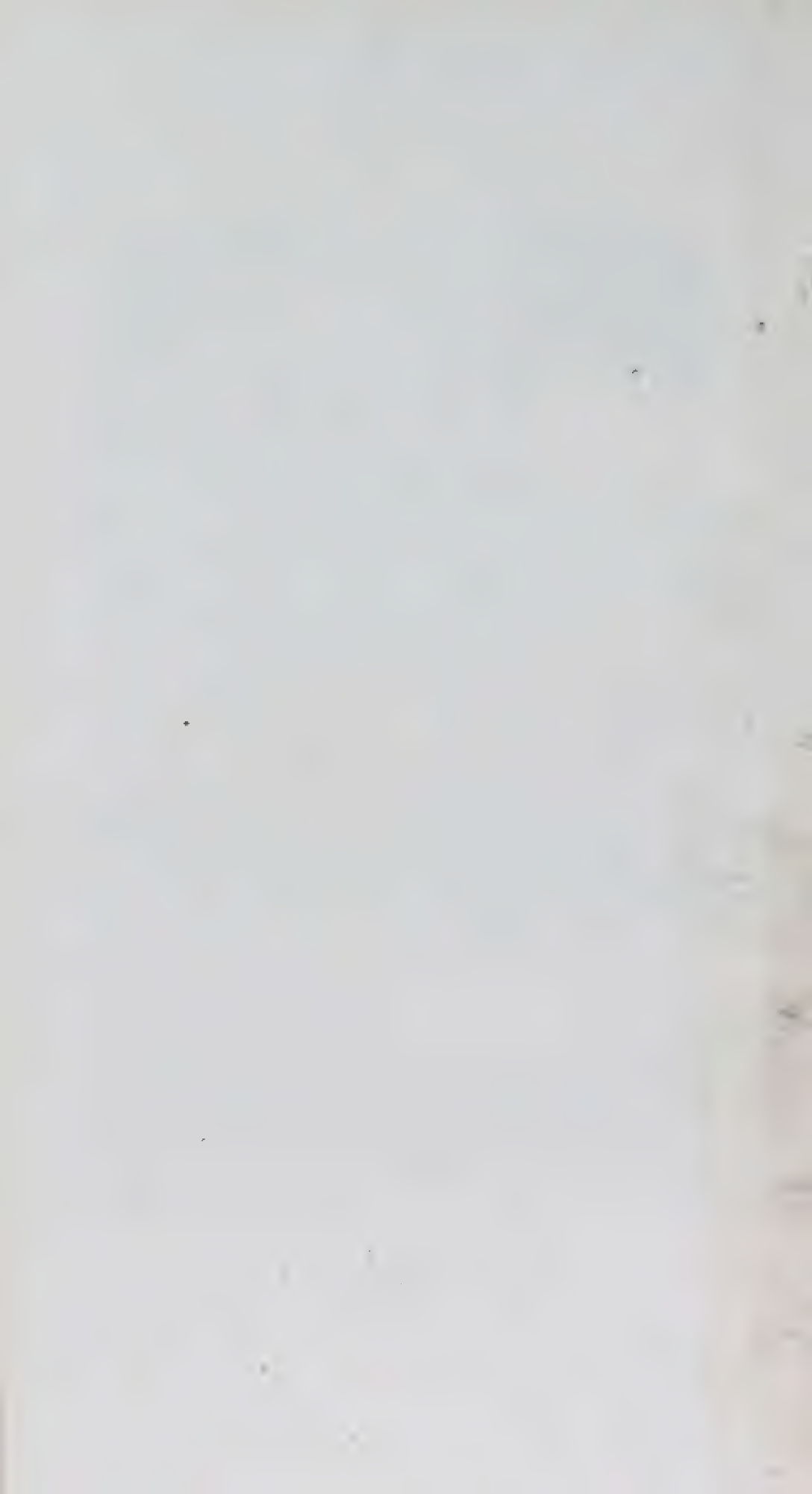
مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر
شہر یار پنجاب ۔ لاہور

شجرہ نسب خاندان سرکار خالصہ لاہور

- دگاہ
  - راج دہ
    - تخت مل
      - بہارا مل
        - بدھا سنگھ (سنہ ۱۶۹۲ء میں سکھ مذہب اختیار کیا) وفات سنہ ۱۷۱۸ء
          - چندا سنگھ
          - نودھ سنگھ وفات سنہ ۱۷۵۲ء
            - چرت سنگھ (گوجرانوالہ میں قلعہ تعمیر کیا)
              - مہان سنگھ (زوجہ) سدا کور جیند والی
                - (۱) رنجیت سنگھ — سنہ ۱۷۹۹ء میں لاہور پر قابض ہوا، وفات جولائی سنہ ۱۸۳۹ء
                  - رانی اول مہتاب کور
                    - (۳) شیر سنگھ — فروری سنہ ۱۸۴۱ء، مقتول ۱۸۴۳ء — تارا سنگھ
                      - پرتاب سنگھ (مقتول)
                      - دیوا سنگھ
                      - سہدیو سنگھ (بنارس میں رہتا تھا)
                  - رانی دوم راج کور
                    - (۲) کھڑک سنگھ — جولائی سنہ ۱۸۳۹ء لغایت اکتوبر سنہ ۱۸۴۰ء
                      - از بطن رانی چند کور: نو نہال سنگھ — حادثہ سے فوت سنہ ۱۸۴۰ء
                  - رانی سوم جندان
                    - (۴) دلیپ سنگھ — اکتوبر سنہ ۱۸۴۳ء بعمر ۹ سال لغایت دسمبر سنہ ۱۸۴۹ء، فوت ۱۸۹۳ء بمقام لندن
                      - پرنس وکٹر دلیپ سنگھ

باب پہلا

قدیم ڈوگرہ راجگان جموں

(ماخوذ از گلاب نامہ مصنفہ دیوان کرپا رام)

قدیم کتب تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ سودرشن مہاراجہ اجودھیا کے دو بیٹے تھے ایک اگنی برن دوسرا اگنی گر۔ بڑا بیٹا اگنی برن اپنے باپ کا جانشین اور حکمران ہوا۔ وہ مزاج کا سخت تھا اس کی بدمزاجی اور سخت گیری سے اُس کا چھوٹا بھائی اگنی گر یہاں تک بیزار ہوا کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر اجمیر میں دریائے گنگ کے کنارے گوشہ نشین ہوگیا۔ مگر اس تنہائی کی زندگی سے جلد دل برداشتہ ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد اجمیر سے براہ نگر کوٹ (کانگڑہ) کوہستان شوالک میں چلا آیا۔ یہاں فقیری چھوڑ کر راجگی اختیار کی۔ اِس ملک میں بھی اُسے آرام نہ آیا اور چند روز بعد بمقام پڑول علاقہ کٹھوعہ میں آکر چند دیہات پر قبضہ کر کے ایک خود مختار ریاست بنالی یہ واقعہ تقریباً پانچ ہزار سال پیشتر کا بتایا جاتا ہے۔

اسی راجہ اگنی برن کی اولاد میں اُس سے ۳۲ پشت بعد سکیا منی مہاتما بودھ پیدا ہوئے۔ اسی لحاظ سے میں نے فی پشت ۳۰ سال کی شرح سے عہد راجگان کی تاریخیں لگائی ہیں۔ اس لیے میرے حساب سے راجہ سودرشن کا عہد ۱۶۰۰ء قبل مسیح کے قریب شمار میں آتا ہے اور یہ واقعہ صرف ساڑھے تین ہزار سال پرانا پایا جاتا ہے۔

اگنی گر کے ایک بیٹے بایو شرب ہوئے انھوں نے اپنی بہادری سے دیگر علاقہ جات تسخیر کر کے اپنے باپ کی قائم کردہ ریاست کے ساتھ شامل کئے۔ رفتہ رفتہ پڑول سے دریائے توی تک تمام ملک ان کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اُن کے بیٹے۔ پرتھیران کے پورن سنگھ اُن کے لاکھو۔ ان کے کھات جوسن۔ اُن کے بیٹے اگنی گربھ یکے بعد دیگرے حکمران رہے اور اپنے اپنے عہد میں وراثت پدری کو ترقی دیتے رہے۔

راجہ اگنی گربھ کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے باہولوچن اپنے باپ کے بعد حکمران

ہوئے۔ انھوں نے اپنے نام پر قلعہ باہو تعمیر کرایا۔ اور اس کے ساتھ ایک شہر آباد کیا جس کا نام بھی باہو رکھا۔ اس نام کا قلعہ بالمقابل شہر جموں دریائے توی کے کنارے ایک پہاڑی کے اوپر آج تک موجود ہے۔ اتفاقات روزگار سے راجہ چندر ہاس والئ مدرویش یعنی پنجاب سے اُن کا مقابلہ ہو گیا۔ اور لڑائی میں مارے گئے۔ راجہ باہولوچن کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُن کے چھوٹے بھائی جامبولوچن اُن کے بجائے راجہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ راجہ چندر ہاس سے لیا۔ اور پنجاب پر قبضہ کر لیا۔

ذکر ہے کہ راجہ جامبولوچن دریائے توی کے کنارے شکار کھیل رہے تھے اُن کی نظر ایک پہاڑی پر پڑی جہاں شیر اور بکری ایک تالاب پر پانی پی رہے تھے۔ یہ امن و امان کی جگہ انھیں بہت پسند آئی۔ یہاں انھوں نے اپنے محلات تعمیر کرائے اور جنگل صاف کرا کے اپنے نام پر شہر جامبو آباد کیا جو اب کثرت استعمال سے جموں کے نام سے مشہور ہے۔

اُن کے بعد اُن کے بڑے بیٹے پورن کرن راجہ ہوئے یہ جموں کے پہلے راجہ ہیں ان کے دو بیٹے تھے ایک دیاکرن دوسرے دھرم کرن۔ اس زمانہ میں کشمیر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ اور باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ برہمنان کشمیر کی درخواست پر یا اُن کے ساتھ سازو باز کر کے راجہ پورن کرن نے اپنے بڑے بیٹے دیاکرن کو کشمیر میں بھیج دیا۔ انھوں نے کشمیر کی اقوام کو مسخر کر کے اپنی حکومت اس ملک میں قائم کی۔ جو تین پشت یعنی ۵۵ سال تک قائم رہی اور آخرالامر تیسرے راجہ سودت کے جنگ کوروپانڈو میں کام آنے پر اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

راجہ سودت کی وفات کے ۱۰۰۰ سال بعد پھر کچھ عرصہ کے لیے کشمیر کی حکومت خاندان جموں کے ہاتھ آ گئی لیکن اس مرتبہ بھی انقلاب زمانہ نے ۵۵ سال ہی کے بعد اس خاندان کو کشمیر سے رخصت کر دیا۔ تفصیل اس واقعہ کی اس طرح ہے کہ اسی راجہ دیاکرن کی اولاد میں سے گھوکرن نام ایک انقلاب زدہ آدمی کو روسائے کشمیر نے اپنا راجہ تسلیم کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پرہلاد راجہ کشمیر رہا۔ اس کے بعد اُس کا وزیر راجہ ہو گیا جس پر اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا۔ کہ جموں کے کون سے راجہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ہے

پورن کرن کے بعد اُن کا چھوٹا بیٹا دھرم کرن راجہ جموں ہوا۔ دھرم کرن کا بیٹا کرت کرن۔ اُس کا بیٹا اگنی گربن۔ اُس کا بیٹا شنکتی کرن کے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ شنکتی کرن زیور علم وفضل سے آراستہ تھے۔ اکثر احکام اُن کے آئین شاستر کے مطابق ہوتے تھے۔ اس نسبت سے اُن کا نام راجہ شاستری ہوگیا۔ انھوں نے کوہ بانہال تک اپنی حکومت کو وسعت دی۔ خط ڈوگرہ بھی انھیں شاستری راجہ کی اختراع تبلایا جاتا ہے۔

راجہ شنکتی کرن سے پانچویں پشت میں شب پرکاش راجہ ہوئے۔ درمیان کا سلسلہ نسب تحقیق نہیں ہوسکا۔ ان کے عہد حکومت میں راجہ شَل نے جس کی حکومت پنجاب سے قندھار تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہت زور پکڑا۔ اس نے جموں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام اپنے نام پر شل کوٹ رکھا۔ اس کو اپنا دارالسلطنت مقرر کر کے جموں پر متواتر یورش کر کے اُسے خراب کرنے لگا۔ روساے جموال جنھیں ننگ وناموس کا لحاظ بہت زیادہ ہوتا ہے اس دست درازی سے تنگ ہو کر دشوار گذار پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگئے۔ اور عرصہ تک وہاں گذارہ کرتے رہے۔ آخرالامر ۲۸۴۸ کلجوگ میں راجہ شب پرکاش کے بیٹے راجہ جوتی پرکاش نے ملک گیری پر کمر باندھی اور جماعت چارکان[سلہ] کی حمایت سے اپنے ملک موروثی پر متصرف ہوگئے۔ انھوں نے ۵۰ سال حکومت کی۔ اور بعدازاں راہی ملک عدم ہوئے

راجہ جوتی پرکاش کے بعد اُن کے بڑے بیٹے پوکھیہ پرکاش راجہ ہوئے۔ وہ جب جوان ہوئے انھوں نے شل کوٹ کے فتح کرنے کے ارادہ کو تکمیل تک پہونچایا شل کوٹ کو تباہ کرنے کے بعد وہ جموں واپس آگئے اور پچاس سال تک نصرت و کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

ان کا بیٹا رتن پرکاش ان کا بھوکھن پرکاش۔ اُن کا برہم پرکاش یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ برہم پرکاش کے عہد حکومت میں نواح پنجاب میں بہت بڑا سیلاب آیا۔ اور دریاے ستلج سے چناب تک پانی کی جھیل ہوگئی جس سے ملک پنجاب میں بڑی تباہی آئی۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے جام پرکاش راجہ ہوئے۔ اُن کی نسبت بیان کیا

سلہ راجپوتوں کا ایک خاندان ہے ۱۲

جاتا ہے کہ انھوں نے کشمیر و پنجاب و سندھ تک اپنی حکومت کو وسعت دی۔

ان کے دو بیٹے تھے ایک کشور اندر اور دوسرے سندر اندر۔ کشور اندر جموں میں راجہ ہوئے اور سندر اندر پنجاب و ملتان کی حکومت پر متمکن ہوئے راجہ کشور اندر کا بیٹا اجندر۔ اُن کا راجندر۔ اُن کا نزندر۔ اُن کا بجندر۔ اُن کا ہرش چندر۔ اُن کا ہر کمل اُن کا کمل برن۔ اُن کا داتو برن۔ اُن کا تیج برن۔ یہ سب یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے کہا جاتا ہے کہ راجہ تیج برن نے بمقام واس کنڈ تپ یعنی ریاضت کی اور بھیڑ ناگ دیوتا کا او پاسک یعنی خادم ہو گیا۔ اس دیوتا نے دریائے توی میں باس یعنی دخول اختیار کیا۔ اُس روز سے خاندان جموال بھیڑ دیوتا کو مانتے ہیں۔

راجہ تیج برن لاولد تھے۔ اس لیے ان کے تارک الدنیا ہو جانے پر اُن کا بھتیجا بلی برن راجہ ہوا۔ بعدازاں ان کے بیٹے بودھ ارجن اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوئے اُن کی نسبت مذکور ہے کہ ملک سراندیپ کی شاہزادی پر اُس کی تصویر دیکھکر فریفتہ ہو گئے اور اُس کے عشق میں سراندیپ پہونچے اور اُس کے ساتھ بیاہ کیا۔ اُن کا بیٹا کمل نابھ۔ اُن کا بجر نابھ۔ اُن کا شب نابھ۔ اُن کا کلج نابھ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ اُن کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی کمل بلب۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے سروپ بلب اُنکے بیٹے ہوم بلب۔ اُنکے بیٹے راج بلب راجہ ہوئے۔ انکے عہد میں راجہ منگل چند کٹوچ نے ملک جسروٹہ پر حملہ کیا۔ راجہ راج بلب اُن کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے میدان جنگ جسروٹہ میں مارے گئے۔ چونکہ وہ لاولد تھے اُن کا چچیرہ بھائی بھانو دھ اُنکی جگہ راجہ ہوا۔ اُن کا بیٹا سمدر جکھ۔ اُن کا بیٹا ہرتھ جکھ راجہ ہوا۔ اُن کی اولاد نالیاقتی کے باعث سلطنت سے محروم رہی۔ اور راجہ بھانودھ کی اولاد میں سے شنکھ برن نے اپنے نام پر حکومت کا ڈنکا بجایا۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا مرگ برن اُنکے بعد اُن کا بھائی دھرم برھا راجہ ہوا۔ اُن کا بیٹا جے کار۔ اُن کا دیو کار۔ اُنکا آدی بارہ اُن کا بھوم دت۔ اُن کا بہی دت۔ اُن کا کورم دت۔ اُن کا کھیم دت۔ اُنکا جے دت اُن کا بجے دت یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ بجے دت کے بعد اُس کا چچیرا بھائی دامودر چند۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا اودے چند اُس کا بیٹا لچھمن چند۔ اُسکا سمدر رکھن

اُن کا جگت سنگھ۔ اُن کا بھگت سنگھ اُن کا گجے سنگھ۔ اُن کا بجے سنگھ اُن کا بجے سنگھ اُن کا دیوہ گوفت۔ اُن کا رام گونت۔ اُن کا چندر گونت۔ اُن کا نندہ گونت۔ اُن کا آدرائے اُن کا دیورائے۔ اُن کا گندھرپ رائے۔ اُن کا قدم رائے۔ ان کا کرم رائے۔ انکا کھیر رائے اُن کا کھکھر رائے۔ ان کا سندر رائے۔ اُن کا جگت رائے اُن کا دودر رائے۔ انکا جوگ رائے یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔

راجہ جوگ رائے کے دو بیٹے تھے لمبن ہنس اور سورج ہنس۔ مقدم الذکر بہت طاقتور آدمی تھا۔ اُس کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ اُس نے ہر ایک لڑکے کو اپنی جاگیر تقسیم کر دی۔ اُس کی اولاد نے برخلاف آئین راجپوتاں کھیتی کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ موضع پرگوال۔ چھپراڑ اور بھب اُن کے نام پر آباد ہیں اور اس قوم کو منہاس کہتے ہیں۔

لمبن ہنس اپنے باپ کی حیات میں فوت ہوا اور راجہ جوگ رائے نے راج تلک اپنے چھوٹے بیٹے سورج ہنس کو دیا۔ اپنے باپ کے بعد وہ راجہ ہوا۔ اُس کا بیٹا گنگا دھر۔ اُن کا دیولا دھر۔ اُن کا سربھ لادھر۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔

راجہ سربھ لادھر کے عہد میں روشن ولی نام ایک فقیر صاحب ضمیر جموں میں سیاحت کرتے ہوئے وارد ہوئے۔ اُنھوں نے راجہ سربھ لادھر کو بتلایا کہ تھوڑے دنوں میں مسلمانوں کا لشکر ہندوستان کی تسخیر کے لیے آئیگا۔ لیکن اس سے شہر جموں کو کوئی نقصان نہیں پہونچیگا۔ اس فقیر کا مزار دروازہ گومٹ میں آجتک موجود ہے۔

راجہ سربھ لادھر کے بعد اُنکا بیٹا کرت دھر راجہ ہوا کہا جاتا ہے اس کے عہد میں راجہ بکرم پال نے رائے تلوک فرمانروائے دہلی پر فوج کشی کی۔ راجہ کرت دھر نے اپنی فوج رائے تلوک کی کمک میں بھیجی۔ بکرم پال میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ اور رائے تلوک کو فتح ہوئی۔ اس واقعہ سے حکومت جموں کے تعلقات سلطنت ہندوستان کے ساتھ قائم ہوگئے۔ جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک جاری رہے۔

راجہ کرت دھر کے بعد اُن کے بیٹے اجے دھر۔ اُن کے بجے دھر۔ اُنکے بجر لادھر اُن کے سورج دیو یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ موخر الذکر نہایت بیدار مغز راجہ ثابت ہوئے۔ انھوں نے اپنے کاروبار کو ہفتہ کے سات دنوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ ۷۰ سال انھوں نے

حکومت کی۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا بھوج دیو راجہ ہوا۔ یہ بڑا صاحب تدبیر اور دور اندیش راجہ تھا۔ مہاراجہ جے پال والیٔ پنجاب کے ساتھ اُس کے تعلقات دوستانہ تھے۔

اس زمانہ میں ناصر الدین سبکتگین فرمانروائے غزنی تھا۔ اُس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ سمبت ۱۰۳۲ بکرمی مطابق ۹۷۵ء میں پنجاب پر حملہ کیا۔ مہاراجہ جے پال نے بھی پیادے۔ سوار اور ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ راجہ بھوج دیو اپنے بیٹے اوتار دیو کو اپنا راج سپرد کر کے خود اپنے راجپوتان شجاعت اندیش کی جماعت کے ساتھ مہاراجہ جے پال کی کمک کو گئے۔ سخت لڑائی ہوئی جس کا انجام صلح پر ہوا لیکن راجہ بھوج دیو نے شرائط دوستی کے پورا کرنے میں اپنی جان قربان کر دی۔ اس واقعہ کی وجہ سے راجہ اوتار دیو پر سلطنت پنجاب کی طرف سے محبت کا اظہار ہوا۔

بالآخر جب سلطان محمود بجائے اپنے باپ سبکتگین کے حکمران غزنی ہوا اُس نے سمبت ۱۰۵۷ بکرمی مطابق ۱۰۰۰ء میں تسخیر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ راجہ جے پال نے بھی مقابلہ کی تیاری کی۔ جموں کی طرف سے بہلاد دیو راجہ جے پال کی کمک کو گیا اُس لڑائی میں بہلاد دیو اور مہاراجہ جے پال دونوں مارے گئے۔ سلطان محمود کے لئے ہندوستان کا راستہ کھل گیا۔ راجہ جے پال کا بیٹا اندر پال پہاڑوں میں پھرتا رہا اس اثنا میں ایک دفعہ اُس نے جموں پر حملہ کر دیا۔ لیکن راجہ اوتار دیو نے اسے شکست دیکر پسپا کیا۔

راجہ اوتار دیو کے بعد اُن کا بیٹا جس دیو راجہ ہوا۔ شہر جسروٹہ انہیں کا آباد کردہ ہے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے سنگرام دیو راجہ ہوئے۔ اُن کے بیٹے جس سکر دیو سمبت ۱۱۵۱ بکرمی مطابق ۱۰۹۴ء میں راجہ ہوئے۔ اُن کے عہد حکومت میں سلطان محمود غزنوی کی اولاد میں سے ملک خسرو ہندوستان میں بادشاہ تھا جس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے علم جہانگیری بلند کیا۔ اُس نے بامداد راجہ جموں قلعہ سیالکوٹ کو از سر نو تعمیر کیا

راجہ جس سکر کے بعد راجہ برج دیو سمبت ۱۲۲۲ بکرمی مطابق ۱۱۶۵ء میں مسند شاہی پر بیٹھے۔ سمبت ۱۲۳۳ بکرمی مطابق ۱۱۷۶ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے رائے پتھورا پر حملہ کیا۔

راجہ برج دیو کے بعد اُن کے بیٹے نرسنگھ دیو راجہ ہوئے اُن کے بعد اُن کے بیٹے ارجن دیو اُن کے جودہر دیو۔ اُن کے مال دیو۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ مال دیو نے نورپورہ کانگڑہ کو فتح کیا۔ اور محلات نورپور کی اینٹوں کو جموں پہونچا کر اُن سے پُرانی منڈی کی عمارت کو تعمیر کیا۔ مہاراجگان جموال کو آج کے زمانہ تک راج تلک اسی تاریخی عمارت میں دیا جاتا ہے۔

سنہ ۸۰۱ھ مطابق سنہ ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور گورگان نے بلاد ہندوستان پر حملہ کیا۔ راجہ مال دیو کے ساتھ بھی اُس کی معرکہ آرائی رہی۔ لیکن اس کے ملک پر اس کا قبضہ بحال رہا۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا ہمیر دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد اجے دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد بیرم دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد کھوکھر دیو راجہ ہوا موخر الذکر کے زمانہ میں سنہ ۹۳۲ھ مطابق سنہ ۱۵۲۵ء میں ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور بہلول پور و سیالکوٹ سے گذر کر پانی پت کرنال میں سلطان ابراہیم کے ساتھ اُس کا مقابلہ ہوا۔ اسی زمانہ میں باباگورونانک نے شہرت حاصل کی۔

راجہ کھوکھر دیو کے بعد اُن کا بیٹا کپور دیو ۹۳۷ھ مطابق سنہ ۱۵۳۰ء میں راجہ ہوا کپور دیو کے دو بیٹے تھے جگدیو و سمیل دیو۔ جگدیو باہو کا راجہ ہوا۔ اور چھوٹا بیٹا سمیل دیو راجہ جموں ہوا۔ اُنکا بیٹا سنگرام دیو۔ اُن کا بھوپ دیو۔ اُن کا ہری دیو۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ ہری دیو عالمگیر بادشاہ دہلی کے لشکر کے ساتھ سفر دکن میں سرگباش ہوئے اُن کے بجائے اُن کا بیٹا گجے دیو راجہ ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک اندر دیو اور دوسرا دھرب دیو۔ اندر دیو اتفاقیہ گھوڑے سے گر گئے اور اس حادثہ سے جانبر نہ ہو سکے دھرب دیو سمبت ۱۷۶۰ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۰۳ء میں راجہ ہوا۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ رنجیت دیو گھنسار دیو صورت سنگھ۔ بلونت سنگھ۔ چنانچہ راجہ دھرب دیو کے بعد رنجیت دیو سمبت ۱۷۸۲ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۲۵ء میں مہاراجہ ہوا۔

رنجیت دیو مہاراجہ جموں سنہ ۱۷۲۵ء مہاراجہ رنجیت دیو کی تخت نشینی کے وقت راج جموں کی وسعت حسب ذیل تھی۔

مشرق میں دریائے راوی تک۔

غرب میں دریائے چناب کے پار کچھ فاصلہ تک
جنوب میں میدانی علاقہ جات کے اندر تک
شمال میں درمیانی سلسلہ کوہستان تک

راجگان اکھنور۔ دلپت پور وگرمچی وغیرہ ایک حد تک جموں کے ماتحت یا زیر اثر تھے۔ لیکن ان کے علاوہ کچھ خود مختار حکومتیں بھی گرد و نواح میں تھیں جیسے کہ جموں سے شرق کی طرف بسوہلی اور کشتواڑ میں خود مختار راجپوت خاندان حکمران تھے۔ اور جموں کے شمال غرب میں بھمبر اور راجوری میں دو نو مسلم راجپوت خاندانوں کی حکومت تھی۔ اس سے آگے مغرب کی طرف دریائے جہلم تک بہت سے چھوٹے چھوٹے راجگان حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت زیادہ تر دو دو چار چار دیہات پر محدود تھی آخر دیہات ایسے تھے جہاں ہر گاؤں میں ایک راجہ تھا۔ ان حالات میں مہاراجہ رنجیت دیو جموں کی مسند راجگی پر متمکن ہوئے۔

مہاراجہ رنجیت دیو کے نظم و نسق کو بہت عاقلانہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور اُن کے عدل و انصاف کی بہت زیادہ شہرت ہے۔ یہ بڑے بلند حوصلہ راجہ تھے۔ اُنکی رعایا کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے ہم مذہب اور غیر مذہب آدمیوں کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے عہد حکومت میں لوگوں کا انبوہ کثیر جموں میں جمع ہو گیا اور شہر جموں کو بڑی وسعت و ترقی ہوئی۔ اور راج جموں کی توقیر بڑھتی گئی بیرونی اقوام میں سے کسی کو ان پہاڑی اقوام کی خود مختاری پر دست درازی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ مگر ہندوستان و پنجاب میں جو انقلاب اس زمانے میں شروع ہو گیا تھا۔ مہاراجہ رنجیت دیو کی آنکھ بند ہونیکے بعد جموں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور اُن کی وفات کے بعد ہی ملک جموں میں بیرونی مداخلت شروع ہو گئی۔ جس کا خاتمہ ۱۸۴۶ء میں اُس وقت ہوا جبکہ حکومت جموں کے تعلقات براہ راست ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ قائم ہوئے

جموں کی جنوبی سرحد پر پنجاب کے جو علاقہ جات واقع ہیں ان میں سکھوں کی حکومت مہاراجہ رنجیت دیو کی زندگی میں قائم ہو گئی تھی لیکن ابھی یہ حکومت جداگانہ

اقوام کی جدا جدا اور خودمختارانہ سرداریوں پر محدود تھی۔ اور کوئی باضابطہ نظم و نسق اُسنے اختیار نہیں کیا تھا سکھوں کی قوم ابتداء سے ایک جنگجو قوم رہی ہے۔ اور جس وقت کوئی بہانہ ہاتھ آجائے اپنی ہمسایہ اقوام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا اپنی زندگی کا ایک ضروری فرض سمجھتی رہی ہے۔ یہ امر صراحتہً دریافت نہیں ہوا کہ جموں کے ساتھ کوئی خلش سکھوں نے راجہ رنجیت دیو کی زندگی میں کی یا نہیں مگر اُن کی وفات کے بعد انھیں اُسکا پورا موقع مل گیا۔

ایشیائی خاندانوں میں جانشینی کا تنازعہ ایک عام بیماری ہے اور درصورت ایک زبردست اور قابل حکمران کی جانشینی کے بھی بعض اوقات یہ تنازعہ اپنے خراب اثرات دکھائے بغیر نہیں رہا کرتا یہی حالات جموں میں بھی پیدا ہوئے۔

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ سمبت ۱۷۸۲ بکرمی مطابق ۱۷۲۵ء میں مہاراجہ رنجیت دیو حکومت جموں پر متمکن ہوئے لیکن دشمنوں نے انھیں چین نہیں لینے دیا۔ اس اثنا میں فوج مغلیہ سے بھی اُن کا مقابلہ ہو گیا ناچار انھیں جموں چھوڑنا پڑا۔ کچھ عرصہ وہ کوہ بھاگ پر جو متصل ترکٹا دیوی واقع ہے پناہ گزیں رہے پھر یہاں سے فرار ہو کر یا کسی اور طرح لاہور میں صوبہ دار لاہور کے پاس پہونچے۔ وہاں بعدم ادائے تاوان تقریباً بارہ سال نظر بند رہے۔ اس زمانہ میں میاں گھنسار دیو اُن کی جگہ مسند حکومت پر کارفرما رہا۔ آخرالامر چندن دیو کی حکمت عملی سے مہاراجہ رنجیت دیو لاہور سے عزت کے ساتھ واپس آئے۔ اور جموں کی حکومت پر قابض ہو گئے۔ اور نہایت شان و شوکت اور عدل و داد کے ساتھ حکومت کرنے لگے انھوں نے گرد و نواح کے راجگان کو بھی مطیع کیا اور بد امنی کی بیخ کنی کی۔ آخرالامر ۵۰ سال حکمرانی کرنے کے بعد ۲۲ چیت سمبت ۱۸۳۸ بکرمی مطابق ۱۷۸۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے

مہاراجہ رنجیت دیو کے دو بیٹے تھے۔ ایک رانی سے برج راج دیو۔ اور دوسری رانی سے دلیل سنگھ۔ اُن کے درمیان بوجہ اختلاف بطنی صاف باطنی نہ تھی۔ اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اُسے ولی عہد مقرر کیا جائے۔ دلیل سنگھ کی ماں مہاراجہ رنجیت دیو کی منظور نظر تھی۔ اور برج راج دیو بربنائے اپنے خلف اکبر ہونیکے مستحق تھا۔ ایک روز دلیل سنگھ

کی ماں نے اپنے بیٹے کے واسطے مہاراجہ سے درخواست کی مہاراجہ کو بڑی مشکل پیش آئی نہ بڑے بیٹے کو وہ بلا وجہ محروم کرسکتے تھے۔ اور نہ اپنی چہیتی رانی کو آزردہ کرنا چاہتے تھے انھوں نے حسن تدبیر سے کام لیا۔ اور میاں تیغ سنگھ کو کنایتہً حکم دیا کہ دلیل سنگھ جو کہے اس پر عمل کرو۔ چند روز بعد دلیل سنگھ نے میاں تیغ سنگھ سے اپنا مقصد ظاہر کیا کہ برج راج دیو کے قتل میں ہمارے شریک رہو۔ تیغ سنگھ نے اس سے انکار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلیل سنگھ نے تیغ سنگھ کا کام زہر سے تمام کرنا چاہا۔ مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ آخرالامر دلیل سنگھ نے اُس کو بمقام لکھن پور قتل کر دیا۔ اس سے بڑی شورش پیدا ہوئی۔ اسی سلسلہ میں برج راج دیو نے اپنے والد مہاراجہ رنجیت دیو کے خلاف بغاوت کی۔ اور اپنی مدد کے لئے چرت سنگھ سردار چکر سوکیا مثال اور جے سنگھ سردار گھنیا مثال کو بلایا۔ مگر عین معرکہ میں چرت سنگھ اپنی بندوق کی نال پھٹ جانے سے مارا گیا اور برج راج دیو کے ساتھی بہت ہار گئے۔ یہ واقعہ ۱۷۷۴ء کا ہے۔ مہاراجہ رنجیت دیو نے بڑی حکمت عملی سے اس فساد کو فرو کیا۔ اور تیغ سنگھ کے بھائیوں کو جگانوں کی طرف بھیج دیا۔ یہ تیغ سنگھ راجہ ہرنمود دیو کے تیسرے بیٹے جسونت دیو کے دوسرے بیٹے چندن دیو کا بیٹا تھا اس کا بھائی فتح سنگھ تھا۔ ان کی اولاد اب تک سوہل اور اکھنور میں آباد ہے۔

برج راج دیو راجہ جموں ۱۷۸۲ء

الغرض مہاراجہ رنجیت دیو کی وفات کے بعد ۹ بیساکھ سمبت ۱۸۳۹ بکرمی مطابق ۱۷۸۲ عیسوی برج راج دیو بجائے اپنے باپ کے مسند حکومت پر متمکن ہوئے۔ چونکہ میاں دلیل سنگھ کی طرف سے اُن کو اندیشہ تھا۔ زورآور سنگھ کو عطائے جاگیر ڈنسال کا لالچ دیکر اُسے قتل کرنے کے لئے کہا۔ زورآور سنگھ نے اس مخمصہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ لیکن میاں موٹا ڈنسال پر قبضہ حاصل کرکے اس خونریزی کے لیے تیار ہو گیا۔ چنانچہ ترکٹا دیوی اور کٹڑہ کے درمیان میں دلیل سنگھ مع اپنے بیٹے جگوان سنگھ کے میاں موٹا کے ہاتھ سے مارا گیا مگر اس کا چھوٹا بیٹا جیت سنگھ بھاگ کر نکل گیا۔

اس کے بعد مہاراجہ برج راج دیو پانچ سال تک کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے مگر اس خونریزی کی وجہ سے اقبال اُن سے منہ موڑ چکا تھا۔ سردار مہان سنگھ کو ان خانہ جنگیوں

سے فائدہ اٹھانے کا خیال پیدا ہوا مہاراجہ برج راج دیو کے ظاہری تعلقات سردار
مہان سنگھ کے ساتھ دوستانہ تھے۔ مگر سیاسیات میں ذاتی تعلقات کو دخل نہیں ہے۔
سردار مذکور بہ بہانہ تعزیت پرسی مہاراجہ رنجیت دیو جموں میں آیا۔ اور جموں کو غارت
کرنا شروع کیا۔ مہاراجہ برج راج دیو جموں سے بھاگ گئے۔ اور سردار مہان سنگھ کی واپسی
تک جموں میں واپس نہیں آئے بعد ازاں قلعہ رنجیت گڈھ پر سردار ڈوڈل سنگھ۔ کرم
سنگھ و گلاب سنگھ وغیرہ سرداران بھنگی کے درمیان لڑائی ہوئی۔ مہاراجہ برج راج دیو
سرداران محصور کی کمک کے لئے گئے۔ اور اس جنگ میں دشمن کے ہاتھ سے مقتول ہوئے

سپورن دیو مہاراجہ جموں ۱۷۸۸ء

ان کا بیٹا سپورن دیو اس وقت ایک سال کی عمر کا تھا وہ مہاراجہ ہوا۔ اور میاں موٹا
اس کی طرف سے بطور سربراہ حکمران رہا۔ اس نے دس برس برائے نام حکومت کی
اور اس دار ناپائدار سے رخصت ہوا۔

جیت سنگھ مہاراجہ جموں ۱۷۹۸ء

اب جیت سنگھ کے سوا کوئی نزدیکی وارث تخت کا باقی نہ رہا تھا۔ وہ مسند حکمرانی پر جلوہ
افروز ہوئے۔ یہ دائم المریض اور کند ذہن تھے۔ ان کی حکومت نے رونق نہیں پکڑی
اور انتظام مالی وملکی میں خلل پڑگیا اور ہر طرف خودسری کا زور ہوگیا۔ یہاں تک کہ انکی
اپنی رانی المعروف رانی بندرال نے دستار حکمرانی سر پر رکھی اور فرمانروائی ودار وگیر
میں مصروف ہوگئی۔ الغرض انتظام بگڑ گیا۔ اور ملک میں سخت گڑبڑ پیدا ہوگئی۔

اس زمانہ میں بھائی حکما سنگھ چمنی از طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ قرب وجوار
جموں میں انتظام ملکی پر مامور تھا۔ اس نے مہاراجہ جیت سنگھ کی بد انتظامی دیکھکر
جموں پر حملہ کر دیا۔ اس طرف سے میاں موٹا برادر خورد میاں زورآور سنگھ جماعت
راجپوتان کے ساتھ مدافعت کی غرض سے دروازہ گومٹے پر مورچہ گیر ہوا۔ آخرالامر
راجپوتوں نے دیکھا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے انھوں نے مورچہ سے نکل کر حملہ کر دیا
یہ واقعہ سمبت ۱۸۶۵ بکرمی مطابق ۱۸۰۸ء کا ہے۔ اس وقت میاں گلاب سنگھ کی عمر ۱۶ سال
کی تھی اور باوجود خوردسالی کے وہ اس معرکہ میں شریک تھے۔ اور جوانمردی کی پوری

دادا انھوں نے دی نتیجہ یہ کہ بھائی حکما سنگھ کو واپسی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ اور راجپوتوں کی اس کامیابی سے گو کہ جموں کی حکومت سر دست سکھوں کی دستبرد سے بچ گئی مگر باہمی خانہ جنگی۔ اندرونی فسادات اور سکھوں کی بیرونی مداخلت حکومت جموں کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ جو پھر سنبھل نہیں سکا۔ اور بالآخر سکھوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا۔ جیسا کہ مابعد کے واقعات سے ظاہر ہوگا۔

باب دوسرا

سوانح عمری و فتوحات
مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مہاراجہ رنجیت دیو کے عہد میں حکومت خاندان قدیم جموں ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہونچ گئی تھی۔ اُن کی آنکھ بند ہونے کے ساتھ ہی اُس کے زوال کے سامان پیدا ہو گئے جس کی تشریح اس باب میں کی گئی ہے۔

مگر واقعات جموں کا بیان شروع کرنے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سکھوں کے ظہور اور عروج کا مختصر حال بیان کر دیا جائے تاکہ واقعات جموں اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے سوانح کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ کیونکہ خاندان قدیم جموں کی حکومت کا زوال اور گلاب سنگھ کا عروج سکھوں کی حکومت پنجاب کے عروج و زوال کے ساتھ وابستہ ہے جس کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

سکھوں کا ظہور

سکھ مذہب کے بانی گورونانک صاحب صوفی مشرب بزرگ تھے ان کی ساری عمر فقرا و صلحا کی صحبت میں بسر ہوئی۔ اُن کی صلح پسندی اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اہل ہنود انھیں ہندو اور اہل اسلام اُنکو مسلمان سمجھتے تھے۔ پچاس ساٹھ سال کے عرصہ تک گورونانک صاحب کے جانشین بھی فقیرانہ و صوفیانہ زندگی بسر کرتے رہے اور اسی طریق کی اشاعت کرتے رہے لیکن سنہ ۱۶۰۶ء کے بعد جب گورو ارجن صاحب کا بیٹا گورو ہرگوبند جانشین ہوا تو اُس نے اپنی بہت بڑی جمعیت دیکھ کر اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ چنانچہ طریق فقیرانہ وضع سپاہیانہ سے تبدیل ہو گیا اور گوشت کھانے کی عام اجازت ہو گئی۔ گورو تیغ بہادر کے زمانے میں باقی

گھوڑے۔ نقارہ۔ نوبت۔ نشان اور پانچ سات سو سپاہی اس فرقہ کے گدی نشینوں کے پاس ہر وقت موجود رہنے لگے۔

عالمگیر اورنگ زیب جو نہایت دور بین بادشاہ تھا گورو تیغ بہادر کے اُس شاہانہ کروفر سے کھٹکا۔ اور دو ایک لڑائیوں کے بعد جو گورو تیغ بہادر اور بادشاہ کی فوجوں کے درمیان ہوئیں گورو صاحب قتل ہوئے۔ ان کے بعد گورو گوبند سنگھ اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ انھوں نے باپ کا انتقام لینے کے لئے اپنے چیلوں اور مریدوں کو مرنے مارنے پر آمادہ کر کے مسلمانوں سے بہت لڑائیاں کیں اورنگ زیب کی مخالفت کی وجہ سے دارا شکوہ کو بھی امداد دی۔ آخر بادشاہی افواج سے تنگ آکر حیدر آباد چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ گورو گوبند سنگھ کے بعد ایک شخص بندا پیدا ہوا جو مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اور طرح طرح سے انھیں اذیت و تکلیف پہونچاتا تھا بچوں اور عورتوں کو قتل کرتا تھا اور مذہبی توہین کرتا تھا بالآخر فرخ سیر نے اُس سے انتقام لیا اور اس کو عبرتناک موت سے ہلاک کر دیا۔

سِکھّوں کا عُروج

بندا کے بعد سکھوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی اختیار کر لی۔ کچھ لوگ ان کے سردار بن گئے۔ مذہبی حرارت کا اُن میں بڑا جوش تھا۔ پنجاب کو تہ و بالا کرنے میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ برسوں کی خونریزی اور لڑائیوں کے بعد انھوں نے اپنی کئی ریاستیں قائم کرلیں۔

احمد شاہ ابدالی ان کی سزادہی کے لئے کئی دفعہ افغانستان سے پنجاب میں آیا لیکن اس کی واپسی پر سکھ بدستور فتنہ و فساد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ان سرکشوں میں رنجیت سنگھ کا پر داد نودھ سنگھ بھی تھا۔ نودھ سنگھ ضلع امرتسر کے ایک معزز زمیندار گلاب سنگھ مجیٹھیہ کا داماد تھا۔ اس لیے ہم چشموں میں اس کی خاص وقعت تھی۔ نودھ سنگھ نے غارتگری کی وجہ سے بہت شہرت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ اس کا باپ بدھا سنگھ بھی بڑا دلیر ڈاکو تھا۔ وہ لوگوں کا مال مویشی بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے خاندان میں یہی شخص تھا۔ جس نے سب سے پہلے ۱۶۹۵ء میں بمقام امرتسر سکھ مذہب اختیار کیا۔ بدھا سنگھ ۱۷۱۶ء میں فوت ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا نودھ سنگھ ۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔

تودھ سنگھ کے بیٹے چیرت سنگھ نے اپنے بھائیوں کے اتفاق سے گوجرانوالہ میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس میں لوٹ کھسوٹ کا مال جمع کیا جاتا تھا۔ خواجہ عابد صوبہ دار لاہور کے حکم سے بہت سے حملوں کے بعد یہ قلعہ مسمار کیا گیا۔ پھر خواجہ عابد نے ۱۷۶۲ء میں گوجرانوالہ پر چڑھائی کی۔ لیکن جب اُس کی سکھ فوج اپنے ہم مذہب دشمن سے مل گئی تو وہ پریشان ہوکر لاہور واپس چلا گیا۔ اور مہم ناتمام و ناکام رہی۔

۱۷۶۲ء میں جب احمد شاہ ابدالی سکھ جیوں ناظم کشمیر کو سزا دینے اور مہاراجہ رنجیت دیو والی جموں کو مطیع کرنے اور دیوان کابلی مل کو صوبۂ لاہور مقرر کرنے کے بعد واپس افغانستان چلا گیا تو سکھوں نے پھر سر اُٹھایا۔ اور زین خاں حاکم سرہند کو قتل کرنے کے بعد لاہور اور سرہند پر قبضہ کرلیا۔ انھیں دنوں میں شاہان دہلی چونکہ خانہ جنگیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ اور شیرازۂ سلطنت بالکل بکھر چکا تھا۔ اس لیے سکھوں کو کمال آزادی تھی اور جس طرف چاہتے تھے ملک میں لوٹ مار اور غارتگری مچاتے تھے

چیرت سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا مہاں سنگھ صرف نو سال کا تھا۔ کاروبار ریاست اس کی والدہ اور دو ایک سرداروں کے اتفاق سے سرانجام ہوتے تھے۔ ۱۷۷۶ء میں مہاں سنگھ کی شادی جیند والے سردار کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کے بعد مہاں سنگھ نے قلعہ رسول نگر کو جو وزیرآباد کے متصل ہے چار ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کرلیا۔ اس قلعہ کے فتح ہوتے ہی اس کی طاقت بڑھ گئی اور بھنگی مثال کے سردار بھی جو موقع پاکر سرکش ہو جایا کرتے تھے اُس کے مطیع ہو گئے۔

۱۷۸۰ء میں جیند والے سردار کی لڑکی سدا کور کے بطن سے وہ اقبال مند بیٹا پیدا ہوا جس نے ڈکیتی و غارت گری کو اوج سلطنت پر پہونچا دیا۔ اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں رنجیت سنگھ کو اس شدت کے ساتھ چیچک نکلی کہ زیست کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ آخر اس تکلیف سے نجات پائی مگر ایک آنکھ جاتی رہی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی ظاہری آنکھ کے پھوٹ جانے سے اس کی باطنی آنکھ کھل گئی اور اس نے وہ کارنامے دکھلائے جن سے دو آنکھ والے حیران رہ گئے۔ مگر

افسوس ہے کہ اس کے ناعاقبت اندیش جانشینوں نے اس کی تمام محنت چند روز میں برباد کر دی۔

رنجیت سنگھ بارہ سال کا تھا کہ اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک اسکی والدہ کاروبار حکومت انجام دیتی رہی جب وہ سترہ سال کی عمر کو پہونچا تو اُس نے اپنی ماں کو جس کے چال چلن کی شہرت اچھی نہ تھی زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اور امورات ملکی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

رنجیت سنگھ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح شجاعت و جوانمردی میں بے نظیر تھا اس سے بڑھکر یہ کہ بخت نے بھی اُس کی یاوری کی۔ اطراف و اکناف کے شہر و دیہات میں تاخت و تاراج مچا دی اور بہت سے علاقے اپنے قبضہ میں لے آیا۔

رنجیت سنگھ کا عروج

۱۷۶۹ء میں جب شاہ زماں والی کابل وطن کو واپس جانے لگا تو بسبب طغیانی اُس کی چند توپیں دریائے جھیلم میں رہ گئی تھیں۔ اُس نے رنجیت سنگھ کو لکھا کہ اگر تم ہماری توپیں دریا سے نکلوا کر بحفاظت ہمارے پاس پہونچا دوگے تو اُس خدمت کے عوض لاہور پر قبضہ کرنے کی تم کو اجازت دی جائے گی۔ جسکی تم نے بارہا خواہش ظاہر کی ہے رنجیت سنگھ نے اس موقع کو تائید ایزدی سمجھکر اُس کی بارہ توپوں میں سے آٹھ توپیں بمشکل تمام نکلوا کر اُس کے پاس پہونچا دیں۔ بادشاہ نے اپنے وعدہ کے مطابق لاہور کا پروانہ بھیجدیا

اُس وقت لاہور تین حاکمان مسمیان چیت سنگھ۔ گوجر سنگھ اور صاحب سنگھ کے زیر حکم تھا۔ اہل شہر اس سہ علی کے مظالم سے سخت بیزار تھے۔ جب انھوں نے سُنا کہ رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرنے والا ہے تو سب اُس کا ساتھ دینے پر مستعد ہو گئے یہ ہر سہ حاکمان عیش پسند پست ہمت۔ اور کم حوصلہ تھے۔ ایسے آدمیوں پر رنجیت سنگھ جیسے جفاکش اور دلیر آدمی کا فتح مند ہونا مشکل نہ تھا۔ چنانچہ رنجیت سنگھ نے اپنی ساس سدا کور کی فوج کی امداد سے بغیر کسی سخت مقابلہ کے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اور اور ۱۷۹۹ء مطابق سمبت ۱۸۵۶ بکرمی کو لاہور میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے ملتان۔ ہزارہ۔ اٹک اور دور دور کے علاقے فتح کر لئے اور بالآخر کشمیر جنت نظیر کو

بھی ۱۸۱۹ء میں اپنے زیر تصرف کر لیا۔

فتح کشمیر کے بعد تمام پنجاب میں اُس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ہر چند کبھی کبھی بمقتضائے بشریت یا عدم تربیت حرکاتِ ناشایستہ بلکہ ظالمانہ وسفاکانہ بھی اُس سے ظاہر ہوتی تھیں مگر مجموعی طور پر وہ اپنی حسن تدبیر اور دور اندیشی سے نہایت کامیاب حکمران رہا ہے۔ رحم کے اوصاف بھی رکھتا تھا۔ ارکین سلطنت و عہدہ داران کی بددیانتی کو دیکھتا کبھی چشم پوشی کر جاتا اور کبھی سزا دیکر پھر موردِ التفات بنا دیتا۔ خوش قسمت ایسا تھا کہ باوجود اسکی بعض خوبیوں کے اُس کی زندگی میں سلطنت کو کوئی زوال نہ آیا بلکہ ترقی ہی ہوتی رہی لیکن اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی کایا پلٹ ہو گئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات اور سلطنت خالصہ کا زوال

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کو ایک ہی سال گذرا تھا کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ بھی مر گیا۔ اور اُس کے دوسرے دن اُس کا بیٹا کنور نونہال سنگھ بھی اتفاقیہ موت یا کسی سازش کی وجہ سے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ کچھ دنوں تک رانی چندکور نے حکومت کی۔ حادثات اور سندھانوالیوں اور ہمسایہ حکومتوں کے باہمی مناقشتوں سے فوج بھی خودسر ہو گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چالیس سال کے عرصہ میں اپنی زبردست سلطنت پشاور۔ ہزارہ۔ ملتان۔ کوہستان۔ کانگڑہ۔ جموں و کشمیر تک قائم کی تھی۔ لیکن اُس کی ناخلف اولاد اُس کے بعد سات سال تک بھی اُس سلطنت کو سنبھال نہ سکی۔ آخر کار سرکار انگلشیہ پنجاب۔ کشمیر اور دیگر سکھ مقبوضات پر قابض ہو گئی۔ رانی جنداں کو نظر بند کر دیا گیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو چار لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ دیکر پنجاب سے باہر بھیجا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت خالصہ کا خاتمہ ہو گیا۔ سکھوں کے عروج و زوال کا یہ مختصر خاکہ دینے کے بعد نفس مضمون کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

میاں گلاب سنگھ کے متعلق باب سابق کے خاتمہ پر یہ دکھلایا جا چکا ہے کہ انھوں نے بھائی حکما سنگھ چمنی کے حملہ جموں کے موقع پر اپنی مردانگی کی شہرت قائم کر دی تھی۔ اب ان کے عروج کے سامان پیدا ہونے لگے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں گلاب سنگھ نے اپنے جد بزرگوار کی اطلاع کے بغیر گھوڑا

تیار کیا اور کیا تھا۔ ادہر خوب دوڑایا۔ واپس گھر پہونچے تو گھوڑا لنگ کرنے لگا۔ راجہ زورآور سنگھ ناراض ہوے اور گلاب سنگھ کو تادیباً کہا کہ باپ دادا کے مال کو اس بیدردی سے خراب کرنا آسان ہے جب اپنا گھوڑا خرید کروگے تو قدر معلوم ہوگی۔ میاں گلاب سنگھ کو یہ تادیب نہایت گراں گذری۔ اور رات کے وقت اپنی والدہ سے زیورات لیے اور چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر بقصد کابل روانہ پشاور ہوگئے۔ کیونکہ خبر یہ تھی کہ شاہ شجاع کابل میں اس زمانہ میں نئی فوج بھرتی کر رہا ہے۔ دریاے سندھ کے کنارے پہونچے تو ہمراہیوں نے جو سب کے سب ہندو تھے کچھ بخیال توہمات مذہبی اور کچھ میاں موتا کے خوف کی وجہ سے آگے جانے سے عذر کیا گلاب سنگھ نے بھی یہی مصلحت سمجھی اور واپس ہوگئے

میاں گلاب سنگھ کا دیوان خوشوقت رائے کی ملازمت میں داخل ہونا

اُس زمانے میں دیوان خوش وقت راے زرگر۔ سردار نہال سنگھ اٹاری والا کی جاگیر سوکھو کا کارپرداز تھا۔ اور جاگیر میں کسی قدر ہنگامہ تھا اس لیے دیوان مذکور قلعہ سانگ کی تعمیر اور نئی سپاہ کی بھرتی کر رہا تھا میاں گلاب سنگھ اپنی تقدیر آزمائی کے لیے اس طرف متوجہ ہوے۔ وہ جب دیوان خوش وقت راے کے پاس پہونچے تو ایک شخص جمعدار جو راجہ زورآور سنگھ کی ملازمت میں رہ چکا تھا انھیں اتفاقاً مل گیا۔ اُس نے میاں گلاب سنگھ کا سلسلۂ نسب دیوان کے پاس بیان کیا۔ اس لحاظ سے دیوان نے اُن کو مع ہمراہیوں کے نوکر رکھ لیا۔

اس اثنا میں زمینداروں نے قلعہ سانگ پر دیوان کی فوج کے خلاف حملہ کیا۔ اسے شکست ہوئی۔ اور فوج بھاگ گئی لیکن میاں گلاب سنگھ اپنے معدودے چند ہمراہیوں کے ساتھ استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے دیوان کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے نوجوان گلاب سنگھ کی مردانگی کی بڑی داد دی

میاں گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار لاہور میں داخل ہونا

اس عرصہ میں گلاب سنگھ کی جوانمردی کا شہرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ تک پہونچا۔ اُس نے میاں موتا سنگھ کو لکھا کہ اس نوجوان کو ہمارے دربار میں حاضر کیا جاے میاں موتا سنگھ نے سوال تیار کر کے اس غرض سے بھیجا۔ دیوان

خوش وقت راے کو خبر ہوئی تو اُس نے ایک گھوڑا دیکر رخصت کیا۔ میاں گلاب سنگھ نے ایک گھوڑا اپنا خرید کیا اور تیز سفر کر کے جموں پہونچے اور یہاں سے میاں موٹا سنگھ کے ساتھ توقف ڈسکہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیشگاہ میں حاضر ہوے۔ یہ واقعہ سمبت ۱۸۶۷ بکرمی مطابق ۱۸۱۰ء کا ہے۔ میاں گلاب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں بطور حاضر باش قلیل تنخواہ پر (بمقدار درجہ بہ چین مطابق گلاب نامہ) ملازم ہو گئے۔

سمبت ۱۸۶۹ بکرمی مطابق ۱۸۱۲ء میں میاں دھیان سنگھ بھی اپنے بھائی کے توسل سے اس دربار میں پہونچ گئے۔ اور ساٹھ روپیہ ماہوار اُن کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ بعد ازاں میاں کشور سنگھ بھی اس دربار میں آگئے اور پچیس روپیہ ماہوار ان کی تنخواہ مقرر ہو گئی اور اُنکے ساتھ چند دیگر جموال بطور سوار کے نوکر ہو گئے

اس زمانے میں دیوان محکم چند کا مقابلہ وزیر فتح خاں کشمیر کے ساتھ ہوا اس لڑائی میں کشور سنگھ زخمی ہوے جب دیوان مذکور کشمیر سے واپس ہو کر لاہور میں پہونچا تو خبر آئی کہ رانی بندرال کی سازش سے میاں موٹا کا کام تمام کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب مہاراجہ جیت سنگھ مہاراجہ جموں کا انتظام بگڑ گیا اور رانی بندرال نے حکومت اختیار کر لی تو میاں موٹا سنگھ نے مصلحتہً تعلقہ جگانوں رانی کو بطور جاگیر کے دیدیا۔ لیکن اس سے دلی کدورت دور نہیں ہوئی۔ اس اثنا میں شاہزادہ کھڑک سنگھ و بھائی رام سنگھ پورمنڈل میں آئے رانی بندرال نے خفیہ طور پر شاہزادہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر اس وقت ایک لشکر جرار اس طرف آجائے تو بغیر کسی تردد کے تمام ملک سرکار خالصہ کے ہاتھ میں آجائیگا اس بنا پر شاہزادہ نے پورمنڈل سے براہ جاہ توتان جموں کا رخ کیا۔ اور نگروٹہ میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں میاں موٹا سنگھ کی طرف سے یہ مراسلہ پہونچا کہ اگر شاہزادہ سیدھا جموں چلا آئے تو مہاراجہ جیت سنگھ خوشی کے ساتھ اطاعت قبول کرنے پر رضامند ہے چنانچہ شاہزادہ کھڑک سنگھ و بھائی رام سنگھ براہ دھوتلی جموں میں پہونچے اور جموں پر قابض ہو گئے۔ اور اس کامیابی کی اطلاع مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بھیجی۔ لاہور سے یہ حکم آیا کہ میاں موٹا سنگھ کی صوابدید پر مہمات ملکی و مالی کا انتظام کریں اور مہاراجہ جیت سنگھ کی جاگیر بقدر بارہ ہزار سالانہ مقرر کریں۔ رانی کو یہ انتظام بہت ناپسند ہوا۔

شاہزادہ کھڑک سنگھ جموں میں دیوان اجیت سنگھ کلال ساکن گجرات کو حاکم مقرر کرکے خود لاہور چلا گیا۔ چونکہ رانی بندرال منتظر وقت تھی جگانوں سے پورنڈل پہونچی اور شرارت پیشہ و بدباطن اشخاص کے ذریعے دیوان کے کان بھرنے شروع کیے کہ جب تک میاں موٹا سنگھ کو درمیان سے دور نہ کیا جائے انتظام درست نہ ہوگا۔ دیوان بھی ایک تنگ خیال آدمی تھا۔ اس نے اپنی عقل سے کام نہیں لیا۔ اور شرارت پیشہ اشخاص کے دھوکہ میں آگیا۔ الغرض ایک روز میاں موٹا اپنے گھر جارہے تھے اثنائے راہ میں ترنڈو اور اوراستر ونے رانی بندرال اور دیوان خودپسند کے اشارہ سے موٹا سنگھ کا کام تمام کردیا

بعدازاں یہی ترنڈو لاہور میں میاں گلاب سنگھ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ حرکت ناپسند ہوئی اور اس نے تادیبًا کچھ عرصہ کے لیے گلاب سنگھ کو جمعدار خوش حال سنگھ کی نگرانی میں رکھ دیا۔ اُس کے بعد حالات نے اپنی معمولی صورت اختیار کرلی۔ لیکن شاہزادہ کھڑک سنگھ کے دل میں میاں گلاب سنگھ کی طرف سے کچھ کدورت پیدا ہوگئی۔

میاں گلاب سنگھ کو عطائے جاگیر کھروٹی و ببول وغیرہ

اس کے بعد میاں گلاب سنگھ و میاں دھیان سنگھ نے حملہ کشمیر کے موقع پر بڑی جوانمردی دکھلائی۔ اُس کے صلہ میں میاں گلاب سنگھ کو کھروٹی۔ چھندیاں و ببول بطور جاگیر عطا ہوا۔ اس وقت امیر چند پردادا دیوان امرناتھ کا میاں گلاب سنگھ کی ملازمت میں اس علاقہ کے منصب دیوانی پر سرفراز ہوا

میاں دھیان سنگھ کو عطائے جاگیر لالہ چوبارہ و رام گڈھ

پھر کئی معرکوں میں ہردو برادران میاں گلاب سنگھ و میاں دھیان سنگھ نے بہت جوانمردی اور امتیاز دکھلایا۔ اس دوران میں سمبھل پور میں دھیان سنگھ کی شادی ہوئی۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں گلاب سنگھ کو اس میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ اور اُن کو لالہ۔ چوبارہ و رام گڈھ بطور جاگیر بعوض نوکری دوسو سواروں کے عطا کیے۔ میاں گلاب سنگھ نے اس علاقہ پر قبضہ کرنے اور سواروں کی بھرتی کرنے کی طرف توجہ کی۔ اپنے والد راجہ کشور سنگھ اور چھوٹے بھائی میاں سوچیت سنگھ کو رام گڈھ کی تسخیر

پر مقرر کیا۔ انھیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے دیوان چند مصر کو اس دشوار کام پر تعینات کیا۔ اُس نے اسے تکمیل کو پہونچایا۔ اب راجہ دھیان سنگھ نے سمبھل پور ترک کر کے رام گڈھ میں سکونت اختیار کی۔ چنانچہ میاں ہیرا سنگھ اسی جگہ پیدا ہوئے

میاں گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ریاسی کا حاصل کرنا اور قبضہ لینا

اس کے بعد یورش ملتان میں میاں گلاب سنگھ نے بڑا نام حاصل کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان خدمات کی بڑی داد دی اس جنگ سے واپس آکر میاں گلاب سنگھ لاہور سے رخصت حاصل کر کے اپنے گھر آگئے۔ وہ اسی طرف تھے کہ سمبت ۱۸۷۵ بکرمی مطابق ۱۸-۱۸۱۷ء میں مہاراجہ لاہور کی طرف سے بھگوان سنگھ خدمتگار حضوری کے ذریعے حکم شاہی مشعر بر عطاے پرگنہ ریاسی جو اس وقت تک جاگیر میاں دیوان سنگھ کی تھی صادر ہوا۔ یہ شخص سلسلہ جنبان فتنہ خونریزی میاں موتا سنگھ کا رہا تھا اس لیے یہ انتظام نہایت پسندیدہ خیال کیا گیا۔ میاں گلاب سنگھ اس عطیہ پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے ریاسی میں آئے۔ تالاب کے کنارے اہل قریہ ریاسی میاں گلاب سنگھ کے پاس جمع ہوئے۔ اور اظہار اطاعت و فرمانبرداری کیا۔ مگر دیوان سنگھ کے بیٹے بھوپ دیو نے کوہستانی اقوام کو دھوکا دیکر آمادۂ فساد کر دیا۔ چنانچہ سلال دخسال میں لڑائی ہوئی آخر الامر اس علاقہ پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اور میاں گلاب سنگھ ریاسی واپس پہونچ گئے یہاں قلعہ بھیم گڈھ کی بنیاد رکھی اور دیوان امیر چند نے اُس کی تعمیر کو تکمیل کیا۔ اس قلعہ میں کچھ سپاہ تعینات کی گئی۔ اور چھومدانہ افغان کو اُنکا افسر اور رتنا اچھر کو اس علاقہ کا تھانہ دار مقرر کر کے اور انتظام ملکی درست کر کے میاں گلاب سنگھ لاہور کی طرف واپس ہوئے

اس اثنا میں بھوپ دیو نے اپنے باپ دیوان سنگھ کو جو لاہور میں قید تھا کسی حکمت سے واپس منگوا لیا۔ اور ملک میں یہ ظاہر کیا کہ پرگنہ ریاسی اُس کو واپس مل گیا ہے۔ اس سے دوبارہ بغاوت ہوگئی۔ اور باغیوں نے قلعہ بھیم گڈھ کا محاصرہ کر لیا۔ وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ جو لاہور سے کسی خدمت کے انصرام کے لیے ریاسی میں آیا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جوانمردی اور مستقل مزاجی کے ساتھ قلعہ کو فتح نہیں ہونے دیا۔ رام گڈھ میں راجہ کشور سنگھ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کو زور آور سنگھ کی امداد کے لیے بھیج دیا۔ دیوان امیر چند

بھی جموں سے سامان حرب اور کچھ آدمی ساتھ لیکر موقع پر پہونچ گیا۔ اس جمعیت کو دیکھکر محاصرہ اُٹھ گیا۔ یہ فوج ریاسی میں داخل ہوئی۔ وزیر زورآور سنگھ بھی قلعہ کے اندر سے باہر نکل آیا۔ باغیوں کو شکستِ فاش دی۔ مگر بھوپ دیو فرار ہوکر نکل گیا۔

اس اثنا میں میاں گلاب سنگھ بھی لاہور سے آ گئے اور انھوں نے ان خیر خواہوں کی جوانمردی کی بڑی داد دی۔ اور وزیر زورآور سنگھ و میاں چراغ سنگھ اگادریہ کی بڑی عزت افزائی کی۔ باغیوں کی بیخ کنی کرکے ملک میں امن وامان قائم کیا اور وزیر زورآور سنگھ کو حاکم ریاسی مقرر کیا۔

کچھ عرصہ بعد جب کہ میاں گلاب سنگھ ریاسی میں مقیم تھے معلوم ہوا کہ بھوپ دیو اور ڈیڈ دے نے میاں موٹا سنگھ کی جاگیر ڈنسال پر دست درازی شروع کردی ہے میاں گلاب سنگھ نے ان مفسدوں کے تدارک کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کوشش میں پوری کامیابی نہ ہوئی۔ اور دونوں بدکرداروں میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ آیا۔ اتنے میں سوچیت سنگھ کا تنازعہ گورکھ سنگھ کے ساتھ متعلق حدبندی موضع گھر مولہ ہوگیا۔ اس کے فرو کرنے کے لیے میاں گلاب سنگھ کو رام گڈھ جانا پڑا انھوں نے بلا تردد قلعہ پر قبضہ کرلیا پھر رام گڈھ پہونچے اور چند روز یہاں آرام کیا۔

میاں دھیان سنگھ کا افسر ڈیوڑھی مقرر ہونا

سمبت ۱۸۷۵ بکرمی مطابق ۱۹-۱۸۱۸ء میں سرکار لاہور کی طرف سے گلاب سنگھ کے نام مقام وزیرآباد سے یہ حکم پہونچا کہ خود جاگیر کی غور و پرداخت میں مصروف ہو۔ اور میاں دھیان سنگھ کو بارگاہِ عالی میں بھیج دو۔ چنانچہ میاں گلاب سنگھ دیپتہ میاں ہوشیارا اور رنگھیل سنگھ کو میاں دھیان سنگھ کے ساتھ کرکے روانہ دربار خالصہ کردیا جمعدار خوشحال سنگھ ڈیوڑھی والہ کی مخالفت درباریوں کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اُسے ملتان کی طرف بھیج دیا گیا اور میاں دھیان سنگھ کو ڈیوڑھی کی خدمات تفویض ہوئیں۔ یہ ایک بڑا ذمہ داری کا عہدہ تھا اور اس سے میاں دھیان سنگھ کا رسوخ دربار خالصہ میں بہت بڑھ گیا۔

بعد ازاں سمبت ۱۸۷۶ بکرمی مطابق ۲۰-۱۸۱۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بہ رہبری پنڈت بیربل در دوبارہ فتح کشمیر کا ارادہ کیا۔ اس میں پوری کامیابی ہوئی میاں گلاب سنگھ

نے اس معرکہ میں اپنی بہادری کا سکہ بٹھلا دیا۔ ان خدمات کے صلہ میں میاں گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کی اجازت مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کی۔ مگر پنڈت بیربل نے سروست اُس سے انہیں باز رکھا۔ الحاصل میاں گلاب سنگھ کشمیر سے براہ ریاسی جموں گئے اور وہاں سے رام گڈھ چلے گئے۔ کشمیر میں دیوان موتی رام حاکم مقرر ہوا۔

راجہ کشور سنگھ کا جموں کو بطور اجارہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کرنا ۱۸۲۰ء

اس زمانہ میں ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ذکر کیا کہ ملک جموں کو وہ بطور اجارہ میاں گلاب سنگھ کو دینا چاہتے ہیں۔ میاں گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اگر ہمارے حال پر نظر عنایت ہے تو نگہداشت فوج کے اقرار پر جموں کا ملک مجھے عطا فرمایا جائے۔ چنانچہ اس اقرار پر ملک جموں بطور اجارہ ان کے والد راجہ کشور سنگھ کو عطا ہوا اور خطاب راجگی بھی انہیں دیا گیا۔ مگر اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی ماگھ سمبت ۱۸۷۶ بکرمی مطابق جنوری ۱۸۲۰ء میں راجہ کشور سنگھ نے بصورت اجارہ جموں پر قبضہ حاصل کیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا کشتوار کو فتح کرنا

آغاز سمبت ۱۸۷۷ بکرمی مطابق ۲۹-۱۸۲۰ء میں گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کا مصمم ارادہ کیا۔ راجہ دیال چند راجہ چینینی بھی اس مہم میں شامل ہو گیا۔ اور دریائے چناب کو بذریعہ کھرولی عبور کر کے لشکر ظفر موج ڈوڈہ میں پہونچا۔ اس زمانے میں راجہ تیغ سنگھ راجہ کشتوار کو اپنے وزیر لکھپت سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ اُس نے لکھپت کے قتل کا ارادہ کیا۔ اس سے وہ بچ گیا اور بعد ازاں فرار ہو گیا۔ اسی زمانہ میں راجہ گلاب سنگھ اپنا لشکر جرار لیکر ڈوڈہ میں پہنچ گئے ان ہر دو واقعات نے راجہ کشتوار کا انتظام بگاڑ دیا۔ اور وہ اپنا ملک چھوڑ کر براہ جموں لاہور کو چلا گیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے ملک کشتوار پر قبضہ کر لیا۔ اور میاں چین سنگھ لال رکھی والہ کو حاکم کشتوار مقرر کر دیا۔ وزیر لکھپت وغیرہ معززین کشتوار راجہ گلاب سنگھ کی ملازمت میں داخل ہو گئے اس کے مفصل حالات کشتوار کے بیان میں مذکور ہوں گے۔

اس کے بعد راجہ گلاب سنگھ کو فتح منگیرہ وڈیرہ غازی خاں و جنگ یوسف زئی میں اپنی شجاعت اور تدبیر جنگ کی اعلیٰ لیاقت کے دکھلانے کا موقع ملا۔

اس زمانے میں جموں بصورت اجارہ راجہ کشور سنگھ کی حکومت میں تھا اور بھائی رام سنگھ اور دیوان بھوانی داس پشاوریہ سرکار خالصہ کی طرف سے امور سیاسی کی نگہداشت کے لئے متعینات تھے۔ مگر میاں ڈیڈو نے جو بڑا دلیر آدمی تھا۔ بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ کچھ راجپوت بھی اُس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اس لیے اُس کے خلاف کچھ پیش نہ جاتی تھی جموں پر بھی وہ حملے کرنے لگا اس کا انتظام کرنے کے واسطے راجہ گلاب سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے امور کیا۔ اُنھوں نے بڑی حکمت علی اور حسن تدبیر کے ساتھ کوہ ترکٹا پر اُسے قتل کیا اور ملک کو اس بلا سے نجات دلائی۔

بعد ازاں اعز خان والی راجور کو جس نے دربار لاہور کے حکم سے سرتابی کی تھی گرفتار کیا۔ ان امور نے راجہ گلاب سنگھ کی شہرت کو بہت بڑھا دیا۔

میاں دھیان سنگھ نے اس عرصہ میں بہت بڑا رسوخ دربار میں حاصل کر لیا تھا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خاص نظر رحمت اُن کے اوپر تھی۔ ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں دھیان سنگھ سے کہا کہ تم نے ہماری بڑی خدمت کی ہے اس کے صلہ میں جموں کا راج ہم تم کو دیتے ہیں۔ میاں دھیان سنگھ نے اس عزت افزائی کے لئے نہایت درجہ شکریہ ادا کیا اور اظہار عقیدت کے بعد عرض کی کہ آئین راجگان میں یہ درست نہیں ہے کہ بڑے بھائی کو چھوڑ کر چھوٹا بھائی راجگی اختیار کرے۔ اس عزت کا مستحق گلاب سنگھ ہے مہاراجہ کو یہ جواب بہت پسند ہوا۔ راجہ گلاب سنگھ بعد گرفتار کرنے اعز خاں کے امر گڈھ چلے گئے تھے۔ وہاں سے اُنکو طلب کیا گیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حکومت جموں حاصل کرنا

اکھنور میں راجہ گلاب سنگھ ہر ہاڑ سمبت ۱۸۷۹ بکرمی مطابق جون ۱۸۲۲ء کو حاضر ہوئے۔ یہاں لب دریائے چناب درخت جبہ پوتہ کے نیچے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے دست مبارک سے راجہ گلاب سنگھ کو جموں کی حکمرانی پر متمکن کیا اور قشقہ راجگی اُن کی پیشانی پر لگایا۔ کہتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قشقہ اوپر سے نیچے کی طرف کھینچا۔ کسی نے عرض کی کہ دستور نیچے سے اوپر کی طرف کھینچنے کا ہے مہاراجہ نے جواب دیا کہ ہم نے اُس کی بنیاد پتال میں قائم کی ہے کہ تا ابد پائدار رہے۔

راجہ سوچیت سنگھ کا رام نگر حاصل کرنا اسی روز میاں سوچیت سنگھ کو راج رام نگر اور خطاب راجگی عطا کیا۔ اور ہر دو عطیات کی مشترکہ سند راجہ گلاب سنگھ کو عطا کی جس کی نقل ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر راجہ گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اب دھیان سنگھ کو عطائے ملک و القاب راجگی باقی رہتا ہے۔ مہاراجہ نے جواب دیا کہ اُن کو راجہ راجگان بنانا ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی واپسی لاہور کے بعد راجہ گلاب سنگھ جموں پہونچے یہاں جیت سنگھ معزول مہاراجہ جموں نے جو اپنے بیٹوں کو بوجہ حرکات نالائق عاق کر چکا تھا اپنے ہاتھ سے راجہ گلاب سنگھ کو قشقہ راج لگایا اور راجہ گلاب سنگھ مہاراجہ جموں کا دور دورہ شروع ہوا

اس کے بعد جنگ ٹیٹری میں ہر دو برادران مہاراجہ گلاب سنگھ و راجہ دھیان سنگھ نے بہت بڑا امتیاز دکھلایا اور درحقیقت اپنی جوانمردی اور اعلیٰ قابلیت کا سکہ جتلادیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا گڈھی سمبرتا کو فتح کرنا سمبت ۱۸۸۱ بکری مطابق ۲۵-۱۸۲۴ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے گڈھی سمبرتا کو فتح کیا۔ اور جموں کے ساتھ اس کا الحاق کرایا میاں بستا کو اس علاقہ کا تھانہ دار مقرر کرکے خود جموں کو واپس چلے گئے۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ علاقہ رام سنگھ عیسی پوریہ حاکم سانبہ کو حوالہ کردیا۔ بعد ازاں علاقہ سانبہ مع قلعہ گڈھی سمبرتا اور قلعہ رام کوٹ کے رام نگر کے ساتھ شامل ہو کر راجہ سوچیت سنگھ کے قبضہ اقتدار میں آیا۔

پھر جنگ سیدو میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے بہت بڑا امتیاز حاصل کیا۔ یہ واقعہ پھاگن سمبت ۱۸۸۲ بکرمی مطابق فروری ۱۸۲۵ء کا ہے۔

بعد ازاں آغاز سمبت ۱۸۸۷ بکرمی مطابق ۱۸۳۰ء میں حکومت ممالک پنڈدادن خاں بھیرہ۔ لون میانی۔ قادرآباد و منڈی نمکسار تفویض مہاراجہ گلاب سنگھ ہوئی۔ اور سمبت ۱۸۹۰ بکرمی مطابق ۱۸۳۳ء میں جہلم۔ رہتاس۔ اور سمبت ۱۸۹۲ بکرمی مطابق ۱۸۳۶ء میں گجرات کی حکومت عطا ہوئی۔

فتح گوگل و لداخ و زنسکار و یاڈر بذریعہ وزیر زوراور ۱۸۳۵-۳۳ء اس زمانہ میں وزیر زوراور سنگھ

سری راجہ سوچیت سنگھہ صاحب بہادر والی رام‌نگر
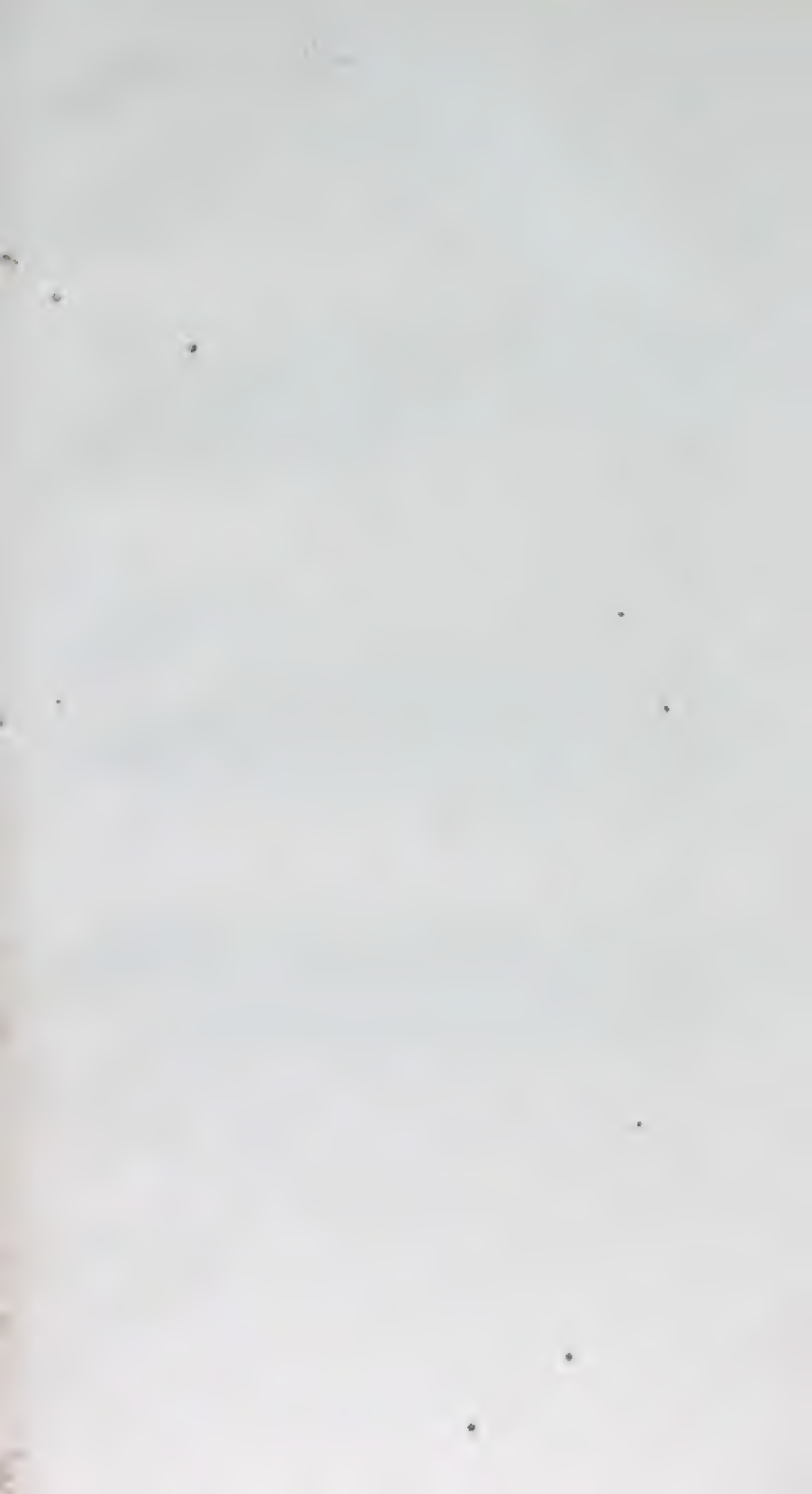
کلہوریہ حاکم پرگنہ جات ریاسی وارناس و علاقہ کشتوار تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دربار لاہور میں اپنا رسوخ استعمال کر کے پرگنہ مرداواروں بھی علاقہ کشتوار کے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اس طرح حکومت جموں کی سرحد براہ راست سورو اور لداخ کے ساتھ مل گئی تھی۔ اس انتظام کو درست کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے تسخیر لداخ کا ارادہ کیا اور اس دشوار مہم پر اپنے خاص جنیل زورآور سنگھ کلہوریہ کو مقرر کیا۔ وزیر نے آغاز سمبت ۱۸۹ بکرمی مطابق ۱۸۳۲ء میں اوتم پڑھیار اور دیگر اکابران کشتوار کے ساتھ براہ وارڈن دورہ بھوٹوکول سورو پر حملہ کیا۔ اور سورو۔ ترگل وور اس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد زانسکار کو فتح کیا۔ زمستان میں سورو میں ٹھہر گیا۔ آغاز بہار میں لداخ کو فتح کیا۔ اور ٹنڈوپ نمگیل راجہ لداخ کے ساتھ خراج مقرر کر کے واپس ہوا زانسکار پہونچا تھا کہ راجہ لداخ کی بداعمالی کے حالات معلوم ہوئے۔ دوبارہ لداخ واپس ہوا اور بغاوت فرد کر کے راجہ کو معزول کیا۔ حکومت لداخ موروپ ستنزن کے حوالہ کی۔ اور خود براہ زانسکار پاڈر کو ریاست چمبہ سے فتح کرتا ہوا جموں واپس چلا آیا۔

اس عرصہ میں اسکردو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کا بھی موقع وزیر کو مل گیا تھا۔ مگر اس وقت اپنے آپ کو اس جھگڑے میں ڈالنا اس نے پسند نہیں کیا۔ اور راجہ محمد شاہ پسر احمد شاہ راجہ اسکردو کو جو اپنے باپ کے جور و ستم سے تنگ آ کر وزیر سے امداد کا خواستگار ہوا تھا۔ راجۂ لداخ کے سپرد کر دیا کہ با آرام رکھا جائے

سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۹-۴۰ء میں موروپ ستنزن کی بداعمالی کا حال معلوم ہوا کہ اس نے انتظام میں کوتاہی کی ہے اور راجۂ اسکردو کو موقع دیا ہے کہ محمد شاہ کو ملک لداخ سے پکڑ لیجائے۔ اس بنا پر وہ موروپ ستنزن اور احمد شاہ دونوں کی سرزنش کی پوری تیاری کر کے سہ بارہ لداخ پر روانہ ہوا۔ موروپ ستنزن کو معزول کر کے لداخ کا الحاق حکومت جموں کے ساتھ کر لیا۔ پھر براہ گرکونو وچے سپے تھنگ و مرول اسکردو پر حملہ آور ہوا ایک دستہ فوج براہ چھورہ بٹ لاکھپلو کی طرف سے بھیجا۔ مرول میں اہل تبت نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اور راجہ علی شیر خاں راجۂ کھرمنگ کی امداد سے اسکردو فتح ہوا۔

بعد ازاں مدین شاہ کو تسخیر روندو و استور کے لئے تعینات کیا۔ یہ جبار خان راجہ استور کو گرفتار کر کے لے آیا۔ سکھوں کی حمایت کی وجہ سے وزیر راجہ جبار خان کو اور اس کے

ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہوا۔

وزیر زور آور سنگھ کا حملہ تبت اصلی (لہاسہ) اور جنگ طویو میں اسکے مقتول ہونے پر افواج ڈوگرہ کی تباہی

وزیر زور آور سنگھ اسکردو سے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا لداخ واپس ہوا۔ یہاں سے اس نے فتح لہاسہ کا ارادہ کیا۔ اور ڈوگرہ۔ لداخی و بلتی فوج کا ایک لشکر جرار مرتب کر کے تین راستوں سے روانہ ہوا۔ علاقہ گرتوک کو فتح کرتا ہوا پورانگ پہونچا اور طغلاکھر میں اپنا صدر مقام مقرر کر کے یہاں ٹھہر گیا۔ کہ سردی کا موسم گذرنے کے بعد آگے بڑھیگا۔ اس اثناء میں فوج لہاسہ نے حملہ کیا۔ اور بمقام طویو مقابلہ ہوا جس میں ۲۷ مگھر سمبت ۱۸۹۸ بکری مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کو وزیر مارا گیا۔

اگر وزیر بجائے آغاز موسم زمستان کے آغاز موسم بہار میں پورانگ پہونچا ہوتا تو آج لہاسہ کا جغرافیہ بدلا ہوا ہوتا۔ مگر اُس سے بھی وہی غلطی ہوگئی جو مرزا حیدر گورگان ۱۵۳۲ء میں کر چکا تھا۔ اور تاریخ نے واقعات کو دہرایا۔

شکست طویو کے بعد لداخ و بلتستان میں فسادات

اس زبردست اور زور آور جرنیل نے جموں کی سلطنت کی حدود کو سلطنت نیپال اور انگلشیہ صوبہ الہ آباد کی حدود کے ساتھ ملا دیا تھا مگر اُس کی موت نے فتح لہاسہ کے بجائے ممالک مفتوحہ میں بھی سخت شورش اور فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ لداخ کرگل و سکردو ہر سہ علاقہ جات میں بغاوت پھیل گئی۔ آخر الامر دیوان ہری چند اور وزیر رتنو نے لداخ میں افواج لہاسہ کو شکست دیکر امن قائم کیا اور اسوج سمبت ۱۸۹۹ بکری مطابق ستمبر ۱۸۴۲ء کے عہدنامہ لداخ کی رو سے ملک مقبوضہ لہاسہ جو وزیر نے فتح کیا تھا۔ سلطنت لہاسہ کو واپس دیا گیا اور ڈوگرہ حکومت لداخ کی سابقہ حدود برقرار رہیں جو سنگے نمگیال گیالپو لداخ کے عہد میں تھیں۔ اسی طرح سے وزیر لکھپت نے اسکردو میں بغاوت کو فرو کر کے امن قائم کیا۔ تفصیل ان واقعات کی اپنی اپنی جگہ پر آئے گی۔

وزیر لکھپت کا بلتستان میں بغاوت فرو کرنا

ہنگامہ پشاور میں جبکہ خود امیر دوست محمد خاں نے حملہ کیا اور جس کے سلسلہ میں آخر الام

سردار ہری سنگھ مارا گیا۔ ہرسہ برادران مہاراجہ گلاب سنگھ، راجہ دھیان سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ نے اپنی سیاسی قابلیت اور سپاہیانہ جوانمردی کا پورا ثبوت دیا۔

راجہ دھیان سنگھ کو ملک چھبال راجہ سلطان خاں کی گرفتاری کے بعد بطور جاگیر مل چکا تھا۔ اب ملک پونچھ بھی باقرار نوکری پلٹن عطا ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ نے دیوان کشن گوپال کو مہاراجہ گلاب سنگھ سے لیکر حاکم پونچھ مقرر کیا۔ اس زمانے میں ایک شخص شمس نامی نے پونچھ میں شورش برپا کی اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ اُس کے ساتھ شامل ہو گیا مگر میاں لشنبا نے پونچھ کے قلعہ کے اوپر راجہ دھیان سنگھ کا جھنڈا بدستور قائم رکھا۔ آخرکار مہاراجہ گلاب سنگھ کی امداد سے شمس مارا گیا اور یہ فتنہ فرو ہوا۔ اس میں وزیر زورآور سنگھ کلہوریہ نے بڑا امتیاز دکھلایا تھا۔

آغاز سمبت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ جموں میں تشریف لائے میدان منڈی میں خیمہ لگے اندر ڈیرہ کیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ بطور ضیافت مہاراجہ گلاب سنگھ نے پیش کیا۔ اور ہر طرح سے خاطر تواضع کی۔ عمارات منڈی کا ملاحظہ کیا دو روز کے قیام کے بعد واپس ہوئے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات اور پنجاب میں بدانتظامی و فسادات ۱۸۳۹ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۵۔ ہاڑ سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق جولائی ۱۸۳۹ء کو اس عالم ناپائدار سے رخصت ہوئے اور مہاراجہ کھڑک سنگھ تخت حکمرانی پر بیٹھے اور انتظام مملکت میں بدنظمی شروع ہو گئی۔ پہلے اجیت سنگھ قتل ہوا بعدازاں مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ کنور نونہال سنگھ۔ اور میاں اودھم سنگھ خلف اکبر مہاراجہ گلاب سنگھ کی جان لی گئی۔ اور مہاراجہ شیر سنگھ نے لاہور کی حکومت اختیار کی مگر خانہ جنگی جاری رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں تمام انتظام درہم برہم ہو گیا

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اپنے وزیر راجہ دھیان سنگھ کو ناپسند کرنے لگا۔ اور اُس کے قتل کا اور اپنے ہمدم و ہمراز دوست اجیت سنگھ کو وزیر بنانے کا ارادہ کیا۔ راجہ دھیان سنگھ نے کنور نونہال سنگھ کے ساتھ جس کی ناپسندیدگی اپنے باپ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے ساتھ تھی سازباز شروع کر دی۔ کنور نے راجہ دھیان سنگھ

کی حمایت سے حکومت کی امید میں اجیت سنگھ کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ نے باپ بیٹوں کی ناپسندیدگی کو مخالفت اور عناد سے بدل دیا۔ آخرالامر ۲۲۔ کاتک سمبت ۱۸۹۷ بکرمی مطابق اکتوبر سنہ ۱۸۴۰ء کو مہاراجہ کھڑک سنگھ بیماری کے غالب آنے سے ہمیشہ کے لیے اس جہان سے رخصت ہوا۔ کنور نونہال سنگھ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے سنسکار کے بعد اشنان کر کے اودہم سنگھ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے واپس آرہے تھے۔ روشنائی دروازہ کے پاس پہونچے۔ تو دفعتہً دروازہ کی چھت کا ایک ٹکڑا میاں اودہم سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے اوپر گر پڑا۔ دیگر ہمراہیوں کے بھی چوٹ آئی مگر ملبہ اٹھایا گیا تو میاں اودہم سنگھ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور کنور نونہال سنگھ کی جان لبوں پر تھی۔ انھیں اٹھا کر قلعہ میں لے گئے۔ مگر پہونچتے پہونچتے انکا کام بھی تمام ہو گیا۔

راجہ دھیان سنگھ نے کنور شیر سنگھ کو اُس کی جاگیر بٹالہ سے لاہور میں طلب کیا۔ جب وہ لاہور پہونچ گیا اُس وقت کنور نونہال سنگھ کی وفات کا اعلان کیا گیا۔ مائی چند کور کو بھی اس واقعہ کی اُسی روز خبر ہوئی۔ راجہ دھیان سنگھ نے رانی کو یہ پٹی پڑھائی کہ ظاہری طور پر شاہزادہ شیر سنگھ کو مسندِ دولت و اقبال کا صدر بنایا جائے وہ روزانہ مع جمیع سرداران و سرگروہان تمہارے پاس اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوا کرے اور کاروبار مملکت مہاراجہ کھڑک سنگھ کی مہر سے ہوتا رہے۔ رانی اس کا مطلب سمجھتی تھی وہ اِس مشورہ پر رضامند نہ ہوئی۔ راجہ دھیان سنگھ نے اپنے بھائی مہاراجہ گلاب سنگھ کو جموں سے بلایا اور مشورہ کیا۔ دونوں کا اس پر اتفاق ہوا کہ شہزادہ شیر سنگھ کو فی الحال اسکی جاگیر میں واپس کر دیا جائے اور سمجھا دیا جائے کہ موقع مناسب کا منتظر رہے بعدازاں رانی صاحبہ کے مشورے اور اُن کی سرپرستی سے مندرجۂ ذیل سرداروں کی مجلس مرتب کی گئی اور کاروبار سلطنت انھیں سپرد کر دیا گیا۔

سردار عطر سنگھ۔ جمعدار خوشحال سنگھ۔ سردار لہنا سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ۔

مجلس میں راجہ اور جمعدار کے درمیان اختلاف ہوا۔ دیگر اراکین جمعدار کی طرف ہو گئے۔ اور راجہ کو ناکامی ہوئی یہ اختلاف رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ راجہ دھیان سنگھ صاحب الرائے تھے انھوں نے سمجھ لیا کہ اس مخالفت کا نتیجہ وہی ہوگا۔ جو ہمیشہ سے خاندانوں اور قوموں

کی بربادی کے متعلق ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو شاہزادہ شیر سنگھ کی حمایت اور اعانت کا سبق دیکر رانی سے رخصت لیکر خود جموں چلا گیا۔ اور شاہزادہ شیر سنگھ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

راجہ دھیان سنگھ کے جانے کے بعد ارکین سلطنت کے درمیان فساد عظیم برپا ہو گیا فوجیں خودسر ہو گئیں۔ افسران جنگی نے شاہزادہ شیر سنگھ کو تسخیر لاہور کا پیغام بھیجا۔ وہ فوراً لاہور پہونچا اور قابض ہو گیا۔ راجہ دھیان سنگھ کو جموں سے بلایا اور قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ رانی بھی منت ساجت کرنے سے راضی ہو گئی۔ کیونکہ اس کے سوا اور کچھ چارہ نہ تھا۔ لیکن دل میں وہ ڈوگرہ خاندان اور شیر سنگھ کی جانی دشمن تھی اور اسی اُدھیڑبن میں لگی رہتی تھی کہ وزیر اور شاہ دونوں کا کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن ابھی وہ اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے نہیں پائی تھی کہ ان دونوں کے اشارہ سے خود اسی کا کام تمام کر دیا گیا۔

ان متواتر خونریزیوں کے باعث سرداران فوج میں خودسری پیدا ہو گئی اور چاروں طرف بےچینی اور بدامنی کے آثار نمودار ہو گئے۔ چنانچہ مہاراجہ شیر سنگھ بمقام شاہ بلاول (لاہور) اور اُس کا خوردسال بیٹا شاہزادہ پرتاب سنگھ تلاوان کے وقت جمعدار خوشحال سنگھ کے باغ میں ظالم اور ناخدا ترس سندھانوالیوں کے دست ستم سے نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کر دیے گئے۔

اس قتل کے بعد سندھیانوالیوں اور نیز اُن کے فریق مخالف نے دارالسلطنت میں سخت خونریزی برپا کی۔ اس میں راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم۔ سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ (قاتل پرتاب سنگھ) اجیت سنگھ سندھانوالیہ (قاتل مہاراجہ) مصر بیلی رام اور بھائی گورکھ سنگھ وغیرہ مع دیگر عہدہ داران سلطنت کے قتل ہوئے۔ راجہ دھیان سنگھ کا بھائی راجہ سوچیت سنگھ اور بیٹا راجہ ہیرا سنگھ یہ دونوں خوش نصیب تھے کہ قلعہ سے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے ظالم سندھانوالیوں کے ہاتھ سے بچے رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ چچا بھتیجے اس وقت میاں میر میں مقیم تھے۔ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ نے انھیں پیغام تو بہت بھیجے کہ راجہ دھیان سنگھ نے تم کو ایک ضروری مشورہ کے لیے یاد کیا ہے گروہ ان چالبازیوں کو خوب سمجھتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ راجہ کا خط لاؤ۔ پھر ہم حاضر ہو جائیں گے۔ غرض کہ اسطرح

انھوں نے اپنی جان بچائی اور آخرالامر راجہ دھیان سنگھ کے قتل کا بدلہ لیا۔

آخرکار ۳۰ اسوج سمبت ۱۹۰۰ بکرمی مطابق تقریباً ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء کو یہ خونریزی بند ہوئی اور جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے دلیپ سنگھ کے سریرآرائے حکومت ہونے کا اعلان کیا گیا۔ قلمدان وزارت راجہ ہیرا سنگھ کے سپرد ہوا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔ اس لیے عنانِ حکومت اس کی والدہ رانی جنداں اور وزیر ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں رہی۔ شیرازہ حکومت پہلے سے بکھر چکا تھا سب سے زیادہ مصیبت یہ نازل ہوئی کہ راجہ سوچیت سنگھ اور میاں ہیرا سنگھ چچا بھتیجوں کے درمیان بگاڑ پیدا ہو گیا۔ بھتیجے نے چچا کے انہدام کے لیے توپ خانہ اور فوجیں مامور کیں۔ طرفین کے بہت لوگ کام آئے اور راجہ سوچیت سنگھ کے قتل ہونے پر میدان راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں رہا۔ یہ واقعہ ۱۷ اچیت سمبت ۱۹۰۱ بکرمی مطابق تقریباً ۲۰ اپریل ۱۸۴۵ء کا ہے مہاراجہ گلاب سنگھ اس وقت جموں میں تھے۔ بھتیجے کی بداعمالی و نالائقی اور بھائی کے قتل ہونے کی خبر پہونچی تو بہت افسوس کیا۔

راجہ ہیرا سنگھ نے اپنے ایک فاسد رائے مصاحب پنڈت جلا نامی کو راجہ سوچیت سنگھ کے ملک و جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے مامور کیا۔ راجہ سوچیت سنگھ نے میاں رنبیر سنگھ کو متبنیٰ قرار دیکر اپنی ملک و میراث حوالہ کر دی تھی۔ اس بنا پہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دعویٰ کیا کہ سانبہ و سوچیت گڈھ اور ملک اجارہ میاں رنبیر سنگھ کو ملنا چاہیے مگر راجہ ہیرا سنگھ نے اسے قبول نہیں کیا۔ آخرالامر نوبت یہاں تک پہونچی کہ راجہ ہیرا سنگھ نے ملک گجرات جلالپور پنڈ دادن خان و قادر آباد وغیرہ جو کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو سرکار خالصہ سے اجارہ پر ملا ہوا تھا اس کی ضبطی کا حکم جاری کر دیا۔ جموں کے اوپر بھی فوج خالصہ کو حملہ کے واسطے تعینات کر دیا۔ چنانچہ افواج خالصہ ایمن آباد میں پہونچ گئیں۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے بھی مقابلہ کا انتظام کیا۔ اور افواج راجپوت کو بسرکردگی میاں رنبیر سنگھ تیار کیا۔ آخرکار راجہ جواہر سنگھ درمیان میں آ گئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ ملک سانبہ و سوچیت گڈھ وغیرہ و نصف ترکہ و مال راجہ سوچیت سنگھ کا راجہ ہیرا سنگھ کو ملے اور ملک اجارہ وغیرہ جو مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف تھا بدستور ان کے پاس رہے۔ اس مصالحت کے استحکام کی غرض سے میاں زدھیر سنگھ کو لاہور بھیجا گیا کہ

راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ رہیں۔

اتفاق یہ ہوا کہ رانی جنداں پنڈت جلا سے ناراض ہو گئی۔ اُس نے ظاہر کیا کہ وہ بے ادبی سے پیش آیا ہے۔ افسران فوج خالصہ نے زور دیا کہ راجہ ہیرا سنگھ پنڈت جلا کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ راجہ کو یہ امر گوارا نہوا۔ اس کشمکش میں فوج راجہ ہیرا سنگھ سے بگڑ گئی۔ آخر کار متصل لاہور معرکۂ جنگ وجدال آراستہ ہوا۔ جس میں ایک جمعیت راجپوتاں کے ساتھ راجہ ہیرا سنگھ و میاں رندھیر سنگھ دونوں مارے گئے۔ یہ واقعہ ۸۔ پوہ سمبت ۱۹۰۲ء مطابق دسمبر ۱۸۴۵ء کا ہے۔

ابھی مہاراجہ گلاب سنگھ اپنے بیٹے اور بھتیجے کے سانسکار سے بمشکل فارغ ہوئے تھے کہ خبر پہونچی کہ سردار شام سنگھ و لعل سنگھ ملک جسروٹہ و دیگر ملک و ملک راجہ ہیرا سنگھ کی تسخیر کے لئے مامور ہوئے۔ اور لالہ رتن چند و باوا میاں سنگھ از طرف بی بی جنداں مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس یہ پیغام لائے کہ راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا نے بی بی جنداں کی شان میں اور راجہ سوچیت سنگھ کی نسبت جو بے ادبی کی تھی وہ ظاہر ہے مگر میاں رندھیر سنگھ کے انتقال کا نہایت افسوس ہے ہم نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی کہ وہ راجہ ہیرا سنگھ سے جدا ہو جائے مگر اس نے ہماری بات نہ مانی۔ تقدیر کے ساتھ کچھ چارہ نہیں ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب مناسب یہی ہے کہ راجہ ہیرا سنگھ کا ملک و مال اور راجہ سوچیت سنگھ کا نصف ترکہ جس کا وعدہ راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ ہوا تھا ہمارے حوالہ کر دو اور راجہ جواہر سنگھ کو بھی حوالہ کر دو۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ امر بہت ناپسند ہوا کہ راجہ دھیان سنگھ کی اولاد کے ساتھ ایسی بے اعتنائی روا رکھی جائے۔ راجہ جواہر سنگھ اس وقت جسروٹہ میں اُس فوج کو ترتیب دے رہے تھے۔ جو راجہ ہیرا سنگھ نے بغرض تسخیر چمبہ تیار کی تھی۔ اور میاں رنبیر سنگھ رام نگر میں تھے۔ دونوں کو حکم ہوا کہ فوج آراستہ کریں۔ اس اثنا میں بعض اشخاص نے مصالحت سے فیصلہ کرانا چاہا لیکن فوج خالصہ نے جسروٹہ پر حملہ کر دیا۔ راجہ جواہر سنگھ شکست کھا کر جموں پہونچے اور شام سنگھ و لعل سنگھ نے جسروٹہ پر قبضہ کر لیا۔ نہال سنگھ سانبہ میں فوج خالصہ کے مقابلہ کے لیے گیا۔ لیکن وہاں پہونچ کر افواج خالصہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ جموں پر بھی حملہ کر دیا۔ اس اثنا میں خبر پہونچی کہ فقیر اللہ راجہ راجور نے اہالیان لاہور کے ساتھ سازش کر کے پونچھ اور نوشہرہ کی تسخیر کا ارادہ کیا ہے اور راجہ جواہر سنگھ

کی فوج جو نوشہرہ میں تھی اُس میں فساد ہو گیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ایک شورش عظیم برپا ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کرنیل اوتم سنگھ کی ماتحتی میں سرکار لاہور کا لشکر جو ہزارہ میں مقیم تھا ملک کموٹھ کی لوٹ مار کی غرض سے اس طرف بڑھا اور میاں ہٹو پر حملہ آور ہوا۔ معز اللہ خاں اس پلٹن کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور میاں ہٹو کو ملک سے نکال دیا۔ سردار شام سنگھ کی سرکردگی میں جو فوج اور توپ خانہ جسروٹہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ جسروٹہ فتح کرنے کے بعد براہ سانبھ رام گڈھ میں پہونچ گیا۔ اور چند پلٹن اور توپ خانہ راجہ لعل سنگھ و جرنیل میوا سنگھ وغیرہ کی سرکردگی میں دیہات لالہ چیارہ وغیرہ دیہات جاگیرات مہاراجہ گلاب سنگھ پر متصرف ہو گئیں۔ اسی ہنگامے اور فساد کے زمانے میں ممالک گجرات و قادر آباد و دھنی و رینڈو ادن خاں وغیرہ اور علاقہ جات واقعہ ملک بار جو بطریق اجارہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس تھا۔ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ دھونیا و خواص پور وغیرہ کے زمینداروں نے بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر بغاوت کر دی

اس وقت دیوان ہری چند ملک بار سے اپنی فوج لیکر بغرض تنبیہ سرکشاں روانہ ہوا۔ اور وزیر رتنو و میاں جواہر سنگھ قادر آباد سے جموں کو روانہ ہوئے۔ اس عرصہ میں امیر چند برادر راجہ لعل سنگھ کی تقرری سرکار لاہور سے ملک گجرات اور علاقہ جات بار پر ہو گئی۔ دیوان ہری چند کی سپاہ باغی ہو گئی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس کو لکھا کہ جو سپاہ اطاعت پر قائم ہے اُسے لیکر جموں حاضر ہو جاؤ۔ حاصل کلام یہ کہ فوج خالصہ نے چاروں طرف سے جموں کو گھیر لیا یعنی جسروٹہ والا لشکر سانبھ و پور منڈل کی طرف سے نمودار ہوا۔ دوسری فوج لالہ چیارہ کی طرف سے رام گڈھ میں پہونچ گئی۔ اور نجو ہر سنگھ مجیٹھیہ و راجگان پواہدنے بسوہلی سے اودھم پور پر حملہ کر دیا۔ سردار منگل سنگھ کچھ سپاہ لے کر مناور کی طرف نمودار ہوا۔ راجہ راجور نے شمالی کوہستان میں بہودل دار ناس کی طرف فساد برپا کر دیا۔ اور نوشہرہ سے فیض طلب خاں مع سردل سنگھ کمیدان نمک حرام کے حوالی پونچھ میں آن موجود ہوا اور ایک گروہ نے ہزارہ سے نکلکر کموٹھ پر دھاوا کر دیا۔ بعض اشخاص نے رہتاس کی طرف سے قلعہ منگلا کی تسخیر کی کوشش کی اس اثناء میں اہالیان دربار لاہور اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کا حکم بنام شیخ غلام محی الدین حاکم کشمیر پہونچا کہ کشتواڑ کی طرف فوج بھیج کر قبضہ کرے اور جموں کے پیچھے جو ملک ہے اس میں فتنہ فساد

برپا کر دے تاکہ مہاراجہ گلاب سنگھ کا حوصلہ پست ہو جائے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ خیرخواہان لشکر جموں میں سے چند اشخاص جیسے کہ دیوان جوالا سہائے۔ دیوان ہری چند۔ دیوان نہال چند وزیر لکھپت۔ زورآور۔ وزیر رتنون۔ لالہ روپ چند۔ اور ملازمان راجہ سوچیت سنگھ میں سے شیخ سوداگر نے حق نمک ادا کیا اور دل وجان سے خدمت میں مصروف رہے میاں زبیر سنگھ نے باوجود صغرسنی کے رام نگر میں اپنے آپ کو قائم رکھا اور سپاہ موجودہ وزیر رتنون و کرنیل بجی سنگھ کی افسری میں راستہ کی حفاظت کی غرض سے اودھمپور میں تعینات کر دی گئی

اس اثنا میں راجہ لعل سنگھ نے اس خیال سے کہ جنگ وجدال سے کاربرآری شاید نہو افسران فوج لاہور کے ساتھ مشورہ کر کے سردار فتح سنگھ مان کو بطور وکالت بھیجا ممکن ہے کہ اصلی مدعا اس حکمت عملی کا یہ ہو کہ پہلے مہاراجہ گلاب سنگھ سے حیلہ وفریب کے ساتھ مال ودولت لے لیا جائے۔ پھر فوج ولشکر کو روپیہ کا لالچ دے کر منحرف کر دیا جائے چنانچہ سردار مذکور وزیر بچنا اور گنپت منشی ملازم راجہ ہیرا سنگھ کو ساتھ لے کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے دربار میں حاضر ہوا انھوں نے سردار کو یہ جواب دیا کہ میں پروردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہوں۔ میرے بھائی اور بچے جو کہ فوج خالصہ کے ہاتھ سے جان نثار ہوئے سب کو معلوم ہے اب اہالیان دربار میرے ساتھ آمادہ پیکار ہوئے ہیں مجھے مہاراجہ دلیپ سنگھ اور فوج خالصہ کے ساتھ کسی حالت میں ہم چشمی کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ ان کا حکم بسر وچشم منظور ہے بشرطیکہ اہالیان دربار یہ عہد کریں کہ دوبارہ میرے ملک اور دولت پر دستبرد نہ کریں گے راجہ ہیرا سنگھ کی جائداد جو کچھ جواہر سنگھ کے قبضہ میں ہے اور ملک جسروٹہ جس پر فوج خالصہ نے پہلے سے قبضہ کر لیا ہے میرے حوالہ کر دیا جائے یہ جواب لے کر سردار مذکور مع بچنا اور گنپت کے راجہ لعل سنگھ کے پاس واپس روانہ ہوا راجہ مع فوج خالصہ کے جموں سے دس کوس کے فاصلہ پر مقیم تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے وزیر زورآور کو ان کے ساتھ بھیجا کہ فوج جموں کے درمیان سے بحفاظت باہر پہنچا دیویں۔ مگر تقدیر اس کے خلاف تھی سرداران فوج جموں ان دونوں سے بوجہ ان کی نمک حرامی کے نہایت ناراض تھے اور جس وقت یہ اشخاص جا رہے تھے لوگ انھیں برے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ اس اثنا میں بچن سنگھ سوار شرارتاً یہ بول اٹھا کہ نمک حرام جانے نہ پائیں ان کے قتل کا حکم ہے۔ اس پر چاروں طرف سے ان کے اوپر گولی برسنے لگی اور وزیر زورآور کی تمام کوشش کے باوجود کوئی کامیابی اس سیل فنا کے روکنے میں نہوئی چونکہ سردار فتح سنگھ مان

بھی انھیں دونوں کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پرسوار تھا وہ بھی مارا گیا۔ القصہ سردار کی لاش ہاتھی پر سے نیچے گری اور بچنا دگنپت ہاتھی کے اوپر ابھی تڑپ رہے تھے کہ ہاتھی گولی کی بوچھار سے جنگل کی طرف بھاگا اور درختوں میں پھنس کر ان دونوں کا کام بری طرح تمام ہوا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس وقت دروازہ گوسٹ میں تھے۔ اس واقعہ کے معلوم کرنے سے انھیں نہایت رنج ہوا اور بسا اوقات ذکر کیا کرتے تھے کہ سردار فتح سنگھ مان کی موت میرے بھائیوں اور بچوں کی موت سے بڑھکر میرے لیے باعث رنج وملال ہے۔

اس واقعہ کی خبر افواج خالصہ میں پہونچی۔ سب لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ سردار شام سنگھ کی فوج نے جسروٹہ سے رام گڈھ پر تاخت وتاراج شروع کردی۔ راجہ لعل سنگھ نے قلعہ دیوی پر حملہ کر دیا۔ رنجودھ سنگھ کی سپاہ نے راجہ سوچیت سنگھ کی فوج کے ساتھ مل کر جس کا کمان افسر دھرم سنگھ تھا وزیر رتنوں اور کرنل بیجے سنگھ کے اوپر دھاوا کر دیا۔ جنگی بلوال مام گڈھ کا قلعہ چھوڑ کر جموں کی طرف بھاگا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس پہونچا۔ اُس نے تلوار آبدار کے ساتھ اُس بزدل کا خیر مقدم کیا کہ دوسروں کو عبرت ہو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارجن مل برادر کنھیا جس کے ساتھ صرف ڈھائی سو جوان تھے قلعہ دیوی گڈھ میں اڑا رہا گو کہ فوج خالصہ نے چاروں طرف سے زور کیا مگر کچھ پیش نہ گئی اور خود کنھیا قلعہ سنادر میں داد مردانگی دیکر اپنے ہمراہیوں کی بے وفائی کی وجہ سے مخالفوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔

کرنیل بجے سنگھ اور میاں ہیر سنگھ دلیتیہ کی فوج جو اتر بھینی میں مخالفان کی سدراہ تھی اس کے ساتھ فوج خالصہ کا سخت مقابلہ ہوا۔ راجہ لعل سنگھ کی فوج نے بمقام سنبل قیام کرکے نواح جموں میں دیہات کو جلانا شروع کیا۔ سردار شام سنگھ نے موضع نندنی کی طرف سے جموں پر حملہ کیا۔ سخت معرکہ ہوا۔ جانبین کا بہت نقصان ہوا۔ تاہم فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ افسران فوج خالصہ نے مصلحت یہی دیکھی کہ مصالحت کرلیں۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کو حفاظت کے ساتھ رانی جندان کے پاس پہونچا دیں۔ اس بارہ میں بڑی قیل وقال رہی۔ آخر کار سردار سلطان محمد خاں اور سردار چتر سنگھ کے ذریعہ مصالحت کا انتظام ہوا۔ اور قرار پایا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ تالاب تلو پر آئیں اور راجہ لعل سنگھ کے ساتھ

عہد و پیمان کریں۔ اس ملاقات میں فیصلہ کچھ نہ ہو سکا۔ کیونکہ راجہ لعل سنگھ دو چار باتیں کر کے جلد واپس چلا گیا۔ اور سرداران مذکورۂ بالا کی زبانی اُس نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر راجہ جواہر سنگھ کو ہمارے سپرد کر دو تو فوجِ خالصہ لاہور واپس ہو جائیگی۔ چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے عہد و پیمان کر کے راجہ جواہر سنگھ کو ان کے سپرد کر دیا۔ وہ لشکر خالصہ میں پہونچا تو حراست میں کر لیا گیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دیوان جوالا سہائے کو بھیجا کہ صورت معاملات کو درست کریں۔ مگر اس سے صورت حالات میں کوئی ترقی نہ ہوئی۔ بلکہ افسران خالصہ نے اپنی فوج کو برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بخشی بھگت رام نے کہا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے ہمیں اس غرض سے بھیجا تھا کہ قلعہ باہو تسخیر کر کے راج جموں میاں رگھبیر دیو کے حوالہ کر دیں۔ مگر اس وقت تک تم نے کچھ بھی نہ پورا کیا۔ دیوان جوالا سہائے نے جواب دیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ خود بذات تشریف لاتے تو قلعہ باہو اور ملک و مال کا کیا ذکر ہے ہماری جان تک حاضر ہے۔ راج جموں کی بابت یہ ہے کہ شاہان سلف نے جس کسی کو ملک و دولت دیا ہے فرمانروایان مابعد نے آج تک واپس نہیں لیا۔ حیف ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بخشائش کو انکے وارث واپس مانگیں لشکریان خالصہ میں سے بعض نے اس بات کو پسند کیا۔ بعض بگڑ گئے اور دیوان جوالا سہائے پر حملہ کیا اور اسے قید کرنے کی تجاویز کرنے لگے۔ اتنے میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی آمد آمد کا آوازہ ہوا جملہ افسران ان کے استقبال میں مصروف ہو گئے۔ اس اثنا میں سردار گوردت سنگھ نے جو این آباد کا رہنے والا تھا دیوان جوالا سہائے کو اشارہ کیا کہ تم کھسک جاؤ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ فوج خالصہ کے لشکرگاہ میں پہونچ کر میوہ سنگھ کے پاس ٹھہر گئے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ جب دروازہ گوبٹ سے نکلے ہیں تو انھوں نے دیوان ہرچند کو مہمات ملک داری و سپاہ سالاری سپرد کر دی تھی کہ اگر میں مخالفوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤں یا زندہ نہ رہوں تو ملک جموں اور قلعہ باہو جب تک کہ جموں کی مٹی خون بہادران سے سرخ نہ ہو جائے ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے لشکر سنگھاں میں پہونچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ راجہ جواہر سنگھ کو جموں بھیج دیا۔ اور پانچ روپیہ فی نفر کے حساب سے فوج خالصہ کو انعام تقسیم کر کے انھیں اپنا مطیع کر لیا۔ میوہ سنگھ کو پچیس ہزار روپیہ مع ایک

اسپ سواری عطا کیا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر خالصہ اپنے افسران سے برگشتہ ہو گیا اور لاہور کی طرف کوچ کر گیا

فوج کا ڈیرہ جب گنڈہ کرادل پر موضع میانوالی میں پہونچا تو رانی جندان اور سردار جواہر سنگھ کا حکم پہونچا کہ ہماری اجازت کے خلاف تم مہاراجہ گلاب سنگھ کو اپنے ساتھ لائے ہو۔ تم سے اس کی باز پرس ہو گی۔ اس سے پھر فوج کے درمیان پھوٹ پیدا ہوئی۔ مگر جرنیل میوہ سنگھ کی چاروں پلٹنیں اپنے عہد پر قائم رہیں الغرض یہ تکرار و تنازعہ جاری رہا یہانتک کہ ڈیرہ لشکر شاہدرہ میں پہونچا۔ جرنیل میوہ سنگھ جو کہ لاہور میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار میں چلا گیا تھا نظربند ہو گیا۔ اور فوج و توپ خانہ شاہی جو لاہور میں تھا میوہ سنگھ کی پلٹنوں کے مقابلہ کے لیے مامور ہوا۔ فوج خالصہ جو جموں کی طرف سے واپس آرہی تھی پہلے سے دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اب اس میں بہت گڑبڑ پیدا ہو گئی مہاراجہ گلاب سنگھ اس سے گھبرائے مگر انھوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ اس فوج سے انھوں نے کہا کہ تم جس طرح عہد و پیمان کر کے مجھے اپنے ساتھ لائے ہو اسی کے مطابق عہد و پیمان کر کے مجھکو فوج لاہور کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کو کشتی پر سوار کر کے دریائے راوی کے پار پہونچا دیا وہاں سے ہاتھی پر سوار کر کے لاہور کی طرف روانہ کیا۔ دیوان جوالا سہائے بخشی ہری سنگھ۔ اور لہنا خدمتگار اور ساہد جو تسنیع اُن کے ساتھ تھے۔ دیوان نہال چند بغرض انتظام ڈیرہ شاہدرہ میں ٹھہر گیا۔ اس اثنا میں سنگھان کے نام یہ حکم پہونچا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو حراست میں لایا جائے۔ مگر فوج خالصہ نے سادہ لوحی سے یہ حکم دیوان جوالا سہائے سے پڑھوایا۔ اُس نے انھیں بتلایا کہ رانی جندان اور مہاراجہ دلیپ سنگھ نے تاکید لکھی ہے کہ مہاراجہ گلاب کو پوری عزت و احترام کے ساتھ لایا جائے۔ الحاصل مہاراجہ گلاب سنگھ لاہور میں پہونچے اور کنور صاحب کی حویلی میں فروکش ہوئے یہاں پہونچنے پر فوج کا پہرہ حراست کی غرض سے متعینات ہو گیا۔ کل ملازمین جدا کر دیے گئے بجز دیوان جوالا سہائے کے اور کسی کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس آنے کی اجازت نہ رہی دیوان جوالا سہائے تمام دن اہل دربار سے حالات معلومات کرتے رہتے تھے اور رات کے وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کو سنایا کرتے تھے سو ہر اگر نیل نے جو نمک پروردہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کا تھا اپنی کوتاہ اندیشی سے سردار جواہر سنگھ کو اس واقعہ کی اطلاع دیدی اور کہا کہ دیوان جوالا سہائے اور وزیر زور آور جموں کے خزانوں اور دفینوں سے واقف ہیں انھیں سیدھا کیا جائے۔ سردار مذکور نے ان دونوں کو توپ کے ساتھ باندھکر خاردار درہ سے پٹوایا۔ اور سیخ ہائے آہنی کو تپا کر ان کے بدن پر رکھا کہ اُن سے زر و مال کا نشان معلوم کرے۔ پنڈت کاشی ناتھ کاردار گجرات نے اس واقعہ کی اطلاع مہاراجہ گلاب سنگھ کو پہونچائی۔ جس سے اُن کو نہایت تشویش پیدا ہوئی۔ دیوان جوالا سہائے کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو اطمینان دلایا کہ چاہے جتنی تکلیف مجھے پہونچائی جائے لیکن راز سلطنت کا افشا ہرگز نہ کروں گا اور نہ مال و دولت کا پتہ بتلاؤں گا۔ البتہ وزیر زور آور کو جموں رخصت کر دیا جائے کہ مبادا اس تشدد سے ہمت ہار دیوے۔ دوسرے دن وزیر زور آور مہم کشتوار کے انتظام کی غرض سے روانہ ہوگیا۔ دیوان جوالا سہائے کے ساتھ تشدد اور سخت گیری بدستور جاری رہی۔ لشکر خالصہ کو یہ حال معلوم ہوا تو شورش پھیلنے لگی۔ رتن سنگھ نے راجہ لعل سنگھ کو اطلاع دی کہ اگر خیریت منظور رہے تو مہاراجہ گلاب سنگھ کو چھوڑ دو ورنہ سپاہ خالصہ انتقام لینے کے درپے ہے۔ دیوان اجودھیا ناتھ نے بھی فوج کے حالات صاف صاف سنا دیے کہ لشکر خالصہ کہتا ہے کہ ہم مہاراجہ گلاب سنگھ کو سوگند کر کے لائے ہیں۔ اگر ہمارا عہد و پیمان توڑ کر انھیں تکلیف پہونچائی گئی تو اہالیان دربار کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اہل دربار کے درمیان اس سے پریشانی پیدا ہوئی۔ اور یہ کوشش ہونے لگی کہ لشکر کی دلجوئی کی جائے۔

دوسرے دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کو سردار جواہر سنگھ بتقریب ملاحظہ علیحدہ فوج پریڈ میدان میں لے گیا۔ حسن اتفاق یہ ہوا کہ رتن سنگھ نے فوج کو پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ تم میں سے جو شخص اپنے عہد پر قائم ہے میرے ساتھ متفق رہے۔ لہٰذا تمام سپاہ نے دوبارہ یک دل ہو کر اپنے عہد و پیمان کی تجدید کی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کمپنی سے دو دو جوان تلب گاہ لشکر میں جمع ہوئے۔ انھوں نے سردار جواہر سنگھ کو مخاطب کر کے کہا کہ آگے قدم نہ بڑھاؤ۔ کیونکہ فوج خالصہ مستعد پیکار ہے۔ سب

یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سوگند کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ کو لائے تھے اگر تمھیں اپنی جان عزیز ہے تو اُسے اُسی احترام کے ساتھ جموں واپس پہونچا دو۔ ورنہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو ابھی ہاتھی سے اُتار کر اسی جگہ سنگین سے خاک و خون میں ملا دیں گے یہ حال دیکھکر اہالیان دربار گھبرا گئے۔ کہ ایسا نہ ہو فساد برپا ہو جائے اور ہم سب مارے جائیں۔ ناچار مہاراجہ گلاب سنگھ کو دوستانہ پیغام بھیجا در مہرد اس کے ادب سے اُٹھا لیا دوسرے دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار میں طلب کیا اور راجہ ہیرا سنگھ کے زر و مال اور راجہ سوچیت سنگھ کے ترکہ وغیرہ کے متعلق بات چیت کر کے اصل معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد دو چار دفعہ فریب سے مہاراجہ گلاب سنگھ کا کام تمام کرنے کی کوشش کی مگر "دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست" مہاراجہ گلاب سنگھ کو کوئی آسیب نہ پہونچا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذرا کہ اتفاقاً سردار جواہر سنگھ اور راجہ لعل سنگھ کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی۔ دونوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ حکمتی آدمی ہیں ایک نہ ایک کے ساتھ سازش کر کے دوسرے کی بیخ کنی کر دیں گے۔ اس لیے دونوں نے ارادہ کیا کہ کسی طرح ان کو لاہور سے دور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سردار سلطان محمد خاں کے ذریعے راجہ لعل سنگھ کو یہ کہلایا گیا کہ اس موقع پر مہاراجہ گلاب سنگھ کو دور رکھنا قرین مصلحت ہوگا الغرض اس فساد سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ اہل دربار لاہور نے خوشی کے ساتھ انھیں واپسی جموں کی اجازت دیدی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اب پاؤں پھیلائے کہ جب تک وہ تمام ملک و دیار جو مجھ سے چھینا گیا ہے سب مجھے واپس نہ دیا جائے میں یہاں سے حرکت کرنا نہیں چاہتا۔ اہالیان دربار اپنی غرض کے لیے اس پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ پروانجات واپسی ملک دربار سے حاصل کر کے فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتے ہوئے مہاراجہ گلاب سنگھ دارالحکومت جموں میں واپس پہونچے۔

جس زمانے میں مہاراجہ گلاب سنگھ حویلی کنور نونہال سنگھ میں نظر بند تھے

مخالفان نے موقع پاکر ملک جموں میں ہر طرف فتنہ و فساد برپا کر دیا تھا چنانچہ بکرم زمیندار کاستی گڈھ نے کارپردازان کشمیر کے ایما سے رعایائے ملک کشتوار کو آمادہ فساد کر دیا یوسف خاں منشی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور دلاور سنگھ کنیزک زادہ راجہ تیغ سنگھ سابق راجہ کشتوار ان کا شریک ہو گیا۔ انھوں نے لالہ سرب دیال کاردار کشتوار اور مقصدی پڈھیار کو مع اُس کی فوج کے قلعہ ڈوڈھ میں محصور کر لیا۔ وزیر لکھپت نے ان فسادات کے رفع کرنے کا پورا انتظام کیا۔ موکک زمیندار رام بن نے دریائے چناب سے افواج کے گذرنے میں بڑی مدد کی اور وزیر زور آور جسے لاہور سے اس مہم کے انتظام کے لیے بھیجا گیا تھا اپنے باپ کی امداد کے لیے وقت پر پہونچ گیا اس مہم کے پہونچنے پر مفسدین کو بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

وزیر نہال سنگھ سابق ملازم راجہ سوچیت سنگھ فوج خالصہ کے ساتھ سازش کر کے رام نگر میں داخل ہو گیا۔ اور میاں بھپتر سنگھ کا ہنہ چکیہ بھی اس کے ساتھ مل گیا۔ اور بالی کے استہ حملہ کا ارادہ کیا۔ میاں رنبیر سنگھ نے جو اس وقت تک رام نگر میں قائم تھے میاں زور آور سنگھ اور وزیر کور سنگھ کو ان کی مدافعت کے لیے مامور کیا۔

اس اثنا میں لاہور سے مہاراجہ گلاب سنگھ کا یہ حکم میاں رنبیر سنگھ کے نام پہونچا کہ جاگیر راجہ سوچیت سنگھ اہالیان خالصہ کے سپرد کر کے جموں چلے آؤ۔ اس کی تعمیل میں میاں رنبیر سنگھ جموں چلے گئے۔

ملک چھال جو راجہ دھیان سنگھ کے تصرف میں تھا سردار چتر سنگھ اٹاری والے کو تفویض ہوا۔

قلعہ پونچھ میں دیوان کرم چند باغیان و مفسدان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اور ملک جسروٹہ و منادر بیشتر سے سنگھان کے تصرف میں آچکا تھا اور کھوٹہ کی طرف سے میاں ٹھو جو اُن اطراف کے انتظام کے لیے مامور ہوا تھا فرار ہو کر قلعہ رام کوٹ میں پناہ گزیں ہوا۔ رائے دھنپت بالی نے نمک حلالی سے قلعہ منگلا کی حفاظت میں پوری داد مردانگی دی۔ خلاصہ یہ کہ صرف ملک جموں اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں باقی رہ گیا تھا۔

اس موقع پر دربار لاہور کے حالات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے شخصی سلطنتوں کا عام قاعدہ ہے کہ نظم ونسق سلطنت کا مدار زیادہ تر حکمران کی ذات پر ہوتا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد اُن کا جانشین اُس قابلیت کا نہیں ہوا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارکان دولت میں خودسری پیدا ہوگئی۔ نفاق کینہ اور حسد نے ہر ایک کے دل پر غلبہ حاصل کیا اپنی اپنی مطلب برآری کی غرض سے ہر ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ غرض کہ اہالیان دربار میں سے ہر شخص کے دماغ میں حکومت کا خیال گھس گیا۔ اور اطاعت کو انھوں نے بالکل بھلا دیا جس کسی کو موقع ملا۔ اس نے فوج کو ترقی تنخواہ کا لالچ دیکر ورغلانا شروع کردیا۔ دوسرے نے یہ حال دیکھا تو اُسے مزید لالچ دیکر وہ اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش میں مصروف ہوا۔ حاصل یہ کہ شیرازہ انتظام ٹوٹ گیا۔ اور حکومت کے ہر ایک شعبہ میں ابتری پھیل گئی۔ جیساکہ سرداران سندھانوالیہ اور راجہ سوچیت سنگھ و راجہ ہیراسنگھ کے واقعات سے ظاہر ہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اب پشوراسنگھ کا حال سنو۔ اُس نے پہلے سیالکوٹ میں فتنہ و فساد برپا کیا۔ میاں کامیابی نہ ہوئی آگے بڑھکر اٹک کی طرف شورش پیدا کی۔ اور سردار چتر سنگھ اٹاری والا فتح خاں ٹوانہ کو بابائے سردار جواہر سنگھ سوگند دیکر قلعہ سے نکالا اور قتل کردیا۔ جب لشکر خالصہ کو یہ حال معلوم ہوا تو سردار جواہر سنگھ کے قتل پر آمادہ ہوگئے چنانچہ راجہ لعل سنگھ و راجہ دینا ناتھ و بخشی بھگت رام نظر بند ہوگئے۔ سردار جواہر سنگھ نے چند روز حیلہ بہانہ سے گذارہ کیا۔ آخرکار مصرانوالہ کی پلٹنوں کی درخواست پر جو زبان سے اُس کی حمایت کا دم مارتی تھیں اور دل سے اُس کی دشمن تھیں۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ میانمیر میں فوج کے درمیان فیل سوار ہوکر داخل ہوا۔ سپاہیوں نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جبراً ہاتھی پر سے اُتارا۔ جواہر سنگھ کو سنگینوں سے خاطر تواضع کرکے دنیا سے رخصت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ لعل سنگھ اگرچہ بظاہر خو نظر بند تھا لیکن اندرونی طور پر جواہر سنگھ کے قتل میں کوشاں تھا۔ القصہ فوج خالصہ نے میاں پرتھی سنگھ کا منہ چکیہ کو جس نے جواہر سنگھ کے قتل میں حصہ لیا تھا چند روز اپنا افسر قرار دیا۔ اس زمانہ میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو پے در پے خطوط لاہور آنے کیواسطے فوج خالصہ کی طرف سے لکھے گئے۔ مگر مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے آپ کو ان جھگڑوں میں

ڈالنا نہیں چاہا۔ اس اثنا میں اہالیان دربار نے دیکھا کہ فوج خودسر ہوگئی ہے۔ اس طوفان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ رانی جندن بھی اپنے بھائی کے قتل کی وجہ سے فوج سے بیزار تھی۔ اُس کے ایما سے ایک مجلس مرتب کر کے لشکر خالصہ کو یہ تحریک کی گئی کہ تم ترقی تنخواہ اور انعام کی خواہش میں ہو اور سرکار انگلشیہ نے ستلج پار کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے تم کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اہل دربار نے اس میں یہ مصلحت سوچی تھی کہ یہ خودسر فوج سرکار انگلشیہ کے مقابل میں کٹ مریگی اور ملک ان کے شر سے محفوظ رہیگا۔ مگر انھیں یہ نہ سوجھا کہ وبال اس کا بالآخر سلطنت پر آئیگا۔ یہ احمقانہ صلاح کارگر ہوگئی اور افواج خالصہ چھاؤنیوں سے نکل کر متصل میانمیر جمع ہوگئیں۔ افسران نے شالاباغ میں جمع ہو کر روانگی کا انتظام کیا۔ راجہ لعل سنگھ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور فوج دریاے ستلج کے کنارے جا پہونچی۔

فوج خالصہ کو خانہ جنگی سے باز رکھنے کیلئے ملک سرکار انگریزی کی طرف متوجہ کرنا

رانی جندان نے راجہ گلاب سنگھ کو لکھا کہ تم پشاور کی طرف چلے جاؤ۔ اور اس ملک کے انتظام کو ٹھیک کرو مہاراجہ گلاب سنگھ نے جواب میں لکھا کہ سرکار انگلشیہ کے ملک پر حملہ کرنا جبکہ اُس طرف سے کسی قسم کی بدعہدی نہیں ہوئی ہے ٹھیک نہیں ہے میرے بچوں بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرتے رہے ہو مگر اپنے ملک میں جو مرضی تھی لوگوں نے کر لیا سرکار انگلشیہ کے ملک میں ہرگز فساد نہیں کرنا چاہیے۔ مگر سکھوں نے اس نیک صلاح کو نہیں مانا اور دریاے ستلج سے گذر گئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ سرکار انگلشیہ کی فوج لودھیانہ سے بغرض حفاظت شہر فیروزپور آرہی ہے۔ انھوں نے صلاح کی کہ آگے بڑھکر اس کو روکا جائے۔ افسران سرکار انگلشیہ نے پورے انتظام کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی۔ چنانچہ ۸ پوہ سمبت ۱۹ مطابق تقریبًا ۲۴ دسمبر ۱۸۴۵ء کو بمقام مدکی وفیرو جانبین کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ آخرکار بڑی خونریزی کے بعد لشکر خالصہ کو شکست ہوئی اور مال واسباب اُن کا اسی جگہ چھوٹ گیا۔ راجہ لعل سنگھ کمان افسریاں سے ایسا بھاگا کہ کچھ عرصہ اس کا پتہ نہیں لگا۔

اس وقت سکھوں کے درمیان میں سے چند معززین مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس امداد کی امید سے آئے گلاب سنگھ نے انھیں مشورہ دیا کہ فوج خالصہ جہاں ہے سردست اسی جگہ رہے۔ گھبراہٹ نہیں کرنی چاہیے مگر فوج سنگھان نے اس نصیحت پر عمل نہیں کیا اور نیا پل تیار کرنا شروع کر دیا پھر مہاراجہ گلاب سنگھ نے انھیں سمجھایا کہ پل سے عبور کرنے کا خیال چھوڑ دو۔ مگر فوج نے نہیں مانا دریا سے گذر کر دوسری طرف ڈیرہ کیا۔ سردار رنجودھ سنگھ جو ملک دوآبہ میں فراہمی فوج کا انتظام کر رہا تھا وہاں سے آکر قلعہ پھلور میں دریائے ستلج کے کنارے مقیم ہوا۔ ایک رات فوج خالصہ نے اس حد تک خود سری اختیار کی کہ لودھیانہ میں پہونچکر وہاں کی چھاؤنی کو آگ لگا دی۔ اور اسباب وذخیرہ چھاؤنی کا جلا دیا۔ یہ حال دیکھکر افسران انگلشیہ نہایت در منفعل ہوئے اور اپنے لشکر کو اور سپاہ مہاراجہ پٹیالہ کو ساتھ لیکر بدلہ لینے پر تیار ہوئے سردار لعل سنگھ جو دربار لاہور سے ملک جسروٹہ کے بندوبست کے لئے امور تھا۔ اپنی فوج لیکر شامل افواج ہو گیا سردار تیجا سنگھ بھی اپنے لشکر کے ساتھ معرکہ جنگ کی طرف چلا گیا۔ اسوقت فوج خالصہ نے پھر کوشش کی کہ مہاراجہ گلاب سنگھ بھی انکے ساتھ شامل ہو جائیں مگر انھوں نے نہ مانا اور یہ عذر کیا کہ رانی جنداں جبتک حکم نہ کریں میں تمھارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا

افواج خالصہ کا جنگ و جدل افواج سرکار انگریزی کے ساتھ اور شکست کھانا

اس اثنا میں رانی جنداں کا بھی حکم طلبی پہونچ گیا اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ نے افسران فوج خالصہ کے نام لکھا کہ میرے پہونچنے تک آگے نہ بڑھو۔ جہاں پر ہو اسی جگہ قائم رہو انھوں نے دیوان نہال چند کو علاقہ منادر سے طلب کیا اور ساتھ لے کر روانہ لاہور ہو گئے دریائے راوی کے کنارے پہونچے تو لاہور سے بھائی رام سنگھ اور راجہ دینا ناتھ وغیرہ سرداران جو اس وقت لاہور میں تھے استقبال کے لئے آئے۔ ۱۹ ماگھ (جنوری) کو دربار رانی جنداں میں حاضر ہوئے۔ رانی صاحبہ نے خلعت وزارت عطا کیا۔ انھوں نے اپنی صوابدید کے مطابق احکام بنام افسران فوج جاری کئے۔ مگر مشیت ایزدی اور طرح تھی خبر پہونچی کہ سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ نے فوج کے ساتھ دریا سے عبور کر کے افواج سرکار انگلیشہ پر حملہ کر دیا سخت مقابلہ ہوا۔ آخر کار افواج سنگھان کو میدان جنگ سے بھاگنا پڑا۔ اپنا اسباب و سامان حرب بھی اسی جگہ چھوڑنا پڑا۔ مگر انیس گوروں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے آئے مہاراجہ گلاب سنگھ نے یہ حال دیکھکر فوراً معذرت نامہ افسران انگلیشہ کو لکھا اس کا جواب سرہنری لارنس

نے یہ دیا کہ ہمیں ریاست لاہور کی ابتری ہرگز منظور نہیں ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ایسا انتظام ہو جائے کہ آئندہ اس قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ کیونکہ اس میں خود دربار لاہور کا نقصان متصور ہے۔

ابھی اس بارے میں شرائط پر بھی غور نہ ہونے پایا تھا کہ معلوم ہوا پھر میدان جنگ آراستہ ہو گیا ہے اور افواج خالصہ کا مقابلہ افواج انگلشیہ کے ساتھ ہو گیا ہے اس کا نتیجہ بھی سابقہ جنگ کی طرح فوج سنگھان کی شکست میں ہوا۔ سردار تیجا سنگھ نے دیکھا کہ فوج سنگھان فرار ہو رہی ہے اس نے پل کو توڑ دیا۔ فراریوں میں سے کچھ دریا میں بہ گئے کچھ مارے گئے۔ سردار شام سنگھ اٹاری والہ جنگ میں کام آیا۔ اور لشکر انگلشیہ دریا سے عبور کر کے سرحد لاہور میں داخل ہو گیا۔ اس وقت نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے اس مضمون کا اشتہار جاری کیا کہ ریاست لاہور کی تخریب کے لئے ہم یہاں نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ دربار لاہور نے بلا سبب ہمارے ملک پر حملہ کرنے سے ہماری جو سبکی کی ہے اس کی تلافی کیجائے اور آئندہ کے لئے اطمینان دلایا جائے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور کمل اخراجات اس جنگ کے ادا کئے جائیں جب تک یہ ادائیگی نہ ہو دوآبہ ستلج و بیاس پر مع ملک کوہستان کے سرکار انگلشیہ کا قبضہ رہے گا۔ افسران فوج خالصہ جو شامل جنگ رہے ہیں انھیں چاہیئے کہ باتفاق رائے نواب گورنر جنرل بہادر ہند ایسا بندوبست کریں کہ اس کی رو سے ریاست لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اولاد میں اسطرح قائم و برقرار ہے کہ فوج کو اپنی مطابعت میں اور رعایا کو اپنی مصالحت میں رکھے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کی مصالحت فیما بین دربار لاہور و سرکار انگلشیہ ہند

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھیں سخت رنج ہوا۔ فوج انگلشیہ سے جو قیدی لائے گئے تھے انھیں خلعت وغیرہ دیکر اور ہاتھیوں پر سوار کر کے انھوں نے قصور کی طرف روانہ کر دیا۔ اور بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ۔ و فقیر نور دین سے مشورہ کیا کہ کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے سب کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کرو۔ جس سے بنیاد سلطنت مستحکم ہو۔ رانی جنداں نے بھی یہی حکم کیا۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ جو بندوبست اس بارہ میں کریں گے۔ وہ منظور و قبول ہوگا

مہاراجہ گلاب سنگھ فوراً روانہ کیمپ افواج انگلشیہ ہوئے اور دیوان دینا ناتھ۔ فقیر نورالدین۔ دیوان دیوی سہائے۔ سردار گلاب سنگھ اٹاری والہ وغیرہ سرداران کو اپنے ساتھ لے گئے۔ نواب گورنر جنرل بہادر سے شرائط صلح کی بابت گفتگو ہوئی۔ حضور ممدوح نے دو کروڑ روپیہ نقد اور ملک دوآبہ تاوان جنگ میں طلب کیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اصرار کیا کہ اسقدر رقم کثیر کا ادا ہونا محال معلوم ہوتا ہے بڑی قیل وقال کے بعد ڈیڑھ کروڑ پر اتفاق ہوا۔ اس شرط پر کہ پچاس لاکھ روپیہ فی الفور ادا کیا جائے۔ باقی ایک کروڑ تین قسطوں میں ادا کیا جائے۔ اور بضمانت ادائیگی اس رقم کے ملک دوآبہ حوالہ سرکار انگلشیہ کیا جائے۔ بعد ادائیگی کل رقم تاوان جنگ کے یہ ملک دربار لاہور کو واپس کر دیا جائیگا۔ اس کے بعد خود مہاراجہ دلیپ سنگھ نے بھی نواب گورنر جنرل بہادر سے ملاقات کی۔ اور یہ طے پایا کہ پچاس لاکھ روپیہ ادا ہو جائے تو فوج سرکار انگلشیہ واپس فیروزپور چلی جائے گی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کی علیحدگی از مصالحت

اس موقع پر حالات نے پلٹا کھایا۔ رانی جنداں نے راجہ لعل سنگھ کے ساتھ قرارداد کر کے یہ حکم جاری کیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو جو اختیارات بغرض انصرام شرائط صلح دیے گئے تھے وہ منسوخ کئے جاتے ہیں۔ اور اُس کے بجائے راجہ لعل سنگھ کو مختار مقرر کیا جاتا ہے۔ لعل سنگھ نے بجائے ڈیڑھ کروڑ ایک کرور پر فیصلہ کیا۔ بدیں شرائط کہ بعوض اس رقم کے ملک دوآبہ بیاس و ستلج مع کانگڑہ و ملک کوہستان مع دیار کشمیر و ہزارہ و چمبہ برائے دوام داخل ممالک انگلشیہ کر دیا جائے تاکہ جموں وغیرہ ریاست مہاراجہ گلاب سنگھ بھی اہالیان انگلشیہ کے قبضہ میں آ جائے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا حصولِ کشمیر کے لیے انتظام کرنا

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرائے۔ دیوان جوالا سہائے کو اس نے سر ہنری لارنس صاحب کے پاس بھیجا کہ ملک جموں آپ براہِ کرم میرے بچوں کو گذارہ میں عطا کر دیویں اور مجھے اجازت دیویں کہ بنارس چلا جاؤں اور یادِ خدا میں بقیہ عمر بسر کروں۔ صاحب موصوف نے یہ جواب دیا کہ سرکار انگلشیہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کا پاسِ خاطر دل سے منظور ہے۔ پہلے ہم نے ملک سرکار انگلشیہ انھیں

مفت دینے کا وعدہ کیا تھا اب روپیہ کے عوض دیویں گے۔ اس سے مہاراجہ گلاب سنگھ کو بڑا اطمینان ہوا۔ دیوان جوالا سہاے اس معاملہ کی پیروی میں مصروف رہا حتی کہ یہ طے ہوگیا کہ از ابتداے دریاے بیاس تا دریاے سندھ ملک کانگڑہ و دیار کشمیر و ہزارہ مع جمیع حدود کوہستان متعلقہ بعوض ایک کرور روپیہ نذرانہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیدیا جاے۔ مگر روپیہ کی کمی کی وجہ سے دراوی کے درمیان کا ملک بعوض پچیس لاکھ روپیہ کے چھوڑ دیا گیا اور دریاے راوی مع علاقہ چمبہ ماسواے لاہول کے حد شرقی ملک جموں کی مقرر ہوئی۔ رانی جندان کو اس انتظام سے بڑی مایوسی ہوئی۔ اُس نے راجہ دینا ناتھ اور فقیر نورالدین کو سرہنری لارنس صاحب اور کرے بارنٹ صاحب کے پاس بھیجا کہ اگر یہ ملک مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا میں لندن میں جاکر استغاثہ کروں گی۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ لندن تشریف لائیں تو آپ کا گھر ہے مگر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ جو اقرار ہوا ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا بالآخر درمیاں سرکار انگلشیہ و دربار لاہور عہدنامہ و اقرارنامہ قائم ہوگیا اس کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگلشیہ کے کیمپ کے ساتھ امرت سر چلے گئے۔

سرکار انگلشیہ ہند کا معاہدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ اس عہدنامہ اور اقرار نامہ کی نقول ضمیمہ میں درج کی جاتی ہیں۔ ان کی رو سے سرکار لاہور نے دریاے ستلج و بیاس کے درمیان کا ملک براے دوام تفویض سرکار انگلشیہ کردیا۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ کرور روپیہ تاوان جنگ ادا کرنے کا اقرار کیا اور اس رقم سے ایک کرور روپیہ کے عوض ملک کوہستان درمیان دریائے بیاس و سندھ جانب ہزارہ مع دیار کشمیر و ہزارہ و متعلقات آن سرکار انگلشیہ کو براے دوام تفویض کردیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اقرار کیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ و سرکار انگلشیہ کے درمیان جدگانہ عہدنامہ کی رو سے جو ملک کوہستان تفویض مہاراجہ موصوف ہوگا وہ مع اس کے متعلقات کے جو مہاراجہ کھڑگ سنگھ کے عہد سے مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں رہا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو قبول و منظور ہوگا اور سرکار انگلشیہ نے اعتراف کیا

کہ ان علاقہ جات میں مہاراجہ گلاب سنگھ کا اقتدار اس سرکار کو قبول ہوگا۔ اور مہاراجہ موصوف کو اپنے متعہدان کے درمیان مجھکران کے ساتھ علیحدہ عہد نامہ کیا جائیگا۔

سرکار انگلشیہ ہند کا معاہدہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ جس کی رو سے مہاراجہ صاحب نے ملک کشمیر و ہزارہ حاصل کیا

امرتسر پہنچ کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ عہد نامہ سرکار انگلشیہ کی تکمیل ہوئی جس کی رو سے سرکار انگلشیہ نے دیار کشمیر و ہزارہ وجمیع ملک کوہستانی کہ جانبین دریائے راوی وسندھ وجانب ہزارہ واقع ہیں مع متعلقات اُس کوہستان کے جو دریائے سندھ کے شرق میں اور دریائے راوی کے غرب میں واقع ہیں مع علاقہ چمبہ ماسوائے لاہول برائے دوام باختیار مستقل مہاراجہ گلاب سنگھ کو عطا کیا۔ اس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے پچھتر لاکھ روپیہ نانکشاہی سرکار انگلشیہ کو ایکمشت ادا کرنے کا اقرار کیا۔ اور سالانہ ایک راس اسپ اور بارہ شاخ بھیڑ پشمدار چھ نر و چھ مادہ اور دو جوڑہ دو شالہ کشمیر بطریق نذرانہ سرکار انگلشیہ کو دینے کا اقرار کیا۔

دیوان جوالا سہائے کو عطائے جاگیر و رسوم

اس طرح سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے سلطنت جموں وکشمیر واقصائے تبت کی بنیاد از سر نو قائم کی۔ دیوان جوالا سہائے کو بصلہ ان خدمات کے دس ہزار روپیہ کی جاگیر اور فی ہزار روپیہ مالیہ اراضی ریاست خود چار روپیہ کی رسوم نسلاً بعد نسل بشرط ادائے خدمت عطا کی۔ لیکن کشمیر کا قبضہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو جنگ کے بغیر نہیں ملا اس میں وزیر لکھپت جان نثار ہوا آخرالامر افواج انگلشیہ کی مدد سے دیوان نہال چند ملک کشمیر میں داخل ہو کر متصرف ہوا۔

ملک ہزارہ کا تبادلہ علاقہ منادر وکھڑی کے ساتھ

چونکہ ملک ہزارہ کوہستان میں واقع ہے اس کے زمینداران نے بڑی تکلیف دی۔ اور جنگ برپا کی۔ دیوان ہری چند نے اس ملک میں امن قائم کرنے کی ہر چند کوشش کی اور خود دیوان جوالا سہائے بھی یہاں گئے اور انتظام درست کرنا چاہا مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس

اس نے تجویز پیش کی کہ بہتر ہے اس ملک کا تبادلہ علاقہ منادر و کھڑی کے ساتھ کر لیا جائے جو میجر جیمس ایبٹ کی حد بندی میں حدود سرکار لاہور میں شامل ہو گیا ہے مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ تدبیر بہت پسند ہوئی انھوں نے کرنل لارنس صاحب کے ساتھ انتظام کر کے ملک ہزارہ دیکھو پٹہ دریائے جہلم کے پار تک چھوڑ دیا اور ملک منادر و کھڑی کو داخل علاقہ مجروسہ جموں کر لیا۔ نقل عہد نامہ و سند جس کی رو سے یہ تبادلہ عمل میں آیا ضمیمہ میں درج کی جاتی ہے۔

راجہ جواہر سنگھ و راجہ موتی سنگھ کے ساتھ شرائط بابت قبضہ علاقہ پونچھ

راجہ جواہر سنگھ و موتی سنگھ کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے ملک پونچھ و چھیال عطا کیا تھا۔ اس پر قناعت نہ کر کے راجگان مذکور نے سرکار انگلشیہ میں اپنے حصہ ملک و دولت اور علاقہ جسروٹہ کا دعویٰ دائر کیا لیکن یہ دعویٰ ان کا خارج ہوا نقل فیصلہ مسٹر فیڈرک کرے بارنٹ صاحب ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:-

(۱) میاں جواہر سنگھ و موتی سنگھ دبنائے راجہ دھیان سنگھ کا دعویٰ راجہ ہیرا سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ کے ترکہ کی بابت از روئے اسناد عہد سابق مجریہ قبل از انعقاد عہد نامہ فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ اب قابل سماعت نہیں ہے۔

(۲) بوقت انعقاد عہد نامہ ملک متدعویہ میاں صاحبان کے قبضہ میں نہ تھا اور سرکار لاہور کو قبل از عہد نامہ اختیار عطا و ضبط اپنے ملک کا حاصل تھا۔ بعد قرار داد عہد نامہ مہاراجہ صاحب نے ملک چھیال و پونچھ وغیرہ جمعی تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ میاں صاحبان کو دیدیا ہے اور اب علاقہ چلا یار۔ دونانہ و دیگر مواضعات متفرقہ جمعی چالیس ہزار روپیہ سال تمام مہاراجہ صاحب میاں صاحبان کو عطا کرتے ہیں۔ یہ اُن کے قبضہ میں رہے۔

(۳) ایک پلٹن کی نوکری جو راجہ دھیان سنگھ کے زمانہ میں رائج تھی اب مہاراجہ صاحب معاف کرتے ہیں

(۴) ہر دو برادران کو خطاب راجگی دیا جاتا ہے۔

(۵) جب یہ انتظام ہو جائے کہ مہاراجہ صاحب صرف ایک جگہ پر پرمٹ کی وصولی کا انتظام کریں اس وقت ملک میاں صاحبان کے ٹھیک محاصل پرمٹ کا اندازہ کر کے اسکے مطابق زر نقد مہاراجہ صاحب سے میاں صاحبان کو دلایا جائے۔

(۶) راجہ فیض طلب خاں وغیرہ کی معافی کی بابت تیرہ ہزار روپیہ کی مجرائی جو مہاراجہ

صاحب نے میاں صاحبان سے لینا تجویز کی ہے موقوف رہے۔

(۷) بجائے سات ہزار روپیہ نانک شاہی اور دو راس اسپ مع ساز طلا بابت نذر سالگرہ دسہرہ جو مہاراجہ صاحب سال بسال لینا چاہتے ہیں صرف ایک راس اسپ مع ساز طلا اور سات سو روپیہ نانک شاہی ہر دو میاں صاحبان بوضع برادر زادگی مہاراجہ صاحب کی خدمت میں سال بسال پیشکش کرتے رہیں۔

(۸) ایک ہزار چھ سو روپیہ جو بابت رسوم دیوان جوالا سہائے میاں صاحبان کے علاقہ سے لیا جانا تجویز کیا ہے درست نہیں ہے۔ دیوان مذکور مہاراجہ صاحب کا ملازم ہے اسکی رسوم لازم ہے کہ وہ اپنے پاس سے ادا کریں۔

(۹) چونکہ ملک کوہستان سرکار خالصہ سے مع تمام حقوق کے تحت سرکار انگلشیہ آیا ہے اور سرکار انگلشیہ نے مطابق رابطہ عہد نامہ مہاراجہ صاحب کو عطا کیا ہے اور حقداران قدیم کے حق کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے میاں صاحبان کو چاہیئے کہ مہاراجہ صاحب کی صلاح و مشورہ کے بغیر مقدمہ کلاں اپنے ملک میں نہ کریں۔

پنجاب میں افواج خالصہ کی شورش اور انگریزی انتظام

باوجود اس تمام کوشش کے جو افسران سرکار انگلشیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے پنجاب میں امن و امان قائم رکھنے کی بابت جاری رکھیں افسران خالصہ کو جادۂ اعتدال پر قائم رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اگنیو صاحب ملتان میں گیا تھا۔ دہاں مولراج حاکم ملتان کی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ایڈورڈس صاحب لشکر خالصہ کو راجہ شیر سنگھ اٹاری والہ کی سرکردگی میں لیکر تسخیر ملتان کے ارادہ سے گیا۔ اس وقت سردار چتر سنگھ اٹاری والہ نے جو ہزارہ میں کارفرما تھا فساد برپا کیا۔ اس نے کنیڈرا صاحب کو قتل کردیا۔ اور امیر دوست محمد خاں کے ساتھ سازش کر کے تصرف ملک کا ارادہ کیا۔ لارڈ گف صاحب لشکر انگلشیہ کو لے کر پہونچے۔ پہلے معرکہ رام نگر میں، ہوا۔ اور بعد ازاں چلیاں میں مقابلہ ہوا۔ بڑی خونریزی کے بعد ملتان فتح ہوا۔ بعد ازاں ۲۲ پھاگن سمت ۱۹۰۶ بکرمی مطابق تقریباً ۲۔ مارچ ۱۸۵۰ء کو گجرات میں لڑائی ہوئی اور فوج سنگھان کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد فوج انگلشیہ راولپنڈی کی طرف بڑھی۔ یہاں سردار چتر سنگھ

سردار شیر سنگھ اپنی فوج کے ساتھ تیار تھے۔ لیکن انھوں نے ہتھیار ڈال دئے اور امان کے خواستگار ہوئے۔ اس طرح سے تمام پنجاب شرارہ فساد مفسدان سے پاک ہوگیا۔

سلطنت خالصہ کا خاتمہ ۱۸۴۹ء اب ایلیٹ صاحب فارن سکرٹری سرکار ہند لاہور میں وارد ہوئے انھوں نے قلعہ لاہور میں باتفاق کرنل سر ہنری لارنس و مہاراجہ دلیپ سنگھ و دیگر اہالیان سرکار خالصہ دربار آراستہ کرکے لارڈ گورنر جنرل بہادر کا اشتہار مشعر بر ضبطی ملک پنجاب، و معزولی مہاراجہ دلیپ سنگھ پڑھ کر سنایا خلاصہ یہ کہ سرداران خالصہ کی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے سلطنت خالصہ کا خاتمہ ہوگیا اور ملک پنجاب سرکار انگلشیہ کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہند لاہور میں تشریف لائے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کو لاہور سے روانہ ہندوستان کردیا۔ اور وہاں سے کراچی بندر۔ اس جگہ سے انگلستان بھیج دیا۔ یہ واقعہ معزولی ۱۹۰۶ء بکرمی مطابق ۱۸۴۹ء کا ہے جب کہ سلطنت خالصہ لاہور کا قطعی طور پر خاتمہ ہوا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر ۱۸۴۶ء مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کا قبضہ ۶۔ کاتک سمت ۱۹۰۳ بکرمی مطابق نومبر ۱۸۴۶ء میں حاصل کیا۔ اور انتظام شروع کردیا۔ اس کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے وزیر لکھپت اور وزیر رتنو ن کو کشمیر کے تصرف کے لئے روانہ کیا۔ شیخ امام الدین دربار لاہور کا صوبہ دار کشمیر شش و پنج میں تھا کہ دربار تو حکم بھیجتا ہے کہ کشمیر خالی کردو اور وزیر یعنی راجہ لعل سنگھ لکھتا ہے کہ پہلا حکم تفویض کشمیر کا منسوخ سمجھو۔ مرزا فقیر اللہ خاں راجوروالہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا لیکن شیخ نے اسے اجازت نہیں دی کہ جب تک لاہور سے پختہ خبر نہ آجائے تامل کرنا چاہیئے رات کے وقت ڈوگرہ فوج اور کشمیری فوج کے ایک روہیلے سپاہی میں کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ ڈوگرہ نے روہیلے کا کام تمام کردیا۔ بس اتنی ہی بات پر معرکہ کارزار گرم ہوگیا۔ رات بھر لڑائی جاری رہی۔ اہالیان شہر جو اس جنگ سے بالکل بیخبر تھے دفعتًہ توپ و تفنگ کی آواز سن کر حواس باختہ ہوگئے۔ وزیر رتنو ن قلعہ ہری پربت

میں بھاگ آیا۔ اور وزیر لکھپت میدان جنگ میں کام آیا۔ ڈوگرہ فوج بے چار ہزار آدمی جان بچاکر تخت سلیمان کی پہاڑی پر پناہ گزیں ہوئے۔ جب دن نکلا تو شیخ امام الدین خاں بسواری فیل شہر سے باہر نکلا اور تخت سلیمان کی طرف آیا۔ مرزا فقیر اللہ خاں کی سرکردگی میں پانچ سو جوان پہاڑی پر کھیچے گئے۔ ڈوگرہ فوج نے امان چاہی جو اُن کے ہتھیار ڈال دینے پر دے دی گئی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کو ان تمام حالات سے اطلاع دی جب انگریزوں نے دیکھا کہ امام الدین کشمیر کو خالی نہیں کرتا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج سے اس کا فتح ہونا مشکل ہے تو کرنل لارنس ریذیڈنٹ اور لفٹنٹ ایڈورڈ گمان افسر فوج انگشیہ انگریزی فوج لے کر روانہ ہوئے اور کچھ سکھ فوج سردار تیج سنگھ کے ماتحت بھیجی گئی اور ان سب کے ہمراہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کی اپنی فوج بھی تھی غرض کہ اس طریقے سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر پر قبضہ حاصل کیا۔

شیخ امام الدین کے متعلق مابعد میں لاہور میں تحقیقات ہوئی اور اس نے راجہ لعل سنگھ وزیر سلطنت کے سامنے اس کے تین دستخطی خط سر فریڈرک کرے بارنٹ صاحب ریذیڈنٹ لاہور کی خدمت میں پیش کر دئے جن کا مضمون یہ تھا "چونکہ تم نمک خور قدیم اس سرکار کے ہو تم کو چاہئے کہ کشمیر کو ہرگز خالی نہ کرو۔ اور اگر اس امر میں تمھاری جان بھی جاتی رہے تو عین سعادت سمجھو" تو اسے معافی دی گئی اور راجہ لعل سنگھ کو عہدہ وزارت سے معزول کر کے پہلے آگرہ اور بعد ازاں دیرہ دون بھیج دیا گیا۔

قبضہ گلگت ۱۸۴۷ء گلگت کو سکھوں نے بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ کشمیر سے بزمانہ صوبہ داری شیخ غلام محی الدین بسرکردگی کرنل نتھو شاہ ساکن گوجرانوالہ حسب درخواست کریم خاں برادر شاہ سکندر خاں راجہ گلگت جسے قتل کر کے گوہر امان گلگت پر قابض ہو گیا تھا فتح کر لیا تھا اور حکومت اس کی کریم خاں کو سپرد کر دی تھی اور اپنا نیم قبضہ بذریعہ ایک دستہ فوج خالصہ کے قائم رکھا تھا۔ جب کشمیر پر مہاراجہ گلاب سنگھ کا تسلط ہو گیا تو ۱۸۴۷ء میں اسی نتھو شاہ کو اپنی ملازمت میں لے کر مہاراجہ نے گلگت کا قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ افواج ڈوگرہ نے دستہ

فوج خالصہ کو استور اور گلگت میں سبکدوش کر دیا۔ ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ نہ تھی۔ اکثر سکھ سپاہیوں نے جدید حکمران کی ملازمت اختیار کر لی۔ نتھے شاہ قبضہ لینے کے بعد گلگت میں ٹھہر گیا۔ اور انتظام میں مصروف ہوا۔

فتح چیلاس ۱۸۵۱ء تقریباً سمبت ۱۹۰۸ بکرمی مطابق ۱۸۵۱ء میں چیلاسیوں نے استور پر حملہ کیا اور جو کچھ ان کے ہاتھ آیا لوٹ مار کر کے لے گئے مہاراجہ نے اگلے سال اُن کی تنبیہ کے لیے بسرکردگی دیوان ہری چند و وزیر زورآور وغیرہ ایک مہم بھیجی جنھوں نے چیلاس کو مسخر کیا اور نذرانہ قائم کیا اور یرغال لے کر واپس آئے۔

گلگت پر راجہ ہونزہ و گوہر امان راجہ یاسین کا حملہ تسخیر گلگت اور بالآخر مہاراجہ کا گلگت کو واپس لینا اس کے بعد گلگت میں فساد واقع ہوا۔ راجہ ہونزہ نے گلگت پر حملہ کیا۔ نتھے شاہ نے مدافعت کی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ وہ خود اور کریم خاں راجۂ گلگت جنگ میں کام آئے۔ تمام فوج ڈوگرہ تباہ ہو گئی۔ گوہر امان راجہ یاسین و پونیال نے باتفاق اقوام داریل گلگت پر حملہ کر کے قلعہ گلگت کو تسخیر کر لیا۔ مہاراجہ نے استور و بلتستان سے افواج ڈوگرہ روانہ کیں خفیف لڑائی ہوئی اور سابقہ حالات کی بنیاد پر صلح ہو گئی

گوہر امان کا دوبارہ گلگت پر قابض ہونا لیکن یہ حالات دیر تک قائم نہیں رہے۔ اس کے چند ہی روز بعد گوہر امان نے باتفاق جملہ اقوام دردستان گلگت پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ قلعہ گلگت و نوپورہ کو اُس نے محصور کر لیا۔ اور بھوپ سنگھ کو جو پونچھ سے ایک بڑی تعداد افواج ڈوگرہ کے ساتھ محصورین کی کمک کی غرض روانہ ہوا تھا۔ جنگلہ پڑی اور رمناور کے درمیان چھو گر کے بالمقابل لب دریائے گلگت ایک چھوٹے میدان میں جو تین طرف دشوار گذار سنگلاخ ہے اور ایک طرف دریائے گلگت سے گھرا ہوا ہے پھانس کر مع اُس کی تمام فوج کے کاٹ ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس پھندے سے صرف دو سپاہی جان سلامت لیکر اس تباہی کی خبر سنانے کے لئے براہ دریا تیر کر واپس پونچھ پہونچے۔

اسی طرح سے قلعہ گلگت و قلعہ نوپورہ کی بھی کل ڈوگرہ فوج قتل ہوئی۔صرف ایک گورکھا عورت
کسی تدبیر سے اس گرداب فنا سے بچکر نکلی اور بہزار خرابی پونچھ میں پہونچی اور اس واقعہ کی خبر پہنچائی
الغرض اس طرح سے گلگت کو ڈوگروں سے بالکل صاف کرکے گوہر امان نے اپنی حکومت قائم
کرلی اور سرحد درمیان حکومت گوہر امان اور ملک ڈوگرہ کے دریائے نیلاب (سندھ) قرار پائی
یہ حالات آٹھ سال تک جاری رہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان کے درست کرنے اور
گوہر امان سے انتقام لینے کی کوشش نہیں کی۔غالباً انھیں خیال ہوا کہ پونچھ سے آگے پیش
بینی قدمی نہ کیجائے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا سفر آخرت

اس اثنا میں فوج پوربیہ ملازم سرکار انگلشیہ ہند نے میرٹھ اور دہلی میں شورش برپا کی۔مہاراجہ نے دس لاکھ روپیہ سری نگرہ اور افواج ڈوگرہ سے بسر کردگی دیوان ہری چند امداد کی۔اسی دوران میں تپ محرقہ سے مہاراجہ کے مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہوئی اور ۲۰۔ساون سمت ۱۹۱۴ بکرمی مطابق ۴۔اگست ۱۸۵۷ء بمقام سری نگر انھوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے اوصاف حمیدہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کا طرز حکومت گو کہ آج کل کے طریق حکومت سے مختلف تھا۔مگر اس ملک کے لئے اور اس وقت کے لئے بہت موزوں تھا۔آج تک لوگ ان کے عدل و داد اور اُن کے
کھلے اور تیز انصاف کے ثناخواں ہیں ان کے پاس ہر وقت ہر درجہ کے آدمی کی رسائی ہوسکتی
تھی اور وہ نہایت تحمل کے ساتھ اس کی شکایات کی سماعت کے لئے تیار رہتے تھے معاملات
کی دیکھ بھال ان کی عادت میں داخل تھا۔اور بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا معاملہ
ان کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔اور وہ اسپر پورا غور کرتے تھے مگر ایک روپیہ کی نذر پیش
کرنا ضروری تھا۔اسپر بعض انگریز مصنفین نے بہت نکتہ چینی کی ہے۔لیکن آجکل کی عدالتوں
کی کورٹ فیس اور دیگر رسوم پر ان کی نظر نہیں گئی۔مہاراجہ کی عدالت میں محض ایک روپیہ
کی نقد کورٹ فیس پر ہر ایک قسم کا معاملہ اور ہر ایک مالیت کا دعویٰ سماعت ہوتا تھا اور
فیصلہ بھی قطعی ہوتا تھا اور فوراً اس کا اجرا بھی ہوجاتا تھا۔اس سستے اور تیز انصاف کی ملک میں
بہت شہرت تھی اور اہل ملک اس کے آج تک مداح ہیں۔اور موجودہ زمانہ کی عدالتی پیچیدگیوں

اور طوالت پر اسے بدرجہا ترجیح دیتے ہیں۔

مہاراجہ عموماً ہر درجہ کے آدمی کے ساتھ بے تکلفانہ اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور جس وصف کو عام زبان میں بھلامانسی کہا جاتا ہے وہ ان میں کمال درجہ کا تھا جس وجہ سے چھوٹے اور بڑے ہر ایک درجہ کے آدمی دل و جان سے اُنکے فدائی تھے اپنے دشمنوں کو درحقیقت انھوں نے اذیت اور عذاب پہونچایا ہے مگر کون حملہ آور اس سے پاک و صاف ہے بمصداق "در جنگ میں ہر چیز روا ہے" بزمانہ صلح انھوں نے ہمیشہ رحم کا اظہار کیا ہے۔ دنیا میں جو لوگ چھوٹی حیثیت سے بڑے آدمی بن جاتے ہیں اور اس بنا پر جو عیوب اُن میں پیدا ہوجاتے ہیں ان سے وہ بالکل پاک و صاف تھے اور اسی لئے اہل ملک اُن کے دلدادہ تھے۔

یہ اوصاف ہیں جو ڈرو جیسے قابل مصنف نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف منسوب کئے ہیں اور جس کی تائید صوبہ جموں کے ہر ایک گوشہ سے میں نے اپنے کان سے سنی ہے۔

باب تیسرا

مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشینونکا انتظام ملکداری

مہاراجہ رنبیر سنگھ ۱۸۵۷-۱۸۸۵ء مہاراجہ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد ان کے فرزند جواں بخت میاں رنبیر سنگھ سریر آرائے حکومت ہوئے ان کے عہد حکومت میں ان کا ایک معتمد حاضر باش بحضور نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب گورنر جنرل بہادر کا ایک انگریز وکیل حاضر باش افیسر اسپشل ڈیوٹی کشمیر میں تعینات کیا گیا اور ریزیڈنسی کی بنیاد شروع ہو گئی۔

دوبارہ تسخیر گلگت ۱۸۶۰ء مہاراجہ رنبیر سنگھ کی توجہ فتح گلگت کی طرف اپنی جانشینی کے بعد ہی مبذول ہوئی تھی۔ مگر بوجہ اس کے کہ افواج ریاست غدر دہلی کے فرو کرنے میں عساکر سرکار انگلشیہ ہند کی کمک پر تعینات تھیں جلد اس کا انتظام نہ ہو سکا۔ ان افواج کے واپس پہونچنے پر کرنل دیوی سنگھ نراینا کی سرکردگی میں مہم گلگت تیار کی گئی۔ جس نے ۱۸۶۰ء میں بونجی سے دریائے سندھ کو عبور کر کے گلگت کی طرف پیش قدمی کی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس فوج کے گلگت پہونچنے تک راجہ گوہر امان بقضائے الٰہی فوت ہو چکا تھا۔ اور اس واقعہ سے اس کے سپاہیوں کا حوصلہ پست ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ زیادہ مدافعت نہ کر سکے اور افواج ڈوگرہ نے بآسانی قلعہ گلگت پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ڈوگروں نے اس قلعہ کو کبھی دشمن کے ہاتھ میں نہیں جانے دیا۔

فتح یاسین دیوی سنگھ پورا سپاہی تھا۔ اس نے گلگت پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ وہاں سے پیش قدمی کر کے وہ یاسین پر چڑھ گیا۔ اور اسے تسخیر کر لیا۔ مگر اس ملک پر قبضہ رکھنا اُسے مقصود نہ تھا چند ہی روز بعد اپنی فوج لے کر واپس چلا آیا۔

هزہائی نس سری مہاراجہ رنبیر سنگھہ بہادر
اندر مہندر - سپر سلطنت انگریزی - جنرل عساکر انگلیشیہ
مشیر ملکہ معظمہ قیصرہ ہند
جی - سی - ایس - آئی * جی - سی - آئی - ای
فرمانروائے مملکت جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ
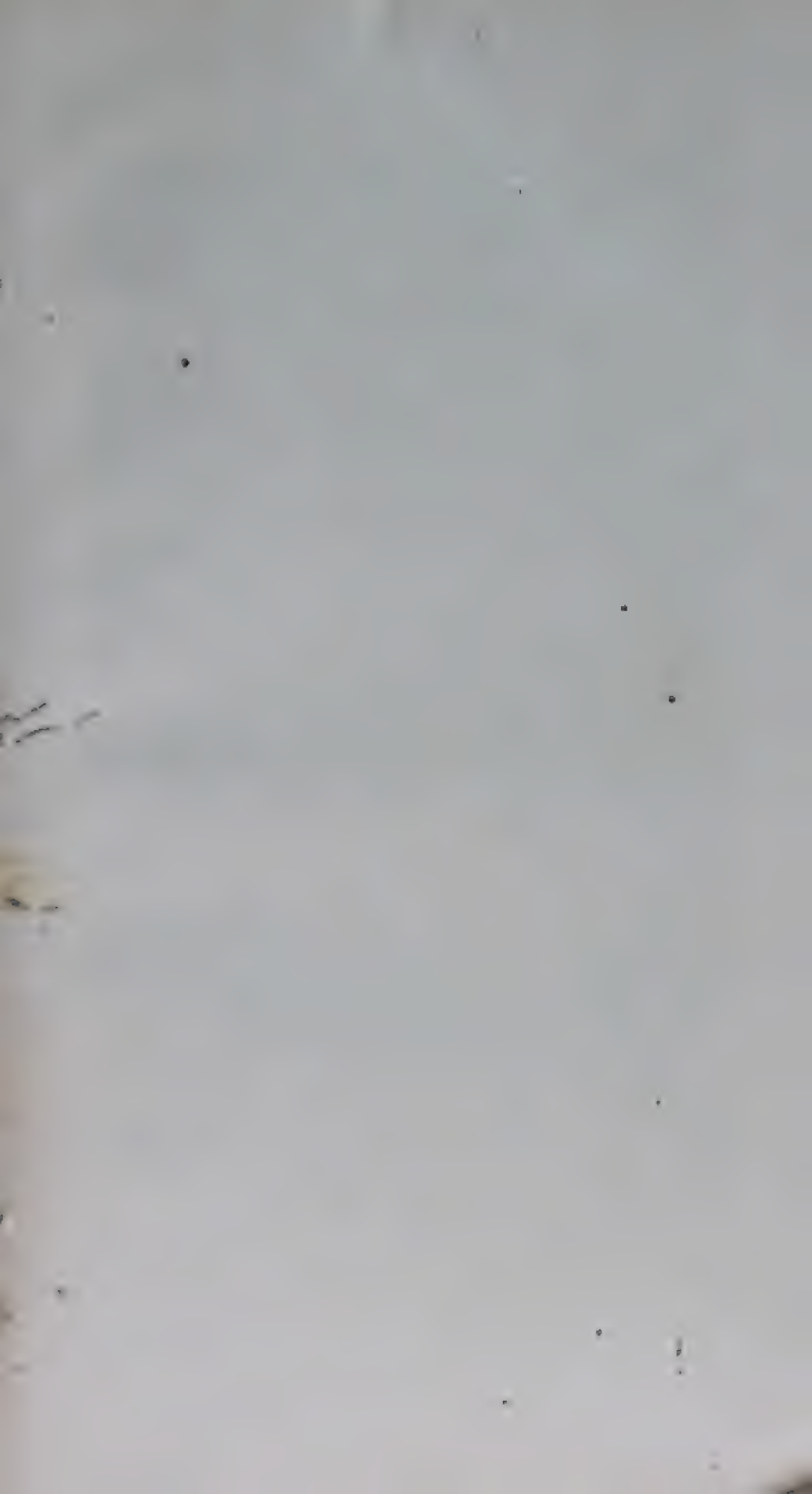
فتح قلعہ مندوری یاسین

جنگ کے بعد کچھ عرصہ تک امن دامان رہا بعد ازاں یاسین والوں نے مہاراجہ کے ایک سوداگر کو لوٹ لیا۔ اس بنا پر ایک تعزیری مہم دوبارہ یاسین پر بھیجی گئی جس نے قلعہ مندوری میں یاسین والوں کو شکست دی اور قتل عام کیا۔ مہاراجہ نے اس کامیابی کی بڑی قدر کی۔ اور فتح مندوری کا تمغہ تقسیم کیا۔ اس کے بعد یاسین باج گذار مہاراجہ کا رہا مگر اس کا الحاق نہیں کیا گیا۔

ناکام مہم ہونزہ دنگر اقوام ملحقہ کا حملہ گلگت پر ۱۸۶۶ء

۱۸۶۶ء میں ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے ہونزہ پر مہم بھیجنی پڑی مگر عین موقع جنگ پر نگر والوں کے اتحاد ڈوگرہ کے متعلق افواج مہاراجہ کو کچھ غلط فہمی ہوگئی اور بغیر جنگ کیے واپس چلے آئے۔ اس کمزوری کو دیکھکر یاسین والوں نے چترال داریل۔ ہونزہ دنگر کی اقوام کا ایک بہت بڑا اتحاد برخلاف ڈوگروں کے قائم کیا اور گلگت پر حملہ کر دیا۔ علاقہ پونیال کے قلعہ جات کو فتح کر کے انھوں نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا۔ مہاراجہ نے یہ حالت معلوم کر کے وزیر زورآور اور کرنل بیجے سنگھ کی ماتحتی میں کمک بھیجی۔ اس نے جونہی بونجی سے آگے بڑھکر دریائے سندھ کو عبور کیا اقوام مفسدین کا اتحاد ٹوٹ گیا اور امان الملک اپنی فوج لیکر واپس چترال چلا گیا دوسرے اتحادی بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس روانہ ہوگئے جب مہاراجہ کی فوج گلگت میں پہونچی تو محاصرہ گلگت و پونیال اُٹھ چکا تھا۔

فتح داریل ۱۸۶۶ء

اب فوج کو یہ فکر ہوئی کہ کچھ کام دکھائے بغیر واپس نہیں جانا چاہیے چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ داریل کو فتح کیا جائے دو دستوں سے داریل پر حملہ کیا گیا۔ اور اکثر حصہ داریل کو روند ڈالا۔ اقوام داریل نے اطاعت قبول کر لی۔ اور خراج دینا منظور کیا اس پر فوج گلگت کو واپس ہوئی۔

۱۸۷۰ء میں میرولی راجہ یاسین نے لفٹننٹ ہیورڈ کو دارکوت کے قریب فریب سے قتل کر دیا۔ جس کی لاش بعد میں منگوا کر گلگت میں دفن کی گئی۔ اور حکومت یاسین کی تباہی کی بنیاد قائم ہوئی۔

۱۸۷۷ء میں کپتان بڈلف منجانب سرکار انگلشیہ گلگت میں افسر اسسٹنٹ ڈپٹی بغرض مشن ہونزہ وغیرہ مقرر کیا گیا۔ اس کے رہنے کے لیے گلگت کی نہر کلاں کے اوپر ایک عالیشان کوٹھی تیار کی گئی۔

حملہ پہلوان بہادر ۱۸۸۰ء

۱۸۸۰ء میں باشندگان گلگت انتظام رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آکر کپتان بڈلف اور لالہ امر گشن حاکم گلگت سے ناراض ہو گئے۔ انھوں نے واریل و یاسین وغیرہ کی اقوام سے سازش کر کے پہلوان بہادر راجہ یاسین کو حملہ گلگت پر آمادہ کیا۔ اور اس نے پونیال کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور شیر قلعہ کی تسخیر کا انتظام کر رہا تھا کہ گلگت سے کمک بھیجی گئی مگر بعد میں دریافت ہوا کہ اہل گلگت بھی فساد پر آمادہ ہیں لہذا اس فوج کو گلگت میں واپس بلا لیا گیا۔ پہلوان بہادر نے پونیال سے پیش قدمی کر کے گلگت پر دست درازی شروع کی مگر شیر قلعہ کی تسخیر میں وہ کامیاب نہ ہوا اور جرنیل دیشا کی حکمت عملی سے وہ گلگت تک پہونچنے نہ پایا۔ راجہ اکبر خاں نے چالاکی سے داریل والوں کو توڑ کر اپنی طرف ملا لیا۔ یہ حال معلوم کر کے پہلوان بہادر بد دل ہو گیا۔ اور شروٹ شکیوٹ کو خراب کر کے واپس چلا گیا۔ گلگت کے کمان افسر جرنل ہوشیارا کو یہ کوفت رہی کہ اس فتح میں اسے شرکت کا موقع نہ ملا۔ اور بیمار ہو کر گلگت میں فوت ہوا۔

اس کے بعد سرکار انگلشیہ ہند نے میجر بڈلف کو گلگت سے واپس بلا لیا۔ بعد ازاں گلگت میں کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی ترقی انتظامات ملکی

مہاراجہ رنبیر سنگھ بڑے مدبر حکمران تھے انھوں نے ان فتوحات جنگی کے علاوہ انتظام ملک داری میں بڑی ترقی کی۔ بیرون از ریاست سے بڑے بڑے قابل لوگوں کو بلا کر ملازمت ریاست میں داخل کیا۔ اور مختلف محکمہ جات انتظامی مال۔ حساب فہمی۔ آمدنی و خرچ۔ تجارت و تصفیہ بقایا وغیرہ قائم کئے۔ باقاعدہ عدالتیں بنائیں۔ ان کی رہنمائی کے لیے قوانین فوجداری و دیوانی مرتب کیے۔ انکا

فوجداری قانون مجموعہ رنبیر ڈنڈ بدھی جزوی ترمیم کے ساتھ آج تک رائج ہے مجموعہ ضابطہ دیوانی جو بہت مختصر تھا اب متروک ہو چکا ہے لیکن قوانین کورٹ فیس، واسٹامپ و رجسٹری جزوی ترمیم کے ساتھ اب تک رائج ہیں افسران مال و انتظامی اور افسران سرحدی کے لئے قریب قریب ہر ایک شعبہ کے متعلق دستورالعمل جاری کئے۔ محکمہ پولیس قائم کیا۔ شفاخانے بنائے۔ بیرکیں بنائیں۔ مسافر خانے بنائے۔ اور پڑاؤ پر رسد رسانی و باربرداری کا انتظام درست کیا۔ محکمہ ڈاک کا انتظام کیا۔ تاربرقی سمبت ۱۹۲۵ بکرمی مطابق ۱۸۶۸ء میں کشمیر سے جموں و سیالکوٹ تک اور سمبت ۱۹۳۹ بکرمی مطابق ۱۸۸۲ء میں کشمیر سے گلگت اور استور سے اسکردو تک لگایا۔ اور انگریزی حروف کی علامات کے بجائے فارسی ابجد کی علامات اختراع کر کے اُردو و فارسی زبان کا تاربرقی رائج کیا۔ متعدد نو آبادیاں قائم کیں اور باغات لگائے۔ مدارس جاری کئے۔ صنعت و حرفت میں ترقی کی۔ کارخانہ جات جاری کئے۔ جن میں سے کارخانہ جات شراب کشی و باغات ہاپس واقعہ دو آبگاہ ابھی حال میں ختم ہوئے ہیں۔ چھترال میرا کدل کے گل ہاپس کے باغات اس سے پہلے ختم ہو چکے ہیں۔

فوج کی تنظیم کی۔ جنگی فوج کو چار بیڑوں میں بانٹتی ایک ایک جرنیل کے تقسیم کر دیا۔ یعنی فوج کشادہ و متعینہ رگھو پرتاپ دیا ڈیگار و دبند و چیاں اردل اس کے علاوہ تھے۔ ان میں سے دو بیڑے جموں میں اور ایک گلگت و بلتستان ولداخ میں اور ایک کشمیر میں رہتا تھا۔ دو دو سال بعد ان کی بدلی ہوتی تھی۔

قیدیان عدالت فوجداری و دیوانی کے لیے قید خانے جا بجا حسب ضرورت بنائے گئے اور اُن کی خوراک و پوشاک و مشقت کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ قیدیان سیاسی اور فتنہ پردازوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا۔ عمر قیدیوں کے لیے علاقہ سرحدی میں تعزیری آبادیاں قائم کی گئیں۔

کشمیر اور کوہالہ کے درمیان گاڑی چلانے کی پختہ سڑک تعمیر کرنا شروع کی گئی جو اب سڑک وادی جہلم کے نام سے مشہور ہے اور دنیا کی بہترین پہاڑی سڑکوں میں سے خیال کی جاتی ہے۔ مگر مہاراجہ کی زندگی میں تکمیل کو نہیں پہونچ سکی۔ اور

غالباً اُن کا یہ منشا بھی نہ تھا۔

علاقہ کشتوار میں آماسی لا کے قریب کان نیلم دریافت ہوئی۔ جس سے بڑے اہتمام کے ساتھ نیلم کی برآمدگی کرائی گئی اور اس میں بڑی کامیابی ہوئی

دربار مہاراجہ رنبیر سنگھ مہاراجہ رنبیر سنگھ کا دربار خصوصیت سے قابل ذکر ہے صبح کے نو دس بجے وہ مع ولی عہد کے دربار عام میں آجاتے تھے۔ اور دونوں اپنی اپنی مسندوں پر شہ نشین میں جہاں سے نیچے کے صحن میں پوری نظر پڑتی ہے بیٹھ جاتے تھے۔ اور وزراء و اعلیٰ عہدہ داران و دیگر اہلکاران ریاست جو حاضری دربار کے پابند تھے دیوار کے سہارے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے تھے۔ مہاراجہ سائلوں کی عرضیوں کو جو اسٹامپ لگے ہوئے کاغذ پر دی جاتی تھیں بغور دیکھتے تھے باری باری سے ایک ایک سائل بلایا جاتا تھا اور اس کی عرضی سنائی جاتی تھی۔

یہ عرضیاں ہر قسم کے معاملات پر ہوتی تھیں۔ کیونکہ افسران ماتحت کے اختیارات معینہ کی چنداں پابندی نہ تھی جیسے کہ ایک ملازم سرکاری گھر جانے کے واسطے رخصت چاہتا ہے یا اپنی والدہ کے پھول دریائے گنگا میں پہونچانے کے لیے چھٹی مانگتا ہے ایک مجرم حکم سزا سنائے جانے کے لیے لایا گیا ہے۔ ایک عورت چادر میں منہ چھپائے ہوئے آتی ہے اور کسی قسم کی شکایت کرتی ہے یا نسبت کے توڑنے کے متعلق طبید چاہتی ہے۔ ایک پردیسی آدمی ملازمت کی درخواست کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مہاراجہ ان سب شکایتوں اور درخواستوں کو بغور سنتے تھے اور معمولی قسم کے معاملات کا فی الفور فیصلہ کر دیتے تھے جو عرضی کی پشت پر لکھ دیا جاتا تھا۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے متعلق جو درخواستیں ہوتی تھیں وہ معاملات عموماً عدالت ابتدائی میں تحقیقات ہو کر فیصلہ ہو چکتے تھے ممکن ہے کہ بعض مقدمات عدالت اپیل سے بھی فیصل ہو چکے ہوں۔ مگر اہل مقدمہ کو اختیار تھا کہ وہ خود مہاراجہ کے پاس اپنی قسمت آزمائی کریں۔ مہاراجہ اصلیت کو پہونچنے کی کوشش کرتے تھے وہ گواہوں کا بیان لیتے اور باریکی کے ساتھ اس پر جرح کرتے تھے اور نفس معاملہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے تھے یہ نہیں کہ محض قانونی باریکیوں کی چھان بین اور بال کی کھال نکالنے پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے معاملات زیادہ تر افسر

متعلقہ کے پاس مزید تحقیقات کے لئے واپس کیے جاتے تھے اور ان کی رپورٹ آنے پر فیصلہ پاتے تھے

دربار کے وقت میں منڈی کا وسیع صحن مختلف وضع کے لوگوں سے بھرا رہتا تھا ان میں ریاست کے ہر ایک حصہ کے آدمی پائے جاتے تھے۔ کچھ آدمی سرد علاقہ جات کے جموں میں کام کی تلاش میں آئے ہیں۔ کیونکہ ان کے اپنے ملک میں کاروبار بوجہ برف باری بند ہے۔ کچھ لوگ مقدمہ لڑانے کے لیے آئے ہیں۔ جس کے لیے انھیں تمام موسم زمستان میں جموں میں ٹھہرنا ہے۔ بیسیوں کشمیری بلتی۔ اور مختلف اقوام کے پہاڑی اور خال خال لداخی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ اپنی شکل وشباہت کی خصوصیات سے پہچانے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ سر کے بالوں کی وضع سے شناخت ہوتے ہیں۔ اہل کشمیر اپنے ڈیل ڈول اور بھاری جسامت سے ممتاز ہیں۔ بعض اوقات یارقندی سوداگر اور عازمان حج بھی دیکھے جاتے ہیں جو بیرون ریاست سے آئے ہیں۔ مغرب کی طرف سے کابلی اور دیگر اقوام افغان وتاجک وغیرہ بھی آتے رہتے ہیں کابل کے تاجران اسپ سرکار میں گھوڑے بیچنے کے لیے آتے ہیں اور یوسف زئی کے قرب وجوار کے دیہات کے گنوار لوگ، مہاراجہ کی فوج کشادہ کی ملازمت کی تلاش میں ہمیشہ جموں میں دیکھے جاتے ہیں۔

اس طرح سے تقریباً دوپہر تک شہر کے بازار اور منڈی کا صحن آدمیوں سے بھرا رہتا تھا۔ پھر دربار برخاست ہوتا تھا۔ مہاراجہ کھانا نوش فرمانے چلے جاتے تھے۔ وزیر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ گارڈ آف آنر رخصت ہو جاتا تھا اور چند منٹ میں منڈی کا صحن آدمیوں سے خالی ہو جاتا تھا۔

یہ حالت تقریباً تین گھنٹہ جاری رہتی تھی۔ پھر لوگ قیلولہ سے اُٹھتے تھے چار بجے مہاراجہ کی سواری نکلتی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے دروازہ منڈی پر حاضر ہوتے تھے وزیر اندر جاتے تھے اور مہاراجہ کو لیکر باہر آتے تھے۔ ایک آدھ وزیر مہاراجہ کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھ جاتا تھا۔ یا اگر مہاراجہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو سب وزیر گھوڑوں پر مہاراجہ کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ اردلی آگے آگے راستہ صاف کرنے کی غرض سے دوڑتے تھے

اور کچھ مہاراجہ کے ساتھ رکاب پکڑ کر چلتے تھے۔ تین چار میل کی ہواخوری کے بعد غروب آفتاب کے قریب واپسی ہوتی تھی۔ اور بعد ازاں رات کا دربار شروع ہو جاتا تھا۔

یہ دربار زیادہ تر خاص قسم کا ہوتا تھا۔ یا یہ کہ میاں صاحب ولیعہد عرضیاں سُن لیتے تھے۔ اور خود مہاراجہ وزیران ریاست کے ساتھ معاملات ملکی طے کرتے تھے۔

یہ دربار صرف کاروبار سلطنت ہی پر محدود نہیں ہوتے تھے جیسا کہ انگلشیہ ہند کی کچہریوں کا دستور ہے۔ بلکہ کاروبار ملکی کے ساتھ دنیاوی میل جول یعنی زمانہ حال کے کلب کا کام بھی یہیں طے پاتا تھا۔ اور مہاراجہ کو اپنے ملک کے ہر ایک حصہ کے لوگوں سے ملنے اور ان سے بات چیت کرنے کا موقع ملتا تھا۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر لوگوں سے آزادانہ بحث کی جاتی تھی۔ اور اُن سے رائے لیجاتی تھی۔ اس طرح سے کام کے ساتھ ساتھ بات چیت اور بحث بھی بالخصوص رات کے دربار میں ہوتی رہتی تھی جس سے افسران ماتحت کی تعلیم بھی ہوتی رہتی تھی اور اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ان افسروں نے ریاست میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ غرض کہ یہ کیفیت آٹھ نو بجے رات تک جاری رہتی تھی بعد ازاں دربار برخاست ہو جاتا تھا۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتے تھے۔

یہ روزانہ معمول تھا اور اس پر باقاعدگی کے ساتھ عمل کیا جاتا تھا۔ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے اپنی کتاب موسومہ کشمیر میں لکھا ہے کہ "ان درباروں میں لوگوں کو اخلاق کی تعلیم ہو جاتی تھی۔ دوسروں کو دیکھکر انھیں سیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ کہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے۔ مختلف قسم کے آدمیوں اور مختلف واقعات پر بحث کرنے کا انھیں موقع ملتا تھا جس سے کیرکٹر یعنی خصلت سیکھتے تھے۔ اور باہر کے اخبار معلوم کرتے تھے اور یہ تعجب خیز ہے کہ ان درباروں کے تجربہ کار لوگ آجکل کے مدارس اور دارالعلوم کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کے مقابلہ میں کس قدر زیادہ ذکاوت اور ذہانت۔ وسعت نظر اور بلند خیالی اور وضعداری حاصل کرتے تھے۔"

مہاراجہ رنبیر سنگھ ایک بے نظیر حکمران تھے۔ اس وضع کے لوگ اب خواب و خیال ہو گئے ہیں۔ بالآخر اٹھائیس سال و چند روز نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ

هزهائي نس سري مهاراجه سر پرتاب سنگهه بهادر
اندر مهندر - سپر سلطنت انگریزي - جنرل عساکر انگلیشیه
مشیر خاص علیاے ملکه معظمه قیصرهٔ هند
جي - سي - ایس - آئي * جي - سي - آئي - اي * جي - بي - اي
فرمانرواے مملکت جموں و کشمیر و اقصاے تبت هاے وغیره

حکومت کرکے وہ بمقام جموں ۲۰ بھادوں سمبت ۱۹۴۲ بکرمی مطابق تقریباً ۱۲ ستمبر ۱۸۸۵ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ اور اُن کے بجائے اُن کے فرزند کلاں میاں پرتاب سنگھ سریر آرائے حکومت ہوئے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ ۱۸۸۵-۱۹۲۵ء

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ان سے چھوٹے سری راجہ رام سنگھ جنھیں اُن کے والد ماجد نے عہدہ کمانڈر انچیف افواج ریاست اور جاگیر رام نگر عطا کی تھی اُن سے چھوٹے سری راجہ امر سنگھ جنھیں نگران امور ملکی مقرر کیا تھا اور جاگیر بھدرواہ و لنگیٹ عطا کی تھی۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے گدی نشین ہونے کے ساتھ ہی افسر اسپیشل ڈیوٹی کشمیر کا عہدہ برٹش ریزیڈنٹ کے ساتھ بدل گیا۔ اور امورات ملکی کے انصرام کے لیے ایک سٹیٹ کونسل مقرر کر دی گئی جو کہ ریزیڈنٹ کی رہنمائی میں امورات ملکی کو سرانجام دیتی تھی۔ اس کا پریزیڈنٹ کبھی ایک شخص کبھی دوسرا شخص رہا۔ مگر مہاراجہ کا تعلق اس کے ساتھ نہ تھا۔ یہ زمانہ مہاراجہ کے لئے بہت پرآشوب رہا ہے۔ اور اس دوران میں سازش کی گرم بازاری رہی ہے جس میں خودغرض اور مطلب پرست اشخاص نے خوب ہاتھ رنگے۔ بالآخر چند سال بعد اس میں اس حد تک اصلاح کر دی گئی کہ مہاراجہ کو پریزیڈنٹ کونسل مقرر کر دیا گیا۔ ان کے بھائی اور تین بیرونی افسر اُس کے ممبر رہے اُس زمانہ میں بھی گو کہ سازش جاری رہی مگر مجموعی طور پر سٹیٹ کونسل کا انتظام بہت کامیاب رہا۔ سٹیٹ کونسل کا عہد انصافاً ملکی انتظام کا بہترین زمانہ رہا ہے۔

اس اثنائے میں راجہ سر رام سنگھ کا انتقال انیسویں صدی کے آخر میں ہو گیا کمانڈر انچیف کا عہدہ ان کے چھوٹے بھائی راجہ امر سنگھ کو علاوہ اُن کے دیگر فرائض کے سپرد ہوا۔ راجہ رام سنگھ فوجی کام میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے اس سلسلہ میں انھوں نے اسکردو اور گلگت کا دورہ کیا اور مقامی حالات کو بچشم خود ملاحظہ کرکے ان کی اصلاح کی۔

مہاراجہ اب تک لاولد تھے اور راجہ امر سنگھ کا بیٹا ظاہری وارث تاج و تخت

خیال کیا جاتا تھا۔ مگر اس زمانے میں مہاراجہ کا اپنا بیٹا پیدا ہو گیا۔ جس کی ولادت پر بڑی خوشی منائی گئی۔ اور بہت دنوں تک جلسے ہوتے رہے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ چند ماہ بعد وہ کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ جس سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور صورت حالات وہی ہو گئی جو اس واقعہ سے پیشتر تھی۔

مہاراجہ نے بحالت مایوسی اپنی طبیعت کو ڈھارس دینے کی غرض سے راجہ سربلند یو سنگھ والی پونچھ کے دوسرے بیٹے جگت دیو سنگھ کو متبنیٰ بنا کر اپنے پاس رکھ لیا اس پر دونوں بھائیوں کے درمیان بڑی کشمکش ہوئی۔ اور بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ تبنیت مہاراجہ کی محض مذہبی اغراض تک محدود رہے گی۔ ملکی معاملات اور جانشینی مہاراجگی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔ اس سے گو کہ میدان راجہ سر امر سنگھ کے ہاتھ رہا مگر ایک خلش پیدا ہو گئی۔ جو دونوں بھائیوں کے لئے ہمیشہ باعث تکلیف رہی۔

اس اثنار میں بزمانہ ۱۹۰۵ء سٹیٹ کونسل کا انتظام ختم کر دیا گیا اور مہاراجہ کو بیس برس کی بے اختیاری کے بعد کامل اختیارات حاصل ہو گئے۔ اگرچہ فعلاً انتظام سرانجام امورات ملکی بدستور سابق بحال رہا۔ اور سابقہ ممبران کونسل کے عہدہ کو وزراء ریاست کے عہدے سے بدل دیا گیا مگر در اصل ان کے اختیارات میں بہت کمی ہو گئی اس ردوبدل سے مہاراجہ کے پرائیوٹ سکرٹری نے جسے اب تک امور ریاست سے کچھ تعلق نہ تھا یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنے آپ کو فعلاً چیف منسٹر بنا لیا۔ اور اس حیثیت میں اس نے راجہ صاحب کو بہت تنگ کیا۔ اس جدوجہد میں بھی میدان راجہ صاحب کے ہاتھ رہا اور انھوں نے پرائیوٹ سکرٹری کو ریاست سے بدر کر کے چھوڑا۔ مگر اس کلفت سے ان کی صحت خراب ہو گئی۔ اور آخرکار اسی زمانے میں ان کا انتقال ہو گیا اور تفکرات دنیاوی کا خاتمہ ہو گیا۔

اب کمانڈر انچیف کا کام بھی مہاراجہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور دیوان امرنا تھ چیف منسٹر مقرر ہوئے اور کاروبار سابق دستور چلنے لگا

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی ترقی انتظامات ملکی

سٹیٹ کونسل کے دوران میں ریاست میں انقلابات عظیم پیدا

سری راجہ سر رام سنگھہ صاحب بہادر
کے - سی - بی
کمانڈر انچیف افواج مملکت جموں و کشمیر وغیرہ
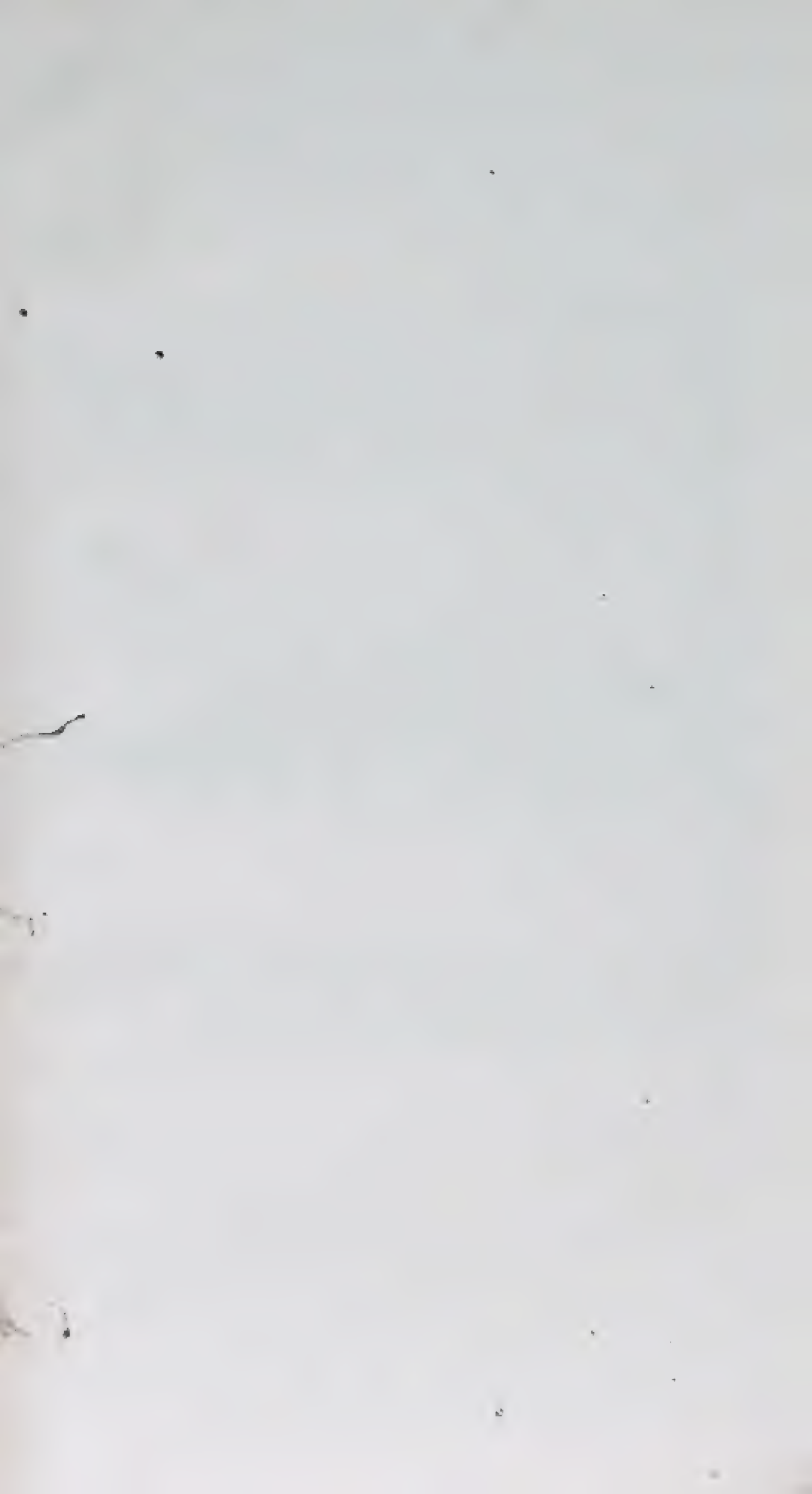
ہوئے۔ قریب قریب تمام پرانا طریق انتظام ملکی کا الٹ گیا اور جدید اصول انتظام نے رواج پایا سب سے بڑی اور اہم اصلاح جو ریاست کے انتظام میں ہوئی وہ بندوبست اراضی ہے جسے مسٹر (مابعد میں سر والٹر) لارنس نے نہایت قابلیت جانفشانی اور حکمت عملی سے سرانجام دیا۔ اس کی قریب قریب ہر جگہ خود غرض اشخاص کی تحریک سے مخالفت ہوئی مگر اس قابل افسر نے حسن تدبیر سے اس پر غلبہ حاصل کرکے اس کو تکمیل تک پہونچایا جس سے زراعت پیشہ اقوام کی حیثیت میں چند سال کے اندر نمایاں ترقی ہو گئی اور بددیانت وخائن ملازمین اور بارسوخ اشخاص کی بددیانتی اور خیانت کی بیخ کنی ہو گئی۔

محکمۂ مال کو پرانی وضع کے افسروں سے چند سال کے اندر بذریعہ تعلیم اصول جدید یا بذریعہ عطاے پنشن وغیرہ صاف کر دیا گیا۔ اور اسی طرح سے ماتحت عملہ کو بھی واقفکار بنایا گیا۔ غرضکہ ریاست کے محکمہ مال کو مجموعی طور پر پنجاب کے ساتھ برابر کر دیا گیا۔

بجائے محکمہ حساب کے جس کا نام دفتر دیوانی تھا اکونٹنٹ جنرل کا دفتر قائم کیا گیا۔ اور مسٹر کرنینڈر اکونٹنٹ جنرل نے کمال محنت اور جانفشانی کے ساتھ چند سال کے اندر اس محکمہ کو اس درجہ پر پہونچا دیا کہ تمام پیچیدگیاں دور ہو گئیں اور حساب کا کام آئینہ کی طرح صاف ہو گیا۔ مسٹر کرنینڈر نے اس سررشتہ کی بنیاد ایسے اعلیٰ اصول پر قائم کی کہ آج تک ریاست بھر میں صاف ترین کام کرنے والا یہی محکمہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

محکمۂ جنگلات کے انتظام کو بذریعہ انگریز کنسرویٹروں کے علمی اصول پر ترتیب دیا گیا۔ اور اس کی نگہداشت کے لیے ڈیرہ دون فارسٹ کالج کے تعلیم یافتہ اشخاص کو اور علاقہ انگریزی کے تجربہ کار افسروں کو ریاست میں ملازم رکھا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک جنگل سرسبز ہے اور محکمہ جنگلات کی آمدنی ریاست کے ہر ایک شعبہ آمدنی سے نمایاں حد تک زیادہ ہے۔

فوج کے انتظام کو کرنل نیویلی چیمبرلین ملٹری سکریٹری نے درست کیا کشادہ

فوج جو لحاظ حالات موجودہ بیکار ہو گئی تھی موقوف کی گئی۔ جنگی فوج کو جدید قسم کے اسلحہ سے آراستہ کیا گیا۔ اور انھیں قواعد پریڈ سکھلانے اور جنگی آئین کا عادی بنانے کی غرض سے برٹش افسر ریاست کی پلٹنوں کے ساتھ تعینات کئے گئے۔

افواج متعینہ سرحد گلگت کی باربرداری اور رسد رسانی کا انتظام بذریعہ کسرٹ کیا گیا۔ جس کے گودام بنڈ پورہ سے لیکر گلگت تک اور گلگت سے بطرف پامیر ہونزہ تک اور بطرف چترال مستوج تک اور بطرف خود مختار اقوام تانگیر وغیرہ چیلاس تک قریب قریب ہر ایک پڑاؤ پر قائم کیے گئے۔

کشمیر سے لیکر گلگت تک اور گلگت سے ہونزہ تک۔ ایک طرف اور گوپس تک [illegible]ی طرف اور نیز بونجی سے چیلاس تک فوج کی آمد و رفت کیلئے سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ دریاؤں اور نالوں پر مضبوط پل تعمیر کئے گئے۔

محکمہ پبلک ورکس کو قابل افسروں کی نگرانی میں رکھکر کارآمد بنایا گیا۔ وادی جہلم کی سڑک پختہ جو عرصہ سے زیر تعمیر تھی چند روز میں مکمل کر دی گئی۔ اور راولپنڈی سے سری نگر تک یکہ۔ بگھی اور ٹانگہ کی آمد و رفت جاری ہو گئی۔ مال تجارت حیوان اور انسان پر سوار ہو کر سفر کرنے کے بجائے چھکڑوں اور کراچیوں میں لدکر آنے جانے لگا۔ بعد میں سری نگر سے جموں کو براہ راست بھی پختہ سڑک تعمیر ہو گئی۔ اور ریاست کے ہر دو دار الحکومتوں کے درمیان آمد و رفت کے لئے بیرون ریاست ٹانگہ اور ریل کے دور دراز سفر کی محتاجی نہیں رہی مظفر آباد سے ایبٹ آباد کے ساتھ بھی پختہ سڑک کا سلسلہ ملا دیا گیا۔ الغرض سری نگر کو راولپنڈی۔ ایبٹ آباد اور جموں کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لداخ اور اسکردو کی سڑکوں کو بھی بہت ترقی دی گئی۔ اور جا بجا پل تعمیر کئے گئے۔ دریائے توی پر ایک عالیشان پل شہر جموں اور ریلوے اسٹیشن کے درمیان سڑک سیالکوٹ پر تعمیر کیا گیا۔

محکمہ آبپاشی کو پبلک ورکس کی ایک شاخ بنایا گیا جس کے ذریعے جموں میں نہر چناب۔ اکھنور کے پاس سے دریائے چناب سے کاٹ کر جموں و رنبیر سنگھ پورہ کی تحصیل میں پہونچائی گئی۔ اور اس کو وسعت دیکر سیالکوٹ کے ضلع تک پانی پہونچایا گیا اس سے

بہت بڑے رقبہ کی آبپاشی ہوتی ہے اور جموں میں اس کے اوپر برقی قوت پیدا کرنے کا ایک بجلی گھر بھی بنایا گیا ہے جس کے ذریعے شہر جموں میں روشنی ہوتی ہے اور کچھ مشینیں بھی چلائی جاتی ہیں۔

کشمیر میں نہر لال جو سلطان زین العابدین شاہ کشمیر کی تعمیر کردہ ہے اسکی درستی کر کے رقبہ آبپاشی میں بہت اضافہ کیا گیا۔

علاقہ زینہ گیر کے خشکی رقبہ کی آبپاشی کے لیے ایک بڑی نہر دریائے بانڈی پورہ سے کاٹ کر اس علاقہ میں پہونچائی گئی جس سے قریب قریب کل رقبہ زینہ گیر آبی ہوگیا ہے

اسلام آباد کی طرف بھی دریائے پہلگام سے ایک نہر اس محکمہ نے تعمیر کی ہے جس سے ایک بہت بڑے بارانی رقبہ کی آبپاشی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ شہر جموں میں دریائے توی سے پانی کو پمپ کے ذریعے اوپر پہونچا کر تمام شہر میں آب نوشی کا انتظام کیا گیا۔ اور اس شہر کی تکلیف آب نوشی کو رفع کیا گیا۔

شہر سری نگر میں بھی واٹر ورکس کے ذریعے تمام شہر میں آب نوشی کا انتظام کیا گیا اور ان دونوں شہروں میں آب نوشی کے لیے کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔

راولپنڈی سے سری نگر۔ اور سری نگر سے گلگت۔ اور گلگت سے چترال و دروش اور بونجی سے چلاس۔ اور گلگت سے مسگر دامن پامیر تک تار برقی کا انتظام بذریعہ سرکار انگلشیہ ہند کیا گیا۔

تمام ریاست کے محکمہ ڈاک کا انتظام چند شرائط پر سرکار انگلشیہ ہند کو سپرد کیا گیا اور ریاست کے ڈاک خانہ جات تخفیف میں آئے۔

جموں اور سری نگر اور سری نگر و گلگت کے درمیان سلسلہ تار برقی ریاستی پہلے سے قائم تھا جس کی ایک شاخ بونجی سے اسکردو کو جاتی تھی۔ جب سری نگر و گلگت کے درمیان سرکار انگلشیہ کا سلسلہ تار برقی قائم ہو گیا تو بونجی و اسکردو کی ریاستی شاخ تار برقی کو اٹھا دیا گیا۔ اور سری نگر سے لداخ تک سلسلہ تار برقی ریاستی قائم کیا گیا جس کی ایک شاخ کرگل سے اسکردو تک تعمیر کردی گئی جس سے ریاستی تار برقی کے ذریعے جموں

سری نگر کرگل ۔ اسکردو و لداخ کا باہمی تعلق پیدا ہو گیا۔ بعد میں جموں اور اکھنور کے درمیان بھی تار برقی لگا دیا گیا۔

ریاست کا سکہ ہری سنگھی وچلکی موقوف کر کے سرکار انگلشیہ ہند کا سکہ ریاست میں جاری کیا گیا۔ اس سے تجارت میں بڑی سہولت پیدا ہوئی۔

وصولی کسٹم دچونگی بذریعہ ٹھیکہ داران ہوا کرتی تھی۔ اس کو موقوف کر کے سرکاری انتظام کیا گیا اور اس کے لیے محکمہ کسٹم قائم کیا گیا جس سے آمدنی میں نمایاں بیشی ہوئی۔

ریشم کشی کا محکمہ اور کارخانہ جاری کیا گیا جس سے بہت سے غریبوں اور امیروں کی پرورش ہوتی ہے اور ریاست کو بھی خاطر خواہ آمدنی ہے

سیاحان انگریز و ہندوستانی جو کشمیر میں آتے تھے ان کے آرام و آسائش اور تفریح کے سامان بہم پہونچائے گئے۔ حفاظت شکار کا محکمہ قائم کر کے جانوران جنگل کی نسل کی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ اور شکار کو ایک معینہ تعداد پر بذریعہ لائسنس شکار کے محدود کیا گیا۔ ٹروٹ مچھلی یوروپ سے لا کر کشمیر کے سرد نالوں میں پھیلائی گئی۔ اور اس کے شکار کے خاص قواعد منضبط کیے گئے۔

کشمیر اور جموں میں کتبخانے۔ ریڈنگ روم۔ اور کلب جاری کیے گئے۔

شفاخانوں کو زمانہ حال کے اصول کے مطابق درست کیا گیا۔ سری نگر اور جموں میں صدر شفاخانے اور ہر ایک قصبہ میں بڑے شفاخانے اور چھوٹے قصبوں یا بڑے اور مرکزی دیہات میں چھوٹے شفاخانے جابجا قائم کیے گئے۔ مزید براں سفری شفاخانوں کا بھی وقتی ضروریات کے لیے انتظام کیا گیا۔

شفاخانہ مویشیاں ہر ایک ضلع میں قائم کیا گیا اور ڈاکٹر حیوانات کے دہ بدہ دورہ کا بھی انتظام کیا گیا۔

انگریز اور امریکن انجنیروں کی رہنمائی میں برقی قوت پیدا کرنے کے لیے ایک بہت بڑا بجلی گھر مہورہ میں تعمیر کیا گیا۔ جس کے لیے دریائے جہلم سے نہر کاٹ کر پانی بہم پہونچایا گیا۔ اس پر بہت خرچ ہوا۔ لیکن ایک طرف اوڑی تک اور دوسری طرف سری نگر و گلمرگ تک اس سے برقی قوت بہم پہونچائی جاتی ہے۔ اور روشنی کے علاوہ بہت سے

کارخانے اُس کے ذریعے چلتے ہیں۔ یہ بجلی گھر ہندوستان میں سب سے بڑا تھا۔ مگر ٹاٹا کا بجلی گھر تعمیر ہو جانے کے بعد نمبر ۲ ہو گیا ہے۔ گو کہ اس سے چنداں مالی فائدہ نہیں ہے لیکن اہلِ ملک کو آرام اور سہولت بہت ہے۔

مہورہ پاور ہاؤس کی برقی قوت سے بارہ مولا اور سوپور کے درمیان دریائے جہلم کا شکم کھود کر (یعنی ڈریجنگ کے ذریعے) سطح دریا کو نیچا کرنے کا انتظام کیا گیا تھا کہ جھیل وولر کا کچھ پانی خارج ہو جائے اور زراعت کے لیے خشک زمین نکل آئے۔ اس میں ابتدا میں خاصی کامیابی ہوئی۔ مگر چند سال کے اندر جن مقامات کی کھدائی کی گئی تھی ان میں پھر دریائی مٹی جمع ہو گئی اور شکم دریائے جہلم کی سطح قریب قریب جیسی کی تیسی ہو گئی صرف جزوی طور پر کچھ خشکی برآمد ہوئی جس میں بیدزار بنائے گئے ہیں۔ یہ بھی اُس وقت پانی سے بھر جاتے ہیں جب گرمیوں میں برف پگھلتی ہے اور دریا چڑھ جاتے ہیں۔

ترقی تعلیم کی طرف مہاراجہ نے خاص طور پر توجہ کی۔ جموں میں ہائی اسکول کے علاوہ ایک آرٹس کالج قائم کیا۔ جس کے ساتھ ایک عالیشان بورڈنگ ہوس بھی ہے اس کا انتظام بہت اچھا ہے اور علاقہ انگریزی سے بھی طلبا اس میں حصول تعلیم کے لئے آتے ہیں۔

سری نگر میں بھی ایک آرٹس کالج قائم کیا۔ اس کے ساتھ بھی بورڈنگ ہوس ہے اس کا انتظام بھی خاصہ ہے

سری نگر میں ایک ٹکنیکل کالج بھی دست کاری کی تعلیم کے لیے جاری کیا جس سے راجہ امر سنگھ بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اور انھیں کے نام سے یہ کالج موسوم ہے۔

ہائی اسکول اور مڈل اسکول متعدد مقامات پر کھولے گئے اور قریب قریب ہر ایک بڑے گانوں میں دیہاتی پرائمری اسکول جاری کیے گئے

افسران مال کے لیے بندوبست کا کام سیکھنا اور بعد میں قانونی امتحان پاس کرنا ضروری کیا گیا اس سے پرانی وضع کے افسر رفتہ رفتہ خارج ہو گئے۔ تعلیم یافتہ وواقف کار افسروں کے اختیارات اور اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔

تمام محکموں کے کام کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا۔ اور انھیں ممبروں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

مالی۔ فوجداری اور دیوانی عدالتوں کو باقاعدہ تقسیم کیا گیا۔ افسروں کے اختیارات کا تعین ہوا۔ عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اور قریب قریب ہر ایک تحصیل میں جس کا صدر مقام کسی بڑے قصبہ میں واقع ہے ایک ایک منصف اور قریب قریب ہر ایک ضلع میں ایک ایک سب جج تعینات کیا گیا۔ مگر برخلاف عمل علاقہ انگریزی انھیں فوجداری اختیارات بھی عطا کیے گئے۔ اور عاملانہ وعدالتانہ کام کی علیحدگی کے متنازعہ سوال کو عملی صورت دینے کا آغاز کر دیا گیا۔

ہر ایک شعبہ کے لیے قوانین وقواعد مرتب کئے گئے۔ اور کونسل کے ممبروں نے ہر ایک اہم امر کے لیے دستورالعمل جاری کیے۔ اور ہر ایک کام کو قوانین۔ قواعد۔ اور دستورالعمل کا پابند کیا۔

عدالتوں میں فرقہ وکلا کا رواج ہوا صرف سرحدی عدالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کار بیگار میں بتدریج بہت تخفیف کی گئی اور بموقع دورہ وسفر ملازمان باربرداری کی مزدوری اور رسد کی قیمت ادا کرنے کا رواج ہوا مگر امراض سرمن جلد دور نہیں ہوا کرتے اس کی بیخ کنی پوری طرح سے نہیں ہو سکی۔

ملازمین کی بددیانتی اور خیانت میں خاصی حد تک اصلاح ہوئی۔

متذکرۂ بالا کی ترقیات کے ساتھ مہاراجہ پرتاب سنگھ کا عہد حکومت بلحاظ فتوحات سرحدی بھی بہت کامیاب اور ممتاز رہا ہے اور اس دوران میں سرحدوں کے انتظام اور استحکام میں بیحد ترقی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں گلگت میں برٹش ایجنسی کا دوبارہ قائم کیا جانا ایک بڑا اہم واقعہ ہے۔ اس کے تفصیلی واقعات اور افواج ڈوگرہ کے جنگی کارنامے بسلسلہ تاریخ گلگت اپنے موقع پر مذکور ہونگے مختصر حالات حسب ذیل ہیں۔

تسخیر ہونزہ ونگر ۱۸۹۱-۱۸۹۲ء | سرکار انگلشیہ ہند نے پامیر کی طرف سلطنت روسیہ کی پیش قدمی کی رکاوٹ کی غرض سے ۱۸۸۹ء میں گلگت برٹش ایجنسی کو دوبارہ قائم کیا۔ اور کرنیل الجرنن ڈیورینڈ کو برٹش ایجنٹ

اور سرجن میجر جارج رابرٹسن کو ایجنسی سرجن اور دو انگریز افسروں کو بطور اسسٹنٹ برٹش ایجنٹ مقرر کرکے گلگت میں تعینات کردیا۔ کرنیل ڈیورینڈر نے پہلے راجگان ہونزہ دنگر اور مہتر چترال کے ساتھ بذریعہ تحریری معاہدات و اقرار امدادی رسوم سالانہ تعلقات دوستانہ قائم کئے اور استحکام سرحدات کا انتظام کیا۔ مگر راجگان ہونزہ دنگر اپنی شرائط پر قائم نہیں رہے۔ اور ریاست کی چھاؤنی واقعہ چھلت پر حملہ کرنے کی غرض سے آپس میں اتحاد کرکے عذرا خاں نے نلت میں اور صفدر علی خاں نے مایوں میں لشکر جمع کرنا شروع کردیا۔ کرنیل ڈیورینڈ نے اس کی مدافعت کی غرض سے تقریباً تین سو سپاہ سرکار ہند مع دو ضرب پہاڑی توپوں کے اور تقریباً ساڑھے چھ سو جوان کشمیر امپیریل سروس ٹروپس بصحابت جرنیل سودم چند چھلت میں جمع کی۔ اور جبکہ راجگان ہونزہ دنگر نے شرائط کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور آمادۂ پیکار ہوئے تو کرنیل ڈیورینڈ نے یکم دسمبر ۱۸۹۱ء کو سرحد عبور کرکے قلعہ نلت پر حملہ کردیا۔ اہل نگر نے سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں خود کرنیل ڈیورینڈ زخمی ہوگئے اور بڑی دقت پیش آئی۔ لیکن دونوں افواج نے بڑی ہمت کرکے قلعہ نلت کے پھاٹک کو کارتوس لگاکر اڑا دیا اور قلعہ تسخیر کرلیا۔

مگر قلعہ سے آگے راستہ کو دشمن نے جابجا توڑ دیا تھا اور اپنے استحکامات کے ذریعے سے اُسے ناقابل گذر بنا دیا تھا۔ اس کے کھولنے کے لئے کئی روز متواتر کوشش ہوتی رہی۔ لیکن کوئی صورت کامیابی کی نظر نہ آئی۔ مایوں پر حملہ کیا گیا۔ اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوسی ہوگئی تو ریاست کے ایک ڈوگرہ سپاہی نگرانے بڑی دلیری سے رات کی تاریکی میں دشمن کی زد کے نیچے سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر راستہ نکالا۔ اور اس کے مورچہ کے اوپر تک پہونچ کر واپس آیا۔ اس کی رہنمائی سے دوسرے دن اسی راستہ سے حملہ کیا گیا اور مورچہ کو توڑنے میں کامیابی ہوئی پھر یکے بعد دیگرے اور مورچے بھی توڑ دئے گئے اور دشمن کا تمام لشکر نلت اور مایوں دونوں طرف سے بھاگ گیا۔ راستہ کے کھل جانے پر فوج آگے بڑھی پہلے نگر پر قبضہ کیا بعد ازاں ہونزہ پر قبضہ کرلیا۔ صفدر علی خاں راجۂ ہونزہ اپنا خزانہ اور اسلحہ اور قیمتی

سامان لے کر مع عذرا خاں راجہ نگر کے فوج ظفر موج کے پہونچنے سے پہلے ہی
درہ کلک کی طرف بعزم چینی ترکستان فرار ہو گیا تھا۔ مسگر تک جو کوتل کلک کے
دامن میں واقع ہے۔ اُس کا تعاقب کیا گیا۔ مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔

کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کو ہونزہ ونگر پر قبضہ رکھنے کے واسطے ہونزہ اور
چھلت میں تعینات کر دیا گیا۔ باقی فوج گلگت کو واپس ہو گئی۔ ہونزہ میں صفدر علی
خاں کے بھائی محمد نظیم خاں کو راجہ مقرر کیا گیا۔ نگر میں جعفر خاں کی راجگی کو جاری رہنے
دیا گیا۔ اور اس کے دوسرے بیٹے سکندر خاں کو ولی عہد اور سربراہ مقرر کر دیا گیا
بعد میں عذرا خاں کو چینی افسران کاشغر نے گرفتار کر کے گلگت میں بھیج دیا۔ جو کہ
سری نگر میں مدت العمر قید اور نظر بند رہا۔ اور بالآخر وہیں فوت ہوا۔

تسخیر چیلاس سنہ ۱۸۹۳ء

اس معرکہ کے بعد افواج ڈوگرہ نے وادی سندھ میں اپنی تلوار کا زور دکھلایا۔ اس کے حالات
اس طرح ہیں کہ پہلے اہل گور نے کرنیل ڈیورنڈ کے پاس بذریعہ اپنے وفد کے
اظہار فرمانبرداری کیا تھا اور یہ درخواست کی تھی کہ انھیں ریاست کشمیر کی سرپرستی
میں لے لیا جائے تاکہ وہ چیلاس والوں کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔ اس کے استحکام
کی غرض سے نومبر سنہ ۱۸۹۲ء میں ڈاکٹر رابرٹسن کو بطریق سفارت ایک حفاظتی دستہ
فوج ریاست کے ساتھ گور میں بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ گور کی پائینی سرحد پر تھا کہ اسے خبر
ملی کہ اہل چیلاس اس کے اوپر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ اپنے لشکر کا ایک دستہ
اُنھوں نے اس کی واپسی کا راستہ روکنے کی غرض سے بھیج دیا ہے۔ لہذا اس پھندے
سے بچنے کے خیال سے وہ بونجی واپس آنے کے بجائے نیچے کی طرف تھلپن
میں اُتر گیا اور قلعہ کے اندر مقیم ہو گیا۔ یہاں سے اُس نے اہل چیلاس کے ساتھ بذریعہ
سفارت اپنی واپسی کا انتظام کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے اس کے آدمیوں کو قتل کر دیا
ڈاکٹر رابرٹسن نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ مگر چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔ حتیٰ کہ گلگت سے
کمک کے پہونچنے پر اس نے چیلاس پر حملہ کر کے چیلاس کو تسخیر کر لیا اور وہاں چھاؤنی مقرر
کر کے خود واپس چلا آیا۔

فروری ۱۸۹۳ء میں اہل چیلاس نے اقوام تانگیر و کوہستان کے ساتھ اتحاد کر کے چھاؤنی چیلاس پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔ جس میں میجر دانیال کمان افسر اور چند ریاستی افسران اور کچھ سپاہ جان نثار ہوئے۔ مگر بالآخر دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ کوہستانیوں کا لشکر آدھے سے زیادہ مارا گیا۔ باقی بھاگ گیا اس کے بعد چیلاس پر پورا قبضہ کر لیا گیا۔ زبردست چھاؤنی مقرر کر دی گئی اور دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر چیلاس اور بونجی کے درمیان راستہ درست کر کے حفاظتی چوکیاں مقرر کر دی گئیں۔ بعد میں چیلاس میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا گیا اور باقاعدہ سڑک تیار کی گئی۔

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء ۱۸۸۹ء میں امان الملک مہتر چترال تھا۔ کرنیل ڈیورنڈ نے گلگت ایجنسی کے قائم ہونے پر اُس کے ساتھ تعلقات دوستانہ پیدا کر کے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ دو سال بعد اس وظیفہ میں اس شرط پر اضافہ کر دیا گیا کہ امان الملک امور خارجیہ اور سرحدات کی حفاظت کے متعلق سرکار برطانیہ ہند کے مشورہ پر عمل کریگا۔ مہتر مذکور ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا۔ اس وقت اس کے بیٹوں کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ پیدا ہوا۔ پہلے افضل الملک قابض ہو گیا۔ پھر اُس کے چچا شیر افضل نے اس کو قتل کر کے قبضہ حاصل کیا۔ بالآخر نظام الملک نے شیر افضل کو بھگا کر قبضہ حاصل کیا۔ اور چونکہ وہ سب بھائیوں سے بڑا تھا اسے سرکاری طور پر مہتر تسلیم کیا گیا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی امیر الملک سے ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ اور اُس کو قتل کر کے اپنا راستہ صاف کرنا چاہتا تھا مگر اس کی اجازت اُسے نہیں ملی آخرکار چترال کا دستور کہ قتل کرو۔ یا قتل ہو جاؤ غالب آیا۔ اور ۱۸۹۵ء میں امیر الملک نے اسے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت ڈاکٹر جارج رابرٹسن برٹش ایجنٹ گلگت تھے۔ وہ گلگت سے ریاست کے جرنیل باج سنگھ اور میجر بھیکم سنگھ کو مع کسی قدر فوج کشمیر امپیریل سروس اور چند جوان سکھ فوج سرکار انگلشیہ کے جو گلگت میں بطور باڈی گارڈ برٹش ایجنٹ کے تعینات تھی اور چند برٹش افسروں کو اپنے ساتھ لیکر حالات کا بچشم خود ملاحظہ کرنے کی غرض سے چترال پہونچے۔ اس اثنا میں عمرا خاں خان جندول و دیر نے جو امیر الملک کا بہنوئی

تھا بامداد اپنے سالہ کے اس مشن کے خلاف چترال پر حملہ کردیا۔ اور شیر افضل بامداد عمرا خاں چترال میں پہونچ گیا۔ ڈاکٹر رابرٹسن اُس کی فوجی قوت کی طرف سے اطمینان کرنے کے بغیر اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ سے باہر نکلے۔ میدان چوگان بازی سے آگے بڑھکر ایک پہاڑی پر پہونچے تو دشمن کی طرف سے گولی برسنی شروع ہو گئی۔ جنرل باج سنگھ جان نثار ہوے۔ اور میجر بیکم سنگھ کو مہلک زخم لگا۔ جس سے وہ جانبر نہ ہوسکا۔ کپتان بیرڈ جاں نثار ہوا۔ اور کچھ سپاہی کام آئے اب یہ فوج پسپا ہوئی۔ دشمن نے آگے بڑھکر راستہ روک لیا اور میدان چوگان بازی میں بہت نقصان پہونچایا۔ الغرض بہزار خرابی اندھیرا ہو جانے کے بعد یہ منہزم فوج قلعہ میں واپس پہونچی۔ دشمن نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور عرصہ تک جنگ جاری رہی گلگت سے جو کمک بھیجی گئی وہ بھی راستہ میں مقتول ہوئی

ان اخبار کے معلوم ہونے پر سرکار ہند نے گلگت اور پشاور دونوں طرف سے چترال کو کمک بھیجنے کا حکم دیا۔ لفٹنٹ جنرل سر رابرٹ لو دس ہزار فوج لے کر پشاور کی طرف سے۔ اور لفٹنٹ کرنیل کیلی کمان افسر چترال ریلیف فورس اپنی پلٹن سفر مینا ستینہ گلگت اور جس قدر کشمیر امپیریل سروس فوج گلگت سے لیجا سکتی تھی وہ سب اور پہاڑی توپخانہ ریاست اپنے ساتھ لے کر مع جملہ فوجی افسران کے جو گلگت میں موجود تھے اور مع ملکی لیویوں کے چترال کو روانہ ہوے لیوی وہ سپاہی ہیں جنہیں والنٹیر کے طور پر بھرتی کر کے سالانہ چند روز فوجی تعلیم دی جاتی ہے اور جنگی خدمات کے لیے تیار رکھا جاتا ہے جس کے عوض کچھ رقم ادا کی جاتی ہے۔ راستہ میں جابجا ان کی رکاوٹ ہوئی۔ مگر اس کا مقابلہ کرتے ہوے یہ فوج جنرل لو کی چترال ریلیف اکسپیڈیشن سے دو ایک روز پیشتر چترال پہونچ گئی۔ عمرا خاں اور شیر افضل نے جب دیکھا کہ دونوں طرف سے فوج آرہی ہے اور ان کے لیے پھندا تیار ہو رہا ہے تو اس کے پہونچنے سے پہلے ہی وہ محاصرہ چھوڑ کر مع اپنے سامان کے نغانستان کی طرف نکل گئے۔ اور اہل قلعہ آزاد ہو گئے۔

ڈاکٹر رابرٹسن نے چترال پہونچکر امیر الملک کو نظر بند کرلیا تھا۔ اور اس کے چھوٹے بھائی شجاع الملک کو جو اس وقت بالکل نوجوان تھا تابع منظوری سرکار ہند مہتر کے اختیارات

دیدیے تھے بعد میں بمنظوری سرکار اُسے تمام ملک کٹور کا مہتر تسلیم کیا گیا۔ اور ملک خوش وقتیہ کو جو چترال سے بطرف گلگت ایک پڑاؤ کے فاصلہ سے شروع ہو کر پونیال کی سرحد پر ختم ہوتا تھا ریاست کشمیر کے ساتھ الحاق کر لیا چترال میں ایک پولٹیکل افسر تعینات کیا گیا اور فوج سرکار انگلشیہ کی چھاؤنی دروش میں بنائی گئی۔ اس فوج کا کچھ حصہ چترال میں بھی تعینات کیا گیا۔

یہ انتظام کچھ عرصہ جاری رہا۔ پھر چترال کو پولٹیکل ایجنسی مالاکنڈ کے ماتحت کردیا گیا اور چند سال بعد مہتر شجاع الملک کے اصرار پر چترال سے کوتل شاندور تک نصف سے زیادہ حصہ ملک خوش وقتیہ کا مہتر کو حوالہ کر دیا گیا۔ باقی نصف درہ شاندور سے سرحد پونیال تک یعنی علاقہ جات کوہ۔ غذر۔ دیاسین واشکومن بدستور شامل ریاست رہے اس طرح سے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتح مندوری کوٹ بالآخر بارآور ثابت ہوئی۔

بعد میں جنگ افغانستان ۱۹۱۹ء میں مہتر شجاع الملک کے لشکر نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ ان کے صلہ میں اُس کو خطاب ہز ہائنس اور اعزاز کے۔سی۔آئی۔ای اور سلامی ۱۱۔ افواج عطا ہوئی۔ اب چترال فعلاً ایک چھوٹی سرحدی ریاست کے درجہ پر پہنچ گئی یہ تینوں فتوحات مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد کی بڑی نمایاں یادگاریں ہیں جن میں افواج ریاست نے برہنمائی افسران انگریزی بہت بڑی جوانمردی دکھلائی ہے معرکہ چترال کے بعد سرحد گلگت پر اب تک کوئی فساد نہیں ہوا ہے۔ البتہ افواج ریاست نے یورپ کی جنگ عظیم میں بہت کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور بڑی نیکنامی حاصل کی ہے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا دربار مہاراجہ کا دربار کھلا ہوا رہتا تھا۔ اور ان کے والد بزرگوار مہاراجہ رنبیر سنگھ کی طرح اُن کے دربار میں بھی کسی کے لئے رکاوٹ نہ تھی۔ ان کا معمول یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ اپنے خانگی مندر میں پوجا کے لئے آجاتے تھے۔ دراصل یہ ایک قسم کا دربار تھا۔ جہاں خاص خاص لوگ باریاب ہوتے تھے اور ان کے معاملات طے پاتے تھے بعد ازاں دوپہر کے قریب وہ کھانے سے فارغ ہو کر دربار میں آجاتے تھے۔ یہاں تمام درباری اور اہل غرض پہلے سے حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اُن کا سکرٹری بھی بستہ لئے ہوئے تیار رہتا تھا سائلوں کی عرضیاں کی

سماعت ہوتی تھی۔ اور احکام صادر کیے جاتے تھے۔ لوگوں سے بات چیت ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی منشی کا معمولی کام جاری رہتا تھا۔ دو بجے کے قریب یہ دربار عام ختم ہو جاتا تھا۔ اور مہاراجہ دم بھر حقہ کشی کے ساتھ آرام کرتے تھے۔ پھر دربار خاص شروع ہوتا تھا۔ جملہ منسٹر اور خاص درجے کے عہدہ دار حاضر ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ معاملات طے کئے جاتے تھے اور عام قسم کی باتیں بھی ہوتی ہیں اور کاروبار ریاست جاری رہتے تھے۔ یہ دربار مہاراجہ کی طرف سے اجازت ہونے پر ختم ہوتا تھا۔

پرائیوٹ قسم کا ایک اور دربار رات کے وقت ان کے کمرے میں منعقد ہوا کرتا تھا جو خاص قسم کے اعلیٰ طبقہ کے ملازم وغیر ملازم اشخاص پر محدود تھا۔ اسمیں پرائیوٹ قسم کی باتیں بے تکلفانہ اور نہایت آزادی سے ہوتی تھیں۔ لوگوں کے گھر بار اور بچوں کے حالات خیریت دریافت کئے جاتے تھے۔ ان کے آرام وآسائش کے متعلق بحث ہوتی تھی۔ بچوں کی تعلیم وتربیت اور ملازمت کے متعلق تجاویز پیش اور طے ہوتی تھیں۔ یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہتا تھا اس ہی نے اہل دربار کو مہاراجہ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

مہاراجہ کا حافظہ خصوصیت سے بہت اعلیٰ تھا جس کسی کو مہاراجہ نے ایک دفعہ دیکھ لیا اُسے وہ کبھی نہیں بھولتے تھے اور دیکھتے کے ساتھ ہی پہچان لیتے تھے اور جن امور کے متعلق اُس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہوتا تھا اسی سلسلہ میں گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ لوگوں سے اس درجہ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ ہر درجہ کے لوگ جنھیں دو ایک دفعہ باریابی ہو گئی۔ مدت العمر گرویدۂ احسان رہتے تھے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ نے چالیس سال اور چار ماہ نہایت نیک نامی اور اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے پچھتر سال کی عمر میں بمقام سری نگر دارالحکومت کشمیر ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۵ء کو عالم جاودانی کی طرف سفر اختیار کیا۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا عہد کیا بلحاظ ترقیات انتظامی اور کیا بلحاظ وسعت حدود اراضی بہت ممتاز رہا ہے عام انتظام میں افسران ریاست کو صوبہ پنجاب کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رہا ہے اور وسعت سلطنت کے لحاظ سے ہندوستان کی کوئی ریاست اُنکی

سري راجہ سر امر سنگھہ صاحب بہادر

کے - سي - ایس - آئي

مدارالمہام و کمانڈر انچیف افواج ممالک جموں و کشمیر وغیرہ
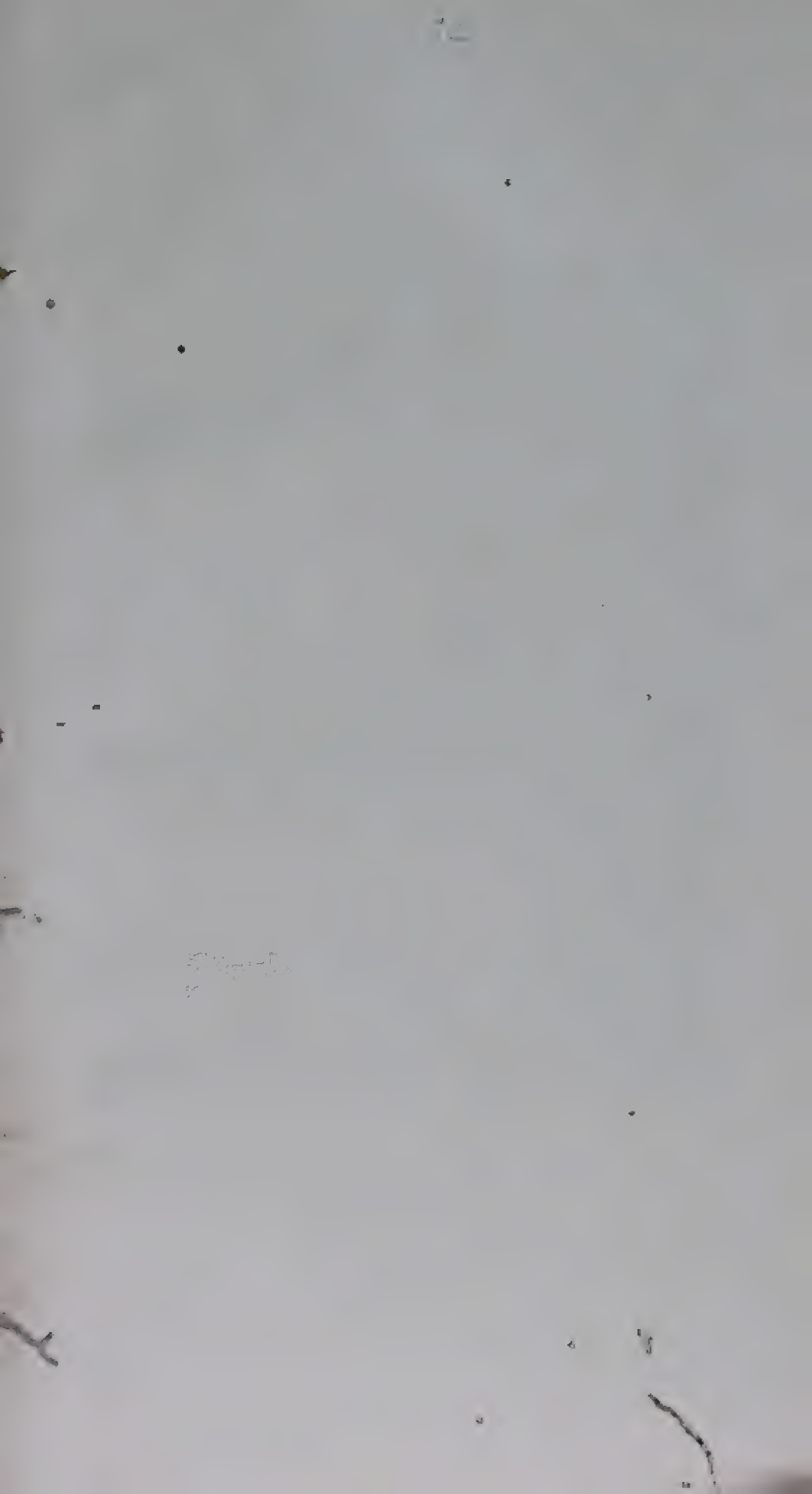
ہمسری کو نہیں پہونچ سکتی تھی۔ اُس کی سرحد سلطنت چین، کے صوبہ کاشغر سے تجاوز کر کے صد ہا میل تک سلطنت افغانستان کے ساتھ ملتی تھی اور اسی مناسبت سے نائٹ نے تسخیر ہونزہ کا بیان لکھنے کے بعد اپنے سفرنامہ کو "ویر تھری امپایرس میٹ" یعنی "جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں" کا نام دیا ہے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی جگہ اُن کے جواں بخت بھتیجے مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر سریر آرائے حکومت ہوئے لیکن عہد کے حالات کا اندراج اس کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ لہذا جوان بخت مہاراجہ بہادر اور ان کے لبند اقبال ولیعہد کی صرف شبیہہ شامل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔
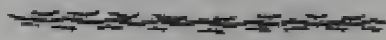
باب چوتھا

سندات وعہدنامہ جات وغیرہ

(۱) سند عطا کردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی شہریار لاہور

(داہنے ہاتھ کی چھاپ)

(مہر) (صحیح خاص)

درایں وقت فرخندہ رخت ازراہِ تفقدات وتلطفات راج ملک چکلہ جموں
کہ از آبا ر و اجداد ملک موروثی وملکیت بزرگان اوجل دیدار نرل بدھ مقرب
بارگاہ سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ راجہ گلاب سنگھ واوجل دیدار نرل بدھ مقرب
بارگاہ سلطانی میاں دھیاں سنگھ وراجہ سوچیت سنگھ بود از خودسالگی کہ قریب
دہ دوازدہ سال عمر مشار الیہاں بود کہ درجناب فیض مآب شرفیاب گردیدہ اند
وہم آبا ر و اجداد موصی الیہاں از قدیم الایام پشت در پشت دربجا آوری حسن خدمات
سنگھ صاحب فیاض سرگباسی ابدی صاحب ام مہان سنگھ جیو از صدق دل حاضر
ماندہ بودند وہم ہر سہ اوجل دیداران غاشیۂ عبودیت وفرمانبرداری وخیرخواہی
وخیراندیشی وحاضرباشی بردوش جان کشیدہ دقیقۂ از دقائق نمک حلالی و
جانفشانی ونوکری فروگذاشت نکردہ در ہر جنگ ومعرکہ مثل افتتاح ملتان وکشمیر
وقتال مفسدان بداندیش آنروے دریاے سندھ وافواج آمدہ کابل ولیت وہ
وغیرہ از سرِ بلندشگی وجان نثاری ومردانگی فرق وتفاوت بیان نیاوردہ لہذا
ملک چکار مذکور درجہ راجہ موصوف نسلاً بعد نسل عطا ومرحمت شدہ وتنقہ راج مذکور

از دست مبارک بہ ادجل دیدار نرمل بدھ مقرب بارگاہ سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ
راجہ گلاب سنگھ مہربان فرمودہ واز راہ کمال توجہات و مہربانی وبجا آوری حسن خدمات
سرکار والا قشقہ راج ملک سندر الیتہ درو جہ ادجل دیدار نرمل بدھ راجہ سوچیت
سنگھ جیو از حضور فیض گنجور عطا ومرحمت شدہ کہ حاصلات آنرا در مایحتاج خود
آوردہ نسلاً بعد نسلٍ می خوردہ باشند وبخدمات وخیرخواہی ونمک حلالی سرکار والا
سرگرم باشند کہ بفضل سری اکال پورکھ جیو ہرکس کہ از خاندان عالیشان سرکار
فیض آثار خواہد بود بموجب ہمیں پروانہ حضور انور بعمل آوردہ وجہے فرق و
تفاوت نخواہد ساخت وہرکس کہ از پشت راجہ ہائے دمیاں موصوف بودہ باشد
کمرہمت بستہ در نوکری وخیرخواہی وفرمانبرداری ونمک حلالی سرکار فیض آثار
حاضر ورجوع باشند۔ لہذا پروانہ والا بصحیح وپنجہ زعفرانی بدست مبارک مزین
فرمودہ عطا شد۔ تحریر بتاریخ چہارم ماہ ہاڑ سمبت ۱۸۷۹ بروانگی حضور (مطابق ۲۲ جون ۱۸۲۲ء)

(۲) عہدنامہ لداخ فیما بین دولتین عالیین لہاسہ وجموں

چوں دریں زمان فرخندہ عنوان بتاریخ دوم ماہ اسوج سمبت ۱۸۹۹ ایان
افسران لہاسہ یکے کالون زور کھانگ دوویم پی ثنی شاٹا افسر افواج خاقان
چین واز طرف سری مہاراجہ صاحب راجہ راجگان راجہ صاحب بہادر راجہ
گلاب سنگھ جی دو افسر یکے صاحب مختار الدولہ دیوان ہری چند دوویم وزارت
پناہ وزیر رتنوں در مجلس صلح وعہد وپیمان باتفاق ہمدیگر نشستہ وطریقہ وسررشتہ
دوستی وواحد خانگی لبصافی باطنی جانبین واقسام قسم ہائے کونچھوک صاحب
یاد کردہ چنیں قرارداد مقرر شدہ کہ رابطہ صلح وصلاح وواحد خانگی سری مہاراجہ
صاحب بہادر راجہ گلاب سنگھ جی وخاقان چین ولامہ گورو صاحب لہاسہ والہ
از روئے صفائے باطنی ابتدائے حال تا ابدالدہر مستحکم ومربوط خواہد بود وبحضور
کونچھوک صاحب بوجہے من الوجوہ عدول وفرق وقصور نخواہد شد وآنچہ کرحد.

حدود ملک لداخ مع اطراف از قدیم الایام مقرر است ہمراہ آں گاہے واسطہ وغرض
اصلاً ومطلقاً نیست ونخواہم کرد۔ واجراے پشم شال وچاے بموجب آئین قدیم
سال بسال از راہ لداخ خواہم ساخت واگر کسے از مخالفان سری راجہ صاحب بہادر
در اطراف وملک ہاے مایاں وارد شود سخنہاے مخالفان مذکورہ را پذیرائی نمی کنم و
مشار الیہاں را در ملک خود جاے نمی دہم وآں کہ سوداگران لداخ در اطراف ہاے
ما می آیند آنہا را مزاحمت نخواہد شد۔ وایں کہ در صدر قرار داد محکمی ودوستی دوا حد
خانگی ومقرری حد حدود ملک لداخ وجاری گذاشتن راہ پشم شال وچاے نوشتہ
دادیم سر موے خلاف نمی سازیم۔ برایں عہد وقول کوچھوک صاحب وگاتری دیوی و
چوہ مہان وخوش حال چوہ گواہ اند۔ تحریر عہد نامہ دویم ماہ اسوج سمت ۱۸۹۹ مطابق ستمبر ۱۸۴۲ء

(مہر وغیرہ)

(۳) عہد نامۂ لاہور مرقومہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء فیمابین سرکار انگلشیہ وسرکار لاہور

چونکہ عہد نامۂ دوستی واتحاد کہ در ۱۸۰۹ء فیمابین سرکار انگلشیہ ومہاراجہ رنجیت سنگھ
سرگ باشی والی لاہور زیب توثیق پذیرفتہ بود از تاخت وشورش نمودن افواج سرکار
لاہور بلا سبب بر مملکت سرکار انگلشیہ در ماہ دسمبر گذشتہ منقضی گردید وچونکہ اندراں
ہنگامہ از روے اشتہار مرقومہ سیزدہم ماہ دسمبر مکانات کہ اندراں وقت بقبضۂ مہاراجہ
صاحب لاہور جانب چپ دریاے ستلج بود بضبطی درآمدہ شامل مملکت انگلشیہ
گشتہ واز آں وقت آں چناں جنگ وجدل از طرف سرکاریں باہدگر برپا شدہ
کہ ثمرہ ونتیجہ اش موجب رسیدن فوج انگریزی در لاہور گردید وچونکہ ایں معنی استقرار
پذیرفتہ کہ سررشتہ مصالحت وموافقت از روے بعضے شرائط باز منضبط و
مستحکم گردد لہذا عہد نامہ مصالحت فیمابین سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر وسرکار مہاراجہ
دلیپ سنگھ بہادر والی لاہور واخلاف ووارثان وجانشینان ایشان کہ از طرف
سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر ومیجر لارنس صاحب
بہادر کہ بصاحبان ممدوحین اختیار کلی درایں باب از طرف نواب مستطاب معلی القاب

رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔سی۔بی۔ گورنر جنرل بہادر یکے از مشیران خاص
حضور فیض معمور حضرت ملکہ معظمہ انگلستان اند کہ از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز
بہادر بنابر انجام و انصرام تمامی امور جزو کل ہندوستان مامور اند حاصل شدہ و از طرف
مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر والی لاہور بواسطہ بھائی رام سنگھ و راجہ لعل سنگھ و سردار
تیج سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والہ و سردار رنجور سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نورالدین
معتبرانے کہ از طرف مہاراجہ دلیپ سنگھ والی لاہور برائے انعقاد عہدنامہ ہذا معین
و مامور شدہ اند حسن انعقاد پذیرفتہ۔

دفعہ اول۔ سررشتہ صلح و موافقت و طریقہ دوستی و مواعدت فیمابین سرکار انگلشیہ
و مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر و وارثان و جانشینان شان نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن مؤبداً
جاری و برقرار خواہد ماند۔

دفعہ دوم۔ مہاراجۂ لاہور تمامی مکانات و علاقہ جات کہ بطرف جنوب جانب
چپ دریائے ستلج یعنی طرف لودھیانہ و فیروزپور واقع است چہ از طرف خود و چہ از
طرف اولاد و وارثان و قائم مقام خود نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن واگذاشتہ و از ہر قسم
دعوی آن دست بردار شدند و اقرار می نمایند کہ گاہے از مکانات مذکورہ یا ساکنان
آن جا نوعی علاقہ و سروکار نخواہند داشت۔

دفعہ سوم۔ مہاراجہ صاحب علاقہ ملک مابین ہر دو دریائے ستلج و بیاس مع
کوہستان متعلقہ ہر دو دریائے مذکور کہ باقرار لادعوگی سرکار لاہور از ملک مذکور در آمدہ
بسرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر برائے دوام تفویض نمودند۔

دفعہ چہارم۔ چونکہ سرکار انگلشیہ از ریاست لاہور بجہت تلافی اخراجات جنگ
و محاربہ علاوہ ملک مفوضہ مندرجہ دفعہ سوم عہدنامہ ہذا مبلغ یک و نیم کرور روپیہ طلب
ساخت و سرکار لاہور بدادن زر نقد کل و یا ضامنی لایق اعتبار و دلجمعی سرکار انگلشیہ
استطاعت و استعداد ندارد لہذا مہاراجہ صاحب قلعہ جات و ممالک و حقوق علاقہ
ملک کوہستانی کہ مابین دریائے بیاس و سندھ جانب ہزارہ واقع اند مع دیار کشمیر
و ہزارہ و متعلقہ آن بعوض کرور روپیہ من جملہ زر مطلوبہ بسرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر

برائے دوام تفویض نمودند

دفعہ پنجم۔ مہاراجہ صاحب بروقت حسن انعقاد یافتن عہدنامہ ہذا و ماقبلش مبلغ پنجاہ لک روپیہ بسرکار انگلشیہ خواہند رسانید۔

دفعہ ششم۔ مہاراجہ صاحب اعتراف می سازند کہ مفسدان را از افواج لاہور معزول و موقوف خواہند ساخت و اسلحہ ہم از انہا خواہند گرفت و در این معنی مقر می شوند کہ نظم و نسق فوج آئین را بموجب آئین کہ در باب تنخواہ و مواجبات آنہا کہ در وقت مہاراجہ صاحب رنجیت سنگھ سرگ باشی جاری بود باز خواہند نمود و نیز مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ تنخواہ باقی واجبی افواج معزولین بموجب احکامات دفعۂ ہذا ادا خواہند ساخت۔

دفعہ ہفتم۔ فوج آئین و ضروری در ریاست لاہور منحصر بر تعداد دوازدہ ہزار سوار و بست و پنج پلاٹن ازین وقت خواہد ماند کہ در ہر یک پلاٹن آن ہشت صد مردم تفنگ بردار مقرر خواہد بود و آئین تعداد مجوزہ بلا استرضاے سرکار انگلشیہ گاہے تزاید نخواہد پذیرفت الا در صورت ضروری کدام مقدمہ اگر نگہداشت شود اطلاع نسبت آن بخدمت اہالیان سرکار انگریزی دادہ آید و بعد انقضاے مقدمہ ضروری باز تعداد فوج بشرح مرقومۂ بالا مسلم اند۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ اتواپ کہ در تعداد دو صد و سی و شش ضرب خواہد بود و از آن توپ ہاے مقابلہ افواج انگریزی کردہ بودند و از بودن آنہا در جانب راست دریاے ستلج بضبط و اخذ سرکار انگلشیہ در جنگ بیرون ماندہ بسرکار انگلشیہ تسلیم خواہد نمود۔

دفعہ نہم۔ اختیار سرکار انگلشیہ بر دریاہاے بیاس و ستلج تا آنجا کہ دریاے ستلج بدریاے سندھ مخلوط می شود و از آن جا تا سرحد بلوچستان در باب محصولات و راہداری و عبور و مرور آنجا خواہد ماند از شرائط دفعہ ہذا ہیچ وجہ آب کشتی ہاے سرکار لاہور و در دریاہاے مذکورین براے تجارت ماسواے مزاحمت دخل نخواہد بود و تجویز محصول بابت گذرات بمقاماتے کہ دریاے مذکور حد فاصل علاقہائی

سرکار انگریزی و سرکار لاہور باشد بدیں نمط خواہد بود کہ از آمدنی نصف سرکار کمپنی و نصف تفویض سرکار لاہور بعد وضع اخراجات خواہد شد و شرائط ایں دفعہ متعلق بگذرات مقابل علاقہ بہاول پور نگذارد

دفعہ دہم- احیاناً اگر سرکار انگلشیہ را بنا بر حفاظت ملک خود یا ملک متعہدان خود انتہاض و گذر افواج انگریزی از مملکت مہاراجہ صاحب ضرور گردد پس در ہچو وقت خاص بعد از اطلاع دہی گذر افواج انگریزی از راہ ملک سرکار بلا مزاحمت و ممانعت از جانب سرکار موصوف خواہد بود بلکہ اہلکاران سرکار مہاراجہ لاہور در فراہمی سامان مطلوبہ لشکر ظفر پیکر از قسم سفالیں و رسد و چارہ دواب و امداد و اعانت بذل خواہند کرد و از سرکار ممدوحہ قیمت واجبی ہر چیز دادہ خواہد شد و تلافی نقصان زراعت بخوبی خواہد شد و سرکار انگلشیہ ہر نمط لحاظ بابت رسوم دھرم و دین سکنائے ملک لاہور خواہند داشت۔

دفعہ یازدہم- مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ بدوں استرضا و استجازت اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر کسے از مردمان ولایت انگلستان را یا دیگر مردم فرنگ یا متوطنان امریکہ ملازم و نوکر نخواہند داشت۔

دفعہ دوازدہم- بجلدوے خدمت گذاری راجہ گلاب سنگھ رئیس جموں کو در باب ازدیاد روابط دوستی و اتحاد فیمابین سرکار لاہور و سرکار دولتمدار انگلشیہ از راہ نمک حلالی در قیام ریاست لاہور تقدیم رسانیدہ مہاراجہ صاحب قبول و قرار می نمایند کہ اقتدار بالاستقلال راجہ گلاب سنگھ را در ہمچنیں علاقہ جات کوہستانی کہ ازروئے اقرار علیحدہ فیمابین راجہ موصوف و سرکار انگلشیہ بہ راجہ معز الیہ تفویض خواہد یافت مع متعلقات آں کوہستان کہ از عہد مہاراجہ کھڑک سنگھ سرگباشی تحت قبضہ راجہ گلاب سنگھ است مقبول و منظور خواہند داشت و ہم سرکار انگلشیہ بلحاظ حسن رویہ راجہ گلاب سنگھ اعتراف می فرمایند کہ اقتدار بالاستقلال راجہ موصوف در ہمچنیں علاقہ جات قبول و پذیرا خواہند نمود و راجہ موصوف را در زمرۂ متعہدان ایں سرکار گردوں وقار دانستہ بعطائے عہد نامۂ علیحدہ ممتاز خواہند فرمود۔

دفعہ سیزدہم۔ احیاناً اگر فیما بین سرکار لاہور و راجہ گلاب سنگھ نزاع و تکرار رود مہاراجہ صاحب والی لاہور اقرار می نمایند کہ نزاع مذبورہ را پیش اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر رجوع خواہند ساخت و اہالی ممدوح ہرچہ از روئے ثالثی رفع انفصال خواہند نمود۔ مہاراجہ صاحب والی لاہور آں را بطوع خاطر قبول و منظور خواہند داشت

دفعہ چہاردہم۔ حدود مملکت لاہور بلا استرضائے سرکار انگلشیہ گاہے تبدیل و تغیر نخواہد یافت۔

دفعہ پانزدہم۔ سرکار انگلشیہ در انتظام امورات ریاست لاہور دست اندازی نخواہند فرمود مگر در اموراتے کہ مہاراجہ صاحب بہادر مصلحت و مشورت از سرکار انگلشیہ خواہند خواست نواب گورنر جنرل بہادر صلاح صواب نظر بر انتظام ریاست موصوفہ خواہند داد

دفعہ شانزدہم۔ رعایا و ملازمان و تاجران سرکار انگریزی و سرکار لاہور در آمد و رفت ملک حدہائے بمنزلہ رعایائے ممالک دیگر کہ بانہا رابطہ اتحاد مستحکم باشد متصور خواہد بود

ایں عہد نامہ مشتملبر شانزدہ دفعہ امروز بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر حسب الحکم نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر کہ از طرف سرکار دولت مدار انگلشیہ برائے انجام ایں امر معین شدند و بواسطہ بھائی رام سنگھ و راجہ لعل سنگھ و سردار تیج سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والا و سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور الدین کہ از طرف سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر مقرر گردیدند حسن انعقاد یافتہ و بمہر و دستخط نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ صاحب جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر و مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر مزین گردیدہ۔ مرقوم بمقام لاہور بتاریخ نہم ماہ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء مطابق دہم شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۶۲ ہجری نیز مطابق ۲۹۔ پھاگن سمت ۱۹۰۲

(دستخط) ایچ۔ ہارڈنگ
مہاراجہ دلیپ سنگھ
و سات وزیران

(۴) اقرارنامہ بعد از عہدنامہ

مرقومہ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء

چونکہ سرکار لاہور برائے استقامت فوج انگریزی تا چند مدت بنابر مخالفت شاہزادہ صاحب بہادر و مہارانی صاحبہ و مردم سکنہ لاہور و برطرفی مفسدان و بحالی سپاہ بموجب آئین عہدنامہ مقررہ دہم مارچ سنہ الیہ درخواست کرد. و ایں معنی بہ پیشگاہ بندگان حضور لارڈ گورنر جنرل بہادر بعد غور تامل قبول گردیدہ لہذا فیمابین سرکار عالیین اقرارنامۂ ہذا مشتمل بر ہشت دفعہ تکمیل یافت۔

دفعہ اول۔ آں قدر فوج کہ بنابر حفاظت لاہور بدانست نواب گورنر جنرل بہادر کافی باشد تا اختتام ۱۸۴۶ء بشہر لاہور استقامت خواہند داشت مخفی نباشد کہ اگر وقتے قبل از انقضائے میعاد مذکور امر مرقوم بدانست دربار لاہور بانجام رسیدہ باشد و درخواست برخاستگی فوج از جانب لاہور شود بوقت مناسب برخاست کردہ خواہد شد۔ لیکن بعد انقضائے میعاد مذکورہ بالا اقامت فوج نخواہد شد۔

دفعہ دوم۔ از طرف دربار لاہور اقرار گردیدہ است کہ تا آمدن فوج انگریزی بہ لاہور بر کل شہر لاہور فوج انگریزی را تسلط خواہد بود و افواج لاہور از کل شہر بیرون خواہد ماند۔ و سرکار لاہور اقرار می نماید کہ بالکل اخراجات فوج مذکور مثل سفر خرچ و بھتہ کہ بسبب اقامت در لاہور و بیرون از چھاؤنی ہائے انگریزی زیادہ از دستور مقرری خواہد شد ادا خواہند کرد۔ و مقام قیام ہائے افسران مع افواج بلحاظ مراتب آرام ہماں تجویز خواہند کرد۔

دفعہ سوم۔ سرکار لاہور اقرار می نماید کہ فوراً بلا توقف بدل و جان بیرومی و کوشش برائے انتظام افواج خود شرح مندرجہ صدر مندرجہ دفعہ ششم عہدنامہ مرقومہ ۹ مارچ سنہ حال خواہند کرد و اطلاع بقدر رُوداد انتظام خدمت صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر و نائب شان مع مقامات استقامت فوج مقررہ جدیدہ خود کردہ خواہند داد

دفعہ پنجم۔ سرکار انگریزی اقرار می نماید کہ حقوق آں ہگی جاگیرداران کہ متوسلان خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگ باشی و مہاراجہ کھڑک سنگھ سرگ باشی و مہاراجہ شیر سنگھ سرگ باشی ہستند و جاگیر آنہا اندرون مقاماتے کہ از روے دفعہ ہشتم و چہارم عہدنامہ مورخہ نہم مارچ سنہ حال بتصرف سرکار انگریزی در آمدہ قائم خواہند داشت و جاگیرات مذکورہ در حین حیات ضبط نخواہند شد

دفعہ ششم۔ سرکار لاہور در تحصیل حساب واجب الوصول و بقیات از کارداران سابقہ خود لغایت فصل خریف گذشتہ سنہ ۱۹۰۲ بکرماجیت اعانت و امداد از سرکار انگریزی خواہند یافت۔

دفعہ ہفتم۔ سرکار لاہور را اختیار خواہد بود کہ ہگی خزانہ و مال و ذخیرہ از راہ خود سوائے ابواب از مکانات مندرجہ دفعہ سویم و چہارم عہدنامہ مورخہ نہم مارچ سنہ الیہ بگیرند۔ سرکار انگلشیہ را اختیار خواہد بود کہ ہر چہ خریدن آں منظور باشد بقیمت واجب پیش خود دارند و ہر چہ باقی باشد بصورت خواہش سرکار لاہور باعانت ملازمان سرکار انگریزی نیلام شدہ زر قیمت آں عائد سرکار لاہور شود۔

دفعہ ہشتم۔ از سرکار عالیین اشخاصے براے تجویز و تقرر حدود میاں ہر دو عملداری نسبت مقاماتے کہ از روے دفعہ سویم و چہارم عہدنامہ مرقومہ نہم مارچ حال بقبضۂ سرکار انگریزی در آمدہ فی الفور مقرر خواہند شد۔ بتاریخ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء بمقام چھاؤنی میانمیر

---

(۵) عہدنامہ فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ

مرقومہ بمقام امرتسر بتاریخ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء

عہدنامہ ہذا فیمابین سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ رئیس جموں بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر بارنٹ و میجر لارنس صاحب بہادر کہ سفارتاً بصاحبان ممدوح اختیار کلی درایں باب از طرف نواب مستطاب

معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ صاحب بہادر جی۔سی۔بی۔گورنر جنرل بہادر کہ یکے از مشیرانِ خاص حضور فیض معمور ملکہ معظمہ رفیع الدرجہ انگلستان جلد اللہ ملکہا و از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بنا بر انتظام و سرانجام تمامی امور جزو کل ہندوستان ماموراند حاصل شد و امضائے مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بہ دفعات تکمیل یافتہ فقط

دفعہ اول۔ سرکار انگلشیہ دیار کشمیر و ہزارہ و جمیع ملک کوہستانی کہ جانبین دریائے راوی و سندھ جانب ہزارہ واقع اند بمعہ متعلق آن کوہستان واقع جانب مشرق دریائے سندھ و جانب مغرب دریائے راوی مع علاقہ چمبہ سوائے لاہول منجملہ ملک سرکار لاہور کہ بسرکار انگلشیہ از روے دفعہ چہارم عہد نامہ مرقومہ نہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء تفویض و تسلیم ساختہ اند بہ مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ برائے اولاد ذکور صلبی شان برائے دوام باختیار مستقل عطا نمودند۔

دفعہ دویم۔ حدود شرقی علاقہ جات کہ بموجب دفعہ اول ایں عہد نامہ بمہاراجہ گلاب سنگھ مفوض شدہ بتجویز امین ہائے کہ از طرف سرکار انگلشیہ بمہاراجہ گلاب سنگھ مقرر خواہد شد تعین و تشخیص خواہد یافت۔ و بعد ملاحظہ مندرج اقرارنامہ علٰحدہ خواہد شد۔

دفعہ سویم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ بعوض عطا شدن ملک مندرجہ دفعات مذکور الصدر۔ مہاراجہ موصوف مبلغ ہفتاد و پنج لک روپیہ نانک شاہی بسرکار انگلشیہ یک مرتبہ خواہد داد یعنی پنجاہ لک روپیہ بر وقت حسن انعقاد یافتن عہد نامہ ہذا و بست و پنج لک اندرون شش ماہ از تاریخ ہذا فقط۔

دفعہ چہارم۔ حدود ملک مہاراجہ گلاب سنگھ بلا استرضائے سرکار انگلشیہ گاہے تبدیل و تغیر نخواہد یافت۔

دفعہ پنجم۔ احیاناً اگر فیما بین مہاراجہ گلاب سنگھ و سرکار لاہور یا دیگر کدام سرکار قرب و جوار علاقہ مہاراجہ صاحب موصوف نزاع و تکرار بروید مہاراجہ موصوف اقرار می نماید کہ نزاع مذکورہ را بہ پیش اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر رجوع خواہند ساخت و اہالی سرکار

بارے از روئے ثالثی رفع و انفصال خواہند نمود مہاراجہ موصوف آں را بطوع و رغبت قبول و منظور خواہند داشت۔

دفعہ ششم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ خود و از طرف اولاد خود اقرار می نمایند کہ وقتے کہ فوج ظفر موج انگریزی در ملک کوہستانی و یا ملکے کہ ملحق علاقہ جات مہاراجہ صاحب موصوف باشد ماموروں متعین گردد مہاراجہ موصوف مع کل فوج خود عند الطلب شامل فوج انگریزی خواہند شد۔

دفعہ ہفتم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ بدون استرضائے و استجازت اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر کسے از مردمان ولایت انگلستان را یا دیگر مردم فرنگ و از متوطنان امریکہ ملازم و نوکر نخواہند داشت۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار می نمایند کہ شرائط دفعات پنجم و ششم و ہفتم اقرار نامہ علیحدہ کہ فیما بین سرکار انگلشیہ و دربار لاہور مورخہ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء زیب توثیق یافتہ در بارہ ملکے کہ مفوض مہاراجہ موصوف شدہ ملحوظ خواہند داشت فقط

دفعہ نہم۔ سرکار انگلشیہ اعتراف می نمایند کہ امداد مہاراجہ گلاب سنگھ در حفاظت راج و ملک مہاراجہ موصوف از دشمنان بیرونی خواہند کرد فقط

دفعہ دہم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار می نمایند کہ نظر بر علو و عظمت و اقتدار سرکار انگریزی سال بہ سال یک راس اسپ و دوازدہ شاخ بز پشمین قسم اعلیٰ شش نر و شش مادہ باشد و دو زوج دو شالہ کشمیر بطریق نذرانہ بسرکار انگلشیہ خواہند رسانید

ایں عہد نامہ مشتملبر دہ دفعہ بمہر و دستخط فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر سفارتاً از جانب نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر و اصالتاً از جانب مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بعد تکمیل مزین گردیدہ۔ مرقوم بمقام امرت سر۔ واقعہ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء

(دستخط) ایف۔ کرے۔

(دستخط) ایچ۔ ایم۔ لارنس

(دستخط) ایچ۔ ہارڈنگ

(۶) اقرار نامہ فیمابین سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ

درباب تبادلہ ہزارہ وغیرہ با علاقہ شرق جہلم

اقرار نامہ فیمابین سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ صاحب بہادر و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بمنظوری دیوان دینا ناتھ و رائے کشن چند معتمدان سرکار لاہور و دیوان جوالا سہائے معتمد و قاضی محکم الدین وکیل مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بشرط منظوری اہالیان جلیل الشان صدر عالی قدر بپیشگاہ حضور کرنیل سر ہنری منٹگمری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و رزیڈنٹ لاہور درباره تبدیل ہزارہ و پکھلی و کموڑہ الی حدود مظفر آباد و علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر واقع جانب مغرب دریائے جہلم با علاقہ سرکار لاہور واقع مشرق دریائے جہلم طرف جموں بدین شرح است کہ طرفین را منظور و قبول است کہ صاحب عالیشان کپتان ایبٹ صاحب بہادر بصلاح و منصفی کاغذات ملک ہزارہ وغیرہ غربی جہلم دیدہ معاملہ مشخص کردہ معافیات نہا نمودہ یک رقم سالیانہ قرار دادہ بقدر نصف آمدنی رقم ملک محاصل سالیانہ از شرق دریائے جہلم طرف جموں بعد منہائی معافیات مقرر و معین نمودہ یک حد مستحکم بنا بر رفع تکرار و مغالطہ دوام بدیں نمط کہ جانب مغرب دریائے جہلم لغایت حدود مظفر آباد و از انجا از نالہ کہ نہار بار راہ کوہستان یعنی از جائے کہ حد حتی الامکان راست شدن تواند و رائے صاحب ممدوح القدر لائق استواری باشد کشیدہ بیک سر خط تا دریائے سندھ رسانند کہ کدام نوع شک و شبہ در علیحدگی آں ملک باقی نماند۔ لہذا الآں مبادلہ ہر دو ملک شدہ گاہے ازیں تجویز و تبدیل ہر دو سرکار را عدول و انحراف نخواہد بود و بمقبوضہ خود قائم و قابض خواہد ماند۔ و اگر احیاناً تکرار رو دہد برجوع در محکمہ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و رزیڈنٹ لاہور انفصال خواہد یافت۔ یک نقل ایں اقرار نامہ بدستخط معتمدان طرفین بدفتر لاہور و دیگے بدفتر جموں و نیز بدفتر جناب صاحب رزیڈنٹ لاہور خواہد ماند فقط تحریر بتاریخ چہار دہم ماہ جیٹھ سمبت ۱۹۰۴ مطابق بست و پنجم ماہ مئی ۱۸۴۷ء روز سہ شنبہ مقام لاہور۔ جہ

نشانہ ہر چہار نشانہ   دستخط صاحب کلاں بہادر

ہر چہار نشانہ

دینا ناتھ۔ کشن چند۔ جوالا سہائے۔ محکم الدین

(۷) روبکاری باجلاس سر فریڈرک کرے صاحب بہادر بارنٹ ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب رزیڈنٹ لاہور و کمشنر اعلیٰ

مابین بحرین جمن و بیاس واقع دوازدہم ماہ مئی ۱۸۴۷ء بمقام لاہور

میاں جواہر سنگھ صاحب و میاں موتی سنگھ صاحب ابنائے راجہ دھیان سنگھ صاحب سرگ باشی

مدعیان

بنام

مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب

مدعا علیہ

دعویٰ جاگیر راجہ دھیان سنگھ والد خود علاقہ چھال و پونچھ وغیرہ آمدنی چار لکھ و پنجاہ ہزار تخمیناً۔ و جاگیر راجہ ہیرا سنگھ جسروٹہ وغیرہ آمدنی پنج لکھ روپیہ۔ نصفی جاگیر نقدی راجہ سوچیت سنگھ بلا تعداد۔ نقد و جنس۔ و حصہ جموں آمدنی سہ لکھ روپیہ۔

امروز مسل مقدمۂ ہذا بالمواجہ میاں جواہر سنگھ صاحب و میاں موتی سنگھ صاحب برادرزادگان مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر مدعیان و دیوان جوالا سہائے مختار کل سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر در پیش گردید۔ کاغذات مشمولہ مسل از اول تا آخر بلاحظہ و سماعت در آمد۔ و سوائے آں دستاویزات و سندات عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر سرگ باشی ہر قدر کہ طرفین بلاحظہ در آوردند دیدہ شد۔ واضح گردید کہ یازدہم اگست ۱۸۴۶ء دعویٰ مندرجۂ عنوان روبکاری تبقرر مہر سنگھ معتمد مدعیان باجلاس صاحب عالی شان کرنیل ہنری منٹگمری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ ریذیڈنٹ سابق لاہور پیش شدہ۔ صاحب موصوف حرف کیفیت از مہر سنگھ نویسانیدہ بلا دستخط و بقرار حکم خود بدفتر فرستادہ اند۔ ہیژدہم نومبر ۱۸۴۶ء روبکاری بدین خلاصہ تحریر یافت کہ درایں ولا دیوان جوالا سہائے مدار المہام و مختار کل سرکار مہاراجہ صاحب بہادر بمقام لاہور رسیدہ اند منشائے ایں جانب چنین است کہ بالکل صفائی مشفق مہربان میاں جواہر سنگھ صاحب با مہاراجہ

گلاب سنگھ بہادر بظہور آید بنابراں تذکرہ با دیوان مسطور درمیان آوردہ حکم شد کہ خط بنام میاں صاحب موصوف بدیں مضمون ترقیم گردد کہ حالا مصلحت چناں است کہ آں مہربان معتمد خاص خود یعنی دیوان نانک چند و منشی ہرنام داس و یک دو کس دیگر کہ طبع سلیم و روبہ نیک داشتہ باشند بخیر خواہی خود و بہبودی آں مہربان خواستہ باشند مبدع فساد نبودہ باشند بزودی زود روانہ فرمایند از روئے مشورت معتمدان طرفین درحق آں یک فیصلہ تجویز سازند و یک نوشت مہری خود بابت کل مختاری معتمدان بدیں مضمون کہ ہرچہ معتمدان بمشفق کرنیل لارنس صاحب بہادر فیصلہ خواہند ساخت قبول و منظور است نوشتہ سپرد آنہا باید کرد۔ چنانچہ بہمیں مضمون جاری شد فقط بست و ششم ماہ نومبر ۱۸۴۷ء

خط میاں جواہر سنگھ صاحب بدیں مضمون رسید کہ از ابتدائے سری مہاراجہ جی بجائے مہاراجہ سرگ باشی اند۔ دعوی پسری و پدری از ہر باب دائماً مصمم است امید کہ مرا ساخود برائے مورد پسری و پدری و سلوک ایں خانہ بصوب سری مہاراجہ جی صادر گردد و یک انگشتری وجہ عطایات گورنر جنرل بہادر رسید۔ چوں بعد ملاحظہ معلوم شد کہ نہ مہر بالائی لفافہ ہست و نہ نام و نہ اسم آرندہ خط است و یک شخص ولایتی کہ اکثر زبان فارسی می داند و چیزے واقف از خاندان راجگان کوہستان نیست۔ آوردہ ہمراہ قاضی محکم الدین گذرانیدہ نظر بر آں بتاریخ مسطور خط دیگر بنام میاں موصوف بدیں مضمون تحریر یافت سپرد ولایتی مذکور بذمہ داری قاضی محکم الدین کردہ شد چگونہ دریافتہ شود کہ ایں خط ازاں مشفق است نہ جواب مطابق خط اول ایں جانب است و نہ شکریہ عطائے حضور لارڈ گورنر جنرل صاحب بہادر دام شوکتہم و نہ نوشت مہری آں صاحب بدست حامل خط است بنابراں ایں خط شک افتادہ و ازیں سبب صلاح اصلح چناں است کہ آں مشفق بذات خود بمقام لاہور تشریف آوردہ ملاقات بصاحب عالی شان جان لارنس صاحب بہادر نمایند۔ ہرچہ بمشورہ صاحب ممدوح الصدر قرار یابد برآں عمل کردن مناسب است فقط

و بعد ہٰذا نظر بر زود فیصلہ شدن ایں مقدمہ تجویز تشریف بری جان لارنس صاحب بہادر قائم مقام ریزیڈنٹ لاہور بمقام جموں شدہ۔ چنانچہ دیوان جوالا سہائے

را گفتہ فرستادند کہ این جانب جریدہ طور بمقام جموں برائے فیصلۂ این مقدمہ خواہد رسید۔ نظر بر ضرورت امور انتظام جدید سرکار لاہور صاحب ممدوح بمولوی سید رجب علی خاں بہادر میر منشی این محکمہ حکم دادند کہ بنام دیوان جوالا سہائے نوشتہ بفرستند کہ رسیدن این جانب بسبب کثرت کار معطل است و میاں جواہر سنگھ موافق تحریر سابق بہ لاہور تشریف آرند۔ دیوان صاحب موصوف بجوابش نوشت کہ مراد میاں صاحب رنبیر سنگھ جی ہمیں بود کہ حضور صاحب ممدوح برائے سیر و شکار تشریف فرمائے جموں شوند اگر بسبب کثرت کار این عزم ملتوی باشد مالک اند۔ میاں جواہر سنگھ صاحب عازم لاہور خواہد شد حسب الارشاد میاں رنبیر سنگھ دیا د حضور حاضر خواہد شد۔ چہارم دسمبر ۱۸۴۷ء

صاحب ممدوح بجوابش از مولوی ممدوح رقعہ نویسانیدند کہ ہمراہ میاں جواہر سنگھ صاحب آمدن ایشاں عین خوشی این جانب است۔ پانزدہم ماہ دسمبر ۱۸۴۷ء

پروانہ بنام دیوان جوالا سہائے قلمی شد کہ میاں جواہر سنگھ کے تشریف می آرند و سبب توقف چہ بودہ چہ ارادہ است۔ ہر چہ بودہ باشد زود ازاں مطلع نمایند بست و ہفتم دیگر مکرر قلمی شد کہ ایشاں ہمراہ میاں جواہر سنگھ خواہد آمد یا نخواہد آمد صاف بنویسند۔ و از توقف ایشاں کہ بچہ سبب آگاہ نمایند۔ عرض دیوان موصوف بجوابش مشعر امروز فردا کردن میاں موصوف در روانگی لاہور رسید۔ خط بنام میاں موصوف بتاریخ سویم جنوری ۱۸۴۸ء نوشتہ شد کہ این جانب انتظاری تشریف آوری آں مہربان تا این قدر عرصہ کشید نہ خود تشریف آوردند و نہ جواب خط فرستادند حالا مناسب آنست کہ تشریف آرند اگر حالا ہم مثل سابق دیر کشیدند باز مشکل خواہد شد۔ و بنام دیوان جوالا سہائے قلمی شد کہ اگر میاں جواہر سنگھ صاحب زود تشریف آرند بہتر ورنہ ایشاں تنہا آیند و قاضی محکم الدین می رسد۔ خط سپرد محکم الدین شد۔ ہیژدہم جنوری ۱۸۴۸ء

خط میاں جواہر سنگھ صاحب بدیں خلاصہ رسید کہ از دار مدار معتمدان مہاراجہ صاحب بہادر این قدر توقف شد۔ ہفت دہم ماہ ماگھ سمبت ۱۹۰۴ روانگی آن طرف مقرر گردیدہ بست و ہفتم جنوری ۱۸۴۸ء خط میاں صاحب موصوف مشعر توقف کردن خود در روانگی

لاہور بسبب آمدن زلزلہ تاریخ دہم ماہ ماگھ بودن مہورت از روے شاستر رسیدہ
ہمان تاریخ بسبب لیت و لعل میاں صاحب در تشریف آوری خود بدر رطہ لاچاری
جواب نوشتہ شد کہ آں مشفق را در آمدن و نہ آمدن اختیار است طورے کہ مرضی باشد
نمایند۔ ایں جانب را ہیچ پروا نیست۔ سیزدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء خط میاں صاحب
موصوف بدیں مضمون رسید کہ بوصول خط قائم مقام ریذیڈنٹ سابق ارادہ لاہور کردہ
بودم بچند سبب توقف شد۔ حالا کہ خبر تشریف آوری جناب شنیدم ازیں سبب
بعد طے منازل بشوق ملاقات جناب و حصول ہمگی مطالبات خود بشاہدرہ رسیدیم بتاریخ
مذکور روبکاری خدمت اہالیان دربار لاہور بنابر تجویز مکان تحریر یافت و بدستور مقررہ
بیرون سواد لاہور فرود کردہ شدند۔ دو وکیل مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بہادر ایما شد
کہ رسیدن دیوان جوالا سہائے بنابر طے کردن مقدمہ حسب تجویز سابقہ کرنیل لارنس
صاحب بہادر بہ لاہور مناسب۔ بتاریخ بست و ہفتم ماہ اپریل ۱۸۴۶ء دیوان موصوف
رسید۔ خط مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بدیں مضمون گذرانید کہ از تحریر ملک
محکم الدین واضح شد کہ میاں جواہر سنگھ و میاں موتی سنگھ وغیرہ شرف یاب خدمت
سامی شدند دیوان جوالا سہائے را باوجود تعلق بودن کارہاے بسیار بادر روانہ خدمت
نمودم۔ تمامی کوائف و رسوم خاندان نیازمند را حالی خدمت خواہد کرد۔ و احیاناً
بعضے امر کہ استفسار آں بہ نیازمند تعلق داشتہ باشد استفسار کردہ عرض خواہد نمود۔

درایں عرصہ چند ملاقات میاں صاحب و دیوان جوالا سہائے شدہ۔ میاں
صاحبان سواے دعوے سند رجمۃ الصدر درخواست درج شدن نام خود در عہدنامہ
حاصل شدن خطاب راجگی براے خود ہا بودن مساوی میاں رنبیر سنگھ بسبب اندراج
آں در تحریر مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر اسمی خود ہا علیحدہ مساوات سند سر رشتہ
عدالت نوشت و طلب جواب باقی امور از دیوان جوالا سہائے کردہ شد۔ دیوان
جوالا سہائے تجویز خود نوشتہ گذرانیدند مع عرضی خود بدیں مضمون کہ بدانست من آنچہ
مرتبہ انتہا است از طرف سری مہاراجہ صاحب بہادر مسودہ نمودہ بحضور می گذرانید
بشرط منظوری حضور صاحب مطابق ہمیں فیصلہ سری مہاراجہ صاحب بہادر خواہد رسید

وخلاصہ تجویز فیصلہ کہ دیوان جوالا سہائے مسودہ نمودہ دادہ لہ این . بعد از انتقال راجہ
ہیرا سنگھ ملک چبھال و پونچھ وغیرہ در سرکار خالصہ جی ضبط نمودہ اولاً حوالہ فیض طلب خاں
ثانیاً حوالہ سردار چتر سنگھ نمودہ من جملہ آن علاقہ چلاڑ وغیرہ کہ تخمیناً حاصل چہل ہزار روپیہ دارد
بایں جانب بخشیدند۔ تا تصرف سرکار انگلشیہ ہمین منوال ماندہ بعد ازان کہ سرکار انگلشیہ
ملک کوہستان وغیرہ بجمیع الحقوق و اعتبارات از سرکار خالصہ جی گرفتہ نسلاً بعد نسل
بایں جانب تفویض نمودند از ان روز ملک چبھال وغیرہ بتصرف این جانب آمدہ و این
جانب از راہ مہربانی ملک چبھال و پونچھ و سائلہ و کوٹلی را سوائے علاقہ چلایار وغیرہ بمیاں
جواہر سنگھ بخشیدہ۔ نوکری یک پلاٹن بدستور سرکار خالصہ جی کہ از راجہ دھیان گرفتہ می شد
مقرر نمودہ۔ الحال کہ میاں موصوف در لاہور برائے استغاثہ آمدند و رائے جناب
صاحب کلاں بہادر برائے پرورش فی الجملہ آنہا معلوم شد لہٰذا تجویز کردہ می شود کہ نوکری
پلاٹن کہ از میاں موصوف گرفتہ می شد خرچ آن تخمیناً لکھ روپیہ می شد معاف و علاقہ چلایار
ہم بخشیدہ شود و خطاب راجگی ہم ہر دو برخورداران را دادہ شود۔ بعوض معافی نوکری یک
پلٹن را کہ خرچ آں یک لکھ روپیہ یا زیادہ از اں می شد عطائے علاقہ چلایار وغیرہ کہ
حاصل چہل ہزار روپیہ دارد و ملک پونچھ بہ برخوردار میاں موتی سنگھ مدعمرہ بخشیدہ شد خواہ
ہر دو برادران یک جا باشند خواہ علیحدہ علیحدہ۔ و چونکہ بموجب تجویزات مندرجہ مراسلات
صاحب ریزیڈنٹ و اجینٹ گورنر جنرل بہادر بند و بست پرمٹ بابت اخذ محصول بیک
جا در پیش است لہٰذا محصول پرمٹ از علاقہ میاں صاحب موصوف موقوف کنانیدہ شود
و بابت محصول پرمٹ مبلغ سی ہزار روپیہ ضرب کشمیری نقد سال بسال از کشمیر بگیرند۔
و من جملہ سی ہزار روپیہ بمقدار کہ فیض طلب خاں بہ شیر باز خاں و ہاشم علی دادہ می شد
وضع خواہد شد۔ ایں ہمہ تجویز نظر بر سعادتمندی برخورداران و رضامندی صاحب بہادر بشرط
منظوری صاحب بہادر منظور است لیکن برخورداران را لازم کہ مبلغ ہفت ہزار روپیہ نانک شاہی
و دو اسپ مع ساز طلا بابت نذر سائر دسہرہ سال بسال باین جانب می دادہ باشند و رسوم
مدار المہام دیوان لالہ جوالا سہائے بموجب پروانہ راجہ دھیان سنگھ سرگ باشی کہ آن بموجب
تجویز این جانب یک ہزار شش صد روپیہ می شود می دادہ باشند۔ و مقدمہ کلاں بدین

اجازت ایں جانب نہ نمایند۔ فقط۔

بملاحظہ آن تجویز بالمواجہ طرفین بتاریخ نہم مئی ۱۸۴۶ء بدین طور قرارداده شد کہ فردا وقت دوازده روز میاں صاحبان تشریف آورده درکمرۂ ایں جانب تشریف دارند و معتمدان سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر و معتمدان با اختیار میاں صاحبان درکمرۂ اجلاس جان نکلسن صاحب بہادر باتفاق یک جا نشستہ بصلاح و مشورات روبروئے مولوی سید رجب علی خان بہادر میر منشی ایں محکمہ یک تجویز فیصلہ مناسب قرار دہند کہ بعدش طرفین را ازان جنبش نباشد۔ چنانچہ بتاریخ دہم مئی سنہ الیہ ہمیں نمط نشستہ و میر منشی ایں محکمہ موافق تجویز کرنیل لارنس صاحب بہادر مندرجہ خط صاحب ممدوح القدر مورخہ ہشتم نومبر ۱۸۴۶ء قبولیت دیوان جوالا سہائے۔ مولوی منظر علی و ملک محکم الدین وکیل مہاراجہ صاحب بہادر و دیوان آتما چند و منشی ہرنام داس معتمدان میاں صاحبان نویسانیده گرفت کہ ہرچہ تجویز جناب صاحب بہادر ریزیڈنٹ بہادر باشد طرفین را مقبول و منظور است فقط۔

بعدش میر منشی موصوف گفت کہ حالا باہم تقریر و مشوره نمایند و از تجویز تفصیلی مہاراجہ صاحب بہادر معتمدان میاں صاحبان آگاہی دادند۔ معتمدان مذکور بیان کردند کہ در قبول کردن ایں تجویز نقصان مایان است۔ صلاح ایں است کہ جناب صاحب ریزیڈنٹ صاحب بہادر میاں صاحبان را بخدمت مہاراجہ صاحب بہادر ہمراه دیوان جوالا سہائے روانہ فرمایند اگر فیصلہ در انجا شد اطلاع خواہم کرد۔ اگر نہ شد تا اطلاع خواہم کرد۔

ازان جا مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر مہاراجہ عظیم الشان و میاں صاحبان ابنائے راجہ دھیان سنگھ سرگباشی برادر خوردشان ہستند طول مذکور و نزاع باہم موجب وقوع فتنہ و فساد بہ اغوائے بدسگالان متصور است ازیں سبب برائے ایں جانب برایں قرار گرفت کہ دعوائے میاں صاحبان از روئے اسناد عہد سابق کہ قبل از انعقاد عہدنامہ مسماۃ سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر بوده و از کہ راجہ ہیرا سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ صاحب قابل سماعت نیست۔ و ہنگام انعقاد عہدنامہ ملک مسطور بقبضہ میاں صاحبان نبود و سرکار لاہور قبل از عہدنامہ اختیار بالاستقلال عطا و ضبط ملک خود داشت۔ و بعد از قرارداد عہدنامہ مہاراجہ صاحب بہادر کہ چھبال و پونچھ وغیرہ جمع سہ لکھ و پنجاه ہزار

روپیہ بمیاں صاحبان فرمودند وحالا علاقہ چلایا رود نالہ و دیگر مواضعات متفرقہ بمحاصل چہل ہزار روپیہ سال تمام عطائی فرمایند ہرچہ در قبضہ راجہ دھیان سنگھ بود بمیاں صاحبان انبائے شان در اصل می شود و معافی نوکری یک پلٹن علاوہ بران است۔ وعطائی خطاب راجگی بہر دو برادران۔ ایں ہمہ تجویز مہاراجہ صاحب بہادر درست است۔ پس ہرگاہ میاں جواہر سنگھ بمقام جموں تشریف دارند آن وقت طورے کہ راجہ دھیان سنگھ سرگ باشی بجموں رفتہ سکونت می کردند سکونت کردہ باشند۔ وآن چہ عوض پرمٹ ملک موصوفہ نظر عنایت و مہربانی و سلوک و اتفاق بامیاں صاحبان موصوف مبلغ سی ہزار روپیہ ضرب کشمیر زر نقد سال بسال از علاقہ کشمیر بسبب اجرائے مراسلات ایں محکمہ بنا بر قرار داد محصول پرمٹ بیک جا مہاراجہ صاحب بمیاں صاحبان دادنی قبول می کنند حقیقت ایں است کہ ہرگاہ مہاراجہ صاحب بہادر بیک جا پرمٹ قرار خواہند داد آن وقت محاصل پرمٹ ملک میاں صاحبان دیدہ اگر مناسب خواہد بود مساوی آں زر نقد از مہاراجہ صاحب بہادر بمیاں صاحبان دہانیدہ خواہد شد وآن چہ برائے راجہ فیض طلب و شیرباز خاں و ہاشم علی بسبب واقع بودن علاقہ منضبط آنہا بعلاقہ میاں صاحبان تجویز مجرائی آں کہ قریب سیزدہ ہزار روپیہ می فرمایند ایں مزاحمت ہم بمیاں صاحبان نباشد یعنی مجرائی موقوف ماند۔ وہفت ہزار روپیہ نانک شاہی و دو اسپ مع ساز طلا کہ بابت زر نذر سالگرہ و سہرہ مقرر می فرمایند آں ہم موقوف باشد بلکہ یک راس اسپ مع ساز طلا ہر دو میاں صاحبان با ہفت صد روپیہ نانک شاہی نقد بعوض برادر زادگی بخدمت مہاراجہ صاحب بہادر سال بسال پیش کش خواہد کرد۔ و یک ہزار و شش صد روپیہ کہ بابت رسوم دیوان جوالا سہائے از علاقہ میاں صاحبان تجویز فرمودہ اند چوں دیوان مسطور بسیار خیر خواہ مہاراجہ صاحب بہادر است اگر خواہند ہمیں قدر یا زیادہ ازاں از پیش خود عنایت فرمایند۔ چوں ملک کوہستان بجمیع حقوق از سرکار خالصہ تحت سرکار انگلشیہ در آمدہ و از سرکار انگلشیہ مطابق رابطہ عہد نامہ بمہاراجہ صاحب عطا شدہ و قائم داشتن حق واجبی حقداران قدیم واجب و لازم است میاں صاحبان بغیر از صلاح و مشورت مہاراجہ صاحب بہادر مقدمۂ کلاں در ملک خود نہ نمایند و مہاراجہ

صاحب بہادر یقین تصور فرمایند کہ با انتظام کل ملک خواہ مقبوضہ خود باشد وخواہ مقبوضہ ذیل داران مہاراجہ باشد گورنمنٹ عالیہ تعلق مہاراجہ صاحب بہادر خواہد داشت
چوں در ایں فیصلہ چیزے کمی براے میاں صاحبان نیست براے مہاراجہ صاحب بہادر ہم نقصان معلوم نمی شود۔ آنچہ بداں

حکم شد

نقل روبکاری ہذا بطور فیصلہ یکے سپرد دیوان جوالا سہاے گردد کہ مطابق آں قبض تصرف میاں صاحبان کناسند۔ وخطاب راجگی ہردو میاں صاحبان دہانند دیک نقل سپرد میاں صاحبان شود کہ سواے مندرجہ فیصلہ ہذا از دیگر دعاوی دست کش باشند فقط

---

(۸) عہدنامہ تجارتی فیمابین سرکار فلک وقار انگلشیہ وسرکار مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب بہادر والی جموں وکشمیر

عہدنامہ فیمابین سرکار دولت انگلشیہ وسرکار مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب بہادر جی۔سی۔ایس۔آئی۔ والی جموں وکشمیر وورثاے وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر موصوف جو ایک جانب طامس ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر سی۔بی نے بہ تقویت اُن اختیارات کامل کے موثق کیا جو صاحب بہادر موصوف کو ہز اکسیلنسی دی رائٹ آنریبل رچرڈ سو تھویل بورک۔ارل آف میو۔ وائی کونٹ میو آف نس کردرہ۔ بیرن ناس آف ناس۔کے۔پی + جی۔ایم۔ایس۔آئی + پی۔سی +وغیرہ وغیرہ نواب وائسراے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے۔ اور دوسری جانب اصالتاً مہاراجہ صاحب بہادر نے موشح کیا۔

ازانجاکہ بنا بر فوائد سرکار عالیین متعہدین ہر دو اور اُن کی اپنی رعایا کے رفاہ کے واسطے مناسب متصور ہوتا ہے کہ ترکستان مشرقی کے ساتھ تجارت کے نشو ونما اور فروغ اور حفاظت کے واسطے جو سہولتیں سر دست حاصل ہیں۔ اُنکی نسبت

زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں۔ لہذا اس غرض سے دفعات ذیل بالاتفاق قرار دی گئی ہیں۔

دفعہ اول:۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی رضامندی سے سرکار انگلشیہ کے عہدہ دار تجارت کے اُن راستوں کی مساحت کے واسطے مقرر کئے جائیں گے۔ جو لاہول کے علاقہ سرکار والا انگلشیہ کی سرحد سے مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر سے ممالک والی یارقند کو جاتے ہیں۔ اور اُن راستوں میں وہ راستہ بھی داخل ہوگا جو وادی جنگ چھنمو میں سے جاتا ہے مہاراجہ صاحب بہادر ایک عہدہ دار اپنی سرکار کا مساحان مندرجہ صدر کے ہمراہ رہنے کے واسطے نامور فرمائیں گے اور حتی المقدور اپنے اُن کو سب طرح کی مدد دیں گے جن راستوں کی مساحت ہوگی ان کا ایک نقشہ تیار کیا جائیگا۔ اور ایک مصدقہ نقل اُس نقشہ کی مہاراجہ صاحب بہادر کو دی جائے گی۔

دفعہ دویم۔ ملاحظہ اور مساحت مذکورۃ الصدر کے بعد اس راستہ جدید کو جو بطرف چنگ چھنمو سرکار انگلشیہ قرار دیگی کہ ترکستان مشرقی کے ساتھ تجارت کے نشو ونما اور فروغ کے واسطے سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اُس راستہ کی نسبت مہاراجہ صاحب بہادر حکم عام نافذ فرمائیں گے کہ سب مسافروں اور بیوپاریوں کے واسطے بسبیل علی الدوام اور جملہ اوقات میں شارع عام ایسا رہیگا کہ کسی قسم کی روک ٹوک اور مزاحمت نہیں ہوگی۔

دفعہ سویم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر جس قدر طول میں یہ راستہ ہوگا۔ اُس تمام راستہ کی نگرانی اور پرداخت اور قائم رکھنے کے واسطے اور شارع عام آزاد متذکرہ دفعہ دویم پر آمد و رفت کے انتظام کے واسطے جو قواعد متعاقب قرار دیے جائیں ان قواعد کی تعمیل واجب کرانے کے واسطے اور اُن تنازعات کے فیصلہ کے واسطے جو مابین کرایہ کشوں اور بیوپاریوں اور مسافروں و متر ددین راہ مذکورہ واقع ہوں اور متخاصمین سے ایک یا دونوں فریق سرکار والا انگلشیہ یا کسی دولت خارجہ یعنی ملک غیر کی رعایا ہوں دو کمشنر سال بہ سال مقرر کئے جائیں گے

کہ ان میں سے ایک کو سرکار انگلشیہ مقرر کریگی۔ اور دوسرے کو مہاراجہ صاحب بہادر مامور کریں گے۔ اور مدت ماموری اُن کی علیحدہ دستور العمل حال میں تحریر ہوئی اور کمشنران مسطور اپنی خدمات کے سرانجام دینے میں دستور العمل مذکورہ یا اُن قواعد سے مہتدی ہونگے جو متعاقب اور وقتاً فوقتاً باختیار مشترک سرکار انگلشیہ اور سرکار مہاراجہ صاحب بہادر کے قرار دیے جائیں۔

دفعہ چہارم:۔ کمشنران مسطور کے حد اختیار کے تعین کے واسطے ایک جادہ ستقیم کے دونوں طرف قرار دی جائے گی اور اُس حد کا فاصلہ عرض میں غایت درجہ دو میل کوس کا ہوگا۔ باستثنائے اُن مقامات کے جہاں کمشنران مسطور چراگاہ کے واسطے زیادہ زمین عرض میں اپنی حد علاقہ کے اندر شامل کرنا متصور کریں۔ اس غایت درجہ کے عرض کی حد کے اندر اندر عہدہ داران مساحت جو بموجب شرط مندرجہ دفعہ اول کے مقرر کئے جائیں گے اُن حدود علاقہ کو معین کریں گے اور نقشہ بنائیں گے۔ جو کمشنران مرقوم الصدر انسب قرار دیں۔ اور زمین چراگاہ بھی اس میں شامل ہوگی اور جو حدود اس طرح قرار دے کر معین کی جائیں گی۔ اُن حدود کے باہر کمشنروں کو اختیار نہ ہوگا۔ اُن حدود کے اندر جس قدر زمین وکان ہونگی اُس پر بدستور مہاراجہ صاحب بہادر کا قبضہ اختیار مطلق کے ساتھ رہیگا۔ اور برعایت شرائط مندرجہ عہدنامہ ہذا مہاراجہ صاحب بہادر اُس زمین پر ویسے ہی اختیارات شاہی کامل رکھیں گے جیسے اپنی قلمرو کے کسی اور علاقہ میں رکھتے ہیں اور ان اختیارات میں مشترک کمشنروں کو کسی طرح کی مداخلت حاصل نہ ہوگی۔

دفعہ پنجم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر اقرار کرتے ہیں کہ کمشنروں کے فیصلوں کی تعمیل واجب کرانے میں اور اُن قواعد کی خلاف ورزی کے انسداد کے واسطے جو بموجب دفعہ سویم کے نافذ کئے جائیں جہاں تک ممکن ہوگا سب طرح کی مدد دیں گے۔

دفعہ ششم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر عہد کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خواہ وہ سرکار انگلشیہ کی رعیت ہو خواہ مہاراجہ صاحب بہادر یا والی یارقند یا کسی غیر ملک کی رعایا ہو وہ دونوں کمشنران مرقوم الصدر کی حد اختیار کے اندر کسی جگہ آباد

ہونے کا اختیار ہوگا۔ اور اُس کو جائز ہوگا کہ تجارت کی اغراض کے واسطے مختلف منزلوں پر سامان باربرداری و بارکشی و سواری مہیا کرے یا اپنے پاس رکھے اور کرایہ پر دے۔

دفعہ ہفتم۔ دونوں کمشنرون کو اختیار ہوگا کہ راہ مذکور کے ایسے مقامات میں جو ان کو مناسب معلوم ہوں سامان رسد وغیرہ کے ذخیرے خود قائم کریں یا اور آدمیوں کو قائم کرنے کی اجازت اور اختیار دیں۔ کمشنروں کو اختیار ہوگا کہ نرخ مقرر کردیں جس کے مطابق بیوپاریوں کو کرایہ کشوں کو آباد شدہ اشخاص کو اور اور لوگوں کو سامان رسد فروخت کیا جائیگا۔ اور راہ مذکور پر جو مکان مسافروں کی آسایش کے واسطے یعنی مسافرخانے یا سرائیں بنائی جائیں ان میں رہنے کے واسطے کرایہ کی شرح مقرر کردیں علاقہ کلو وغیرہ میں سرکار انگلشیہ کے عہدہ داروں کو اور مہاراجہ صاحب بہادر کے عہدہ داران ماموریٔ لداخ کو ہدایت کیجائیگی کہ جب کمشنران متذکرہ صدر طلب کریں شرح بازار پر اُن کو سامان رسد وغیرہ کے مہیا کردینے میں حتی الامکان خود نہایت سعی و کوشش کریں۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ صاحب بہادر عہد کرتے ہیں کہ شارع عام آزاد متذکرہ صدر پر محصول رہگذر ہرگز عائد نہ کریں گے۔ اور علاوہ ازیں مہاراجہ صاحب بہادر یہ عہد کرتے ہیں کہ جو مال سربستہ اُن کی قلمرو کے اندر سے ہوکر ترکستان سے ہندوستان کو یا ہندوستان سے ترکستان کو جاتا ہے۔ اور جس مال کا سربستہ بار اُن کی قلمرو کے اندر نہ توڑا جائے اُس مال پر اپنی قلمرو کے اندر ہرگز کوئی محصول نہ لیں گے۔ جو مال مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر درآمد ہو یا اُن کی قلمرو سے برآمد ہو اُس پر مہاراجہ صاحب بہادر کو اختیار رہیگا کہ خواہ وہ مال شارع عام متذکرہ صدر کی راہ سے آئے جائے خواہ کسی اور راستہ سے آئے جائے جس قدر مناسب تصور فرمائیں محصول درآمد برآمد لیویں۔

دفعہ نہم۔ سرکار انگلشیہ عہد کرتے ہیں کہ ممالک ہند مقبوضہ سرکار موصوف کے اندر جسکو اصطلاح میں برٹش انڈیا کہتے ہیں اُس مال پر جو سربستہ مشرقی ترکستان کو

گویا مہاراجہ صاحب بہادر کے ممالک کو جاوے کسی قسم کا مال نہ لیں گے۔ علاوہ اس کے سرکار انگلشیہ عہد کرتے ہیں کہ جو محصول برآمد پشمینہ پر اور اور قسم پارچات پر لیا جاتا ہے جو مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر ساخت ہوتے ہیں اور اُن ممالک کو جاتے ہیں جو برٹش انڈیا کی حدود سے باہر ہیں اُنپر محصول برآمد لینا موقوف کردیں گے

دفعہ دہم۔ یہ عہدنامہ مشتملبر دس دفعات کے طامس ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر سی۔بی نے بتقویت اُن اختیارات کامل کے جو صاحب بہادر موصوف کو ہزاکسلنسی دی رائٹ آنریبل رچرڈ سوتھویل بورک ارل آف میو وائی کونٹ میو آف منی کرود بیرن ناآس آف ناس کے۔پی+جی-ایم-ایس-آئی-پی-سی- وغیرہ وغیرہ نواب والیسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے ازجانب سرکار انگلشیہ وازجانب مہاراجہ صاحب بہادر اصالتاً خود مہاراجہ صاحب بہادر ممدوح نے آج کے دن موثق کیا۔ اور یہ بات قرار دیجاتی ہے کہ ایک نقل اس عہدنامہ کی بمنظوری واستحکام مناسب ویسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند کے مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں ہفتم ستمبر تک واصل کرادی جائیگی۔ چنانچہ بمقام جموں آج کے دن یعنی تاریخ دویم ماہ مئی ۱۸۷۰ء مطابق تاریخ یکم بیساکھ سدی سمت ۱۹۲۷ اس عہدنامہ پر دستخط اور مہر ثبت کی گئی اور اس کا تبادلہ عمل میں آیا۔

(دستخط) مہاراجہ رنبیر سنگھ
(دستخط) ٹی۔ڈی۔ فورسائتھ

(مہر) میو

اس عہدنامہ کو ہزاکسلنسی والیسرائے ونواب گورنر جنرل ہند نے بمقام سیالکوٹ تاریخ دویم ماہ مئی ۱۸۷۰ء منظور کیا اور استحکام دیا۔

(دستخط) سی۔یو ایچیسن
قائم مقام سکرٹری سرکار ہند فارن ڈیپارٹمنٹ۔

دستور العمل واسطے ہدایت کمشنران مشترکہ ماموره راه نو ترکستان

کمشنران مشترک مامورہ تحت دفعہ سویم عہدنامہ متذکرۃ الصدر کی ہدایت و رہنمونی کی غرض سے حسب ذیل دستور العمل علم اطلاع کے لئے شایع کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱۔ چونکہ آب و ہوائے ملک کے سبب سے کمشنروں کا تمام سال مامور رکھنا محال ہے اس لئے وہ ایام جن کے اندر کمشنران اپنے اختیارات عمل میں لائیں گے من ابتدائے یازدہم ماہ مئی شروع ہو کر لغایت یکم دسمبر ختم متصور ہوگا۔ یا اس کے آگے کسی ایسی مزید تاریخ پر ختم ہوگا جبتک کہ بلحاظ گذر بیوپاریان اس شاہراہ عام پر کمشنران کی موجودگی ضروری معلوم ہو۔

نمبر ۲۔ اگر دونوں کمشنروں میں سے ایک کمشنر غیر حاضر ہو تو ایک کمشنر کو جو حاضر ہو اختیار ہوگا کہ مقدمات کو سماعت اور فیصلہ کرے۔ ایسے فیصلے کے خلاف اپیل مشترکہ کمشنران کے اجلاس میں دائر ہوگا۔

نمبر ۳۔ ان مہینوں میں جبکہ ہر دو کمشنران مشترک غیر حاضر ہوں یعنی من ابتدائے یکم دسمبر لغایت ۱۰ مئی جو مقدمات واقع ہوں گے ان کو وزیر لداخ فیصل کریگا اور ذیل مسطور کے اس فیصلے سے دونوں مشترک کمشنران کے روبرو اپیل ہوسکیگا۔

نمبر ۴۔ مشترک کمشنروں کو لازم ہوگا کہ بجز ان مقدمات کے جن میں تجارت کی نشو و نما اور فروغ اور آزادی اور حفاظت پر اثر ہوتا ہے۔ اور بجز ان مقاصد کے جن کے حاصل کرنے کے واسطے عہدنامہ ہذا موثق ہوا ہے۔ اور بجز ان مقدمات کے جن میں فریقین یا احد الفریقین رعایائے سرکار انگلشیہ یا رعایائے ملک غیر ہوں اور کسی طرح کے مقدمہ میں مداخلت نہ کریں گے۔

نمبر ۵۔ مقدمات دیوانی میں کمشنران کو اختیار ہوگا کہ تمام مقدمات کو بلالحاظ تعداد مالیت دعوی کے سماعت اور فیصلہ کریں۔ یعنی ان کے اختیارات دیوانی غیر محدود ہونگے۔

نمبر ۶۔ درحالت اتفاق رائے کمشنران کے انکا فیصلہ جملہ مقدمات میں ناطق ہوگا۔ جب کمشنر کسی فیصلہ میں متفق الرائے نہ ہوسکیں تو فریقین کو اختیار ہوگا کہ

ایک شخص کو ثالث قرار دیں۔ ثالث کے قرار دئے جانے سے پہلے فریقین کو لازم ہوگا کہ اس مضمون کی نوشت کر دیں کہ ثالث کے فیصلہ کو ہم منظور کریں گے۔ اگر فریقین کسی ایک شخص کو ثالث قرار دینے میں اتفاق نہ کر سکیں تو ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ ایک ثالث قرار دے اور دونوں کمشنران تیسرا ثالث بطور سرپنچ مقرر کر دیں۔ اور جو فیصلہ ثالثان بکثرت رائے کریں وہ ناطق ہوگا۔

نمبر ۷۔ مقدمات فوجداری میں کمشنران کے اختیارات اُن جرائم کی سماعت اور فیصلہ تک محدود ہوں گے جو علاقہ سرکار انگریزی میں قابل تجویز مجسٹریٹ ماتحت درجہ اول کے ہوتے ہیں اور حتی الامکان ضابطہ کارروائی کا عملدرآمد مطابق ضابطہ مندرجہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ہوگا۔ اس سے زیادہ سنگین قسم کے مقدمات اور مقدمات تحت قوانین متعلق الامر متعلق مذہب واقعہ کشمیر اگر مجرم اہل فرنگ نہو سرکار مہاراجہ صاحب بہادر میں تجویز کے واسطے تفویض ہوں گے۔ اگر مجرم اہل فرنگ ہوگا تو عدالت سرکار انگریزی کی سب سے قریب ترمجاز اور مختار تجویز مقدمہ مذکور ہوگی اس عدالت میں بھیجدیا جائیگا

نمبر ۸۔ مقدمات فوجداری میں جو جرمانے کئے جائیں گے کل زرجرمانہ اور مقدمات دیوانی میں جو رسوم اسٹامپ عدالت مطابق شرح مروجہ علاقہ سرکار مہاراجہ صاحب لیجائیگی مہاراجہ صاحب بہادر کے خزانہ میں داخل کیجائیگی۔ اور جن اشخاص کی نسبت حکم قید دیا جائیگا اگر وہ رعیت سرکار انگریزی ہوں گے تو قریب ترین جیل خانہ سرکار انگریزی میں بھیجدئے جائیں گے۔ اور اگر رعیت سرکار انگریزی نہو گا تو مجرم مہاراجہ صاحب بہادر کے قیدخانہ میں قید بھگتنے کے واسطے حوالہ سرکار مہاراجہ صاحب بہادر کر دیا جائیگا۔

نمبر ۹۔ اگر شاہراہ زیربحث کی حدود ارضی کے اندر کوئی مقامات ایسے آجائیں جہاں سے شہر لیہ وغیرہ میں ہیزم سوختنی یا چوب عمارتی بھیجی جاتی ہے تو کمشنران مشترک کو بانصاف وزیر لداخ انتظام کر دینا لازم ہوگا کہ اس لکڑی کے بہم پہنچائے جانے میں حرج اور خلل واقع نہ ہو۔

نمبر ۱۰۔ اس شاہراہ کی حدود ارضی کے اندر جو کچھ لین دین مال واقع ہوگا اسے مال سربستہ سے متعلق سمجھا جائیگا۔ اگر کوئی بیوپاری اپنے مال سربستہ کا کوئی بار کھول ڈالے اور

کوئی حصہ اس کا فروخت کردیوے تو تا وقتیکہ مال فروخت شدہ حدود ارضی شاہراہ سے باہر بغرض صرف ملک مہاراجہ صاحب بہادر میں داخل نہ کیا جاوے اسپر کسی طرح کا محصول وصول نہیں کیا جائیگا۔ اور مال جو شاہراہ ماتحت کمشنران کی حدود ارضی کے اندر کتنے ہی عرصہ تک پڑا رہے ادائگی محصول سے بری رہیگا۔

نمبر ۱۱۔ کسی گانوں میں جو مشترک کمشنران کے اختیارات کی حدود ارضی کے اندر واقع ہو اس گانوں کے مالیہ کی تحصیل میں یا اور کسی امر میں جس میں عمولی حاکمان کی مداخلت ضروری ہے اور جملہ امور میں جو تجارت سے تعلق نہیں رکھتے ہیں مشترک کمشنروں کو مداخلت کا کچھ اختیار نہوگا۔ لیکن بغرض رفع غلط فہمی مناسب ہے کہ کسی شخص کی نسبت جو کمشنروں کے اختیارات کی حدود ارضی کے اندر ہو دست اندازی کرنے سے پیشتر اہلکاران مال مشترک کمشنروں کو اطلاع دیدیں۔ اس وقت مشترک کمشنران حسب اقتضائے رائے خود یا تو اس شخص کو حوالہ اہالیان مال کردیں گے۔ یا اس امر کے تحقق کرنے کی غرض سے کہ اہالیان مال کی مداخلت ضروری ہے۔ یا نہیں بطور سرسری تحقیقات کرلیں گے۔

نمبر ۱۲۔ واسطے تیاری شرک وپل کے مہاراجہ صاحب بہادر امسال ایک مرتبہ پانچ ہزار روپیہ اور آیندہ دو ہزار روپیہ سال بسال منظور فرماتے ہیں اور نیز واسطے مرمت سراؤں کے فی سال ایک سو روپیہ فی سرائے مقرر فرماتے ہیں۔

اگر کسی خاص سبب سے زیادہ خرچ کی ضرورت ہو ہر دو کمشنران کو لازم ہے کہ درخواست اپنی مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجدیں اور یہ روپیہ معرفت کمشنران مشترک خرچ کیا جائیگا۔ اور اس کام کے لئے قلیان باجرت مروجہ کام پر لگائے جائیں گے۔ اور افسران علاقہ لداخ وافسران علاقہ گورنمنٹ عالیہ کو مناسب ہے کہ حتی الامکان فراہمی قلیان میں بطور خوش برضامندی کوشش کریں۔ اور مہاراجہ صاحب بہادر وعدہ فرماتے ہیں کہ پل ہائے واقعہ شاہراہ ہذا کو محصول مہر تحریری سے معاف رکھیں گے۔

نمبر ۱۳۔ تھوڑے عرصہ کے واسطے بطور انتظام عارضی تا وقتیکہ حدود شاہراہ ورہ ہائے امین چوکر داغ بیل لگ جائے یا سال رواں کے خاتمہ تک مشترک کمشنران کو اختیارات مندرجہ تو عہد ہذا النسبت ان متفرق راستوں کے حاصل ہونگے جو از طرف راہ اسپتی و لاہول بطرف لداخ

جاری ہیں۔ اور سوداگران انھیں استعمال کرتے ہیں۔ المرقوم یازدہم مئی ۱۸۷۰ء

(دستخط) مہاراجہ رنبیر سنگھ

(دستخط) ٹی۔ ڈی فورسائیتھ

---

(۹) جونگ سونگ لھاسہ و لوپ چھک لداخ

گیالپو دے لیک نمکیل راجہ لداخ اور لامہ می پھم وانگپو کے ذریعہ حکومت لداخ و سرکار لھاسہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ تعلقات دوستانہ درمیان ہر دو سرکار میں قائم رکھنے کی غرض سے سالانہ ایک سوداگر سرکاری یعنی جونگ سونگ لھاسہ سے لداخ کو آیا کرے گا جس کے ساتھ دوسو بار اسپ جنیی جائے ہوگی اس کو باربرداری حدود حکومت لداخ کے اندر شہر لیہ تک بلاکرایہ دیجائیگی۔ اور اسیطرح سے گیالپو لداخ کا وکیل یعنی لوپ چھک لداخ سال بسال لداخ سے لھاسہ کو جائیگا۔ اس کو دوسو جانوران باربرداری۔ پندرہ گھوڑے اور دس یاک سواری اور تین آدمی خدمت کیلئے پڑاؤ بہ پڑاؤ حدود مملکت لھاسہ میں شہر لھاسہ تک۔ دریا عبور کرنے کے لئے کشتی۔ باورچیخانہ اور اسباب رکھنے کے لئے خیمے یا مکان اور اُس کے ذاتی یابوان سواری کے لئے گھاس آمد و رفت ہر دو موقعوں پر بلا قیمت دیجائیگی۔ اور لوپ چھک حسب ذیل تحائف سرکار لھاسہ کے لئے لبرانگ یعنی سرکاری توشہ خانہ میں داخل کرے گا۔

سونا ۱۰ سیر = ایک سنگ = ۲¼ تولہ

زعفران ۱۰ سنگ = ۲½ نیا غا = ۳۵ تولہ

یارقندی کپڑا مختلف رنگ ۶ تھان

پنجابی سوتی کپڑا ایک تھان

اب جونگ سونگ لھاسہ بدستور سالانہ آتا ہے۔ اسے ۲۶۰ جانوران باربرداری ۱۵ یابوان سواری اور دو آدمی خدمت کے لئے پڑاؤ بہ پڑاؤ دیے جاتے ہیں ان کا کرایہ سرکار سے ادا ہوتا ہے اور لداخ پہونچنے پر ضروریات غلہ و لکڑی ایک مقدار معینہ میں سرکا

ے دی جاتی ہیں۔ وہ چار داموچائے سبز بطور تحفہ پیش کرتا ہے۔

اس کے علاوہ دو سوداگران سرکاری منجانب ہر دو گرپون صاحبان مقام گرا اور ایک سوداگر منجانب زونگسپون رودوق۔ اور ہم پاس کرنے کے آدمی گونپہ ہم پاس کے لئے مکھن وغیرہ سامان خریدنے کے لئے لداخ میں آتے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ مراعات حسب دستور قدیم کیجاتی ہیں اور وہ بھی ایک ایک داموچائے سبز بطور تحفہ پیش کرتے ہیں غرض کہ یہ سالانہ تحایف سرکار لھاسہ کے آدمی لداخ میں پیش کرتے ہیں۔

لوپ چھک لداخ عرصۂ دراز سے بجائے سال بسال ہر تیسرے سال لھاسہ کو جاتا ہے اسے حسب ذیل تحایف سرکار لھاسہ میں اور افسران حکومت لھاسہ کو پیش کرنے ہوتے ہیں

(۱) سرکار لھاسہ کے لئے لبرانگ چھغروت یعنی تحویلدار توشہ خانہ سرکاری کو۔

سونا ۱۰ سیر جاؤ = ۲ ۱/۲ تولہ

زعفران ۱۰ سنگ = ۲۰ تولہ

یارقندی سوتی کپڑا مختلف رنگ ۶ تھان

(۲) حسب ذیل افسران سرکار لھاسہ کو مراسلات کے ساتھ

کمخواب ایک ایک تھان۔ خوبانی خشک ایک ایک من۔ لٹھا دو دو گز اور ایک ایک خشک۔ (ایک قسم کا گلوبند)

۱۔ گیالوارین پوچھے یعنی ڈلائی لامہ

۲۔ پوت گیالپو یعنی نائب ڈلائی لامہ بابت امور سلطنت

۳۔ ہر چار کاشق صاحبان یعنی اراکین مجلس وزرائے لھاسہ

۴۔ پن چھن رین پوچھے یعنی تشی لامہ۔

۵۔ سکیاب ہنگس یعنی نائب تشی لامہ بابت امور دنیادی

(۳) حسب ذیل افسران کو ایک ایک من خوبانی خشک اور دو دو گز لٹھا اور خشک

۱۔ گیلدن ٹھی رین پوچھے یعنی بڑا لامہ گونپہ گیلدن

۲۔ کوشوک صاحبان گونپہ جات سٹور بو۔ نس تنگ ستے پاؤ۔ ڈاڈ ینگ ۔ ڈے چھنگ چھوسکور۔ ڈشے کونگ۔ ساتو چھوس لنگ۔ سے چوکتا۔ سشں کیاکو نکما۔ نورشہ

(۴) اسباب جیمن تعینہ لھاسہ کو

یارقندی کپڑا بافتہ دو تھان ۔ خوبانی ایک من ۔ لٹھا دو گز ۔ زخنک ایک ۔

لوپ چھک کو لھاسہ میں ۲۰ روز کے لئے سامان رسد وغیرہ بلا قیمت ملتی ہے اور اُس کی واپسی کے وقت مراسلات جوابی کے ساتھ افسران مندرجہ بالا تحالیف لداخ کو بھیجے گئیں

یہ تحایف ہر سال یکساں نہیں ہوتے لیکن عموماً بہ تفصیل ذیل یا اسکے قریب ہوتے ہیں

چائے سبز ۲۲ دامو

طوار چینی ۷ تھان

پٹو لھاسی ۲ تھان

اور خشک و تبرکات

یہ عمل کم وبیش اب تک جاری ہے ۔

---

(۱۰) ترجمہ عہد نامہ فیمابین برٹش گورنمنٹ و مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر

معاہدہ فیمابین سرکار دولتمدار برطانیہ و کرنل ہز ہائینس مہاراجہ ہری سنگھ اندر مہندر بہادر جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای × کے ۔ سی ۔ وی ۔ او × اے ۔ ڈی ۔ سی × مہاراجہ جموں وکشمیر و وارثان و جانشینان مہاراجہ بہادر موصوف × جو ایک جانب لفٹننٹ کرنل لایونل اڈورڈ لینگ صاحب بہادر سی ۔ آئی ۔ ای + ایم ۔ سی + نے بہ تقویت ان اختیارات کامل کے موثق کیا جو صاحب بہادر موصوف کو ہز ایکسلنسی ، رائٹ آنریبل فریمن فریمن طامس ارل آف ولنگڈن پی ۔ سی + جی ۔ ایم ۔ ایس آئی + جی ۔ سی ۔ ایم ۔ جی + ایم ۔ آئی ۔ ای + جی ۔ بی ۔ ای + نواب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے ۔ اور دوسری جانب کرنل ہز ہائینس مہاراجہ ہری سنگھ بہادر مندرج نے اصالتاً موثق کیا ۔

بذریعہ ہذا حسب ذیل معاہدہ کیا جاتا ہے ۔

دفعہ اول ۔ نواب وائسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند کو اختیار ہے کہ اس

معاہدہ کو استحکام دئے جانے کے بعد کسی وقت وزارت صوبہ گلگت ریاست جموں وکشمیر کے اس حصہ کا ملکی اور فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیویں جو دریائے سندھ کے پار اس کے داہنے کنارہ پر واقع ہے (جس کا حوالہ متعاقب "ملک متذکرہ بالا" کی اصطلاح سے دیا جائیگا) لیکن باوجود شرائط معاہدۂ ہذا ملک متذکرہ بالا مماملک محروسہ ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر کی حدود کے اندر شامل رہیگا۔

دفعہ دویم۔ بہ ثبوت اس امر واقعہ کے کہ ملک متذکرۂ بالا مماملک محروسہ ہز ہائی نیس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر کی حدود کے اندر شامل ہے بموقع سالگرہ ہز ہائی نیس۔ وبتقریب جیسا کہی دیسہرہ دلبسنت پنچی۔ اور بموقع دیگر ایسی تقریبوں کے جن کے متعلق فیما بین ہز ہائی نیس ونواب وائسرائے دگورنر جنرل بہادر کشور ہند اتفاق رائے ہو جائے افسران انتظامی کا فرض ہو گا کہ ملک متذکرہ بالا میں ہز ہائی نس کی سلامی سر کریں اور اعزازات مروجہ کی پوری تعمیل کرتے رہیں۔ ہز ہائی نس کا جھنڈا سرکاری صدر مقام ایجنسی پر ہمیشہ قائم رہے گا۔

دفعہ سویم۔ معمولی حالات میں سرکار برطانیہ کی کوئی افواج گورہ یا افواج ہندوستانی اس حصہ وزارت صوبہ گلگت کے اندر سے نہیں گذریں گی جو دریائے سندھ کے اس طرف اس کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔

دفعہ چہارم۔ تمام حقوق متعلق معدنیات بحق ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر محفوظ ہیں۔ مگر تلاش معدنیات کی اجازت یا اجرائے کام معدنیات کا ٹھیکہ بزمانہ اجرائے معاہدہ ہذا متذکرۂ دفعہ آئیندہ نہیں دیا جائیگا۔

دفعہ پنجم۔ معاہدۂ ہذا تاریخ استحکام سے ساٹھ سال تک نافذ رہے گا اور بعد انقضائے اس میعاد کے یہ پٹہ مختتم ہو جائے گا۔

۱۹۳۵ء کے ماہ مارچ کی چھبیسویں تاریخ کو بمقام جموں اس معاہدہ پر دستخط کئے گئے۔ اور اس کا تبادلہ عمل میں آیا۔

(دستخط) ہری سنگھ
مہاراجہ جموں وکشمیر

(دستخط) ایل۔ ای۔ لینگ لفٹنٹ کرنل ریزیڈنٹ کشمیر

دوسرا حصہ

تاریخ کشتوار

جب میں ۱۹۱۴ء میں کشتواڑ پہونچا — اور مجھے کشتواڑ کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اور میں نے ان مقامات کو دیکھا جہاں وزیر زور آور سنگھ کلھوریا نے اپنی سپاہ تیار کی اور ان راستوں کو دیکھا جدھر سے وہ اس بڑی جمعیت کو سلامتی کیساتھ گذار کر لیگیا اور سورود کرتے کی نسبت معلوم ہوا کہ ان کے تعلقات زمانہ سلف سے کشتواڑ کے ساتھ چلے آئے ہیں تو میری رائے ہوئی کہ بغرض تکمیل تاریخ لداخ و بورنگ تاریخ کشتواڑ کا لکھا جانا ضروری ہے چنانچہ میں نے اس کی تحقیق شروع کر دی پنڈت دینا ناتھ کی قلمی ہندی تاریخ کشتواڑ پر اس کی بنیاد رکھی اور ذاتی تحقیقات سے اسپر اضافہ کرنا شروع کیا۔ اسکے لئے مجھے اطراف کشتواڑ میں سفر کرنا پڑا جس سلسلہ میں میں نے آثار قدیمہ کا باحتیاط معائنہ کیا اور بیرونی ممالک کی تاریخ تلاش کر کے ایک یادداشت مرتب کی۔

اس اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ چمبہ کے دو پادری صاحبان نے اپنے ہفتہ عشرہ کے قیام کشتواڑ کے دوران میں تاریخ کشتواڑ لکھکر شایع کر دی ہے مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا کہ جس کام کو میں کئی سال کی محنت شاقہ سے مکمل نہیں کر سکا وہ چند روز میں کس طرح تکمیل کو پہونچگیا چنانچہ میں نے اس تاریخ کو تلاش کر کے پڑھا۔ اس سے میرا اطمینان ہو گیا کہ میرے لئے میدان خالی ہے چنانچہ کشتواڑ سے آنے کے بعد وقتاً فوقتاً میں اپنے مسودہ میں اضافہ کرتا رہا کشمیر پہونچنے پر مجھے پنڈت شیو کاک در کی قلمی فارسی تاریخ کشتواڑ بھی مل گئی اس سے بھی میں نے فائدہ اٹھایا۔ اور جہانتک کہ تاریخ کشمیر و تاریخ ہند میں مجھے حالات کشتواڑ کا پتہ چلا اس کو اپنے مسودہ میں شامل کیا۔ اور امسال لکھنؤ میں بیٹھکر اسے ترتیب دیا۔

الغرض ان واقعات کے فراہم کرنے میں میں نے حسب ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں شکر گذار ہوں۔

۱۔ پنڈت دینا ناتھ کی قلمی ہندی تاریخ کشتواڑ

۲- پنڈت شیو کاک در سابق وزیر کشتوار کی قلمی فارسی تاریخ کشتوار۔

۳- پادری ہچی سن و پادری دوگل کا انگریزی مضمون متعلق تاریخ کشتوار مطبوعہ جرنل پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۱۶ء۔

۴- مکمل تاریخ کشمیر اردو مصنفہ محمد الدین فوق (مطبوعہ لاہور)

۵- تاریخ ہندوستان اردو مصنفہ ذکاء اللہ (مطبوعہ علی گڑھ)

۶- گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام (مطبوعہ لکھنؤ)

۷- تاریخ رشیدی فارسی قلمی مصنفہ مرزا حیدر گورگان

۸- توزک جہانگیری فارسی۔

۹- تاریخ فرشتہ فارسی (مطبوعہ لکھنؤ)

۱۰- تاریخ اعظمی فارسی (قلمی)

۱۱- جموں و کشمیر (انگریزی) مصنفہ ڈرو

علاوہ ازیں کسی قدر قدیمی حالات اور زیادہ تر آخری زمانہ کے حالات کی بابت مجھے بہت مفید معلومات پیر غلام محی الدین گدی نشین خانقاہ شاہ اسرارالدین علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی ہیں جس کے لئے میں ان کا دل سے شکر گذار ہوں۔

قومی روایات اور آثار قدیمہ سے بھی میں نے کچھ حالات فراہم کئے ہیں غرض کہ ہر ایک کوشش واقعات کی تکمیل اور ان کو درست طور پر ترتیب دینے میں کی ہے مگر پھر بھی اس میں ترقی کی گنجائش باقی ہے جسے آئندہ مورخ اب بہت آسانی سے پورا کر سکتے ہیں پنڈت دینا ناتھ کی ہندی تاریخ کشتوار میں جو بنیاد اس تاریخ کی ہے کسی راجہ کا سال حکومت درج نہیں ہے میں نے نسب نامہ کی ۲۳ ویں پشت سے جب سے کہ ملک کشتوار کا تعلق بیرونی متمدن ممالک کے ساتھ پیدا ہوا ہے ان ممالک کی تاریخ کی مدد سے راجگان کشتوار کے عہد کا تعین عیسوی سال میں کیا ہے اور راجہ بہادر سنگھ سے اوپر کی طرف بحساب ۲۰ سال فی پشت ہر ایک راجہ کا زمانہ تجویز کر دیا ہے جس کی رو سے کاہن پال کا کشتوار میں وارد ہونا پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں پایا جاتا ہے راجہ بہادر سنگھ سے اوپر شجرہ نسب یا اس حصہ راجگان کی تاریخوں کی تصدیق کا کوئی ذریعہ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ اگر کاہن پال

سے اوپر بکرماجیت تک شجرہ نسب کو درست تسلیم کر لیا جائے اور بکرماجیت مندرجہ شجرہ نسب کو بکرماجیت فاتح اجین مان لیا جائے تو تاریخ ہند کی رو سے اس کا زمانہ تقریباً ۳۷۵ء سے ۴۱۲ء تک ہے۔ ۴۱۲ سے ۴۷۰ تک ۵۷ سال ہوتے ہیں اور صرف ۳ پشتیں درمیان میں ہیں۔ اس طرح سے یہ حساب قریب قریب صحت کی حد تک پہونچ جاتا ہے۔

راجگان کشتوار کے نسب نامہ کے ساتھ چند نامی معززین کشتوار کا سلسلہ نسب بھی میں نے درج کر دیا ہے جن کا تعلق تاریخ کشتوار (تاریخ جموں) سے ہے۔ اس لئے ان کے متعلقہ واقعات کے سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

اس حصہ کو میں نے تین باب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں ابتدائی حالات اور قدیم راجگان کشتوار کی تاریخ ہے۔ دوسرے باب میں اُن راجگان کی تاریخ ہے جنکے ساتھ ملحقہ اسلامی حکومتوں کے تعلقات پیدا ہوئے۔ اور تیسرے باب میں مسلمان راجگان کشتوار کی تاریخ ہے۔

آخری راجہ محمد تیغ سنگھ اور اس کے اہل دربار کی ایک دستی تصویر مجھے کشتوار میں دستیاب ہوئی تھی اس کا عکس میں نے اس عہد کے بیان کے سامنے دیدیا ہے۔ غرض ہر ایک ممکن طریقے سے تاریخ کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

گولہ گنج لکھنؤ
۱۰ اگست ۱۹۲۶ء

حشمت اللہ خاں

شجرہ نسب راجگان کشتوار

مہاراجہ بکرماجیت راجہ اُجین ۵۷ ق م لغایت ۴۳ء تاریخی

راجہ بھوج

راجہ ہری پال

راجہ مانک پال — لچھمن پال

(۴۱۳ — ۴۷۰ء تقریباً)

(۱) راجہ کاہن پال (سین) — چندر سین

(راجہ کشتوار ۴۷۰ لغایت ۵۰۰ء تقریباً)

(۲) گندھرب سین — مدن سین — دیپ سین

۵۰۰ لغایت ۵۸۶ء

(۳) مہا سین ۵۸۶ — ۶۶۶ء

(۴) چندر سین ۶۶۶ — ۷۴۶

نرندر سین ۷۴۶ — ۷۵۱ء

(۵) رام سین

(۶) کام سین

(۷) مدن سین

(۸) برہم سین

(۷۵۱ — ۸۲۰ء)

(۹) اودھ دیو

(۱۰) پرتھو دیو

(۸۲۰ — ۹۲۸)

(۱۱) گنگا دیو ۹۲۸ — ۹۴۸ء

گنگا دیو

(۱۲) گوڑ سنگھ

(۱۳) ساگر دیو

(۱۴) رنگو دیو
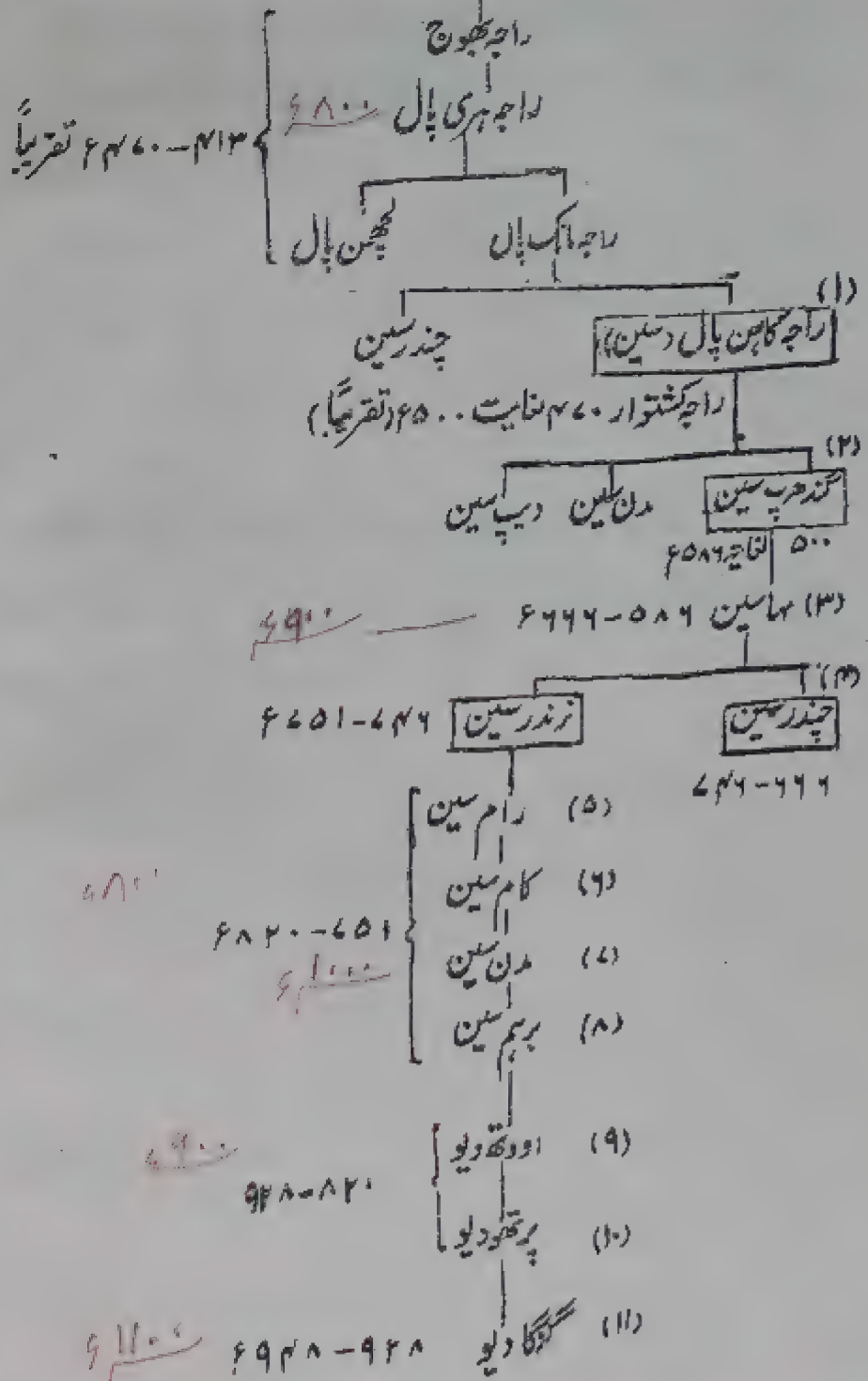
(۱۵) آنند دیو

(۱۶) اوتار دیو

(۱۷) راسے راج

۹۴۸ — ۱۰۸۰

(۱۸) گور دیو ۱۰۸۰ — ۱۱۱۰

(۱۹) اگر دیو ۱۱۱۰ — ۱۱۴۰ء سندر راج

(۲۰) بھوپ دیو ۱۱۴۰ — ۱۱۷۰ء

(۲۱) لچھمن دیو ۱۱۷۰ — ۱۲۰۰ء

(۲۲) سنگھ پوچھ (المعروف سنگرام سنگھ) ۱۲۰۰ — ۱۲۳۰ء

(۲۳) جگت سنگھ ۱۲۳۰ — ۱۲۶۰ء سورج سنگھ

(۲۴) کپاگپ سنگھ ۱۲۶۰ — ۱۳۰۰ء

(۲۵) نرپ شنکار ۱۳۰۰ — ۱۳۵۰ء

(۲۶) میگھ ناد ۱۳۵۰ — ۱۴۰۰ء مدن سنگھ

(۲۷) دولو سنگھ ۱۴۰۰ — ۱۴۵۰ء دیوی سنگھ دختری بقتل

(۲۸) رائے راج ۱۴۵۰ — ۱۵۰۰ء

(۲۹) سادھن سنگھ ۱۵۰۰ — ۱۵۴۰

(۳۰) رائے بھان سنگھ ۱۵۴۰ — ۱۵۶۰ء سورج بھان

(۳۱) گمبھیر سنگھ

۱۱۰۰ء

۱۲۰۰ء

۱۳۰۰ء

۱۴۰۰ء

۱۴۵۵ء

بعصر محمد شاہ باد اول ۱۴۸۵ تا ۱۵۰۰

۱۶۰۰ء

(۴۲) عنایت اللہ سنگھ — اجیت سنگھ — گلاب سنگھ

عنایت اللہ سنگھ

(۴۳) محمد تیغ سنگھ ۱۷۹۱/۱۸۴۰ — مختار سنگھ

(لقب سیف اللہ خاں)

زوجہ اول ذاتی — زوجہ دوم ستاہالی — زوجہ سوم کنیزک

ذوالفقار آور سنگھ (عیسائی ہو کر لدھیانہ میں لاولد فوت ہوا) — جے مل سنگھ (بحالت ذریتی لاہور میں فوت ہوا) — دلاور سنگھ

دلاور سنگھ: سردار سنگھ — برسنگھ (تلوک پور علاقہ کانگڑہ میں آباد ہیں)

گلاب سنگھ: انور سنگھ (ڈڈدہ ایک سال) — رتن سنگھ (کنغو ا ایک سال)

اجیت سنگھ: فتح سنگھ — جنگی سنگھ

جنگی سنگھ: جواہر سنگھ — ذوالفقار سنگھ — رم سنگھ — جے مل سنگھ — ہمت سنگھ

ذوالفقار سنگھ: بیرم سنگھ — حاکم سنگھ — سوہن سنگھ

بیرم سنگھ: اقبال خاں

جے مل سنگھ: مختار سنگھ — دکیل سنگھ

فتح سنگھ: صلابت سنگھ — مہا دیو سنگھ — سردار سنگھ

صلابت سنگھ: مبارک سنگھ

مہا دیو سنگھ: مہتاب سنگھ — جمیعت سنگھ

سردار سنگھ: ادہم سنگھ — فقیر سنگھ — حاکم سنگھ

(یہ سب میرپور چونک میں آباد اور معمولی حیثیت کے زمیندار ہیں)

ممتاز روساے کشتوار کا نسب نامہ

(۱) اولاد وزیر لکھپت راے کشتواری

وزیر لکھپت — موتی رام — امتار رام (لاولد)

وزیر لکھپت: وزیر زورآور سنگھ، وزیر اندر و
وزیر زورآور سنگھ: شب سرن، دیوی داس
دیوی داس: امرناتھ
وزیر اندر و: وزیر گنگارام
وزیر گنگارام: وزیر پرمانند
وزیر پرمانند: بدری ناتھ (بونجوا میں جاگیردار ہیں)، شنکرناتھ

موتی رام — نونگ جو — بھاگ جو
بھاگ جو: سوبھارام، دینڈیال، جمعیت رام، سوہنوں، پرسرام
دینڈیال: امین چند (جموں میں رہتے ہیں)
فیروز چند، جانکی ناتھ، سمبودھ چند

(۲) اولاد کیسو رو زیران کشتوار جو دہلی سے بھیجے گئے تھے

(الف) اولاد جیون سین

گلا بو — خواجہ بھونجا
خواجہ بھونجا: بہلن جو، کشن جو (لاولد)، صاحب رام
بہلن جو — بھاگن جو — گوکل چند (خزانچی)
صاحب رام — شام جو (ڈپٹی انسپکٹر پولیس)

دلیپو — چند رام — لعبہ جو
لعبہ جو: دیوسرن، ہری سرن، دیناناتھ، جیون
دیناناتھ: انت رام، سنت رام
جیون: جگت رام، بھگت رام

(ب) اولاد کاہن سین

زناردن (زین العابدین) — خواجہ ہاشم — خواجہ ابراہیم — خواجہ حبیب — خواجہ احمد (سلسلہ صفحہ ۱۴۳ پر)

جے رام (ضیاء اللہ) — خواجہ عبدالرزاق — خواجہ بلاقی
خواجہ بلاقی: رحمت اللہ، دائم (سلسلہ صفحہ ۱۴۳ پر)
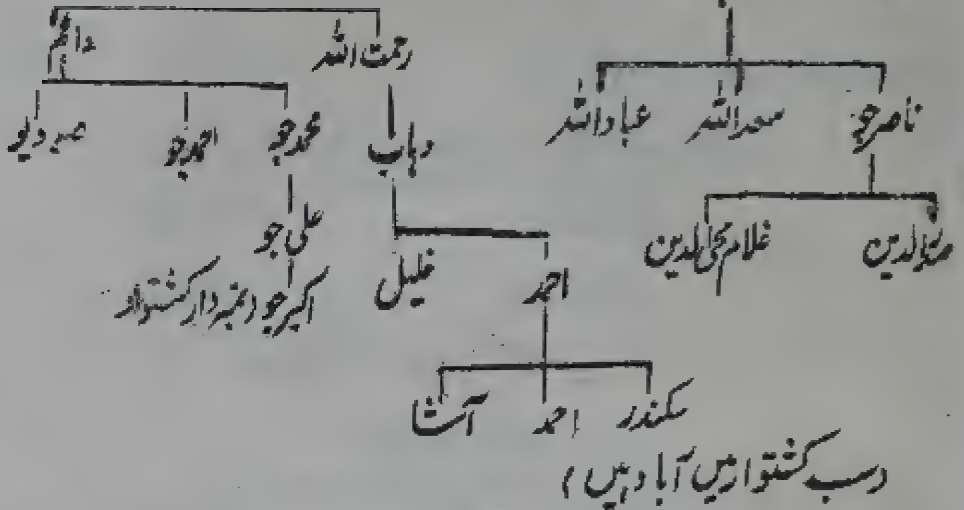
١٣٣
(سلسلہ صفحہ ١٣١ کا) خواجہ احمد
ناصر جو
سعد اللہ
عباد اللہ
سعدالدین
غلام محی الدین
رحمت اللہ
دائم
وہاب
محمد جو
احمد جو
عبد دیو
علی جو
اکبر جو (نمبردار کشتواڑ)
خلیل
احمد
سکندر
احمد
آتش
(سب کشتواڑ میں آباد ہیں)
(۳) اولاد حافظ غیاث الدین ساکن آگرہ
حافظ غیاث الدین
حافظ ابوالقاسم
حافظ عنایت اللہ
حافظ عزیز اللہ
مولوی عبدالغفور
مولوی حفیظ اللہ
مولوی عاصم
ناصر الدین
سعد الدین
ضیاء الدین
پیر غلام محی الدین
پیر سراج الدین
بہاء الدین
سیف الدین
سعید شاہ
طیب شاہ
وزیر شاہ
(کشتواڑ میں آباد ہیں اور خانقاہ شاہ اسرار الدین کے گدی نشین ہیں)

(۴) مہتہ روساے کشتوار

(الف) مہتہ کانسی رام — مہتہ بستی رام (افسر فوج وما بعد میں کاردار لداخ)

مہتہ منگل (کاردار لداخ واسکردو) — زیت رائے (متبنی)

مہتہ دینا ناتھ — مہتہ نہال چند

مہتہ نند لال — مہتہ رام لعل

(ب) مہتہ مہیا داس

مہتہ شب درش

مہتہ سندرو — مہتہ سوہنوں (تحصیلدار)

مہتہ گمبھیر چند

(کشتوار میں رہتے ہیں)

---

(۵) پڈھیار روساے متا متصل کشتوار

رام پڈھیار

(افسر فوج وزیر زورآور) اوتم جو — موتی رام — مہیا رام (لاولد)

جواہر جو (لاولد) — لبھ جو (کاردار اسکردو) — نند جو — نورنگ جو

ہیم راج — ہیرا — کاہن چند (ہردو لاولد)

ہنس راج (متبنی)

(متا میں سکونت پذیر ہیں)
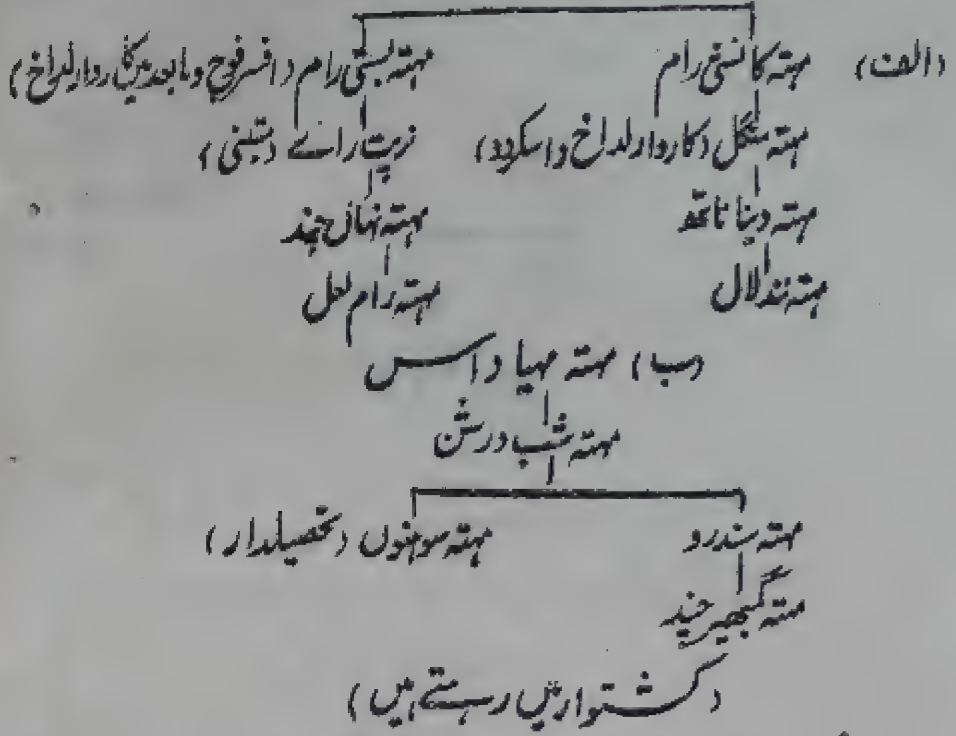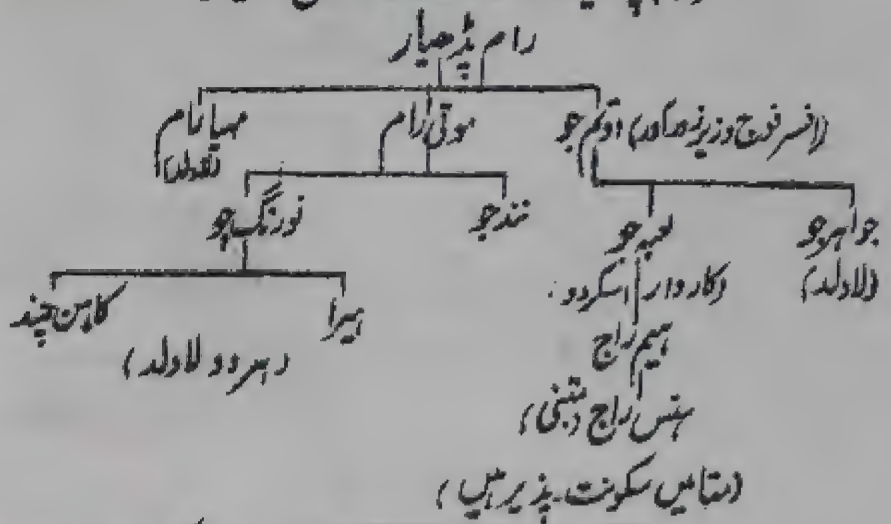
مرزا رسول بیگ ورانا جالم سنگھ افسران فوج وزیر زورآور سنگھ کلہوریا کی اولاد بالترتیب اودیان پورہ وار نوگرہ علاقہ زوڈہ تحصیل رام بن میں رہتے ہیں اور صاحب عزت ہیں ان کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔

مدین شاہ افسر فوج وزیر زورآور سنگھ کے حسب ونسب کا پتہ نہیں چلا۔

پہلا باب

حالاتِ ابتدائی۔ و تاریخ قدیم راجگان کشتوار

وہ سطح مرتفع جس کے اوپر اس وقت قصبہ کشتوار اور چند ملحقہ دیہات آباد ہیں۔ آسمان سے ملے ہوئے پہاڑوں کے درمیان قریب قریب ایک مسطح میدان ہے جس کے شمال اور مغرب میں ہر دو طرف ایک نالہ ہے جو اسی سلسلہ کوہستان سے نکلتا ہے۔ اس میدان کے شمال غربی گوشہ پر شمال کی طرف سے دریائے مروا جس میں اس موقع سے اوپر کی طرف کچھ فاصلہ پر دریائے چھاترو بھی شامل ہو جاتا ہے دریائے چناب میں گرتا ہے اور غالباً اتنے بڑے پانی کی ہی ٹکر اس موقع پر دریائے چناب کے ایسے تنگ زاویہ پر مڑ گردان ہونے کا باعث ہوئی ہے۔

ان دونوں دریاؤں کے موقع اتصال پر سطح دریا کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۳۶۰۰ فٹ اور سطح مرتفع کشتوار کی بلندی تقریباً ۵۳۰۰ فٹ ہے یہ میدان موجودہ سطح دریا سے تقریباً دو ہزار فٹ اونچا ہے۔ اس میدان کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۶۔۷ میل اور عرض دو ڈھائی میل کے قریب ہے۔ چناب کی تنگ اور سنگلاخ وادی میں یہ میدان ایک عجیب و غریب منظر پیدا کرتا ہے اور بڑی پرفضا جگہ ہے۔

موجودہ ملکی تقسیم کے مطابق وادی چناب میں علاقہ جات پاڈر، ناگ سین اڈیل اور وادی مروا میں دچھن، مروا اور واردن علاقہ کشتوار میں شامل ہیں۔ بونجوا سے نیچے بھدروا کا علاقہ ہے جو سابق زمانہ میں راج چمبہ کے ساتھ شامل تھا اور بعد میں خود مختار حکومت ہو گئی۔ کشتوارہ سے نیچے دریائے چناب کے دائیں کنارہ پر تحصیل رام بن شروع ہو جاتی ہے جو تقریباً کل مشمولہ موجودہ تحصیل رامبن کی نیابت گلاب گڑھ کے جس کا قدیمی

نام ڈینگ ٹپل تھا حکومت کشتواڑ کے ساتھ شامل رہی ہے۔

سمرتھ گنڈھ کشتواڑ کے ابتدائی حالات کا انحصار زیادہ تر روایات پر ہے جن کی تحقیقات تین سال تک میں وقتاً فوقتاً کرتا رہوں۔ آبادی کشتواڑ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم الایام میں سارس کا نام سمرتھ گنڈھ تھا۔ اس کے اندر بجائے کشت زار کے دیودار کا گھنا جنگل تھا۔ اور اس میں بجائے انسان کے جانوران درندہ جیسے شیر چیتے اور بھیڑیے وغیرہ رہتے تھے۔

گوبرون سر بعدازاں ہر دو بڑے دریاؤں کے اتصال اور پہاڑوں کی شکست و ریخت نے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔ جس سے اس خوفناک جنگل نے ایک تباہ کن جھیل کی صورت اختیار کی۔ اب اس میدان کا نام گوبرون سر ہو گیا یہ منظر ایک عرصۂ دراز تک قائم رہا۔ مگر امور دنیاوی کو قرار اور ثبات نہیں ہے دوبارہ انقلاب پیدا ہوا۔

روایت ہے کہ ایک زمانہ میں اس ملک میں کثرت سے زلزلے آئے ان کے صدمہ سے کشتواڑ کے نیچے ٹھاٹری کے موقعہ پر وہ پہاڑ جس نے اس جھیل کو روک رکھا تھا پھٹ گیا اور گوبردن سر کا پانی بتدریج خارج ہونے لگا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ گذرنے پر یہ میدان دوبارہ نکل آیا۔ اس کے درمیان موجودہ میدان چوگان بازی کے شمال کی طرف کچھ پانی عرصہ دراز تک باقی رہا جسے بیادگار بڑے گوبرون سر کے اسی نام سے پکارا جاتا رہا اور بعد میں اختصار کے طور پر گو دن سر کہا جاتا رہا۔ رفتہ رفتہ یہ پانی بھی خارج ہو گیا اور کل زمین نکل آئی

اس زمانے میں ایک بزرگ مرتاض شری پال نامی یہاں وارد ہوئے یہ گوشۂ عافیت انھیں پسند آیا۔ انھوں نے اس موقع پر ایک مندر تعمیر کیا۔ اور مہاکال جی کی پرستش میں مصروف ہو گئے۔ یہ شخص بڑا مرتاض اور عابد تھا۔ چند روز میں اس کی ریاضت اور عبادت کا شہرہ دور دور تک پہونچ گیا اور اطراف و جوانب سے لوگ اس کے گرد و پیش جمع ہونے لگے۔ جو لوگ اُس کے کشف و کرامت کے معتقد ہوئے انھوں نے اس کے مندر کے قرب و جوار میں سکونت اختیار کی اس طرح سے تھوڑے عرصہ میں اس جگہ نے ایک قصبہ کی صورت اختیار کر لی اور مہاکال گڈھ کے نام سے مشہور ہوئی۔ مہاکال گڈھ کی آبادی ترقی کرتے کرتے بیان کیا جاتا ہے بیس ہزار نفوس تک پہونچ گئی اور کچھ عرصہ تک اس میں بڑی رونق رہی۔

مہاکال گڈھ بعد ازاں رشی شری پال کے معتقدین کے درمیان پھوٹ پیدا ہوگئی ایک فرقہ نے رشی کی اطاعت سے انحراف کیا۔ اور بدکاری میں مبتلا ہوگیا۔ اس سے شری پال بہت تنگ ہوئے۔ آخرالامر جب یہ لوگ کسی طرح رو باصلاح نہ ہوئے تو انھوں نے بددعا کی اور قہر نازل ہوا۔ لوگ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور مرنے لگے یہاں تک کہ ایک سال کے اندر مہاکال گڈھ کا آباد اور بارونق شہر ویران ہوگیا۔ شری پال بھی یہاں سے چلے گئے اور عرصہ تک یہ میدان غیر آباد پڑا رہا۔

پوہی یا مان سمر اگڈھ بعد ازاں آہنگ پت نامی ایک برہمن یہاں وارد ہوا۔ وہ دنیا دار آدمی تھا۔ اس نے ایک مکان تعمیر کر کے اس جگہ رہنا شروع کیا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ رام داس۔ رگھوناتھ اور مرلی دھر۔ آہنگ پت کا گذارہ بھیڑ بکری کی پیداوار پر تھا۔ اور یہ گلہ اس کے پاس بہت بڑا تھا۔ بھیڑ بکری کے گلہ کو کشتواری زبان میں پوہ کہتے ہیں چنانچہ آہنگ پت کے گھر کا نام پوہی ہوگیا۔ اور یہ آبادی آجتک اسی نام سے مشہور ہے لیکن ہندی نسب نامہ کشتوار میں مذکور ہے کہ آہنگ پت نے اس آبادی کا نام مان شمر اگڈھ رکھا تھا

چونکہ چراگاہ اس موقع پر بہت وسیع تھی اور گھاس بھی وافر تھی آہنگ پت کو اپنے گلہ بز و گوسفند کی افزائش میں بڑی کامیابی ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی بڑھنے لگی اُس کے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی یہاں جمع ہونے لگے۔ غرض کہ تھوڑے عرصہ میں ایک خاصی جماعت اس کی اولاد اور اس کے رفیقوں کی اس جگہ پر مجتمع ہوگئی۔ اور یہ سب لوگ بڑی فارغ البالی کے ساتھ گذارہ کرنے لگے۔

اب ہمسایہ اقوام کو ان کی خوش حالی پر حسد پیدا ہوا۔ چنانچہ باشندگان سرحد کشمیر میں سے ایک جماعت نے پوہی پر حملہ کر دیا۔ اور قوم آہنگ پت کا ایک متنفس اس سرزمین پر باقی نہیں رکھا پوہی کو ویران کر کے قوم فاتح نے ڈانبر اگ (حال دمول ناگ) کے قریب قیام اختیار کیا یہ جگہ منڈل سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے یہ لوگ بڑے محنتی تھے انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام منڈل کو کشت زار بنادیا۔

روایت ہے کہ اسی زمانہ میں کشیب رشی مع اپنے تین چیلوں نند۔ کول اور جٹا نامی کے یہاں وارد ہوئے۔ جس مقام پر انھوں نے قیام کیا اس کا نام سورج گڈھ رکھا۔ کچھ مدت کے

بعد ان کے چیلوں کے درمیان تفرقہ پڑ گیا۔ اور ان کے اعمال ٹھیک نہ رہے۔ رشی نے انہیں بددعا دی کہ تم ہمیشہ دانہ اور پانی کی تکلیف میں رہوگے۔ یہ تکلیف آج کے زمانہ تک جاری ہے خواہ اسکا سبب اس بددعا کو مانا جائے یا افزائش آبادی کو اس کا باعث خیال کیا جائے بہر حال اتنا ضرور ہے کہ جب تک کشمیر سے غلہ نہ پہونچایا جائے کشتواڑ کے لوگ گذارا نہیں کر سکتے۔ اور پانی کی تکلیف باوجود تمامتر علمی کوششوں کے اب تک رفع نہیں ہوئی۔

نیز روایت ہے کہ اسی زمانہ میں پانچ پانڈو یہاں آئے۔ یدھشٹر۔ ارجن۔ بھیم سین۔ نکل سہدیو ان میں سے بھیم سین نے آبادی کی بنیاد رکھی۔ اور مندر نیل کنٹھ تعمیر کیا۔ استھاپن کیا اور گپت گنگا بنوائی۔ پتھریلی زمین سے پانی برآمد کیا اور پتھر کی چوکھٹ پر حروف کندہ کر کے اشنان کیا

چیسر ہاڑ الغرض کشمیری فاتحان کے درمیان دو گروہ تھے ایک ردتر اور دوسرا گنائی قوم ردتر نے زیوڑہ میں اور قوم گنائی نے زیوڑہ سے نیچے کی طرف سکونت اختیار کی یہ جگہ قصبہ کشتواڑ کے نام سے مشہور ہے۔ ان اقوام نے اپنے اپنے قیام گاہ پر ہاڑی کے درخت بڑی تعداد میں نصب کئے جس سے کل میدان درختان ہاڑی کا باغ نظر آنے لگا اور اس نسبت سے اس کا نام چیسر ہاڑ ہو گیا۔ جو عرصہ تک زبان زد خلایق رہا۔

بھوٹ بھائی یا بھوٹ نگر ان لوگوں کو جب کھانے پینے کا آرام نصیب ہوا تو عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے۔ اور اپنی زندگی اور موت کا انہیں کچھ خیال نہیں رہا انکی بدمستی کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ غیر اقوام انکے اوپر غلبہ حاصل کریں۔ چنانچہ کوسور ٹنڈوف۔ گیالپو سورو کو اس کی خبر ہوئی اسنے براہ درہ بھوتوکول چیسر ہاڑ پر حملہ کر کے تمام ملک کو ہٹاڑی تک فتح کیا اور چیسر ہاڑ کو اپنی راجدھانی بنایا اور اسکا نام بھوٹ بھائی یا بھوٹ نگر رکھا کچھ عرصہ تک اسنے عیش و کامرانی کے ساتھ اس ملک میں حکومت کی رعایا کو اسکی حکومت میں بڑا آرام رہا بعد ازاں اسکے وطن میں کچھ فساد ہو گیا جسکے رفع کرنے کی غرض سے اسے واپس سورو جانا پڑا اور اتنے دور دراز فاصلہ سے وہ اپنی حکومت اس ملک میں قائم نہ رکھ سکا نتیجہ یہ ہوا کہ ردتر اور گنائیوں کا پھر دور ہو گیا

میں تاریخ پوریگ یا تاریخ زانسکار سے پتہ نہیں چلا سکا کہ یہ کوسور ٹنڈوف کون شخص تھا مگر قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کا تعلق سلطنت رینچن کے ۱۳۲۰ء کے حملہ کشمیر کے ساتھ ہونا چاہیئے جسکے بعد عرصہ تک کشمیر بائیگد از سلطنت رینچن کا رہا ہے گو کہ تاریخ میں تقریباً ۳۰ سال کا اختلاف ہے

اس زمانے میں ملک پنجاب کی اقوام پنج سیاسیان نے جو پہاڑوں کے درمیان آوارہ پھرا کرتے تھے بھوٹ نگر کے لوگوں کے ساتھ رابطہ دوستی و اتحاد پیدا کر کے اس ملک میں رہنا شروع کیا۔ یہاں سے پہاڑی ادویہ وہ پنجاب لیجا کر فروخت کرتے تھے اور اسی پر انکا گذارہ تھا۔ بسلسلہ اپنی تجارت کے انھوں نے پوست ہاڑی کو خشک کر کے پنجاب لیجانا شروع کیا۔ اسوقت ہاڑی کے درخت بھوٹ نگر میں بکثرت تھے اس لئے ہاڑی کا پوست خشک کثرت سے پنجاب جانیلگا ہاڑی کے پوست خشک کو پنجابی زبان میں کشٹہ کہتے ہیں۔ اور وار کے معنی احاطہ یا جگہ کے ہیں اس مناسبت سے چبیر ہاڑ کے بجائے اس ملک کو کشٹہ وار بولا جانے لگا جو کثرت استعمال سے کشتوار ہو گیا۔

کشتوار کو سور سنڈوت کی واپسی کے بعد سابق حکمرانان روترہ و گنائیوں کا اقتدار پھر ملک میں قائم ہو گیا تھا انھیں کے ساتھ دوستی پیدا کر کے پنج ساسیون نے اس ملک کی تجارت پنجاب کے ساتھ قائم کی۔ لیکن خود غرضی کی دوستی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا کرتی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان دونوں فریق کے درمیان بجائے یک دلی اور یک جہتی کے خود غرضی پیدا ہو گئی اور فساد شروع ہو گیا۔ پنج ساسی فن سپاہ گری میں پورے ماہر تھے اور تعداد میں بھی کم نہ تھے انھوں نے حملہ کر کے روترا اور گنائیوں کو قتل کیا اور بزور شمشیر اپنی حکومت قائم کر لی۔ روترا اور گنائیوں نے اپنا پہلو کمزور دیکھکر ظاہری طور پر اطاعت قبول کر لی۔ مگر دلی کدورت طرفین کے دلوں میں باقی رہی۔ روترا اور گنائیوں کو جب کبھی موقع ملا انھوں نے اس کدورت کے اظہار میں تامل نہیں کیا۔ اور پنج ساسیوں کو چین نہیں لینے دیا۔ ان تعلقات نے کشتوار میں میدان کارزار کو مسلسل طور پر آراستہ رکھا۔ کبھی ایک فریق کو غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی دوسرا فریق غلبہ حاصل کرتا تھا ایک فریق کا آدمی جب دوسرے فریق کو مل جائے تو ان میں سے ایک کی موت یقینی تھی ان حالات سے پنج ساسی بیزار ہو گئے اور آخرالامر انھوں نے تنگ آکر آب ہودری کے کنارہ رہنا شروع کیا۔ یہ جگہ اب تونڈ کے نام سے مشہور ہے باوجود اس کنارہ کشی کے روترا اور گنائیوں کے ہاتھ سے انھیں امن نصیب نہیں ہوا حتی کہ کاروبار کے وقت بھی وہ اسلحہ کو اپنے جسم سے جدا نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس طرح سے ہر دو فریق ہر دم مرنے مارنے کو تیار رہتے تھے۔ پنج ساسیوں کی جمعیت ایک ہزار زن و مرد سے کم نہ تھی۔ اور ہر وقت مقابلہ

کے لئے تیار رہتے تھے ۔ یہ حالات زیادہ عرصہ جاری نہیں رہ سکتے تھے جب گھر کے اندر پھوٹ ہو تو بیرونی دشمن کے لئے راستہ صاف ہوتا ہے ۔

راجگان گوڑبنگال تعلقہ اوجین میں سے ایک سورج بنسی راجہ آمی کاہن پال جو مہاراجہ بکرماجیت کی نسل سے تھا ۔ اور جس کا شجرہ نسب پشت بہ پشت اس بیان میں حسب دریافت روئداد درج کیا جاتا ہے (یعنی اول بکرماجیت اس کا بیٹا راجہ بھوج اس کا راجہ ہری پال اسکا راجہ مانک پال اس کا بیٹا راجہ کاہن پال) یہ شخص کچھ فوج لے کر اور بقول بعض امرناتھ جی کی جاترا کے قصد سے اوجین سے روانہ ہوا ۔ گورکھ ناتھ جی اس کے ساتھ تھے ۔

پنڈت دینا ناتھ کی ہندی تاریخ کشتوار میں صراحت ان واقعات کی نہیں ہے جن کی بنا پر کاہن سین یا کاہن پال ترک وطن کرنے پر مجبور ہوا ۔ مگر جو واقعات درج ہیں انکی بنا پر یہ قیاس ہوتا ہے کہ مانک پال کا راج پہلے کاہن پال کو ملا ۔ بعد ازاں کسی طرح سے اسکا چھوٹا بھائی چندر سین راجہ ہوگیا ۔ اور کاہن پال کو تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونا پڑا انسے اپنی جان بچانے کی خاطر کاہن پال کو اپنے باپ دادا کا ملک چھوڑنا پڑا کیوں کہ جاترا کی غرض سے آنا اور کشتوار جیسے دور دراز ۔ دشوار گزار اور تنگ ملک میں اپنی وسیع سلطنت اور آباد ملک کو چھوڑ کر محض اس کی دلفریبی اور سیاسی حالات کی بیقراری دیکھ کر اپنا مسکن بنانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا ۔

بہر حال تاریخ مندرجہ بالا میں مذکور ہے کہ جب راجہ کاہن پال کاندنہ پہونچا تو تاریخی دریائے چندر بھاگا کی وادی اسے بہت پسند آئی اس لئے حملہ کے واسطے موقع مناسب کے انتظار میں اسی جگہ ٹھہر گیا ۔ مگر کشتوار کے اندرونی حالات کے دریافت کرنے میں اسے کامیابی نہوئی ۔ افرالامر گورکھ ناتھ جی کے مشورہ سے ایک لسّان اور چالاک آدمی کو سادھو کے بھیس میں جاسوس کے طور پر کشتوار میں بھیجا ۔ اس نے رنجیت سا سیوں کی ایک کمسن اور ناتجربہ کار عورت کو دھوکا دے کر کاندنہ پہونچایا ۔ کاہن پال نے اس عورت کی خاطر و مدارات اس حد تک کی کہ اسے اپنے بیگانہ کی تمیز نہ رہی اور وہ بھول گئی کہ میں کن لوگوں کے درمیان میں ہوں ۔ رفتہ رفتہ اس سے حالات دریافت کئے جاتے رہے عورتیں ناقص العقل مشہور ہیں وہ آسانی سے راجہ کے فریب میں آگئی ۔ اور اپنی قوم کے تمام حالات انکو بتلادئے

کرپنچ ساسی ہر وقت مسلح اور مرنے مارنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مگر سال بھر میں ایک دن ایسا آتا ہے جسے تہار کہتے ہیں اُس روز کشتوار میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اسلحہ الگ ڈال دیے جاتے ہیں اور لوگ علی الصباح چشمہ ہودری پر بغرض اشنان و پوجا کے جمع ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

راجہ کو یہ تجویز بہت پسند ہوئی۔ اُس نے کہا کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ صبر و تحمل سے کام سیدھا ہوگا۔ چنانچہ وہ منتظرِ وقت رہا۔ یہ تہوار پھاگن کے مہینے میں آتا ہے جس میں تین ماہ باقی تھے۔ جب وہ دن آیا تو رات کے وقت دھاوا کرکے اپنی فوج کو چشمہ ہودری کے گرداگرد قائم کر دیا۔ اتفاقاً اس رات کو سخت برف باری ہوئی جس سے ہندوستان کی فوج کو بڑی تکلیف پہونچی مگر انھوں نے اسکی کوئی پروانہ کی اور اپنی اپنی ڈھال کا سہارا لیے ہوئے اس برف باری کی حالت میں اپنی جگہ پر قائم رہے۔ صبح کے وقت پنچ ساسیاں اپنی عادت کے مطابق بے انتظام سلاح اشنان اور پوجا کی غرض سے چشمہ پر جمع ہوئے۔ راجہ کی سپاہ گھات میں لگی ہوئی تھی۔ یکبارگی سب نے حملہ کر دیا اور ایک ایک پنچ ساسی کو تہ تیغ کیا۔ اس قتل گاہ سے بہت ہی کم آدمی اپنی جان سلامت لے گئے۔

راجہ کاہن پال اس طرح قوم پنچ ساسیان کا خاتمہ کرکے کشتوار کی مسند حکمرانی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اپنے مشیران باتدبیر کی صلاح سے جابجا حکام و عمال مقرر کر دیے اور ملک کا اندرونی انتظام درست کیا

جب کشتوار خاص کا اندرونی انتظام درست ہوگیا۔ تو راجہ نے مضافات کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ کیونکہ اس زمانے میں گاؤں بہ گاؤں الگ الگ حکومتیں قائم تھیں چنانچہ براہ سیگاٹ دریائے چناب کو عبور کرکے راٹھیان کنتواڑہ پر حملہ آور ہوا اور اُنھیں قتل و غارت کرکے اس علاقہ کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔

کاہن پال راجہ کشتوار ۷۰ ب ۵ ء اس کے بعد اس نے بھلواڑی کی طرف توجہ کی۔ اُس کے فتح کرنے کے بعد وہاں چند روز ٹھہر گیا اس عرصہ میں اس کی دہشت تمام ملک میں پھیل گئی تھی۔ چنانچہ اوڈیل کے ملکان ڈھابک

وغیرہ نے اس کے خوف سے مقابلہ کے بغیر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس علاقہ کو بھی راجہ نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس طرح سے دریا پار کے تمام علاقہ کو مسخر کر کے راجہ اوڈیل سے بھنڈار کوٹ کے راستہ کشتوار میں واپس آیا۔ اور ان فتوحات کے شکرانہ میں مندر سری نیل کنٹھ جی کے متصل خیرات کا انتظام بہت بڑے پیمانہ پر کیا۔

بعدازاں اس پہاڑی کے اوپر جہاں اب مسمار شدہ قلعہ کشتوار واقع ہے اپنا محل اس نے تعمیر کیا اور اس جگہ ایک عرصہ تک خوشی اور خورمی کے ساتھ حکومت کر کے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارا۔

گندھرپ سین $\frac{۵۰۰}{۵۸۶}$ء اس کے تین بیٹے تھے۔ گندھرپ سین۔ مدن سین اور دیپ سین بڑا بیٹا گندھرپ سین اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ پنڈت دینا ناتھ کی کتاب میں مذکور ہے کہ اسوقت کشمیر میں سنگروپ راجہ تھا۔ مگر اس نام کا کوئی راجہ تاریخ کشمیر میں مجھے نہیں ملا۔ البتہ سنگرام کے نام کے کئی راجہ کشمیر میں گذرے ہیں۔ گندھرپ سین نے کشمیر پر چڑھائی کی اور بارہ دن کی لڑائی کے بعد کشمیر کو فتح کیا۔ مگر بظاہر یہ واقعہ درست نہیں معلوم ہوتا اور میری ناچیز تحقیق میں اس راجہ نے کوئی کار نمایاں نہیں کیا ۸۰ برس حکومت کرنے کے بعد وہ ملک عدم کو سدھارا۔

اس کے چھوٹے بھائی مدن سین نے اس جگہ پر قیام اختیار کیا جو اب متا کے نام سے مشہور ہے۔ سب سے چھوٹا دیپ سین علاقہ مرواہ پرگنہ کشمیر میں جا کر سکونت پذیر ہوا ایک دفعہ وہ مرواہ سے دھاوا کر کے آیا۔ اور دھندراٹھ پر قابض ہو گیا۔ بعدازاں سلدار کو بھی فتح کر لیا۔ ملکان مرواہی دیپ سین کی نسل سے خیال کئے جاتے ہیں۔ ان کا اس علاقہ میں اس کے الحاق جموں تک بہت زور رہا ہے۔

مہاسین $\frac{۵۸۶}{۶۶۶}$ء گندھرپ سین کے بعد اس کا بیٹا مہاسین راجہ ہوا اس نے مرواہ وردون پر چڑھائی کی۔ اور بارہ روز کی لڑائی کے بعد اس کو فتح کیا اور کشتوار کے ساتھ اسکا الحاق کر لیا۔ اس فتح کے بعد بڑی کامیابی کے ساتھ اس نے اسی سال حکومت کی بعد ازاں راہی ملک عدم ہوا۔

چندر سین ۶۶۶ تا ۶۹۴ء اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا چندر سین راجہ ہوا۔ اس نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے چمپا پتی یعنی علاقہ چمبہ پر حملہ کیا۔ ۳۱ روز معرکۂ جنگ آراستہ رہا۔ آخر الامر گو کہ میدان اس کے ہاتھ میں رہا مگر ملک پر اس کا قبضہ نہیں ہو سکا لوٹ مار کر اپنی حکومت میں واپس چلا آیا۔ ۸۰ برس اس نے بھی راج کیا۔ وہ لاولد تھا اس لئے اس کے بعد اس کا بھائی نرندر سین ہوا۔

نرندر سین ۷۴۶ تا ۷۵۱ء نرندر سین نے براہ روپی کاٹ پاڈر پر حملہ کیا۔ اور پیاس تک ملک فتح کر لیا۔ تمام لوگوں کو ان کے گھر سے بھگا دیا۔ اور ان کے ملک کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔ بڑی کامیابی سے اُس نے راج کیا۔ مذکور رہے کہ صرف ۵ سال کی حکومت کے بعد وہ فوت ہوا۔

رام سین۔ کام سین۔ مدن سین۔ برہم سین ۷۵۱ تا ۸۲۰ زرندر سین کے بعد اس کا بیٹا رام سین راجہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کام سین راجہ ہوا۔ اس کا بیٹا مدن سین۔ اس کا برہم سین راجہ ہوا۔ اسکی نسبت مذکور ہے کہ نہایت عاقل۔ دانا۔ وشاعر تھا۔ علم شاستر میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ اور اپنے درباریوں کو مذاکرہ علمی میں عاجز کرتا تھا۔ پوجا کے وقت اسے عجائبات نظر آتے تھے شہر کشتوار کی آبادی میں اس کے زمانہ میں بہت ترقی ہوئی۔

اودتھ دیو۔ پرتھو دیو ۸۲۰ تا ۹۲۸ برہم سین کا بیٹا اودتھ دیو اپنے باپ کے مرنے پر راجہ ہوا۔ اس کے فوت ہونے پر اسکا بیٹا پرتھو دیو اس کا جانشین ہوا۔ کشتوار اور ناگ سین کے درمیان جو پہاڑ ہے اس کے اوپر ایک دیو۔ جس سے میری رائے میں کسی ڈاکو یا قزاق سے مراد ہے، رہتا تھا۔ اس نے شہر میں بڑی بد امنی پھیلا رکھی تھی۔ راجہ نے حکمت عملی سے اس کو قتل کیا۔ اس کے متعلق مذکور ہے کہ دیوی اٹھارہ بھوج نے ظہور کیا۔ اور اس کی امداد سے راجہ اس دیو کو قتل کرنے میں کامیاب ہوا۔ ان دونوں نے ۱۰۸ برس راج کیا۔

گنگا دیو ۹۲۸ تا ۹۴۸ اس کے بعد اس کا بیٹا گنگا دیو راجہ ہوا۔ اس نے علاقہ ناگ سین کے مواضعات چیرجی دیولر پر قبضہ حاصل کیا اور اسطرف کے باغیوں

کا قلع قمع کر دیا۔

گوڑ سنگھ۔ ساگر دیو۔ رگھو دیو۔ انند دیو اوتار دیو۔ رائے راج ۹۴۸-۱۰۸۰ء

گنگا دیو کے بعد اُس کا بیٹا گوڑ سنگھ اُسکے بعد اُس کا بیٹا ساگر دیو۔ اس کے بعد اس کا بیٹا رگھو دیو۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا آنند دیو۔ پھر اُس کا بیٹا اوتار دیو اور اُس کے بعد اس کا بیٹا رائے راج یکے بعد دیگرے راجہ ہوے۔ رائے راج کا وزیر منگل رائے تھا۔ اُس نے پاڈر پر حملہ کیا اور جاڑ کدیل تک فتح کر لیا۔ اور چوبیس ہزار روپیہ اور ہزاروں کی تعداد میں گائے بیل اور بھیڑ بکری ساتھ لایا۔

راجہ رائے راج بہت طامع اور لالچی تھا۔ رعایا کو اس سے بہت تکلیف پہونچی۔ اس بنا پر لوگوں نے پنج ساسیوں کے ساتھ سازش کر کے انھیں مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ راجہ کو میدان جنگ میں شکست ہوئی۔ اور وہ فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ چونکہ بھنڈار کوٹ اور سیگاٹ ہر دو راستوں پر پہرہ تھا۔ رائے راج کو مجبوراً پہاڑ کونگن برن پر جو آبادی کشتوار کے عین اوپر واقع ہے چڑھنا پڑا۔ اور ایک سال تک وہ اس ویرانہ میں پناہ گزیں رہا۔ اُس کی یہ قیام گاہ آج تک رائے دیو تھادن کے نام سے مشہور ہے۔ اس اثنا میں وہ اپنی تیاری بھی کرتا رہا۔ اور اپنے مورث اعلےٰ کاہن پال کی حکمت عملی کی پیروی کر کے بموقع تہار کا کل موضع ہودری میں رات کو اترا۔ اور جب پنج ساسیان اشنان اور پوجا کی غرض سے بے سلاح یہاں آ گئے تو ان کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ اور انھیں تباہ کر کے دوبارہ کشتوار پر قابض ہو گیا۔

اُس نے شہر کشتوار کی آبادی میں بہت ترقی کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بیس ہزار گھر تک کشتوار میں آباد ہو گئے جن میں ایک ہزار صرف دوکانیں تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ تعداد تمام حکومت کشتوار کی آبادی کی ہو۔ کیونکہ محض قصبۂ کشتوار کے لیے اسقدر وسعت کی گنجایش نظر نہیں آتی۔ اس طرح ۶۰ سال حکومت کرنیکے بعد وہ راہی ملک عدم ہوا۔

گوڑ دیو۔ اگر دیو۔ ۱۰۸۰-۱۱۴۰

اُس کے بعد اُس کا بیٹا گوڑ دیو راجہ ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا اگر دیو اُس کا جانشین ہوا۔ ہندی

تاریخ کشتواڑ میں مذکور ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مکہ میں مذہب اسلام کا ظہور ہوا مگر مکہ میں ظہور اسلام درحقیقت اس سے بہت پیشتر ہو چکا تھا ممکن ہے کہ پنڈت جی کی مراد ہندوستان میں ظہور اسلام سے ہو کیونکہ ان راجگان کا زمانہ غزنویوں کے حملہ ہندوستان کے ساتھ قربت رکھتا ہے۔

نیز مذکور ہے کہ اگر دیو نے علاقہ سرتھل کو جہاں دیوی اٹھارہ بھوج کا ظہور ہے فتح کیا۔ اس جگہ اہل ہنود دور دراز مقامات سے جمع ہوتے ہیں اور اپنی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور جس کی نسبت اس درجہ عقیدت رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس دیوی کی جھوٹی قسم کھائے تو زیادہ دن نہیں گذرنے پاتے کہ اُس کو اس بے حرمتی کی سزا مل جاتی ہے۔ اگر دیو نے اس جگہ اپنے نام پر اگرہار نامی گانوں آباد کیا۔ جو اب اگرال بولا جاتا ہے۔ اس علاقہ کی حکومت اپنے اپنے چھوٹے بھائی سندر راج کو دیدی سرتھل سے کشتواڑ کو واپس کیا۔ اور امن وامان کے ساتھ اس نے عرصۂ دراز تک حکومت کی۔

بھوپ دیو ۱۱۴۰-۱۱۷۰ اُس کے بعد اس کا بیٹا بھوپ دیو راجہ ہوا

لچھمن دیو ۱۱۷۰-۱۲۰۰ اس کے بعد اُس کا بیٹا لچھمن دیو راجہ ہوا اُس نے علاقہ دچھن وادی مرداد واردن کو فتح کر کے حکومت کشتواڑ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ بہت آدمیوں کو اس نے قتل کیا۔ اور بعض کو قید کر کے اپنے ساتھ لایا۔ بلماڑ میں پہونچا تو برہمنوں کو زمین بطور خیرات عطا کی۔ یہ رقبہ آج تک لچھ بھائی کے نام سے موسوم ہے۔ اس علاقہ کا نام لچھمن دیو نے اپنے نام پر لچھمن رکھا جو کثرت استعمال سے دچھن بن گیا۔ جو آجتک زبانزد خاص وعام ہے

سنگرام سنگھ دسنگھ پوچھ) ۱۲۰۰-۱۲۳۰ء اس کے بعد اُس کا بیٹا سنگھ پوچھ المعروف سنگرام سنگھ راجہ ہوا۔ یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ اس نے ایک دیو سنگ روپ کو مارا اور پرگنہ ناگسین کے ملحقہ دیہات چھچھ وسزار کو فتح کر کے کشتواڑ کے ساتھ الحاق کیا۔ وہاں سے واپس ہو کر ٹیر بھاٹا میں پہونچا اور اس جگہ کے برہمنوں کو ساتھ لایا اور

سنگرام بھاٹا میں انہیں زمین دیکر آباد کیا۔ سنگرام بھاٹا شہر کشتوار کے نزدیک میدان چوگان بازی کے متصل ایک آبادی ہے جو آج تک آباد ہے۔

جگت سنگھ ۱۲۳۰-۱۲۶۰ء اُس کے بعد اس کا بڑا بیٹا جگت سنگھ راجہ ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں سورج سنگھ اُس کے بھائی نے علاقہ جات سورج (جسے اب سراج کہتے ہیں) ڈوگل و کنیتھی کو ایک سال کی مسلسل لڑائی کے بعد فتح کیا۔ اور کشتوار کے ساتھ اُن کا الحاق کیا۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنا راج اپنے بیٹے بھاگ سنگھ کو حوالہ کردیا اور خود دنیا سے کنارہ کش ہوگیا

بھاگ سنگھ ۱۲۶۰-۱۳۰۰ء بھاگ سنگھ نے بجارن کو فتح کیا۔ اور کشتوار کے ساتھ اُس کا الحاق کیا۔ اور موضع بھاگوہ اپنے نام پر آباد کیا

نرپ شنگار۔ میگھ ناد بھاگ سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا نرپ شنگار راجہ ہوا اُس کے بعد اُس کا بیٹا میگھ ناد راجہ ہوا۔ اُس کے

ددلو سنگھ ۱۳۰۰-۱۴۵۰ء دو بیٹے تھے۔ ددلو سنگھ و دیوی سنگھ۔ بڑا بیٹا ددلو سنگھ کشتوار میں بجائے اپنے باپ کے راجہ ہوا۔ اور دیوی سنگھ نے شری تھل میں اپنی راج دھانی بنائی۔

رائے راج ۱۴۵۰-۱۵۰۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا رائے راج راجہ ہوا۔ اُس نے مہالا کے اوپر دوبارہ حملہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقامی بغاوت اس حملہ کا باعث ہوئی۔ ۴۰ دن تک لڑائی رہی۔ آخرالامر راجہ کامیاب ہوا اور ملک کا انتظام اُس نے ازسرِ نو درست کیا۔ اور برہمنوں کو زمینیں دے کر یہاں آباد کیا۔ ایک ٹھاکردوارہ بھی تعمیر کیا۔ اس کے بعد اُس نے فتح ملوانا کا قصد کیا۔ یہاں سات روز تک لڑائی رہی۔ آخر کار ملوانا بھی فتح ہوا۔ باشندگان ملوانا نے سزا پیشکش کیا۔ راجہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور اُن کی عزت افزائی کی ملک کا انتظام درست کرکے راجہ کشتوار کو واپس ہوا۔

سلحھن سنگھ ۱۵۰۰-۱۵۴۰ء اس کے بعد اس کا بیٹا سلحھن سنگھ راجہ ہوا۔ اُس نے

علاقہ سرور کو رانا رنپت فرمانروا سے سرور سے فتح کیا۔ اور موضع ٹھنہ سے کولی گڈ تک تمام ملک کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔ پہلی لڑائی کے موقع پر جس جگہ اُس نے قیام کیا وہاں موضع سلانہ اپنے نام پر اُس نے آباد کیا۔

رانی سے اس کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُس نے نو مفتوحہ علاقہ سرور کی ایک کولی قوم کی عورت کو جو حسن و جمال میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی۔ گھر میں ڈال لیا اس سے اس کے دو بیٹے راے بھان اور سورج بھان پیدا ہوئے۔

راے بھان ۱۵۴۰-۱۵۶۰ء

سلھن سنگھ کے بعد اُس کا بڑا بیٹا راے بھان بلقب رائے سنگھ راجہ ہوا (۱۵۴۷ء)

اس نے علاقہ چھاترو پر حملہ کیا۔ یہ علاقہ اس زمانہ میں راج منڈل کے نام سے مشہور تھا۔ بمقام موضع راہل سخت جنگ ہوئی۔ راجہ نے راج منڈل کے لوگوں کو شکست دی اور علاقہ راج منڈل کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔

دوسرا باب

ملحقہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ کشتواڑ کے تعلقات کا آغاز

یہ وہ زمانہ ہے جب کہ کشتواڑ کا تعلق مسلمانوں کی تاریخ کے ساتھ پیدا ہوا۔ شرح اس اجمال کی اس طرح ہے کہ ۱۳۳۹ء میں بعد خرابی راجپوت راجگان کشمیر کے مسلمان سلاطین کی حکومت کشمیر میں قائم ہوئی جنھیں اکبر نے ۱۵۸۶ء میں شکست دیکر کشمیر کو سلطنت مغلیہ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ رائے سنگھ کا ہم عصر کشمیر میں سلطان نازک شاہ تھا (۱۵۴۱-۱۵۵۲ء) اس زمانہ میں کشمیر کی طرف سے قلعہ کشتواڑ کا ذکر نسب نامہ کشتواڑ میں ہے۔ جس کی پوری تصدیق مسلمانوں کی تاریخ سے ہوتی ہے۔

مرزا حیدر گورگاں اپنی کتاب تاریخ رشیدی میں لکھتا ہے کہ ۹۴۷ھ ہجری (۱۵۴۰ء) میں جب ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر لاہور میں آیا مرزا اس زمانہ میں لاہور میں تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ کشمیر میں مخالفت کا دور ہو گیا تھا۔ کاجی چک۔ ابدال ماگرے۔ اور ریگی چک ملک بدر کر دیے گئے تھے۔ اور وہ ہندوستان کی طرف پہاڑوں میں آوارہ پھرتے تھے۔ انھوں نے مرزا کے ذریعے فتح کشمیر کی تحریک کی۔ مرزا بادشاہ کے ساتھ انتظام کر کے حملہ کشمیر کے لیے تیار ہو گیا۔ ۲۲۔ رجب ۹۴۷ھ۔ ہجری کو کشمیر میں داخل ہوا۔ اور بروز ۸۔ ربیع الثانی ۹۴۷ھ۔ ہجری کشمیریوں اور ان کے حامی افغانوں کو شکست دیکر کشمیر پر قابض ہو گیا اس اثنا میں اس نے کشتواڑ پر حملہ کیا۔ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ

۹۵۴ھ ہجری (۱۵۴۷ء) میں مرزا حیدر کشتواڑ کی طرف متوجہ ہوا۔ بندگان کوکا اور محمد ماگرے۔ مرزا محمد اور یحییٰ رینا کو ہیراول کر کے خود موضع چھاترو میں جو کشتواڑ

سے ایک پڑاو کے فاصلہ پر کشمیر کی راہ پر واقع ہے وارد ہوا۔ ہراول تین منزل کا راستہ ایک روز میں طے کر کے موضع ڈھڈپٹ میں پہونچے جو دریائے مرو کے ساحل پر واقع ہے۔ کشتوار کا لشکر دریا کے اس پار تھا۔ تیر و تفنگ کی لڑائی طرفین سے شروع ہوئی۔ کوئی شخص دریا سے عبور نہ کر سکتا تھا۔ دوسرے دن مرزا حیدر کے سپاہیوں نے راہ راست سے انحراف کر کے کوشش کی کہ دوسرے راستہ سے کشتوار میں داخل ہو جائیں جب موضع دھار میں پہونچے تو بہت تیز آندھی آئی۔ اور گرد و غبار سے جہاں تاریک ہو گیا۔ مردم دھار ہجوم کر کے اُن کے سر پر آئے۔ بندگان کوکا جو ایک نہایت قابل اور جنگ آزمودہ سردار تھا۔ مع پانچ مرد اہل نبرد کے مقتول ہوا اور بقیۃ السیف ہزار محنت اور خرابی کے ساتھ مرزا حیدر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا حیدر انھیں لے کر چھاترو سے واپس ہوا۔

کشتوار کی ہندی تاریخ میں اس واقعہ کا بیان نہایت رنگینی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کشمیر کی طرف سے حملہ کی خبر راجہ کو پہونچی تو وہ بہت خوفزدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے وزیروں اور درباریوں سے مشورہ کیا کہ اس کے روکنے کی بہترین تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ صورتحال مایوسانہ معلوم ہوتی تھی کہ ایک بڈھی جادوگرنی سامنے آئی۔ اور اس نے ذمہ اُٹھایا کہ میں تن تنہا اس بلا کو دور کرنے کے لیے کافی ہوں۔ صرف ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر وہ مغل میدان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر بطرف مغرب سڑک پر چلی گئی۔ اور ایسے موقع پر سڑک کے کنارے ایک محفوظ جگہ میں بیٹھ گئی۔ جہاں سے سنگلاخ سیدھی دریائے چھاترو میں اترتی ہے۔ اس جگہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ایک کر کے آدمی بمشکل گذر سکتا تھا۔ اب تک بھی اس موقع پر سڑک بہت تنگ ہے۔ اس گھاٹی میں چھپ کر وہ غنیم کی منتظر رہی اور جونہی کہ ایک شخص اُس کے سامنے آیا اس نے اُس کو برچھے سے نیچے گرا دیا۔ وہ موقع ایسا تھا کہ اگلے آدمیوں پر جو کچھ گذرتا پچھلے آدمیوں کو اُس کا حال اُس وقت تک معلوم نہ ہو سکا جب تک کہ بہت سے آدمی مقتول ہو گئے۔ جب

یہ راز کھلا تو فوج میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور انھیں پسپا ہونا پڑا۔ کشتوار کا لشکر بسرکردگی وزیر نرائن ڈھیار بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے اوپر سے پتھر برسانے والوں سے تعاقب کیا۔ گو کہ مغلوں نے بھی بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بعض سرکردگان لشکر کشتوار بھی جاں نثار ہوئے تاہم مغلوں کی فوج کا اکثر حصہ اس جگہ ہلاک ہوا۔ اور ان کے سردار بھی مارے گئے۔ مغلوں کے مردے جن کی تعداد ہزاروں میں پنڈت دیاناتھ نے لکھی ہے ایک گڈھے کے اندر موقع جنگ پر دبا دیے گئے۔ اس مناسبت سے اس جگہ کو مغل مزار کہا جانے لگا۔ جو اب کثرت استعمال سے مغل میدان ہو گیا ہے۔

پنڈت دیاناتھ کی کتاب میں کشمیر کی طرف سے پہلے حملہ کشتوار کا واقعہ بعہد اکبر بادشاہ بسرکردگی مرزا محمد خاں دکو کامیر کے گمبھیر سنگھ پسر رائے سنگھ کے عہد حکومت میں دکھلایا گیا ہے۔ مگر اس میں یہ نقص ہے کہ اول تو پہلا حملہ اکبر بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ اکبر بادشاہ کے عہد میں جو حملہ ہوا اس کے سرکردہ مرزا محمد خاں دکو کامیر نہ تھے۔ تیسرے یہ کہ راجہ کو بمقام بندابن بالائے بھنڈار کوٹ شکست ہونی درج ہے۔ حالانکہ اس حملہ میں خود مرزا محمد خاں کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس لیے یہ اندراج غلط ہونا چاہیے۔ اور کوئی کارنامہ گمبھیر سنگھ کا درج نہیں ہے۔ دوسرے نسب نامہ کشتوار میں گمبھیر سنگھ کا نام ہی درج نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو گمبھیر سنگھ دوسرا نام رائے سنگھ کا ہے۔ یا یہ کہ اس کی شاہزادگی کے زمانہ میں یہ حملہ ہوا اور اس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور بجائے مرزا حیدر گورگان اور بندگان کوکا کے مرزا محمد خاں دکو کامیر کا نام بطور سرگردہ درج کر دیا گیا یا سہواً کوئی دوسرا حملہ اس عہد کی طرف منسوخ کر دیا گیا بہرحال میں نے گمبھیر سنگھ کا نام نسب نامہ میں دکھلا دیا ہے اور سلسلہ جانشینی میں اسے ترک کر دیا۔

بیجے سنگھ ۱۵۹۰-۱۵۶۶ء رائے سنگھ کے بعد بیجے سنگھ راجہ ہوا اس وقت علاقہ سوجل میں بغاوت ہو گئی۔ اس کے فرو کرنے کی غرض سے راجہ سات سو فوج لے کر علاقہ سوجل میں آ پہنچا۔ ۲۴ روز لڑائی رہی۔ جن

لوگوں نے اطاعت قبول کی انھیں امان دی گئی اور سرکشوں کو قتل اور قید کیا گیا۔ اسکے بعد اُس نے قلعہ تعمیر کیا اور ایک گاؤں آباد کیا۔ جس کا نام بجارنہ رکھا۔ بعد ازاں اُس نے موضع بدحات علاقہ سرور میں سکونت اختیار کی۔ یہاں بھی کچھ عرصہ بعد بغاوت ہو گئی

ایک روز کا ذکر ہے کہ آدھی رات کے وقت خفیہ طور پر دو آدمی راجہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ دونوں بھائی تھے ایک کا نام گاگ اور دوسرے کا جلال تھا انھوں نے راجہ بجے سنگھ کو بحالت خواب قتل کر دیا۔ اس سے محل میں گڑبڑ پیدا ہو گئی لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

بجے سنگھ کا بیٹا بہادر سنگھ جس کی عمر اس وقت سات سال کی تھی بھاگ کر کشتوار میں پہونچا اور گنائیوں کے گھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس خفیہ طور پر پناہ گزین ہوا۔ راجہ کے خاندان کے تقریبًا جملہ اراکین دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے مگر یہ شہزادہ بوجہ گمنامی کے بچ گیا اور گنائیوں کے لڑکے کے طور پر پرورش پاتا رہا۔ رفتہ رفتہ اکابران کشتوار کو اصلیت کا پتہ لگا تو سب نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی۔ اور اُس کو گنائیوں کے گھر سے نکال کر راج تلک دیا۔ اس نے حکومت شروع کر دی۔

بہادر سنگھ ۱۵۷۰ء / ۱۶۰۵ بہادر سنگھ کو سب سے پہلے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کا خیال ہوا۔ چنانچہ معززین کے ساتھ اس نے مشورہ کیا۔ اس میں یہ قرار پایا کہ جس علاقہ کے لوگوں نے یہ بغاوت کی تھی اُس تمام علاقہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا کر پھونک دینا چاہیے۔ چنانچہ سرکردگان کشتوار نے اتفاق کر کے علاقہ سرور پر چڑھائی کی اور موضع سلنہ سے ٹٹانی تک تمام دیہات پھونک کر خاک سیاہ کر دیے۔ بعد ازاں بہادر سنگھ اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

اُس کے کچھ عرصہ بعد ۹۸۰ھ ہجری مطابق ۱۵۷۲ء میں علی شاہ چک شاہ کشمیر نے کشتوار پر حملہ کیا۔ اس کی تفصیل فوق کی تاریخ کشمیر میں اس طرح مذکور ہے کہ علی شاہ کو حاجی حیدر خاں و سلیم خاں کے فتنہ سے فراغت ہوئی تو بہادر سنگھ راجہ کشتوار

کی سرکشی کی طرف اُس نے توجہ کی۔ اس نے اُس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر جرار تیار کیا جس نے تین طرف سے کشتوار پر حملہ کیا۔ لیکن راجہ نے گھبرا کر جلدی ہی ہتھیار ڈال دیے۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ اور اپنی ہمشیرہ شنکر دیوی میرزاں کے پوتے اور علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خاں کو حوالہ کر دی۔ اور سالانہ خراج دینے پر رضامند ہو گیا۔ لیکن وہ اس اقرار پر قائم نہیں رہا۔ اور دوسرے سال پھر رعونت اور نخوت نے جوش مارا۔ اور بر سر فساد ہو گیا۔ اسمٰعیل گنائی۔ اور حیدر چک اس کی گوشمالی کے لیے کشتوار پہونچے لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بہادر سنگھ عجز و انکساری کرنے لگا۔ اور تلافی مافات کے طور پر اپنے بیٹے نرائن سنگھ کے ہاتھ اپنی لڑکی کو جو سطلو بہ علی شاہ تھی اور بعد میں فتح خاتون کے نام سے مشہور ہوئی علی شاہ کے لیے کشمیر بھیج دیا۔ علی شاہ نے نرائن سنگھ کو بطور یرغمال کشمیر میں رکھا بالآخر وہ عجائبات کشتوار بطور خراج سالانہ دینے کا عہد و پیمان کر کے نوازش ہائے خسروانہ سے سرافراز ہوا۔

کشمیر میں دور حکومت طائفہ چکاں دراصل زمانہ انقلاب رہا ہے۔ علی شاہ کے بعد یوسف شاہ چک سلطان ہوا (۹۸۶ھ ہجری = ۱۵۷۹ء) بعد ازاں سید مبارک بیہقی (۱۵۸۰ء) بعد ازاں لوہر شاہ چک (۱۵۸۰ء) اس کے پیچھے یوسف شاہ چک باردوم (۱۵۸۱ء) اس کے معزول ہونے پر ۱۵۸۶ء مطابق ۹۹۳ھ ہجری میں یعقوب شاہ چک شاہ کشمیر ہوا وہ ۹۹۴ھ ہجری میں اکبر بادشاہ کے لشکر سے شکست کھا کر کشتوار کی طرف بھاگ گیا۔ اور کشمیر کے اوپر اکبر بادشاہ کا پورا تسلط ہو گیا۔ کشمیر کی خانہ جنگیوں اور باپ بیٹے کے فساد کا یہ نتیجہ ہوا کہ بالآخر حکومت اہل ملک کے ہاتھ سے نکل گئی۔

یوسف شاہ بصحابت راجہ بھگوان داس دہلی پہونچا وہاں اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ بلکہ وہاں سے وہ لاہور میں لایا گیا۔ اور دو سال تک راجہ ٹوڈرمل کی حراست میں رہا۔ بعد ازاں جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آیا تو اس کی سفارش سے منصب پانصدی پر سرافراز ہو کر راجۂ مذکور کے ہمراہ عسکر بنگالہ میں داخل ہو گیا۔ مگر وہ بہت شکستہ دل ہو گیا تھا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد خلل دماغ کے عارضہ میں

مبتلا ہو کر دنیا سے گذر گیا۔

یعقوب شاہ جو کہ بہنوئی راجہ بہادر سنگھ کا تھا تیسری دفعہ بحالت فراری مع قبائل کے کشتواڑ پہونچا۔ اور میدان چوگان بازی میں خیمہ زن ہوا۔ اس دفعہ راجہ نے اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ اور شیر کوٹ میں رہنے کو جگہ دی۔ اس نے یہاں سے چار دفعہ کشمیر پر حملہ کیا۔ اور اپنی جماعت کو جمع کر کے کشمیر میں فتنہ و فساد برپا کرتا رہا آخری دفعہ ہزیمت کھا کر اطمینان کے ساتھ کشتواڑ میں بیٹھ رہا۔ اور قرآن خوانی میں مصروف ہو گیا۔ یاد خدا کے سوا کوئی اور کام اُس کا نہ تھا۔ اب اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا تھا چنانچہ مرض میں مبتلا ہوا ہر چند علاج کیا گیا کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ بالآخر سنہ ۱۰۰۱ہجری مطابق ۱۵۹۳ء میں اس نے انتقال کیا۔ اور حدود سیر کوٹ میں میدان چوگان بازی میں مدفون ہوا۔

اُس کے فوت ہونے کے بعد اُس کی بیوہ شنکر دیوی نے اپنے شوہر کی یادگار میں ایک نہر پہاڑ کو نگن برن اور چشمہ لالی سے تیار کرا کے مندر نیل کنٹھ واقعہ قصبہ کشتواڑ تک پانی پہونچایا۔ یہ نہر آجتک شنکر راجی کی نہر کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اب مابین چشمہ لالی و گودراشی بوجہ بے مرمتی خراب ہو گئی ہے۔ لہذا صرف چشمہ گودر سے کا پانی قصبہ میں پہونچتا ہے اس نے ایک پختہ تالاب بھی جو دارنگ وجائی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی مندر کے متصل تعمیر کیا۔ اور ایک اور نہر چشمہ کالی ناگ سے موضع زیوڑہ تک پہونچائی۔ یہ یادگاریں آج تک کم و بیش قائم ہیں۔

بہادر سنگھ نے ایک ہزار کے قریب مٹی کے نلکے تیار کرائے اور مندر نیلکنٹھ سے قصبہ تک ان نلکوں کے ذریعے پانی پہونچایا جس سے اُس کی بڑی نیک نامی ہوئی۔ الغرض حملۂ کشمیر کے بعد بہت امن و امان سے عرصۂ دراز تک حکومت کر کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اصل دعویدار حکومت کشمیر کے فوت ہو جانے کے بعد بھی طائفہ چکاں نے جو کشتواڑ میں بامداد یعقوب شاہ چک جمع ہو گیا تھا دم نہ لیا۔ باپ دادا کے ملک کے لئے ان کے دل میں برابر اُمنگ اٹھتی رہی اور وہ اکثر حوالی کشمیر میں فتنہ و فساد برپا

کرتے رہے۔ کشتوار ان سرکشوں کی پناہ گاہ تھا۔ یہاں کے مرزبان کی مالش کے لیے محمد قلی مع آزمودہ کار آدمیوں کے روانہ ہوا۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں یہ پہلا حملہ کشتوار کا ہے جو ۱۰۰۳ھ ہجری مطابق سنہ ۱۶۰۰ء میں واقع ہوا اس میں راجہ کشتوار کا نام مذکور نہیں ہے تاہم زمانہ کے لحاظ سے یہ واقعہ بہادر سنگھ کے عہد حکومت کا پایا جاتا ہے صرف اس قدر درج ہے کہ حاکم کشتوار نے وکلا بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ اور عہد و پیمان کر کے محمد قلی کے پاس چلا آیا۔ شکاری جانور باج میں دیے اور عہد کیا کہ مفسدان چک کو کبھی اپنی ولایت میں نہیں گھسنے دوں گا اور ہر وقت بادشاہ کا دولت خواہ رہوں گا۔

ایک گروہ مفسدوں کا علاقہ مرو میں پناہ گزیں تھا اور ان کا بھی یہی معمول تھا کہ وقتاً فوقتاً حدود کشمیر میں فتنہ و فساد برپا کیا کرتے تھے۔ ان کی سرزنش کے لیے محمد قلی مرو میں پہونچا۔ انبہ چک و حسین چک سے پہلے مقابلہ ہوا محمد قلی کو فتح ہوئی مگر انبہ چک و حسین چک ہاتھ نہ آئے اور زمینداران مرو کو جمع کر کے دوبارہ برسر پیکار ہوئے محمد قلی نے دوبارہ انھیں شکست دی اور انھیں تباہ کیا۔ زندہ پولی ان کا سرکردہ دوسرے دن پایندہ بیگ برادرزادہ محمد قلی کے پاس آیا۔ بندگی کا اظہار کیا۔ اپنے بیٹے کو مع چند شکاری جانوروں کے محمد قلی کے پاس بھیجا اور یہ عہد کیا کہ پھر فتنہ پردازی نہیں کروں گا۔ اور مفسدوں کو مدد نہ دوں گا۔ اسی طرح اور زمینداروں نے بھی اطاعت کی اور اپنے بیٹوں کو یرغمال میں بھیج دیا۔ محمد قلی اس طرح فتحمند ہو کر شہر کو واپس ہوا۔

پرتاب سنگھ ۱۶۰۵ - ۱۶۱۸ء بہادر سنگھ کی جگہ اس کا بیٹا پرتاب سنگھ راجہ ہوا۔ اس کے عہد میں تقریباً ۱۶۲۰ء میں جہانگیر بادشاہ نے ایک لشکر بسرکردگی احمد خاں۔ دلاور خاں و مرزا محمد خاں بغرض تسخیر کشتوار روانہ کیا۔ اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ باوجود اس کے باپ کے عہد و پیمان کے چکوں کے فساد کا خاتمہ نہیں ہوا تھا اور ان کا ایک گروہ بدستور اس ملک میں پناہ گزیں تھا یہ فوج درہ مربل کو عبور کر کے سنگھپور میں وارد ہوئی۔ اُس کے آگے پیچھے کی

طرف روانہ ہوئی۔ تو کشتوار کے لشکر نے پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ میں بموقع مغل مزار اُسے روکا اور پہاڑ کے اوپر سے پتھر برسائے جس سے بہت سے سپاہی بشمول مرزا محمد خاں کام آئے۔ مغل شکست کھا کر واپس ہوئے۔

مرزا محمد خاں کی بیوہ کو جب یہ خبر پہونچی تو اُس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور قسم اُٹھائی کہ جب تک اہالیان کشتوار کے خون سے اپنے ہاتھ لال نہ کردوں اور خاک کشتوار کو دریا میں نہ پہونچاؤں زندگی حرام ہے اس نے فوج کی درخواست کی جو کہ جہانگیر بادشاہ نے منظور کی۔ اور دس ہزار سپاہ بسرکردگی ذوالفقار رود دلاور خاں کشتوار کو تباہ کرنے کی غرض سے اسے حوالہ کی۔ بیوہ مرزا محمد خاں کو کشتوار کی کتابوں میں مغلانی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مغلانی نے اس لشکر کو لے کر براہ سنگھپور کشتوار پر حملہ کیا۔ اور رواروی دریائے گوڈی یعنی مرداگو عبور کر کے بھنڈار کوٹ بمقام اتصال دریائے مرداد چندر بھاگا پہونچ گئی۔ یہاں لشکر کے پہونچنے سے پہلے کشتواریوں نے دریائے چندر بھاگا کا جھولا دیل رسیمانی) جو متصل بھنڈار کوٹ بموقع پل موجودہ ہوتا تھا کاٹ دیا جس سے اُس کا راستہ مسدود ہو گیا۔ مغلانی کو مجبوراً میدان برنجہ باغ میں مابین دریائے مرداد چندر بھاگا ٹھہرنا پڑا۔ یہاں اُس نے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ ایک تالاب بنایا۔ ایک باغ لگایا۔ اور درخت نصب کیے۔ یہ سب اب نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ لیکن قلعہ کی بنیادیں آج تک موجود ہیں۔ اور یہ جگہ مغلانی کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے انھیں ہر ایک پہلو سے باحتیاط دیکھا۔ لیکن از قسم یادگار قدیم کوئی چیز مجھے نظر نہیں آئی۔ البتہ قلعہ خاصہ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ الغرض ۳ ماہ دس روز مغلانی مع فوج کے اس جگہ مقیم رہی۔ اس اثنا میں اس نے زمینداران مواضعات پوچھال پوہی و ہولو کو جو محافظ اس جھولے کے تھے بطمع زر اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کی مدد سے ایک نیا جھولا دریائے چندر بھاگا پر تیار کیا۔ اور انھیں کی رہبری سے رات کے وقت دریا کو عبور کر کے کشتوار کے میدان چوگان بازی میں پہونچ گئی یہاں راجہ پرتاب سنگھ نے طوعاً و کرہاً اس کا مقابلہ کیا۔ چونکہ مغلانی کے سر پر انتقام کا بھوت سوار تھا اُس نے اپنے لشکر کو زن بزن کا حکم دیا۔ اور بہادران جنگ آزمودہ نے

دادِ مردانگی دی اور کشتواریوں کے سر میدان چوگان بازی میں گیند کی طرح اڑائے
راجہ یہ حالت دیکھکر سراسیمہ ہوا۔ اور بہت پارکر کے اپنے قبائل کے بھدرواہ کی طرف
فرار ہوگیا۔ اور بھدرواہ کے راجہ واسک کے پاس پناہ گزیں ہوا۔

مغلانی نے فراری راجہ کا تعاقب نہیں کیا اور میدان چوگان بازی میں حفاظت
کا پورا انتظام کرکے ٹھہر گئی۔ اس نے میدان چوگان بازی میں ایک باغ لگایا اور
اس کے گرداگرد دھس بنایا۔ اور اس کے اندر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کی بنیادیں
سنگرام بھاٹا کے گاؤں میں اب تک موجود ہیں اور گدھ باغ کے نام سے مشہور
ہیں۔ اس میں اُس نے اپنی فوج کو تین ماہ تک آرام کے ساتھ رکھا۔ اور اُس کے
ہاتھ سے تمام ملک کو تباہ کرایا۔ اور راجہ کا خاناں تمام تر تاراج کیا۔

لوگ اس تباہی سے جب تنگ ہوئے تو معززین کشتوار نے مغلانی کے
پاس حاضر ہوکر عاجزی کے ساتھ پناہ مانگی کہ اس تباہی کو اب ختم کیا جائے۔ اس نے
جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کشتوار کی خاک بھی دریا میں بہہ پہنچاؤنگی۔ ایسی
تدبیر نکالی جائے کہ قسم شکنی بھی نہ ہو اور ملک بھی مزید تباہی سے بچ جائے چنانچہ
تجویز یہ قرار پائی کہ میدانے چوگان میں یعقوب شاہ چک کے مقبرہ کے متصل ایک
تالاب بنایا جائے۔ اور اُس کی خاک کو دریائے چندربھاگا میں پہونچا دیا جائے
یہ تالاب اب سیر کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔

بعد ازاں مغلانی نے اس قلعہ میں کچھ فوج تعینات کردی اور باقی فوج کو
ساتھ لے کر واپس چلی گئی۔

پرتاب سنگھ نے میدان خالی دیکھا تو راجہ واسک سے امداد لیکر کشتوار
واپس آیا اور اس فوج کا قلع قمع کرکے کشتوار پر دوبارہ قابض ہوگیا۔ مگر اپنی ذلت
سے وہ بہت دل برداشتہ ہوگیا تھا۔ اپنے بیٹے گور سنگھ کو راج تلک دے کر خود
خانہ نشین ہوگیا۔ اور اس کے چند روز بعد فوت ہوا۔

گور سنگھ ۱۶۱۸-۱۶۲۹ء گور سنگھ اس وقت ۲۰ سالہ بتلایا جاتا ہے۔ اس زمانہ
میں کشمیر کا صوبہ دار دلاور خاں تھا۔ اس کے نام

جلوس جہانگیری کے بارھویں سال ۱۰۲۶ھ ہجری میں جہانگیر بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ کشتوار کا پورا انتظام نہ ہوا تو نقارا و تُوغ و نقارہ ضبط ہوگا۔ ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان جلد ششم میں مذکور ہے کہ دہم شہریور ۱۵ جلوس ربیع الاول ۱۰۳۰ھ ہجری مارچ ۱۶۲۱ء) دلاور خاں دس ہزار جنگی سواروں اور پیادوں کو لے کر فتح کشتوار کے لیے سوار ہوا۔ اور اپنے بیٹے حسن کو گرد علی میر بحر کے ساتھ شہر سری نگر کی محافظت اور سرحدوں کی حراست کے لیے مقرر کیا۔ چونکہ گو ہر چک اور ایبہ چک وراثتہً کشمیر کا دعوی رکھتے تھے اور کشتوار اور اُس کی نواح میں پڑے رہتے تھے دلاور خاں نے اپنے بھائیوں میں سے ہیبت کو دیسو کے مقام پر جو کوتل مربل کے متصل واقع ہے احتیاط کے لیے چھوڑا۔ اور منزل مذکور سے نواح کو اس کوہستان میں تین راستوں پر تقسیم کیا تاکہ مغل مزاروالے واقعہ کا امکان باقی نہ رہے خود خان نے کوتل مربل سے گذر کر سنگھپور کا راستہ اختیار کیا۔ اپنے بڑے بیٹے جمال خاں کو جوانان کارطلب کے ساتھ ہراول فوج مقرر کر کے براہ کوتل مرگن پہاڑ کی طرف روانہ کیا۔ اور دوسرے بیٹے جلال خاں کو نصر اللہ عرب و علی ملک کشمیری اور ایک اور جماعت بندہائے جہانگیری کے ساتھ کوتل برآری آنگن سے گورکھن وڈودڈہ کی راہ پر بھیجا۔ یہ راستہ نہایت سخت اور دشوار گذار تھا۔ لیکن اقبال نے ان کی یاوری کی۔ اور وہ سب سے پہلے غنیم کے لشکر پر پہونچے۔ اُسے انھوں نے شکست فاش دی اور قلعہ پر قابض ہوگئے۔ اس کے بعد انھوں نے ٹھاکرائی وکورائی کو بھی فتح کر لیا۔ اور لب دریائے چندر بھاگا خیمہ زن ہوئے۔ یہ جگہ اب برنجہ باغ کے نام سے مشہور ہے۔ جمال خاں کی فوج بھی اُس جگہ جلال خاں کی فوج کے ساتھ مل گئی اور آتش قتال نے خوب اشتعال پایا۔ ایبہ چک مارا گیا اُس کے مرنے سے راجہ بے دست ہو کر بھاگ گیا اور بھنڈار کوٹ میں توقف کیا۔

اس فتح کے بعد ہر دو برادران جلال وجمال نے خان مذکور کو عرضداشت بھیجی کہ سرج وراجواڑہ فتح کر کے ہم یہاں پہونچ گئے ہیں۔ اب آپ بے کھٹکے تشریف لے آئیے

چنانچہ نواب دلاور خاں بھی یہاں پہونچ گیا۔

راجہ گوڑ سنگھ اوباش منش اور کوتاہ بیں آدمی تھا۔ اُسے نواب کے وارد ہونے کی خبر پہونچی تو اُسنے دلاور خاں کو نالائم اور نخوت آمیز مراسلہ اس مضمون کا بھیجا کہ تمھارا یہاں آنا اور ہم سے جنگ کرنا تمھارے شایان شان نہیں ہے کیونکہ اگر جنگ سے غرض یہ ہے کہ اس ملک کا خراج جو کہ باز وجرہ و زعفران پر محدود ہے وصول کیا جائے تو تمھارے آنے کے بغیر ہی ادا کرنے کو تیار ہوں اور اگر مدعا یہ ہے کہ اس سرزمین پر قبضہ کیا جاوے تو تمھیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ اس سے بجز تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ مرزا حیدر دوگرہ میر کا واقعہ تمھیں یاد ہوگا۔ وہ دو تین ہزار بہادران جنگ جوڑے کر آئے اور جنگ ہائے عظیم کرنے کے بعد گرداب ہلاکت میں گرفتار ہوئے۔ لیکن ان میں سے ایک بھی جان سلامت لے کر ساحل امید تک نہ پہونچا۔ اور حضرت عرش آشیانی کی ابتدائے فتح کشمیر سے آج تک کہ جلوس جہانگیری کا بارھواں سال ہے کسی نے اس عقدے کو حل نہیں کیا ہے۔ حتیٰ کہ ہاشم خاں و صفدر خاں و احمد بیگ خاں جو کہ امرائے کبار و شوکت آثار میں ہیں سے تھے انھوں نے ہر چند کوشش کی مگر اس کام کے سرانجام پہونچانے سے قاصر رہے پس انسب یہی ہے کہ اپنے لشکر کی جماعت پر رحم کرو۔ اور واپس ہو جاؤ۔ اور ہم کو اور اپنے آپ کو کشمکش اور تردد میں مبتلا نہ کرو۔

دلاور خاں راجہ کشتوار کی اس ڈینگ سے بہت برہم ہوا۔ اور اُس نے فوراً دھاوے کا حکم دیا۔ راجہ جب اس موقع سے پسپا ہوا ہے تو اس نے دریائے مرو کے پل کو گرا دیا۔ بادشاہی ملازمان نے از سر نو پل تعمیر کیا۔ اور تمام لشکر دریائے مرو سے عبور کر کے بھنڈار کوٹ میں آراستہ ہوا۔ اور اس دریا سے دریائے چناب تک کہ مخالفین کا استحکام قوی تھا دو تیر انداز مسافت تھی۔ اور آب چناب کے کنارہ پر ایک اونچا پہاڑ ہے اس دریا سے عبور دشوار تھا۔ کیونکہ راجہ نے یہاں سے فرار ہوتے وقت اس زمبہ کو بھی توڑ دیا تھا۔ زمبہ کی اصلیت یہ ہے کہ درخت بید کی شاخوں کے دو موٹے رسے دریا کے آر پار اس طرح لگائے جاتے ہیں کہ ان کا ایک سرا قلعہ کوہ سے مستحکم کیا۔ اور دوسرا سرا دریا کے اس طرف

مستحکم باندھ دیا اور ان دونوں رسّوں کے درمیان ایک ایک ہاتھ کے فاصلہ پر لکڑی کے ڈنڈے یا تختے لگا دیے۔ اور دو اور رسّے پہلے رسوں سے ایک گز اوپر لگائے کہ پیادے ان چوبوں پر پانوں رکھیں اور دونوں ہاتھوں سے اوپر کے رسوں کو پکڑے رہیں تاکہ دریا سے گذر ہو۔ اُس کو کوہستانیوں کی اصطلاح میں زمبہ کہتے ہیں۔

جس موقع پر زمبہ باندھنے کا امکان ہو سکتا تھا وہاں بندوقچی اور تیر انداز آدمیوں سے استحکام دے کر خاطر جمع کی۔ مگر دشمن کی مدافعت کی وجہ سے اس میں کامیابی نہ ہوئی دلاور خاں نے مجبوراً جالہ تیار کیا۔ اور اُن کے اوپر اپنے آدمیوں کو بٹھلا کر دریا سے پار ہو جانے کا انتظام کیا۔ لیکن پانی میں ایسی تندی اور شورش تھی کہ جالہ سیل فنا میں آگیا اور ۲۷ آدمی بحر فنا میں غرق ہوئے اور دس آدمی شناوری کی یاری سے سلامت آئے۔ اور دو آدمی دریا کے پار جا کر مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئے غرض کہ دلاور خاں چار ماہ دس روز بھنڈار کوٹ میں سعی کرتا رہا مگر مقصد حاصل نہ ہوا۔ ایک زمیندار نے رہبری کی اور ایک جگہ سے جہاں مخالفوں کو زمبہ باندھنے کا گمان بھی نہ تھا وہ دو سو بادشاہی سپاہیوں کو لے گیا اور یہ بے خبر راجہ کے سر پر جا پہونچے۔ مخالف خواب و بیداری کے درمیان سراسیمہ نکلے اور قتل ہوئے ایک سپاہی راجہ کو تلوار مارنا چاہتا تھا کہ اُس نے فریاد کر کے کہا کہ میں راجہ ہوں مجھے دلاور خاں کے پاس لے چلو انھوں نے اُس کو اسیر کیا۔

دلاور خاں حسب الحکم راجہ کو گرفتار کر کے حضور بادشاہ میں بمقام کشمیر لایا۔ راجہ کی شکل وجاہت سے خالی نہ تھی۔ پوشش اُس کی اہلِ ہند کی روش پر تھی برخلاف اور زمینداروں کے وہ دونوں زبانیں ہندی و کشمیری جانتا تھا۔ وہ شہری معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ باوجود گناہ و تقصیر کے اگر وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی درگاہ میں حاضر کرے تو حبس و قید سے نجات پائے اور آسودہ فارغ البال زندگی بسر کرے نہیں تو ہندوستان کے کسی قلعہ میں حبس دوام رہیگا راجہ نے عرض کیا کہ میں اہل و عیال و فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں لاتا ہوں امیدوار مرحمت شاہی ہوں۔ جو حکم ہوگا بجا لاؤں گا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۰۳۱ھ ماہ آبی کا ہے۔

الغرض فیصلہ یہ ہوا کہ راجہ آئندہ چھ آنے فی روپیہ خراج خزانہ شاہی میں ادا کرے اور اپنا بیٹا یا بھائی درگاہ بادشاہی میں بطور یرغال رکھے۔ راجہ کے دو بیٹے تھے ایک جگت سنگھ اور دوسرا بھگوان سنگھ۔ موخرالذکر نہایت ہوشیار اور ہر فن میں آراستہ و پیراستہ تھا۔ اسے یرغال کے طور پر رکھکر خود مع خلعت و سرافرازی کشتوار میں واپس آگیا۔ اور مطابق آئین ماضی مسند راجگی پر متمکن ہوا۔ لیکن اس وقت سے کشتوار صاف طور پر باج گذار سلطنت مغلیہ کا ہوگیا۔

توزک جہانگیری میں ملک کشتوار کی کیفیت حسب ذیل مذکور ہے:۔

"کشتوار بسمت جنوب کشمیر واقع ہے۔ کشمیر کی آبادی سے وہ جگہ جہاں حاکم کشتوار کی سکونت ہے ساٹھ کروہ مسافت پیمائش کی گئی ہے۔ اس ملک میں گیہوں۔ جو۔ مسور ماش اور چنا۔ بہت پیدا ہوتا ہے۔ برخلاف کشمیر شالی (دھان) کمتر ہوتا ہے۔ اس ملک کی زعفران کشمیر کی زعفران سے بہتر ہے۔ نارنج۔ ترنج اور تربوز وافر اور اعلیٰ ملتے ہیں خربوزہ اس ملک کا ایسا ہی ہے جیسا کہ کشمیر میں ہوتا ہے۔ دیگر میوہ جات جیسے کہ انگور۔ خوبانی۔ آڑو۔ اور امرود ترش ہوتے ہیں۔ اگر پیوند کیا جائے تو ممکن ہے کہ اچھے ہو جائیں۔ سہنسی نام روپیہ حکام کشمیر کی طرف سے مسکوک ہوتا ہے۔ ڈیڑھ سہنسی ایک روپیہ کے برابر ہے۔ پندرہ سہنسی کہ عبارت دس روپے سے ہے ایک مہر بادشاہی کے برابر حساب میں آتی ہے۔ ہندوستان کے دو سیر وزن کو یہاں ایک من بولا جاتا ہے۔ محصول زراعت سے راجہ کا خراج لینے کی رسم نہیں ہے بلکہ فی گھر سالانہ چھ سہنسی یعنی چار روپیہ بطور خراج راجہ وصول کرتا ہے۔ کل علاقہ میں زعفران کی حفاظت بذریعہ ایک جماعت راجپوتاں اور سات سو نفر توپچی کے درمیان جو قدیم سے نوکر ہیں تقسیم کرکے کرائی جاتی ہے اور بالآخر بوقت فروخت زعفران خریدار سے فی من یعنی فی دو سیر چار روپیہ بطور رسوم لیا جاتا ہے۔ راجہ کی کل آمدنی کا انحصار جرمانہ پر ہے خفیف قصور پر کل روپیہ لے لیتا ہے۔ اور جسے متمول اور صاحب حیثیت و جمعیت دیکھتا ہے ایک نہ ایک حیلہ و بہانہ بناکر جو کچھ اُس کے پاس ہے سب لے لیتا ہے۔ تمام وسائل سے اُس کی آمدنی تخمیناً ایک لاکھ روپیہ ہوگی۔ لڑائی

کے موقع پر چھ سات ہزار پیادے جمع ہوتے ہیں۔ گھوڑا اس ملک میں کم ہے۔ راجہ اور اس کے عمائد کے درمیان صرف پچاس گھوڑے ہوں گے"

اس کے تقریباً ۸ سال بعد جہانگیر فوت ہوا اور شاہجہان سنہ ۱۰۳۶ ہجری سنہ ۱۶۲۷ء میں تخت شاہی پر بیٹھا۔ راجہ گور سنگھ خراج لیکر حاضر دربار ہوا۔ اس موقع پر شاہجہان نے گور سنگھ کے بیٹے جگت سنگھ کو ٹیکا یعنی ولی عہد تسلیم کر لیا۔ گور سنگھ سجدہ شکر بجا لایا اور بطور صدقہ ایک لاکھ روپیہ نقد اور مویشی اور کپڑے محتاجوں کو تقسیم کیے۔ یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ واقعہ کشمیر کا ہے یا دہلی کا۔ اور سال و تاریخ بھی درج نہیں ہے بہرحال پہلا سفر کشمیر شاہجہان نے سنہ ۱۰۴۳ ہجری سے پیشتر نہیں کیا جو مطابق ہے سنہ ۱۶۳۴ء کے

جگت سنگھ ۱۶۲۹-۱۶۳۵ء

راجہ کشتواڑ میں واپس آیا تو اس نے عالیشان محلات تعمیر کیے اور دیوان عام ۲۷ فٹ لمبا اور ۱۸ فٹ چوڑا تعمیر کیا جو کشتواڑ کے لیے اُس زمانہ میں ایک نہایت عجیب و غریب چیز تھی۔ اس نے بھنڈار کوٹ میں بھی ایک محل تعمیر کیا۔ بعد ازاں گور سنگھ قریب قریب سنہ 1929ء میں فوت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا اور ولی عہد جگت سنگھ مسند نشین ہوا۔

سنہ ۱۶۲۹ء میں شاہجہان نے تسخیر دکن کا ارادہ کیا۔ اور ماتحت حکمرانوں اور شاہزادوں کو اُس کے ہمرکاب جانا پڑا۔ ان میں گور سنگھ کا بیٹا بھگوان سنگھ بھی شامل تھا۔ اس جنگ میں بھگوان سنگھ نے شجاعت اور مردانگی میں امتیاز دکھلایا۔ اور شاہجہان کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ اس رسوخ سے اُس نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ پہاڑ کے وہ راجہ جو سیاسی قید میں تھے۔ انھیں سفارش کر کے آزادی دلوائی۔ اور اپنے لیے جامہ دو صد طریزہ دار و چتر زر کار رکھنے کی اجازت حاصل کی۔

اس زمانہ میں اس کے بھائی جگت سنگھ نے بھدرواہ پر حملہ کیا اُسکی غیر حاضری کشتواڑ سے فائدہ اٹھا کر راجہ بلاور (بسوہلی) بھوپت پال نے بسر کردگی اپنے وزیر کنٹک کے کشتواڑ پر پہاڑ کے راستہ سے حملہ کر دیا۔ اور اس پر متسلط ہو گیا جگت سنگھ یہ خبر پاکر فوراً واپس آیا اور اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنیکی اُسنے ہر ترکیب

کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اور جنگ میں مارا گیا۔ ان واقعات کا ذکر تاریخ ہندوستان میں مجھے نہیں ملا۔ مگر بلاور کے حالات سے اس حملہ کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ بھوپت پال نے کشتواڑ کو فتح کیا۔ اور ضلل کنٹھ کے لنگ کو وہاں سے اٹھا کر بسوہلی پہونچایا جس کی پرستش اب تک بسوہلی میں ہوتی ہے۔ اس کی بابت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کشتواڑ میں "اُلٹے مرد" لگائے اور لوا سے حکومت بلند کیا۔

بھگوان سنگھ نے دہلی میں یہ حال سُنا تو بہت برہم ہوا اور بارگاہ شاہنشاہی سے امداد کا خواستگار ہوا اُسے واپسی کی اجازت عطا ہوئی اور کشمیر سے ایک ہزار امدادی فوج بھیجنے کا فرمان صادر ہوا۔ اور دو بھائی از قوم کھتری مسمیان جیون سین اور کاہن سین کپور بعہدہ وزیری بخطاب خواجگی بغرض انقباض و ارتباط ملک اُس کے ساتھ مامور کیے گئے۔ اُس نے اپنی جگہ غیاث الدین کو یرغمال چھوڑا۔ اور خود بمعیت ہر دو برادران کپور روانہ کشمیر ہوا۔ یہاں سے ایک ہزار سیاہ جرار ساتھ لیکر براہ مربل دھنڈارکوٹ کشتواڑ پر حملہ آور ہوا۔

یہ غیاث الدین جسے اس نے دہلی میں یرغمال چھوڑا آگرہ کا باشندہ تھا۔ غالباً یہ یرغمال نہ تھا بلکہ صرف وکیل تھا۔ کیونکہ یرغمال ہمیشہ خاندان شاہی کا آدمی ہوتا ہے نہ کہ ملازم۔ اُس کا بیٹا ابوالقاسم اس کے بعد وکالت کا کام دربار شاہنشاہی میں انجام دیتا رہا اور بالآخر کشتواڑ میں قاضی مقرر ہوا۔ اس کی اولاد آج تک کشتواڑ میں موجود ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر آئیگا۔

جیون سین و کاہن سین کی بابت معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ وزیری اُن کے خاندان میں موروثی ہوگیا۔ اور یہ کشتواڑ ہی میں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ ان کی اولاد بھی آج تک کشتواڑ میں موجود ہے اور جیون سین کی اولاد میں سے وزیر بھاگ جو وغیرہ کے پاس موضع چیرجی میں تھوڑی جاگیر بھی ہے۔ کاہن سین کی اولاد میں سے غلام محی الدین وغیرہ معمولی حیثیت کے زمیندار رہے۔

بھگوان سنگھ ۱۶۳۶-۱۶۵۰

یہ حملہ بھگوان سنگھ نے ایسی حسن تدبیر اور تیزی کے ساتھ کیا کہ کنٹک کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور بھگوان سنگھ

میدان کشتواڑ میں مع سپاہ مغل کے داخل ہوگیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔ لشکر بلادریہ کو شکست فاش ہوئی۔ کنتک اسیر ہوا۔ بھگوان سنگھ نے اس کا سر کاٹ کر اس کے ساتھ بجائے گیند کے میدان میں چوگان بازی کی۔ اور بتقریب اس فتح کے جشن عظیم کیا۔ اور اسکی یادگار میں کنتک جاترا کی بنیاد رکھی جو تا حال سال بسال میدان چوگان بازی میں منعقد ہوتی ہے۔ اس جلوس کے ساتھ بھگوان سنگھ سریرآرائے حکومت کشتواڑ ہوا۔ اسکے بھائی جگت سنگھ کی اولاد کی بابت کچھ مذکور نہیں ہے جیون سین دکاہن سین کو وزارت سپرد ہوئی۔

سپاہ مغل کو راجہ نے انعامات ازخلعت وغیرہ مع پیش کش وہدایا وباج وخراج دارالسلطنت کو رخصت کیا۔ اور خود انتظام ملک میں مصروف ہوا۔

اس کی فتوحات بہت بتائی جاتی ہیں۔ اس نے ڈوڈھ سے کاستی پر حملہ کیا اور اسے فتح کیا۔ وہاں اپنا قلعہ تعمیر کیا یہاں سے کنتھی پر حملہ کیا اور اس علاقہ کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد ڈینگ بٹل پر حملہ کیا۔ اور اس کو بھی فتح کر کے کشتواڑ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ پھر اس نے پیرستان کو بھی فتح کیا۔ اور بالآخر براہ ڈوڈہ کشتواڑ کو واپس آیا۔ اور خاصے عرصہ تک حکومت کرنے کے بعد اس دارفانی سے رخصت ہوا

مہا سنگھ المعروف مہاجان ۱۶۵۰۔۱۶۵۶ء

اس کے بعد اس کا بیٹا مہا سنگھ المعروف مہاجان راجہ ہوا۔ اس کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ابھے سنگھ المعروف اسلام یار خاں اور رودر سنگھ۔ یہ دونوں دہلی میں رہے کیونکہ ان کی بابت صرف اس قدر مذکور ہے کہ ابھے سنگھ دہلی میں گیا اور بعد ازاں اپنے بھائی رودر سنگھ کو بھی وہیں بلا لیا۔ ممکن ہے کہ ابھے سنگھ پہلے یرغمال کے طور پر بھیجا گیا ہو اور بالآخر دونوں بھائی اسی جگہ رہ پڑے ہوں۔

کہتے ہیں کہ مہا سنگھ نہایت عادل اور سخی تھا۔ اور علم شاستر ی وفارسی وعروض میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ یہ ابیات اس کی تصنیف سے ہیں۔

دولا از لب بلا کردی چہ کردی	قدم چوں لاز عا کردی چہ کردی
الا اے لالہ رخ زاں سرو بالا	قیامت را بپا کردی چہ کردی

مسے راز نمودن از ہنر نیست   زرے را خاک کردن کیمیا ئے است

زقید این و آں رستن رہائی است   زخود بیگانہ گشتن آشنائی است
چو نخل اندر زمستاں باش عریاں   لباس پارسائی خود نمائی است
بہ ہمت می خورم سوگند یاراں   طلب گر از خدا باشد گدائی است

اس کے عہد میں کشتوار میں بہت خوشحالی رہی اور قصبہ کشتوار کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی۔ مسلمانوں کی آبادی اب تک اس ملک میں نہ تھی مگر مہا سنگھ کے عدل و انصاف کا شہرہ سن کر اہل اسلام کی ایک جماعت کشمیر سے وارد ہو کر کشتوار میں سکونت پذیر ہوئی اور بادشاہ دہلی کے حکم سے دو برادران ملا بہادر و ملا حسین فرزندان ملا کشمیری اس سرزمین میں پہونچے انھوں نے وسط شہر کشتوار میں مسجد بنائی کے لئے حضور شاہنشاہی سے ایک سو اسی خروار زمین بطور جاگیر اور بارہ آنہ یومیہ نقدی بطور گذارہ مقرر ہوئی۔

مشہور ہے کہ ایک شخص گدا پیشہ قوم بھاٹ راجہ کے اوصاف جود و احسان سے مطلع ہو کر راجہ کے پاس آیا اور خیرات کی درخواست کی۔ راجہ نے اُسے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا اور کہا کہ میرا جیسا کوئی راجہ تمام ملک پہاڑ میں تم نے آنکھ سے دیکھا ہے۔ بھاٹ نے یہ شیخی سن کر روپے کی تھیلیوں کے اوپر پیشاب کر دیا اور راجہ کو جواب دیا کہ میرا جیسا کوئی فقیر تم نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جو لاکھ روپے پر پیشاب کرتا ہے۔ یہ کہا اور روپیہ چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ بظاہر ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے۔

اس کے زمانہ میں ایک دفعہ بارش بالکل نہیں ہوئی۔ جس سے خلق خدا بہت تنگ ہوئی۔ راجہ پا برہنہ مندر نیل کنٹھ تک گیا۔ اور بکمال عجز و انکسار صدق دل مناجات کی۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور باران رحمت کا نزول ہوا۔

مذکور ہے کہ اس کی مسند نشینی کے کچھ عرصہ بعد اورنگ زیب بادشاہ نے

وکیل کشتوار کو حکم دیا کہ راجہ کشتوار کو حاضر بارگاہ کیا جائے۔ چونکہ راجہ حاضر نہ ہوا غیاث الدین وکیل کو قید کر دیا گیا۔ اُس کا بیٹا ابوالقاسم فی الفور کشتوار پہونچا راجہ نے خود سفر دہلی اختیار کرنے سے پس و پیش کیا اور اپنے بجائے اپنے بیٹے جے سنگھ کو ابوالقاسم کے ساتھ دہلی روانہ کر دیا۔ جو کہ حضور شاہنشاہی میں حاضر ہوا۔ چند روز بعد اُسے واپسی کی اجازت ہوگئی۔ کشتوار واپس پہونچا تو بہت خوشی منائی گئی۔

دہلی میں غیاث الدین بدستور بہ عمال اور وکیل رہا۔ اس کی وفات [illegible]ایک شخص مہابت خاں کا تقرر اُس عہدہ پر ہوا۔ مہابت خاں کے مزید [illegible]ات دریافت نہیں ہوئے۔

تیسرا باب

مسلمان راجگان کشتوار

جے سنگھ ۱۶۵۶-۱۶۶۴ راجہ مہاجان کے تین بیٹے تھے جے سنگھ۔ رام سنگھ سردار سنگھ۔ راجہ مہاجان نے جے سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کر کے خود گوشہ نشینی اختیار کی۔ جے سنگھ نے رام سنگھ کو اپنا وزیر اور سردار سنگھ کو سپہ سالار مقرر کیا۔

اس راجہ نے مسلمانوں پر سختی شروع کی اور حکم جاری کیا کہ کوئی مسلمان مسافر ایک دن سے زیادہ شہر کشتوار میں قیام نہ کرے۔ دہلی سے اس کی بازپرس ہوئی۔ اور راجہ کو اپنا بھائی رام سنگھ بطور یرغمال بھیجنا پڑا۔

راجہ نے اپنی خود پسندی کی وجہ سے اپنے چھوٹے بھائی سردار سنگھ کے ساتھ بھی بے لطفی پیدا کر لی۔ وہ فریاد کے لیے کشمیر پہونچا۔ مگر وہاں اُس کی شنوائی نہ ہوئی تو دہلی چلا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ یہ حال معلوم کر کے جے سنگھ نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو بمخالفت سردار سنگھ دہلی روانہ کیا۔

باوجود اس خانگی کش مکش کے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں کشتوار میں بہت خوشحالی رہی اور شہر کی آبادی ترقی کر کے چار پانچ ہزار نفوس تک پہونچ گئی۔

اس کے عہد میں مشہور و معروف بزرگ سید محمد فرید الدین قادری اپنے چار شاگردوں درویش محمد۔ یار محمد۔ سید بہاء الدین۔ اور سید شاہ ابدال کو ساتھ لیکر براہ ہندوستان وارد کشتوار ہوے۔ یہ بزرگ خواجہ عبدالقادر کی اولاد میں سے تھے۔ اور خواب میں انھیں بشارت ہوئی تھی۔ کہ انھیں کشتوار میں بغرض اشاعت اسلام جانا

چاہیئے۔ وہ بعہد شاہ جہان ہندوستان میں پہونچے اور کچھ عرصہ آگرہ اور دہلی میں قیام کرنے کے بعد اپنے چاروں شاگردوں کے ساتھ کشتوار میں چلے آئے۔ اور مندر لچھمی زائن کے متصل ایک مکان میں انھوں نے قیام کیا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ اسرارالدین انوارالدین اور اخیارالدین۔ بڑا بیٹا شاہ اسرارالدین اپنے والد کی حیات میں فوت ہوا اور میدان چوگان بازی کے متصل مدفون ہوا۔ اس کا مزار اس وقت تک مرجع خواص وعوام ہے۔ شاہ فریدالدین وفات پانے پر قلعہ کے متصل مدفون ہوئے ان کا منجھلا بیٹا انوارالدین چار سال کی عمر میں وفات پاکر اس جگہ پہلے سے مدفون ہو چکا تھا۔ چھوٹا بیٹا شاہ اخیارالدین بھی وفات پانے پر اسی جگہ مدفون ہوا۔ اس مزار کی کشتوار میں بہت شہرت ہے اور سالانہ بہت بڑا مجمع اس کے اوپر ہوتا ہے۔

جے سنگھ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ محمد فریدالدین کے کشف وکرامات سے متاثر ہو کر اس نے ان بزرگ کے ہاتھ پر مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور بختیار خاں کا لقب حاصل کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہوا۔

حافظ ابوالقاسم صدیقی تخت دہلی کی طرف سے شاہ محمد فریدالدین کے ساتھ بغرض انتظام تعینات کیا گیا تھا۔ انھیں کے ساتھ وہ کشتوار پہونچا۔ اور یہیں آباد ہو گیا۔ گو کہ اس سے پہلے اس کے والد حافظ غیاث الدین کے اور نیز خود اُسکے تعلقات جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس حکومت کے ساتھ قائم ہو چکے تھے۔ ابوالقاسم کی اولاد میں سے پیر غلام محی الدین جو کہ بعہدہ وزارت ادھم پور رہ چکا تھا اس موجود تھے۔ اس اثنا میں اُن کا انتقال ہو گیا ہے اور اب اُن کا بیٹا پیر سراج الدین گدی نشین خانقاہ شاہ اسرارالدین ہے۔

کیرت سنگھ المعروف سعادت یار خاں ۱۶۷۴ء – ۱۶۴۴ء (?)

جے سنگھ المعروف بختیار خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا کیرت سنگھ راجہ ہوا۔ اور اُس کے ساتھ اس کا چچا رام سنگھ المعروف دیندار خاں اُس کا وزیر بحکم اورنگ زیب بادشاہ مقرر کیا گیا۔

کیرت سنگھ کی مسند نشینی کے پانچ سال بعد اورنگ زیب کشمیر میں وارد ہوا۔ اس

موقع پر رام سنگھ وزیر کشتوار نے بوساطت حفیظ اللہ کشتواری یہ درخواست بارگاہ شاہنشاہی میں پیش کی کہ اُس کا بھتیجا اُس کے مذہب کی بنا پر اسے تنگ کرتا ہے لہذا اُس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ یا تو راجہ کو بھی مسلمان کیا جائے یا اسے معزول کیا جائے۔ اس اثنا میں راجہ کیرت سنگھ نے زیر اثر حافظ ابو القاسم مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور اورنگ زیب کی طرف سے سعادت یار خاں کا لقب اور خلعت وغیرہ اسے عطا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ شرائط اس نے قبول کیں۔

۱۔ اہل اسلام سے کسی قسم کی رسوم وصول نہ کی جائیں گی

۲۔ مذہب اسلام کے قبول کرنے میں کسی شخص کے ساتھ کوئی مزاحمت نہ کیجائیگی

۳۔ مسلمانوں کی پنج وقتہ نماز با جماعت۔ نماز جمعہ۔ اور نماز عیدین میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائیگی۔ اور تعمیر مساجد میں ہر طرح کی سہولت بہم پہونچائی جائیگی۔

۴۔ اہل اسلام کے درمیان جو تنازعات از قسم دیوانی ہوں وہ مطابق شرع بذریعہ قاضی فیصل کئے جائیں گے۔

۵۔ کوئی مسلمہ کافر کی زوجیت میں نہ رہنے پائیگی۔

اس مضمون کا اقرار نامہ مورخہ ۲۵۔ شوال ۱۰۷۵ھ ہجری مطابق ۱۶۶۴ء عیسوی بہ ثبت مہر خود و مہر حافظ ابو القاسم قاضی کشتوار بارگاہ شاہنشاہی میں داخل کیا۔ جس کی نقل ابو القاسم کے خاندان میں اس وقت تک موجود ہے۔ اس کی نقل حسب ذیل ہے۔

(مہر) راجہ کیرت سنگھ

درحضرت شاہ عالمگیر است

(مہر) حافظ ابو القاسم قاضی کشتوار

"بندہ درگاہ خلایق پناہ کیرت سنگھ زمیندار پتہ کشتوار ام۔ متعہدمی شوم از قبل نفس خود و متصدیان خود بجانب اولاد خواجہ زین الدین و سائر مسلمین مذکورین چہ از مردم سوداگر و چہ از مردم زمیندار از جمیع تکالیف نا مشروعہ مرفوع القلم باشند۔ بدین موجب کیے آنکہ احدے از عمال و متصدیان این جانب در مال ایشانقصان نرسانند و تکلیف مالی وغیرہ نہ کنند نہ از بابت ڈنڈ دواس و نہ از

وجہ امداد خرچ یساق ونہ از سوا اخذ خراج زمین مزروعہ وباغ وزمین سکنی خواہ موروثی لمبیتہ۔ والیضاً اگر درمیان قوم مسلمین مذکورین در معاملات مالی امرے واقع بشود از قسم اقامت بنیہ وحلف آں را بر سبیل شرع شریف عندالقاضی و نمایند نہ برسیم بدعت وضلالت۔ دریں باب احدے مزاحم نشود۔ ونیز دریں عہد کہ عہد سلطنت ودور خلافت ماحی البدعت والضلالت ومحی السنۃ والشریعت بادشاہ دیندار حضرت شاہ عالمگیر افاض اللہ علینابرہ واحسانہ یکے از قوم ہنود بہ بدرقہ توفیق الٰہی راہ یافتہ مسلمان شود ہیچ کس از جہال وسفہار قوم کفرہ متعرض حوال وباعث تلف مال او نشود۔ ومسلمہ در تحت نکاح کافر نگذارند۔ اگر ایں مر درزماں ماضی واقع شدہ باشد تفریق آنہا کنند۔ ونیز اقامت زاذاں بر سبیل اعلان واداے فروض صلوٰۃ خمسہ باجماعت ونماز جمعہ وصلوٰۃ عیدین درعیدگاہ وسائر حقوق کہ بر ذمہ مسلمانان فرض وواجب است بوجہ احسن قیام نمایند۔ وبنائے مساجد درمحلہ کہ می خواہند اعانت وامداد در بنائے آں نمایند دراجرائے امور شرعیہ مذکورہ کہ ایں بندہ درگاہ متعہد است جماعۂ از رؤسائے پتہ مذکور کفیل شدند۔ تفصیل آں جماعت۔

قریہ بوجہل۔ کرشن۔

قریہ ستو۔ ہمت پڈھیار۔ زہری۔ لالہ رپال۔ گردند

قریہ زیور۔ مرزا رائے دترا روانی

قریہ جالنو۔ گوگل

قریہ باتو۔ گزدر۔ ہرا کرشن۔ گورتم۔ پدمانند۔ وائے کور

قریہ ہرل۔ نارائن پڈھیار۔ رام پڈھیار۔ مرزا پڈھیار۔ مولیہ نو

قریہ شردال۔ مومن۔ کمو شان

قریہ کلا۔ مہتہ شان۔ گوبند۔

قریہ ساگ زن۔ ازو پڈھیار

قریہ برشالی۔ شیوبٹ۔ جے رام

قریہ صدرانو۔ سیام۔ سدد

لچھ ڈڈگری یعنی ڈڈگری وغیرہ ڈڈگریاں

من کہ بندہ درگاہ مطیع الاسلام متعہد مذکورم مقرم بر آنکہ اگر نسبت بقوم مسلمین کورین یکے از امور مرفوعہ ممنوعہ نامشروعہ واقع شود مرتکب آں گردم دشمن بادشاہ اسلام و شریعت غرا خواہم بود۔ متصدیان حال واستقبال حکم مذکور را راسخ السنتہ دانند۔ اگر احدے از متصدیان فوت یا فرار شود و مال یکے از مسلمین ہر ذمۂ او باشد باید کہ متصدی منصوب از عہدۂ او برآید۔ حررہ فی التاریخ بست و پنجم شہر شوال ۱۰۷۵ھ ہجری“

اس کے ساتھ ہی حافظ ابوالقاسم کو عہدہ قاضی کشتوار بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا کہ ملک کشتوار میں مطابق شرع معاملات کا فیصلہ کرے۔

ان حالات کے معلوم ہونے پر اہل کشتوار بہت ناراض ہوے اور بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ جو مسلمان انھیں ہاتھ آیا اُسے اُنھوں نے قتل کیا۔ ابوالقاسم کے بیٹے عنایت اللہ نے بھاگ کر سید شاہ فریدالدین کے پاس پناہ لی۔ اس واقعہ کا حال صوبۂ کشمیر کو معلوم ہوا تو اس نے بغاوت کے فرو کرنے کے لیے فوج بھیجی۔ اُس کے کشتوار پہونچنے پر کیرت سنگھ بھی کشتوار میں واپس آگیا۔ اور جلد امن وامان قائم ہوگیا اور بہ تقلید راجہ بہت لوگ مذہب اسلام میں داخل ہوے۔

اسی زمانے میں دہلی سے کشتوار کی ایک شاہزادی کو شاہزادہ محمد شاہ کے لیے بھیجنے کا حکم بذریعہ شیخ نظام الملک کے صادر ہوا۔ چنانچہ راجہ کیرت سنگھ نے اپنی ہمشیرہ جھوپ دے کو اپنے چھوٹے بھائی میاں محمد خاں کے ساتھ دارالسلطنت دہلی کو روانہ کیا۔ وہاں شاہزادہ محمد شاہ کے ساتھ اُس کا نکاح کردیا گیا۔ اور محمد خاں کی عزت افزائی الطاف خسروانہ سے کی گئی۔ شاہزادی کو صوبۂ کشمیر میں آٹھ گاؤں بطور جاگیر عطا ہوے۔

کیرت سنگھ الملقب سعادت یار خاں علوم مشرقی میں پوری مہارت رکھتا تھا علماے کشمیر مباحثۂ علمی میں اُس کے سامنے عاجز رہتے تھے۔ شعر وسخن میں بھی اپنے ملک میں باکمال سمجھا جاتا تھا۔

اُس کے عہد حکومت میں شہر کشتوار کی آبادی میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور اُس
کے علمی مذاق کی وجہ سے علماء اطراف و جوانب سے آکر کشتوار میں جمع ہو گئے۔
اس نے ۴۴ سال حکومت کی اور بالآخر ایک شخص کرشنا ڈھیار کے ہاتھ سے گلاباغ
میں مقتول ہوا۔ اس غداری کی وجہ تحریک کی بابت واقعات کشتوار میں کچھ مذکور
نہیں ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعصب مذہبی بنائے مخاصمت تھا۔

اس واقعہ کے بعد کرشنا مذکور چند روز تک کشتوار میں برسرِ اقتدار رہا معلوم
ہوتا ہے کہ شیرازہ حکومت ڈھیلا ہو گیا تھا کہ کرشنا سے انتقام لینے کی کسی نے جرأت
نہیں کی۔ مگر ابو القاسم کا بیٹا عنایت اللہ دہلی گیا۔ اور وہاں سے فوج لے کر واپس
آیا۔ کرشنا نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر قتل ہوا۔ اور کیرت سنگھ کے
بیٹے املوک سنگھ الملقب بہ سعادت مند خاں کو بجائے اُس کے مقتول باپ کے
راجہ تسلیم کیا گیا۔

املوک سنگھ الملقب بہ سعادتمند خاں
۱۷۲۳ء لغایت ۱۷۷۱ء

املوک سنگھ کا عہد حکومت خاصہ طولانی بتلایا جاتا ہے۔ اپنی مسند نشینی کے موقع پر اس نے دس ہزار روپیہ فقراء اور مساکین
کو تقسیم کیا۔ اور فوج شاہی کو انعام و اکرام دیکر واپس کیا۔

غالباً اسی زمانہ میں راجہ کشتوار کی مزید عزت افزائی شاہنشاہ دہلی کی طرف
سے ہوئی۔ جس کا احوال مندرجہ ذیل خط کتابت کی نقول سے بوضاحت ظاہر ہو گا۔
اصل اس کی پیر غلام محی الدین کے پاس موجود ہے۔

"حکم شد از طرف۔

"باسم گماشتہ شہامت و عوالی پناہ راجہ سعادت مند خاں آنکہ
چوں در ایں ولا خدمت نیابت تھانہ داری کھل من ابتدائے فصل ربیع سنہ بارس
ایل بعہدۂ گماشتہ آں شہامت و عوالی پناہ مقرر شدہ باید کہ لوازم و مراسم آں را
کماینبغی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و احتیاط مہمل نہ گذارد۔ و در بند و بست محافظت
سرحدات و تنبیہ و تادیب مفسدین و قطاع الطریق بواقعی پردازد کہ سکنہ متوطنین

آں سرزمین برفاہ وآسائش بگذرانند۔ ومسافرین ومتردوین بجمیعت خاطر آمدورفت نمایند ودست اقوی از ضعفا کوتاہ ساختہ در منع منہیات ومسکرات سعی وکوشش بکار بردکہ اثرے ازاں نماند۔ وانفصال معاملات قضایا بروفق امر شریعت غراءِ ملت بیضا باتفاق قاضی نمودہ باشد۔ از عظمت وجاہ اجتناب درزد۔ ودر محصول تعہدی کردکیل آں شہامت دعوالی پناہ بدفتر سپردہ واصل سازد۔ وبازپرس بعہد خود شناسد۔ بتاریخ چہارم شہر ذی الحجہ ۱۱۴۶ھ ہجری مطابق ۹۶ جلوس اقبال مانوس قلمی شد"

"قرار داد وکیل راجہ کشتوار بجانب گماشتہ نواب معلی القاب۔ مرقوم بتاریخ چاردہم ذی الحجہ ۱۱۴۶ھ ہجری آنکہ

منکہ خواجہ رحمت اللہ وکیل شہامت دعوالی نشان راجہ سعادت مندخاں زمیندار کشتوار مقرم برایں معنی کہ خدمت تھانہ داری وفوجداری محل کہ از حضور لامع النور بنام صاحبزادگان بلند اقبال عنایت اللہ خاں وعزیز اللہ خاں مقرر است نیابت از سرکار عالی بنام موکل مطابق دستک علیحدہ مفوض گشتہ قرار کردم وقبول نمودم لوازم ومراسم ایں خدمت از روے راستی ودرستی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم وہوشیاری ہمل ومعطل نگذارم۔ ودر ترقی احوال ایجاد وتنبیہ مفسداں وحفظ حرث مال گذاراں ودر رفع منہیات ومسکرات سعی موفور بظہور آرم۔ وسکنہ ومترددین را برفاہ حال بگذارم۔ واحدے مصدر بے اعتدالی نشود۔ واثرے از دزد وقطاع الطریق ظاہر نہ گردد۔ وبدعت ومکروہ حادی نگردد۔ واز اقوی بر ضعیف حیف وحیلے نرود۔ ودر قطع وفصل دعادی معاملات موافق امر شریعت غرا باتفاق قاضی آنجا دار شدہ مستغیث راالحق رسانم۔ وحقائق ہفتہ بہفتہ بحضور ارسال می کردہ باشم۔ اگر احیاناً مال کسے بدزدی بردو دزد را مع متاع مسروقہ بجنس بہم می رسانم۔ ومال بمالک وآں بدکردار را × × × × × × × × × (پڑھا نہیں گیا)

کہ ہیچ کیے مرتکب امور نامشروع نشود۔ ایں چند کلمہ بطریق تعہد نامہ نوشتہ شد۔"

"نقل مطابق اصل از جانب صوبہ دار کشمیر ابوالبرکات خاں
بنام راجہ سعادت مند خاں کشتواری"

یہ دریافت نہیں ہوسکا کہ صاحبزادگان عنایت اللہ خاں و عزیز اللہ خاں کون تھے اور یہ تھانہ داری انھیں کس طرح ملی تھی خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ الوک سنگھ کے بھائی تھے اور یہ تھانہ داری رانی بھوپ دے کے دیہات جاگیر کشمیر کی تھی جو اُس نے اپنے برادر زادگان کو دلوادی اور وکیل کشتوار کو بحیثیت اُن کے نائب کے تفویض ہوئی

بعد میں الوک سنگھ نے کشمیر کے اندرونی فسادات میں بھی حصہ لیا۔ اور اُس کی سپاہ نے پونچھ والوں کے ساتھ مل کر شہر میں بہت لوٹ مار مچائی۔ مزید حالات اُسکے عہد حکومت کے دریافت نہیں ہوئے۔ ۱۷۷۱ء میں اس نے انتقال کیا۔

مہر سنگھ الملقب بہ سعید تمند خاں ۱۷۷۱ الغایت ۱۷۷۸ء

اس کے بیٹے مہر سنگھ الملقب بہ سعیدتمند خاں سوجان سنگھ۔ دلیل سنگھ و گمان سنگھ تھے مہر سنگھ اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ اور برسر اقتدار ہونے کے ساتھ ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ اس نے جھگڑا شروع کردیا۔ سوجان سنگھ بھاگ کر جموں میں راجہ رنجیت دیو کے پاس اور دلیل سنگھ چمبہ میں راجہ راج سنگھ کے پاس بغرض استمداد پہونچے۔

ان واقعات کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ گدی نشینی کے چند روز بعد مہر سنگھ فاتر العقل ہوگیا۔ اور حکومت کو اس کی رانی دیلاس ماجی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا جس سے نظام حکومت میں فتور واقع ہوا۔ یہ حالات دیکھکر راجہ بسوہلی نے کشتوار پر حملہ کردیا۔ اور مہر سنگھ فرار ہو کر کشمیر میں بغرض طلب امداد پہونچا۔ کشمیر میں اس وقت حکومت شاہان درانی کی تھی۔

چمبہ والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ۱۷۸۱ء میں رنجیت دیو والی جموں کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے اور جانشین راجہ برج راج دیو نے بھدرواہ اور کشتوار کی سرپرستی چمبہ کو منتقل کردی تھی۔ اور مہر سنگھ کے بھائی دلیل سنگھ کی ترغیب سے

راجہ راج سنگھ والی چمبہ نے سنہ ۱۷۸۶ء بسرکردگی اپنے بیٹے جیت سنگھ کے کشتوار پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بھدرواہ کے راستہ سے ہوا۔ کیونکہ راجہ فتح پال والی بھدرواہ قبل ازیں چمبہ کی سرپرستی سنہ ۱۷۸۰ء میں قبول کر چکا تھا۔ راجہ بھدرواہ نے بھی اپنے بھائی بھوپ چند کی سرکردگی میں کچھ فوج لشکر چمبہ کے ساتھ کشتوار پر بھیجی۔ یہ فوج کشتوار کے نزدیک پہونچی تو بسوہلی کی فوج پسپا ہو گئی۔ لیکن جہاں تک اُن کا ہاتھ پہونچا لوٹ مار سے انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ چمبہ کی فوج کشتوار پر قابض ہو گئی۔ اور میدان چوگان بازی میں اُس نے ڈیرے ڈال دیے اور چھ مہینے تک مقیم رہی۔

چمبہ والوں نے اس دوران میں ایک شخص کندن سنگھ کو جو راجہ بھدرواہ کے خاندان سے تھا اور کچھ عرصہ سے چمبہ میں پناہ گزیں تھا اور فوج چمبہ کے ساتھ کشتوار میں آیا تھا۔ راجہ کشتوار مقرر کر دیا۔ بعد میں دریافت ہوا کہ کندن سنگھ چمبہ کے خلاف سازش کر رہا ہے اس لیے اس کو معزول کر کے قید کر دیا۔

محمد سوجان سنگھ $\frac{۱۷۷۹}{۱۷۸۲}$ء اس اثنا میں سوجان سنگھ جو جموں میں اپنے بھائی مہر سنگھ کی امداد کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ جموں سے پانچ سو سپاہ لیکر مہر سنگھ کے پاس کشمیر میں پہونچ گیا۔ اور مہر سنگھ نے بھی درانی صوبہ کشمیر سے کچھ فوج حاصل کی اور اس متحدہ فوج کے ساتھ دونوں بھائی کشمیر سے عازم کشتوار ہوئے یہ فوج کشتوار کے قریب پہونچی تو چمبہ کی فوج واپس ہو گئی مہر سنگھ یا تو راستہ ہی میں فوت ہوا یا کشتوار پہونچ کر فوت ہوا اور اس کی جگہ سوجان سنگھ راجہ تسلیم کیا گیا۔

اپنی مسند نشینی کے بعد سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ رعایا کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے حسب ذیل اعلان شائع کیا

مہاراجے راجہ محمد سوجان سنگھ ودیگر اہل دربار

× × × × « (تمہید کو جو محض لفاظی تھی میں نے چھوڑ دیا)

برخے از بدعات شنیعہ کہ بخلاف شرع اقدس طبایع عوام مسلمین بجہالت فطری وشدت القلب ہنود در ارتکاب واعمال آں مائل وراسخ بود واز وعید شدید

بگرفتاری ذہول وغفلت تام ایں منہیات نتیجہ راچوں سعادت مندان کامل الیقین ماموراتِ مبارکات شرعی را در ہمہ احوال بکار می برند و بر عامۂ مسائل مقدم می دارند دستور العمل خود می ساختند بعد راجہ محمد سوجان سنگھ زاد اللہ عمرہ متقدم گردید نہ الحمد علی ذالک۔

"یکے آنکہ شخص بعد وفات برادرش متروکات او را خاصۂ خود دانستہ استقلالاً تصرف می نمود و زوجہ اش را بغلبہ و زور در عقد خود مقرر می دانست۔ و اگر قابل زوجیت خود نمی یافت بفورش قرین ساختن می پسندند۔ از تزوج با غیر ممنوع بود۔ و چوں کنیزکان مادامت الحیواۃ از چاکری و بندگی او نمی آسود۔ و ہمچنیں زن عم و عمزادہ را مزاحم می شد

دوئم آنکہ جمع اختین در نکاح یک کس کہ بکریمہ حرام لازم الاجتناب است۔ وقتہا صورت می گرفت۔

سوئم آنکہ اگر کسے بر تعدد نکاح قادر باشد۔ تا چہار مختار است بشرطے کہ تسویہ و عدل در بیوتت و صحبت و نفقہ وغیرہا پیش تواند برد۔ و اگر بعضے را طلاق بدہد منع شرعی ندارد بر نقد بر ادائے حقوق او از مہر و جز آں ہر چہ ثابت شود بتامہا و بتفصیل گو قلیل باشد اختیار او است

چہارم بنات عم و بنات عمہ و بنات خال و بنات خالہ و بنات عمزادہ و زن بقائی و بقائی زادہ در نکاح آوردن و خطبہ کردن جائز است۔ محظور و حرام شرعی بوجہے نیست۔

پنجم آنکہ زن شخصے اگر باغوائے شیطان فریفتہ کسے می شود با او می پیوندد شوہرش را آں قدر مبلغ کہ در کتخدائی خرج کردہ از یار زن گرفتہ بشوہرش و زن را بیارش می دہند و طلاق اول و نکاح ثانی ضروری دانند نعوذ باللہ من المباشرہ۔ بغیر مشروعات در ایں قصہ حکم شرعی ایں است کہ زن را بہ شوہر دادت اگر شوہرش بطلاق وافی شود زن بعد طلاق و انقضائے عدت تزوج با ہر کہ خواہد بکند"

اس طرح سے اس نے رعایا کی دل جمعی کرکے تقریباً دس برس حکومت کی۔ اس زمانہ میں اس نے تین ہزار فوج تیار کرکے بانہال پر حملہ کیا اور کرم بخش کو مار کر بانہال پر

قبضہ حاصل کیا۔ ڈینگ ٹبل قبل ازیں حکومت کشتوار میں شامل ہو چکا تھا۔ یہ راجہ بلحاظ وسعت ملک سب سے بڑا راجہ کشتوار کا تھا اس کی حکومت علاقہ ناگ سین سے ڈینگ ٹبل تک طول میں اور چنگام سے لیکر پرگنہ پونجوا تک عرض میں تھی۔

محمد سوجان سنگھ نہایت صالح اور پرہیزگار آدمی تھا۔ علوم عربی و فارسی سے خوب واقف تھا۔ شاعر بھی تھا۔ عبادت میں زیادہ مصروف رہتا تھا۔ منصب راجگی کے محاصل رعایا پر اور یتیموں و بیوگان پر خرچ کر دیتا تھا۔ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا۔

پرتھی سنگھ ۱۷۸۲ء آخر عمر میں راجہ علاقہ سوراج میں دورہ پر گیا وہاں موضع کندی میں بیمار ہو کر فوت ہوا۔ اُس کے مرنے پر مہر سنگھ کے طرفداروں نے اُس کے مصنوعی بیٹے پرتھی سنگھ کو گدی پر بٹھلا دیا۔ اس نے چھ مہینے حکومت کی ایک روز بغرض سیر و شکار بھنڈار کوٹ جا رہا تھا۔ اجیت سنگھ اُس کے پیچھے ہو لیا اور پل کے اوپر سے گرا کر چندر بھاگا کے بحر فنا میں غرق کر دیا۔ اور خود مسند راجگی پر متمکن ہو گیا۔

اجیت سنگھ ۱۷۸۲ء رنجیت دیو والی جموں کو اس خانہ جنگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے خاندان میں سے ایک شخص لال دیو کو کشتوار پر تعینات کیا۔ اس نے اجیت سنگھ سے قبضہ حاصل کر کے دو سال تک نہایت ظالمانہ اور جابرانہ طور پر حکومت کی اس سے اُس کے خلاف عام ناراضی پھیلی۔

لال دیو ۱۷۸۲-۱۷۸۴ء سوجان سنگھ جموں سے فرار ہو کر جب چلا ہے تو اپنے بیٹے عنایت اللہ سنگھ کو بطور یرغمال چھوڑ آیا تھا

بعد میں جب راجہ رنجیت دیو والی جموں مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حسب دستور ملک قیدی اور نظر بند لوگ آزاد کیے گئے۔ اس سلسلہ میں عنایت اللہ سنگھ کو بھی خلعت دے کر رخصت کیا گیا۔ وہ تیز مزاج نوجوان آدمی تھا۔ اُس نے گستاخانہ زبان کھولی اور راجہ کو اس مہربانی کے شکریہ میں یہ جواب دیا کہ میں سرکار کا نمک خور ہوں پورا حق نمک ادا کر کے لکڑی دینے کے بعد چلا جاؤں گا۔ جلدی کیا ہے۔ رنجیت دیو اس گستاخانہ جواب سے بہت ناراض ہوا اور اس نے عنایت اللہ سنگھ کو قلعہ باہو میں قید کر دیا۔ یہ تُم

قید میں تھا لال دیو کے جبر و ظلم کی وجہ سے اکابران کشتواڑ کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ اتنے میں راجہ رنجیت دیو کا انتقال ہوگیا۔ یہ واقعہ ۲۲ جیٹھ ۱۸۳۸ بکری مطابق ۱۷۸۲ء کا ہے کوتوالان سوراج و کنیٹھی نے تائید ایزدی رات کے وقت خفیہ طور پر عنایت اللہ سنگھ کو قلعہ باہو سے نکال کر سوراج میں پہونچایا۔ لال دیو کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی فوج اور ملکی فوج جمع کرکے عنایت اللہ سنگھ کی گرفتاری کی غرض سے سوراج پر حملہ کیا۔ مگر چونکہ عوام کی خواہش لال دیو کی حکومت کی طرف نہ تھی کنیٹھی کے لوگوں کے ساتھ سب مل گئے۔ اور باتفاق ہمدیگر لال دیو پر ہجوم کرکے اُس کو ملک بدر کردیا اور عنایت اللہ سنگھ کو راجگی پر قائم کیا۔

عنایت اللہ سنگھ ۱۷۸۴-۱۷۹۱ء

راجہ عنایت اللہ سنگھ کے پاس کنیٹھی میں ڈیگ تبل۔ پاتہال۔ پوگل اور پیرستان کے معززین اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے۔ یہاں سے وہ چھوچھتر گیا۔ اس علاقہ کے لوگوں کو مطیع کرکے آگے روانہ ہوا اور ڈوڈہ پہونچا۔ پھر مہالہ میں آیا۔ یہاں بھی لوگوں نے اظہار عقیدت کیا۔ اس کے بعد برسالہ پہونچا۔ یہاں دریائے چناب پر جھولا بنا ہوا تھا اس کے بجائے اُس نے پل تیار کرایا۔ کنتواڑہ کے لوگ اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے یہاں سے سرتھل گیا اور اس علاقہ کے لوگوں سے اطاعت کا اقرار لے کر کشتواڑ پہونچا اور مسند راجگی پر جلوہ افروز ہوگیا۔

ایک سال کے قریب کشتواڑ میں اُس نے آرام کیا پھر پاڈر پر حملہ کردیا۔ لوگ اپنا اپنا گھر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گئے۔ ایک ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ بالآخر تمام علاقہ پاڈر کی تاخت و تاراج کرکے کشتواڑ واپس آگیا اور جو کچھ مال غنیمت ساتھ لایا تھا وہ سب رعایا کے درمیان تقسیم کردیا۔ اس طرح سے اُس نے اس نقصان کی تلافی کردی جو اہل کشتواڑ کو بیرونی حملہ آوروں کی لوٹ مار سے اُٹھانا پڑا تھا۔ بعدازاں اُس نے بھدروا پر بھی حملہ کیا۔ وہاں سے جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اُسے بھی اُس نے اپنی رعایا کے درمیان تقسیم کردیا

اس کے عہد میں نواب آزاد خاں صوبہ دار کشمیر تھا۔ وہ تقریباً ۱۱۹۵ھ ہجری

مطابق ۱۸۰۲ء میں بتقریب سیر و شکار شاہ آباد کی طرف آیا۔ یہاں چونکہ راجہ کشتوار حاضر خدمت نہیں ہوا۔ اس نے بذریعہ رسول ملک اور بہادر ملک شاہ آبادی کے راجہ کو حکم بھیجا کہ کشمیر میں اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہو۔ راجہ کو یہ پیغام پہونچا تو فی الفور چند معتبران و معتقدان خاص کو ہمراہ لے کر کشمیر میں نواب آزاد خاں کے دربار میں حاضر ہو کر آداب بجا لایا۔ اور اظہار اطاعت کیا۔ نواب نے خلعت سرافرازی دے کر اُسے رخصت کیا مگر حکم دیا کہ اُس کے دربار میں اپنا وکیل تعینات کرے۔ چنانچہ راجہ نے مولوی حفیظ اللہ کو وکیل مقرر کر کے کشمیر میں تعینات کر دیا۔

اب عنایت اللہ سنگھ کا آخری وقت آ گیا۔ ایک روز وہ کشتوار میں اپنے محل کے پیش طاق میں اپنے مصاحبین اور نورالدین شاہ پیرزادہ کے ساتھ بیٹھا ہوا عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ اس کے محل کے سامنے نورالدین کا مکان تھا۔ اس کے ایوان پر نورالدین کی بیوی راجہ کو نظر آئی۔ راجہ نے بداہتاً نورالدین شاہ کو یہ رباعی سنائی

چشم ستمگرت کہ بجوں در کمیں نشست　　تیغ کشیدہ بہ سر مرداں دین نشست
بار دے آتشیں چو گذشتی بہ بوستاں　　گل را ز انفعال عرق بر جبیں نشست

نورالدین کے دل میں اس پردہ دری سے راجہ کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا۔ اس نے راجہ کے چچا گلاب سنگھ برادر اجیت سنگھ کے ساتھ اس کی ہلاکت کا منصوبہ کیا چنانچہ کنول سنگھ۔ علی گنائی۔ اور کانشی رام ڈھیار ملازمین راجہ کے ساتھ سازش کر کے معجون ہائے بھنگ و منشی اُس کو دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک رات جبکہ ان مسکرات نے اس کے دماغ کو پریشان کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہوا خوری کے بہانہ سے اسی میدان چوگان کے کنارے تالاب سیر کوٹ کے قریب لے گئے۔ وہاں کنول سین نے راجہ کے اوپر تلوار چلائی۔ راجہ بچ گیا۔ دوبارہ پھر اُس نمک حرام نے وار کیا تو راجہ گریہ و زاری کرنے لگا۔ نورالدین نے بھی تلوار چلائی۔ پھر خود گلاب سنگھ نے وار کیا جس سے خون جاری ہو گیا۔ علی گنائی اور کانشی رام نے بھی نمک حرامی کا ثبوت دیا۔ اور عنایت اللہ سنگھ کا کام تمام ہو گیا۔

اس موقع پر ایک سنیاسی گلابو نامی بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک میگھ اس طرف سے

راجہ محمد تیغ سنگھہ سیف اللہ خان بہادر
راجہ کشتوار مع اہل دربار
(بائیں طرف سے) خواجہ سنی رام - مولوی حفیظ اللہ وکیل - مولوی نصراللہ
میاں سوزا شاہ و نور اللہ [illegible]ب

گذرا۔ گلاب رائے اس سنگھ کے ذریعے شہر میں پیغام بھیجا کہ ان آدمیوں نے راجہ کو قتل کر دیا ہے شہر میں اس خبر کے معلوم ہونے سے تہلکہ پڑ گیا۔ الغرض عنایت اللہ سنگھ شاہی قبرستان پایز میں مدفون ہوا۔

گلاب سنگھ ۱۷۹۱ء میں ۴۰ روز گلاب سنگھ نے راجہ عنایت اللہ سنگھ کے خون سے ہاتھ رنگنے کے بعد حکومت پر دست اندازی شروع کر دی نور الدین کو اس نے اپنا وزیر مقرر کیا مگر غداری کے کام کو دنیا میں ثبات نہیں ہے [illegible]ن چالیس روز کی حکومت کے بعد گلاب سنگھ مع اپنے وزیر نور الدین شاہ اور علی خان [illegible]زل سنگھ کے قتل ہوا۔

[illegible]مد تیغ سنگھ الملقب بہ سیف اللہ خان ۱۷۹۱ء / ۱۸۲۰ء محمد تیغ سنگھ الملقب بہ سیف اللہ اس وقت عنایت اللہ سنگھ کا بیٹا [illegible] خوردسال تھا۔ اس کو مسند راجگی پر بٹھلا دیا گیا (تقریباً سنہ ۱۲۰۵ ہجری مطابق ۱۷۹۱ء) اس زمانہ میں نواب عبداللہ خاں صوبہ دار کشمیر تھا۔ تیغ سنگھ نے اپنی تابعداری اور فرمانبرداری سے اس کو بہت خوش رکھا۔ وہ اس پر بہت مہربان رہا۔

تیغ سنگھ کا عہد حکومت ابتدا سے انتہا تک پر آشوب رہا۔ خوردسالگی میں وہ راجہ ہوا۔ پنڈت نندرام اس کی طرف سے راج کا انتظام کرتا رہا۔ رعایا کو اس نے بہت آرام پہونچایا لیکن فرقہ ٹھکر راٹھی کو خوش کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ انھوں نے نندرام کے خلاف سازش کی اور تمام معززین کو اس کے برخلاف کر دیا۔ آخرکار ہرچند برادران انور سنگھ و رتن سنگھ پسران گلاب سنگھ کو انھوں نے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ یہ دونوں بھائی بہ سرداری خداداد دوست کے کشمیر سے کچھ لوگ فوج لے کر کشتوار پر حملہ آور ہوئے۔ نندرام کو مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس نے یہی مصلحت سمجھی کہ بھاگ کر جان بچانی چاہیے۔ چنانچہ انور سنگھ و رتن سنگھ جب اوڈیل پہونچے تو نندرام آدھی رات گذرنے پر راجہ اور اس کے کنبہ کو ساتھ لیکر بھیس بدل کے بعد رودا کی طرف نکل گیا۔

رتن سنگھ کشتوار ایک سال، انور سنگھ ڈوڈہ ایک سال خداداد دوست کی فوج نے اوڈیل میں بہت تباہی مچائی۔ یہاں سے وہ

مغل میدان پہونچے۔ وہاں سے ڈھڈیپ آئے۔ بھنڈار کوٹ پہونچے تو سب لوگ اپنا اپنا گھر چھوڑ کر جنگل کو بھاگ گئے۔ ٹھاکرائی کے علاقہ کو بھی انھوں نے غارت کیا کشتوار پہونچے تو رتن سنگھ نے اپنی راجگی کا اعلان کر دیا۔ انور سنگھ ڈوڈہ میں حکومت کرنے لگا۔ رعایا نے انھیں راجہ تسلیم کر لیا۔ لیکن دلی اطمینان انھیں نصیب نہیں ہوا ایک سال انھوں نے حکومت کی۔ اس کے بعد نند رام مع راجہ تیغ سنگھ کے بھدرواہ سے امداد لے کر ڈوڈہ میں وارد ہوا۔ انور سنگھ راتوں رات بھاگ کر سیگاٹ پہونچا۔ اور شام تک اپنے بھائی رتن سنگھ کے پاس کشتوار میں آگیا اور سب حال سنایا کہ ڈوڈہ پر تیغ سنگھ کا قبضہ ہوگیا ہے۔ رتن سنگھ اس سے بہت گھبرایا۔

تیغ سنگھ نے کل علاقہ جات پرگنہ ڈوڈہ پر قبضہ کر لیا۔ اور کنٹھی۔ پوگل۔ پرستان ڈینگ ٹبل اور بانہال کے لوگ اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوے۔ ان کے ساتھ مشورہ کر کے راجہ نے ہر دو برادران انور سنگھ و رتن سنگھ کو یہ خط لکھوایا کہ تم ڈوڈہ میں آجاؤ۔ حکومت کشتوار تیغ سنگھ اور تمھارے درمیان نصفا نصف کیے دیتے ہیں خط پڑھ کر دونوں بھائی بہت خوش ہوئے۔ اور بلا سوچے سمجھے ڈوڈہ میں تیغ سنگھ کے پاس چلے آئے۔ رات کو انھوں نے قیام کیا۔ جب پہر رات گذر گئی تو بھنگ گھونٹ کر انھیں پلائی گئی۔ اس نے جب اپنا اثر دکھلانا شروع کیا تو ان کے اسلحہ اتار لیے گئے اور آخر کار انھیں قتل کر دیا گیا۔ مرزا اسد اللہ بیگ اودیاں پور والہ نے رتن سنگھ پر تلوار چلائی اور دونوں بھائیوں کا کام تمام کیا۔ رتن سنگھ رانائے ارنورہ نے بھی اس موقع پر بہت نمک حلالی دکھلائی۔

انور سنگھ و رتن سنگھ کے چچیرے بھائی فتح سنگھ و جنگی سنگھ چمبہ چلے گئے اور انور سنگھ کے لڑکے کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ان میں سے دلیپ سنگھ چمبہ میں رہ گیا اس کی اولاد اب تک چمبہ میں موجود ہے۔ ان میں میاں اوتار سنگھ ملازم محکمہ ڈاک بزرگ خاندان ہیں۔

تیغ سنگھ اس طرح سے راستہ صاف کر کے کشتوار پہونچا۔ اور قابض ہو گیا اور راج کرنے لگا۔ جن لوگوں نے اس موقع پر خدمات کی تھیں ان کے صلہ میں انھیں

انعام واکرام اور عطائے جاگیر سے سرافراز کیا۔ لیکن تیغ سنگھ کو آرام سے حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ کشمیر سے دوبارہ کشتوار پر حملہ ہوا۔ اس حملہ کی زیادہ تفصیل دریافت نہیں ہو سکی۔ صرف اسی قدر تحقیق ہوا ہے کہ پٹھانوں کی فوج ہر دو دریاؤں کو عبور کر کے ہانک پور (غالباً ہٹہ براری) میں پہونچی۔ راجہ تیغ سنگھ پرستان کی طرف بھاگ گیا اس کے ساتھ ایک قوم جھا فورہ امداد کے لیے کھڑی ہو گئی۔ ان کا سردار سنتو تھا جب اس نے پٹھانوں پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے دریا کے پاس پہونچنے تک کچھ مارے گئے کچھ دریا میں غرق ہوئے جب ملک ان سے صاف ہوا تو راجہ تیغ سنگھ کشتوار میں واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔ اُس کے حسن انتظام سے رعایا کو بہت آرام پہنچا اس زمانے میں پنڈت سندرام تیغ سنگھ کی خدمات کرنے کے بعد اُس دنیا سے رخصت ہوا۔ اور راجہ نے لکھپت رائے کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اس نے بھی وفاداری اور خدمت گزاری کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔

اب راجہ نے حملہ بھدرواکا ارادہ کیا۔ وہ حالات تحقیق نہیں ہوئے جن کی وجہ سے اس حملہ کی ضرورت پیدا ہوئی۔ پانچ ہزار سپاہ بسرداری میاں مرزا شاہ اس مہم پر روانہ کی گئی۔ وزیر لکھپت کو بھی اس کے ساتھ کیا گیا۔ انھوں نے بھدروا فتح کیا اور قلعہ میں آگ لگا دی اور شہر کو تباہ کر دیا۔ لوگ گھر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گئے آخرالامر سنتو کا سردار بھدروا نے اطاعت قبول کی۔ وزیر رتنوں نے سرتنگل فتح کر لیا مرزا شاہ ولکھپت بھدروا سے بڑی دھن دولت لوٹ مار کر کے گئے راجہ بہت خوش ہوا۔ اور بونجوا کا علاقہ بطور جاگیر کے وزیر لکھپت کو عطا کیا۔

بعد میں نواب عبداللہ خاں صوبہ کشمیر نے جب تیمور شاہ درانی سے باغی ہو کر کشمیر میں خود مختاری کا اعلان کیا اور اس کی سرکوبی کے لیے مختارالدولہ نے کشمیر پر حملہ کیا تو نواب نے تیغ سنگھ سے فوجی امداد طلب کی۔ راجہ نے اس کی تعمیل میں مرزا شاہ دہلی رام کی سرکردگی میں پانچ ہزار فوج کشمیر کو روانہ کی۔ نواب اس خدمت سے بہت خوش ہوا۔ اس فوج نے جنگ میں بہادری دکھائی۔ مگر نواب عبداللہ خاں کو شکست ہوئی تو وہ مفرور ہو کر قلعہ بیروہ میں جا چھپا۔ اور تین ماہ تک مقابلہ جاری رکھا

بالآخر قلعہ کے اندر فوت ہوا۔ لہٰذا اس خدمت سے راجہ تیغ سنگھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

راجہ محمد تیغ سنگھ کی توصیف میں اہل کشتوار کا ایک محضر نامہ مجھے دستیاب ہوا ہے۔ جس پر ۱۵-۲۰ معززین کشتوار کے دستخط ثبت ہیں اور خود راجہ محمد تیغ سنگھ اور میاں مرناشاہ کی مہر بھی لگی ہوئی ہے نفس مضمون اُس کا حسب ذیل ہے تمہید میں نے چھوڑ دی ہے۔

"قدر ایام سلف اکثر مردم فاسق از راہ ضلالت و گمراہی کنارہ راست امر نبوی انحراف ورزیدہ زنان بد سر انجام بیگانہ را بفن و فریب از جا بردہ با خود موافق و ساختہ بپناہ مجاوران درگاہ فیض پناہ و یا بخانہ کدام برہمن ہندوے درمی و آں را بابٹہ نام نہادہ۔ پس از قیل و قال بسیار و گفت و گوئے بیشمار مبلغ سی ر معاملہ کوتاہ کردہ بشوہر زن منکوحہ می دہد۔ و زن را از دست او گرفتہ ہماں ما بخود منسوب نمودہ خسر دین و دنیا برائے خود حاصل می کرد۔ و در نالش نارسید قبائل و عشائر اندیشہ فاسدہ و ارادہ بے فائدہ بکار برداشتہ احکام شرعیہ از ہم گسیخت نعوذ باللہ من ذالک۔ چوں ایں معنی سراسر کفر و ضلالت است لہٰذا بماں زن فرماں عدالت مہاراجہ دین پرور ہمچنیں امر صواب اثر صادر گردید کہ احیاناً اگر کدام زن مکارہ کہ بحکم حدیث نبوی ص ناقصات العقل والدین بنا بر ہوائے نفس شہوانی از خانہ شوہر حرکت کردہ ہمراہ بیگانہ در پناہ کسے چہ از مجاوران آستانہ فیض کاشانہ چہ از مسلمان و برہمن و ہندوے درآید زجر و توبیخ آں مطابق احکام شرع شریف بفعل آوردہ ہم مرد فاحش بسزائے عمل برسد۔ ہم سوادار ایں چنیں امر نامشروعہ یافت خانماں و عقوبت ہائے نمایاں سزاوار باشند۔ تا احدے از جادہ حکم محکم شرعیہ بیروں نگذاشتہ خلاف امر سید المرسلین باعث خسارت و موجب شقاوت دارین پندارد و ہمیشہ از کردار ناکردنی در استغفار ماندہ اند۔ رسم و استبداد قدیم کہ بدتریں افعال شنیعہ بود احتراز و اجتناب نمایند و آئندہ چوں گذشتہ نقد زندگانی خود را بباد نہ دہند۔ الحمد للہ در ایں چنیں عدالت بمعاضدت دین پروری گمراہان کوئے ضلالت از نیکنامی ملامت و ندامت صوری و معنوی برآمدہ بر راہ راست قائم گشتند۔ وللہ الحمد علی ذالک۔ بر ایں عمل واثق

سواہیر آسامی ہر کدامی ثبت گردید۔ دروانہم شہر جمادی الاول سلا۱۲۲۱ھ ہجری "

مگر باوجود ان تمام کوششوں کے اور بعد کے قانون تعزیری کے یہ رسم کم و بیش اس تمام علاقہ کوہستانی میں آجتک جاری ہے۔ رقم معاوضہ کو آج کل لیہ کہتے ہیں

بعد ازاں جب شاہ کابل کی طرف سے محمد عظیم خان کشمیر میں صوبہ تھا شاہ شجاع الملک لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ اور بسلسلہ حصول کوہ نور مہاراجہ ذکور نے اس کو قید میں رکھ دیا اور طرح طرح کی اذیت اور تشدد اُسے پہونچانے لگا۔ جس کا خاتمہ کوہ نور کے حوالہ کر دیئے پر بھی نہیں ہوا۔ اس بدسلوکی سے تنگ آکر اپریل ۱۸۱۵ء میں شاہ شجاع الملک نالی کے راستہ رات کے وقت قید سے فرار ہو کر راوی کو عبور کر پار ہو گیا۔ اور سوداگر کے بھیس میں سیالکوٹ اور جموں سے گذرتا ہوا بالآخر کشتوار پہونچ گیا۔ راجہ تیغ سنگھ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ڈھائی سال کے قریب اس جگہ تیغ سنگھ کا مہمان رہا۔ اس عرصہ میں اُس نے محمد عظیم خان کے درباریوں کے ساتھ سازش کی اور راجہ تیغ سنگھ سے کمک لے کر کشمیر پر حملہ کر دیا تیاری میں دیر ہو گئی بدیں وجہ کوتل عبور کر کے حدود کشمیر میں داخل ہوا۔ جب موضع گوہن پرگنہ دیوسر میں پہونچا تو امیر محمد خان کشمیر سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اتنے میں محمد عظیم خان بھی پہونچ گیا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے شاہ شجاع الملک کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی آخر الامر پسپا ہو کر واپس کشتوار پہونچا۔ ہمراہیاں میں سے کچھ مارے گئے۔ کچھ سردی اور برف کا شکار ہوئے۔ کچھ واپس اپنے گھر پہونچے۔

صوبہ کشمیر کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد شاہ شجاع الملک کا کشتوار میں ٹھہرنا محال تھا۔ اور رنجیت سنگھ نے بھی اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مڑواڈواڈ کے راستہ سورو پہونچا۔ وہاں سے زانسکار اور وہاں سے براہ کلو بماہ ستمبر ۱۸۱۶ء لودھیانہ میں حکومت سرکار انگلشیہ ہند کی پناہ میں آگیا۔ جہاں اس کی اولاد آج تک موجود ہے۔

اس وقت جے سنگھ راجہ بھوتی (کرمچی) تھا اور تیغ چند راجہ چینی تھا۔ بلی رام نے بھوتی پر حملہ کر دیا اور کیتھرہ سیتھرہ فتح کر لیا۔ اور جے سنگھ و تیغ چند دونوں کو پکڑ کر ڈوڈہ میں

لے آیا یہاں سے اپنی اطاعت کا اقرار اُن سے لے کر انھیں بعزت رخصت کردیا۔

ڈینگ بٹل میں ایک شخص جلو رائے نے علم بغاوت کھڑا کیا۔ اس نے بڑی تکلیف پیدا کی کیونکہ جب فوج اس کے مقابلہ کے لیے بھیجی جاتی تھی تو جنگلوں میں چھپ جاتا تھا اور بعد ازاں نکل کر پھر فساد برپا کرتا تھا۔ آخر کار راجہ تیغ سنگھ نے مرزا بیگ بھوروال کو جلو رائے کے پاس خلعت دیکر روانہ کیا وہ اپنے ساتھ دس پٹھان لےگیا اور صبح سویرے جلو رائے کے پاس پہونچا۔ وہ اپنے گھر سے بلا انتظام سلاح مرزا بیگ سے ملنے کی خاطر ڈیوڑھی میں آیا مرزا بیگ نے خلعت پیش کیا وہ اسے دیکھنے میں مصروف ہوا کہ مرزا بیگ نے اپنے لباس کے اندر سے تلوار نکالکر جلو رائے پر حملہ کیا اور اس فریب سے اس کا کام تمام کردیا۔ غرضکہ تیغ سنگھ نے اس حکمت عملی سے علاقہ ڈینگ بٹل کو جلو رائے کے مظالم سے صاف کردیا۔

جب حکومت کشتوار اپنے اعلیٰ ترین عروج پر پہونچ گئی تو اُس کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے۔ راجہ تیغ سنگھ نے خراب عادات اختیار کیں۔ شراب خوری اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ جس سے انتظام ملک میں فتور پیدا ہوا۔ اس اثنا میں راجہ گلاب سنگھ پرگنہ ریاسی پر قابض ہو چکے تھے۔ اور اپنی حکومت کے بڑھانے کی فکر میں تھے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کو فتح کر کے اپنا تسلط جمالیا تھا۔ اور جبار خاں آخری افغان صوبہ کشمیر کو خارج کر کے لاہور کے سکھ صوبہ داروں کا دور کشمیر میں شروع کردیا تھا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فتح کشمیر کے ساتھ ہی راجہ گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کا ارادہ کرلیا تھا مگر اس وقت بیربل در نے اسے باز رکھا۔ اب حالات زیادہ موافق ہو گئے۔

جموں بصورت اجارہ راجہ گلاب سنگھ کو مل گیا تھا۔ اور کشتوار کے اندرونی حالات میں خلل واقع ہو چکا تھا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھانے کا ہر ایک حق راجہ گلاب سنگھ کو حاصل تھا نتیجہ یہ کہ راجہ گلاب سنگھ فتح کشتوار کے لیے آمادہ ہو گئے۔ شاہ شجاع الملک کے واقعہ کی وجہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے ہی سے تیغ سنگھ سے کشیدہ خاطر تھا۔ لہٰذا بخیال انتقام وہ بھی اس بارہ میں راجہ گلاب سنگھ کا مددگار ہو گیا۔

گلاب نامہ میں مذکور ہے کہ راجہ گلاب سنگھ نے وزیر لکھپت کو پروانہ لکھا کہ تمھاری عرضی پہونچی۔ حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ لازم ہے کہ اسی طرح خدمات حضور میں دل و جان

سے حاضر و مصروف رہو۔ اور عنایات والا شامل حال خود جانو۔ کہتے ہیں کہ وزیر لکھپت نے کبھی کوئی خط و کتابت راجہ گلاب سنگھ کے ساتھ نہیں کی تھی۔ مگر اس تحریر کا مدعا یہ تھا کہ راجہ کشتوار کے دل میں وزیر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔

یہ پروانہ اتفاقاً ایک جاسوس کے ہاتھ میں آگیا۔ اُس نے تیغ سنگھ کے پاس پیش کر دیا۔ کشتوار میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ راجہ گلاب سنگھ نے خفیہ تعلقات وزیر لکھپت کے ساتھ پیدا کر لیے تھے اور سلسلہ خط و کتابت جاری تھا۔ اس سے راجہ تیغ سنگھ کے دل میں اپنے وزیر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ جب یہ پروانہ اس کو دکھایا گیا یہ پورا ثبوت تھا۔ تیغ سنگھ نے بجائے اس کے کہ حسن تدبیر سے کام لیتا بمشورہ نے مشیران احمد شاہ و حکیم جمیل شاہ کے فریب سے وزیر لکھپت کا کام تمام کرنا چاہا۔ فعل تیغ سنگھ کا حکومت کشتوار کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔

خلاصہ یہ کہ ایک نووارد پٹھان کو اس کام کے لیے نوکر رکھا گیا۔ اور اسے حکم یہ دیا گیا کہ ہر جس شخص کے لیے اشارہ کریں۔ اُسے تلوار سے اڑا دو۔ چنانچہ ایک روز تیغ سنگھ اپنے باغ میں خیمہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اب اس باغ کے نیچے عمارت تحصیل ہے وزیر لکھپت بھی اُس کے پاس بیٹھا تھا اور پٹھان بحیثیت اردلی کے حاضر تھا۔ تیغ سنگھ نے اُسے اشارہ کیا۔ اس خونخوار روہیلے نے دو تین ضرب تلوار وزیر لکھپت پر چلائیں پہلی ضرب خیمہ کی چوب پر لگی اور خالی گئی۔ دوسری کندھے پر لگی۔ اور صرف زخم آیا۔ تیسری ہاتھ پر لگی اور انگلیاں جدا ہو گئیں۔ وزیر لکھپت نے شور کیا کہ "دھن مہاراج" اور کہا کہ سرکار کی خدمت میں سرکار کے روبرو میری زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اُس سے بڑھکر اور کیا خدمت مجھ سے ہو سکتی تھی۔ راجہ تیغ سنگھ نے اپنی تلوار وزیر لکھپت کے سر پر رکھ دی اور اُس پٹھان کے ہاتھ سے اس کو بچایا۔ اس بیوقوف روہیلے کا درباریوں نے اسی جگہ پر خاتمہ کر دیا۔ وزیر لکھپت کو اس کے رشتہ دار اٹھا کر اُس کے گھر واقعہ ہڑیال میں لے گئے وہاں کچھ عرصہ وہ مقیم رہا۔ جب اُس کا زخم اچھا ہونے لگا تو مع اسنہ قبائل کے پہلے بونجواہ میں گیا۔ وہاں سے بھدرواہ چلا گیا

راجہ چمبہ نے اس کی خاطر مدارات کی اور موضع سردر باغ اُس کو بطور جاگیر عطا کیا۔ یہاں سے کچھ عرصہ کے بعد وزیر لکھپت جموں میں راجہ گلاب کی ملازمت میں حاضر ہو گیا۔ اور تسخیر کشتوار کی طرف رہنمائی کا باعث ہوا۔

تیغ سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کے پاس وزیر لکھپت کے بارے میں شکایت کی۔ اس کے جواب میں راجہ کو یہ صلاح دی گئی کہ اپنی فوج چھوڑ کر تن تنہا جموں میں حاضر ہو جاؤ تاکہ مہاراجہ کی خدمت میں تمھیں پیش کر دیا جائے کہ تمھاری حکومت برقرار رہے۔

راجہ گلاب سنگھ تسخیر کشتوار کے لیے پہلے ہی سے موقع کے منتظر تھے۔ وزیر لکھپت کی رہنمائی سے انھیں تقویت ہوئی تو وہ فوراً تیار ہو گئے۔ اور ماہ جیٹھ ۱۸۷۸ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۲۱ء میں فوج لیکر بذات خاص براہ ڈوڈہ ہوتے ہوئے علاقہ بلوالتہ میں پہونچے تو دیال چند راجہ جسینہ کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا۔ اُس نے پہلے کچھ تامل کیا۔ آخر الامر راجہ گلاب سنگھ نے وزیر جوراسنگھ کے ذریعے اُس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور وہ بھی امداد کے لیے تیار ہو گیا چنانچہ کملینی کے پاس سے دریائے چناب کو بذریعہ کھروی عبور کر کے ڈوڈہ میں وارد ہوئے۔

کھروی ایک قسم کا چھینکا ہے جو ایک رسہ کے ساتھ لٹکایا جاتا ہے۔ اس رسہ کو دریا کے آر پار پہونچا کر پہاڑی کے ساتھ کسی لکڑی وغیرہ میں مضبوط باندھا جاتا ہے اس رسہ کو ایک ڈھول کے خول کے اندر سے گذارتے ہیں۔ اور خول کے ساتھ یہ چھینکا باندھ دیتے ہیں۔ اس میں آدمی بیٹھ جاتا ہے خول میں رسیاں دریا کے آر پار بندھی ہوتی ہیں جب چھینکے کو چھوڑا جائے تو رسی کی ڈھلائی کی حد تک وہ خود پھسلتا ہوا چلا جاتا ہے۔ چڑھائی میں دریا پار کی رسی سے اُسے آہستہ آہستہ کھینچ لیا جاتا ہے انگریزی ٹرولی اسی کی ترقی یافتہ صورت ہے

ملک کشتوار کے اندرونی انتظام میں وزیر لکھپت کے دخل سے اس حد تک فتور پیدا ہو گیا تھا کہ تیغ سنگھ فوج جمع کی مزاحمت کا کوئی انتظام نہ کر سکا اور راجہ گلاب سنگھ نے بلا مقابلہ ڈوڈہ پر قبضہ کر لیا۔ اب راجہ تیغ سنگھ کو اب اسکے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ راجہ گلاب سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور اطاعت قبول کرے۔ ڈوڈہ پہونچا۔ راجہ گلاب سنگھ نے بڑی مہربانی کا اظہار کیا اور اُسے لاہور پہونچا دیا۔ تمام کشتوار پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا اور میاں چین سنگھ کو عامل کشتوار مقرر کر دیا۔

تیغ سنگھ لاہور میں پہونچا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ دو تین تعلقہ

جان رہا۔ رفتہ رفتہ دربارہ ہور میں اس نے رسوخ پیدا کرنا شروع کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا۔ دھیان سنگھ وغیرہ نے مخالفت شروع کر دی۔ نتیجہ یہ کہ اندرونی طور پر اس کے ساتھ بدسلوکی ہونے لگی اس سے تیغ سنگھ نہایت بیزار رہا۔ اس صدمہ سے اُس کے دماغ میں خلل پیدا ہو گیا۔ اُس نے خود اپنی قبر تیار کرائی اور بحالت جنون اپنے دونوں باندوؤں کی فصد کھلوائی۔ سقہ کے ذریعے اپنے اوپر مشک کی دھار چھڑوائی اور اس طریق سے اپنی دنیاوی تکالیف کا خاتمہ کر دیا۔

اُس کے تین بیٹے تھے۔ زور آور سنگھ ۔ جے مل سنگھ ۔ اور دلاور سنگھ ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تیغ سنگھ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے کچھ عرصہ لاہور میں بحالت آوارہ گردی پھرتے رہے اس اثنا میں جے مل سنگھ کی ملاقات ایک فقیر سے ہوئی۔ اُس سے جے مل سنگھ نے سوال کیا کہ میرے باپ کی حکومت مجھے دلوا دو۔ فقیر نے جواب دیا کہ تم اپنے باپ کے ملک میں جا کر گدائی کرو خدا بھلا کریگا۔ چنانچہ جے مل سنگھ فقیر ہو گیا۔ اور گدائی کرتا ہوا ملک کشتوار میں پہونچا۔ یہاں سے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ واپس ہو کر ڈوڈہ میں آیا۔ یہ اُس زمانہ میں صدر مقام کشتوار تھا۔ اس جگہ اس کو ایک شخص یوسف خاں نامی نے شناخت کر لیا۔ یہ راجہ تیغ سنگھ کا ملازم رہ چکا تھا۔ یوسف خاں نے جے مل سنگھ کو شاہی طریق سے سلام کیا۔ "جے دیوا مہاراج" پہلے اس نے گھبرا کر انکار کیا کہ جے دیوا کیسا میں ایک گداگر ہوں مگر جب یوسف خاں نے اصرار کیا کہ ہم تم کو خوب پہچانتے ہیں تو اس نے مردانگی سے جواب دیا کہ پہچانتے ہو تو جو کچھ مرضی ہے کر لو۔ یوسف خاں اُسے پکڑ کر دیوان سربدیال حاکم ڈوڈہ کے پاس لے گیا۔ سرب دیال نے پوچھا کہ واقعی تم تیغ سنگھ کے بیٹے ہو ۔ جے مل سنگھ نے جواب دیا کہ میں اپنی ولدیت کو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اس پر سرب دیال نے جے مل کو قید کر لیا۔ اور جموں بھیج دیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ قید رہا۔ اس اثنا میں بوجہ کسی شرارت کے اُسے ایک چارپائی کے ساتھ باندھ کر اکھنور میں دریائے چناب میں ڈبو دیا گیا۔ بد اتفاقی سے یہ تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ اور جے مل سنگھ مع چارپائی کے بہتا ہوا دریا کے کنارے لگ گیا دھوبیوں نے پکڑ کر پھر جموں پہونچا دیا جہاں دوبارہ قید ہوا۔

زور آور سنگھ اس اثنا میں پادریوں کی صحبت میں پڑ کر عیسائی ہو گیا تھا۔ اُس نے

سرکار انگریزی میں درخواست کی کہ اُس کے بھائی جےمل سنگھ کو جموں کی قید سے نجات دلائی جائے چنانچہ سرکار انگلشیہ ہند کے توسل سے راجہ گلاب سنگھ نے جےمل سنگھ کو آزاد کر دیا۔ اپنی بقیہ عمر اُس نے بمقام لاہور سرکار انگریزی کی وظیفہ خوری میں بحالت فقیری بسر کی۔ اور وہیں اُنکا انتقال ہوا۔

زورآور سنگھ بھی لاہور اور لودھیانہ میں رہتا تھا۔ اور وظیفہ خور سرکار انگریزی تھا۔ اُسی حالت میں اُس کا بھی انتقال ہوا۔ دونوں نے شادی نہیں کی تھی۔ اس لیے اُن کے دم کے ساتھ ہی ان کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

تیسرا بیٹا تیغ سنگھ کا دلاور سنگھ ایک معمولی عورت کے بطن سے تھا۔ اُس نے کشمیر میں پرورش پائی تھی۔ جب ملک کشتوار میں حکومتِ وقت سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی۔ تو لوگ اُسے کشمیر سے سراج میں لے آئے اور اس کی حکومت کا اعلان کر کے ریاست جموں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اُس زمانہ میں راجہ گلاب سنگھ لاہور میں تھے۔ وزیر لکھپت جموں سے مدد لیکر آیا اور بغاوت کو فرو کیا۔ دلاور سنگھ یہاں سے فرار ہو گیا۔ اس کی اولاد سردار سنگھ و بیر سنگھ تروک پور ضلع کانگڑہ میں رہتی تھی۔ جہاں سنا گیا کہ سرکار انگریزی سے انھیں کچھ جاگیر بھی ملی تھی۔ اب معلوم نہیں اُن کی اولاد میں سے کون شخص اُن کا بزرگ خاندان ہے۔ فتح سنگھ و جنگی سنگھ پسران گمان سنگھ کو بھی اس سلطنت گردی میں ترک وطن کرنا پڑا۔ پہلے وہ تقریباً ۱۰ سال تک قلعہ باہو میں قید رہے۔ بعد ازاں میرپور چوک میں انھیں کچھ جاگیر دیکر آباد کر دیا گیا۔ جہاں اُن کی اولاد اب تک آباد ہے۔

موجودہ پُرامن حکومت میں کشتوار کا ملک آباد اور رعایا خوشحال ہے۔ اقتصادی حالت روز بروز بہتر ہو رہی ہے اور آبادی ترقی کر رہی ہے۔ محمد تیغ سنگھ آخری راجہ کشتوار کی حکومت اب قریب قریب دو تحصیلات کشتوار و رام بن پر منقسم ہے جن کی مجموعی آبادی مطابق شمار ۱۹۳۱ء مسلمان ۳۰۷۰۸ اور غیر مسلمان ۴۴۴۶۵ تھی اور تحصیل کشتوار کی آبادی مسلمان ۳۲۷۰۶ ۔۔ اور غیر مسلمان ۲۳۷۹۰ نفوس تھی

تیسرا حصہ

تاریخ تبّت اصلی (لہاسہ)

و

تاریخ تبّت بزرگ یعنی لداخ
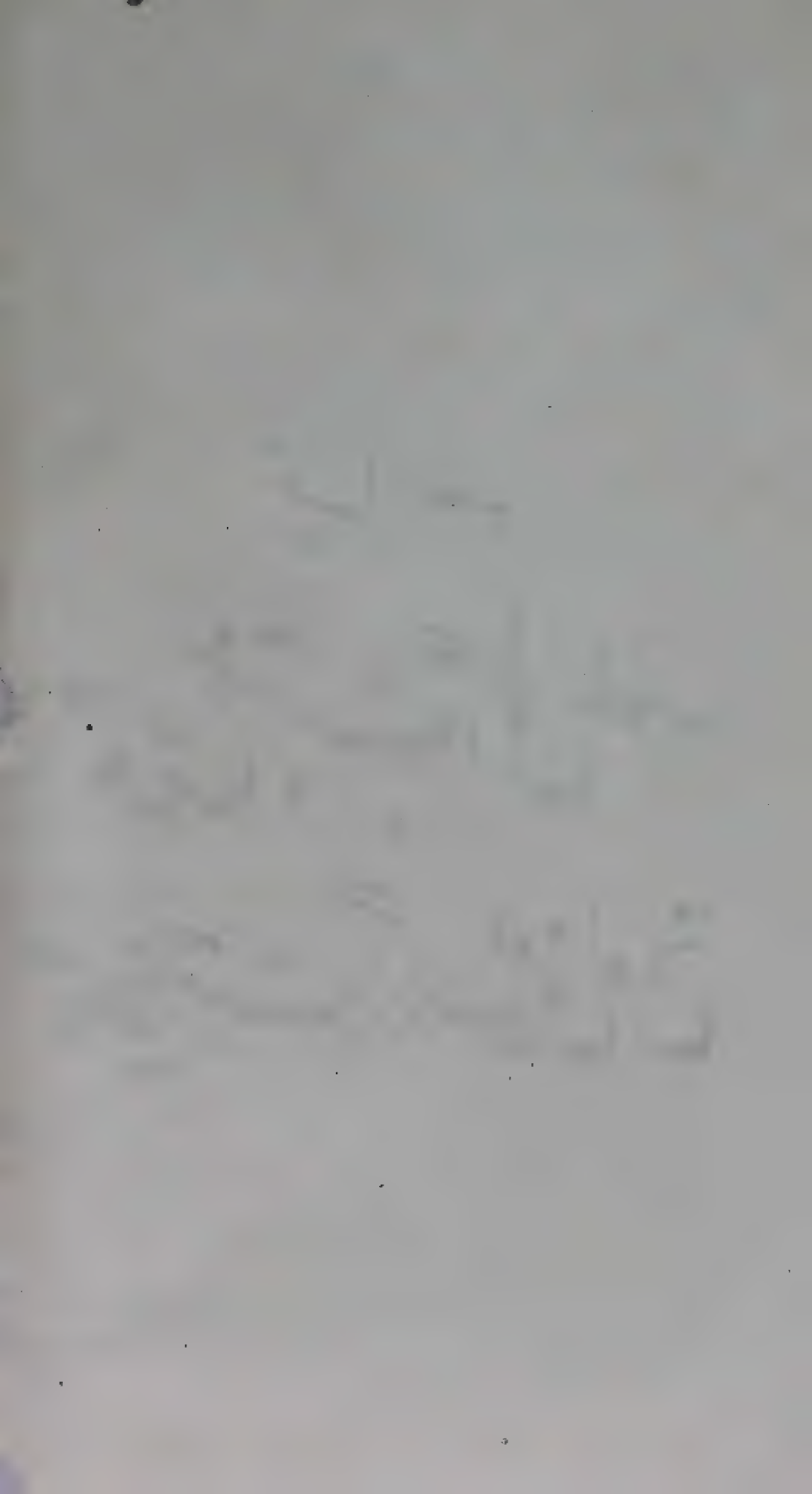
دیباچہ

اس حصہ کے دراصل چار حصے ہیں (۱) پہلا باب تاریخ لہاسہ (۲) دوسرے باب سے پانچویں باب تک تاریخ راجگان لداخ (۳) چھٹے باب سے دسویں باب تک مہمات وفتوحات ڈوگرہ یعنی وزیر زور آور سنگھ کا حملہ وتسخیر لداخ وبلتستان وحملہ لہاسہ اور دیوان ہری چند وزیر رتنو کی مہم لداخ اور وزیر لکھپت کی مہم بلتستان (۴) گیارھویں باب سے چودھویں باب تک متفرق مضامین۔

تاریخ لہاسہ قریب قریب تمام تر ایک تبتی تاریخ کا ترجمہ ہے جس میں میرے دوست شس کوشوک گونپہ ریز دنگ نے اپنی ذاتی معلومات سے جا بجا بہت مفید اضافہ کیا ہے اور کچھ حالات میں نے انگریزی کتب تاریخ کی مدد سے بڑھا دیے ہیں۔ تاریخ لداخ بھی تبتی تاریخ پر مبنی ہے۔ لیکن میں نے کئی سال کی ذاتی تحقیقات اور بیرونی ممالک کی تاریخ سے جہاں تک کہ میں پتہ چلا سکا بہت سے حالات کا اضافہ کیا ہے اور جہاں تک ہو سکا۔ واقعات کو صاف کر دیا ہے۔

تبتی تاریخ لہاسہ ولداخ میرے دوست نونو چھتن پلجور اور شس کوشوک گونپہ ریز دنگ نے بڑی محنت سے تلاش کر کے بہم پہنچائی اور ایک پورا موسم سرما آدھی آدھی رات تک انھوں نے میرے ساتھ اس کتاب کا اور دیگر تبتی زبان کی تحریرات کا ترجمہ کرنے میں محنت کی ہے اور اپنی ذاتی معلومات سے ان واقعات کو صاف کیا ہے اور ان کے اوپر اضافہ کیا ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا نہایت شکرگزار ہوں اصلیت یہ ہے کہ ان صاحبان کی امداد کے بغیر اس ترجمہ کی تکمیل کرنا میرے امکان سے باہر تھا۔

مہمات وفتوحات ڈوگرہ کے تاریخی واقعات میں نے زیادہ تر گلاب نامہ سے اخذ کیے ہیں جن کی تفصیل کے متعلق مقامی تحقیقات سے میں نے بہت اضافہ کیا ہے اور

اس سلسلہ میں جو تحریری ثبوت بہم پہونچ سکے اُن سے بھی فائدہ اٹھایا ہے
مضامین متفرقات محض میری ذاتی تحقیقات پر مبنی ہیں ۔

مقامی تحقیقات میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم اور مولوی محمد حسین متوطن ضلع جہلم
نے میرے لیے بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور بہت سے مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں جس کے
لئے میں ان ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

متفرق قسم کے تحریر کے کاموں اور حسابی کاموں میں میرے دوست پنڈت
نند رام اور پنڈت دمودر کول نے بہت محنت کی ہے جن کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں
تبتی تاریخ لہاسہ ولداخ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بنیاد ان ہر دو حصص ابتداً
کی ہے۔ اس کے علاوہ اس حصہ کتاب کی تالیف میں۔ میں نے مندرجہ ذیل تصانیف
سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں شکرگذار ہوں۔

۱۔ تاریخ رشیدی فارسی قلمی مصنفہ مرزا حیدر گورگاں
۲۔ تاریخ فرشتہ فارسی مصنفہ ابوالقاسم۔ مطبوعہ
۳۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام مطبوعہ لکھنؤ
۴۔ تکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق۔ مطبوعہ لاہور
۵۔ تاریخ ہندوستان اردو مصنفہ ذکاءاللہ
۶۔ تاریخ اعظمی فارسی مطبوعہ
۷۔ تاریخ حسن فارسی مصنفہ حسن شاہ (قلمی)
۸۔ سفرنامہ پادری دیزیدیری انگریزی مرتبہ فیلیپو ڈی فیلپی (مطبوعہ انگریزی)
۹۔ جموں و کشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو
۱۰۔ تاریخ مغربی تبت مصنفہ فرینکی۔
۱۱۔ تبتی تاریخ گونپہ ہمیس۔
۱۲۔ تبتی تاریخ گونپہ لامہ یورو
۱۳۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔

مقامی تحقیقات میں۔ نے لداخ پوریگ اور بلتستان کے قریب قریب ہر ایک حصہ میں

کئی حال تک دفتاً فوقتاً کی ہے اور قومی گیتوں۔ روایات۔ اور آثار قدیمہ سے واقعات کا کھوج نکالنے کے لئے ہر ایک کوشش کی ہے۔ غرضکہ ہر ایک ممکن ذریعہ کو سلسلہ واقعات کے درست کرنے میں استعمال کیا ہے۔ تاہم چونکہ یہ ابتدائی کام ہے کچھ ایسے سقم ضرور رہ گئے ہیں جنھیں میں رفع نہیں کر سکا۔ انھیں میں کسی آیندہ موقع کے لئے ملتوی رکھتا ہوں۔

راجگان لہاسہ کے عہد کا تعین کرنے میں میں نے تبتی تاریخ لہاسہ کی پیروی کی ہے اور یہی طریقہ لداخ کے راجگان کے عہد کا تعین کرنے میں استعمال کیا ہے لیکن جب سے کہ تاریخ لداخ کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ سے قائم ہوا۔ اس وقت سے ان تواریخ کے حوالہ کی متابعت سے تصدیق کر کے عہد کا تعین کیا گیا ہے اس سلسلہ میں مختلف راجاؤں کی وہ سندیں جو انھوں نے جاری کیں اور ان فرمانوں کا جو ان کے نام صادر ہوئے استعمال کیا گیا ہے۔

اس حصہ کو میں نے پندرہ باب پر تقسیم کیا ہے۔

پہلا باب متعلق تبت اصلی (لہاسہ) کے ہے جہاں سے لداخ کا ابتدائی خاندان لہاچن شروع ہوتا ہے۔ اس ملک کی تاریخ کا لکھنا میری ابتدائی تجویز میں شامل نہ تھا مگر چونکہ لداخ کے کچھ حالات لہاسہ کے ساتھ وابستہ ہیں انھیں قابل فہم بنانے کی غرض سے مختصر حالات ابتدائی تاریخ لہاسہ کے میں نے بیان کر دئے ہیں جو کہ فی الجملہ دلچسپ اور مفید ثابت ہوں گے۔

دوسرے باب سے تاریخ تبت بزرگ (لداخ) شروع ہوتی ہے یہ باب ابتدائی راجگان کے حالات پر محدود ہے۔ جن کا لقب لہاچن تھا۔

سلطان سعید خاں والی کاشغر کا حملہ لداخ ان راجگان کے آخری زمانہ میں ہوا جب کہ اس حکومت کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک کا دار الحکومت بدستور شے تھا اور دوسری خود مختار حکومت تنگ موگانگ میں قائم ہو گئی تھی۔ اس حملہ کے بعد سے اس ملک کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ کے ساتھ شروع ہو گیا۔

تیسرے باب میں سلطان سعید خاں کے حملہ لداخ۔ بلتستان و کشمیر کے مفصل حالات جو مرزا حیدر گورگان سپہ سالار مہم لداخ نے اپنی قابل قدر تصنیف تاریخ رشیدی میں درج کئے

میں بیان کئے گئے ہیں۔ گو کہ کشمیر کے حالات کا براہِ راست تعلق لداخ کے ساتھ نہ تھا مگر مرزا حیدر کا حملہ کشمیر اس کے حملہ لداخ کے ساتھ وابستہ ہے اور علاوہ ازیں ایک ہمسایہ متمدن قوم کے چار پانچ سو سال کے تفصیلی معاشرتی حالات کا معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہے اسلئے میں نے انکو بھی اس سلسلہ میں شامل کر لیا ہے۔

چوتھے باب سے اُن راجگان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جنہوں نے خاندان ستے کی حکومت کا خاتمہ کر کے شاخ جدید کی واحد حکومت لداخ کی بنیاد رکھی اور نمگیل کا لقب اختیار کیا۔

پانچواں باب۔ چوتھے باب کے تسلسل میں متعلق حالات نمگیل راجگان لداخ کے ہے چونکہ سلسلہ راجگان نمگیل لمبا تھا۔ لہٰذا چوتھے باب سے شروع کر کے پانچویں باب میں ختم کیا گیا ہے۔ جبکہ وزیر زورآور سنگھ کلھوریا نے اس حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا۔

چھٹے باب سے وہ مضمون شروع ہوتا ہے جو اصلی وجہ تحریک اس کتاب کی تصنیف کی ہے یعنی وزیر زورآور سنگھ کلھوریا کی مہم لداخ چھٹے باب میں پہلی مہم کا ذکر ہے جس میں وزیر نے گیالپو تنڈوپ نمگیل کے اختیارات بحال رکھے تھے اور صرف اطاعت کا اقرار لیکر اور خراج مقرر کر کے واپس چلا گیا تھا۔ بعد میں گیالپو لداخ نے اور اس کی ترغیب سے راجگان پوریگ نے روگردانی کی لہٰذا وزیر کو زانسکار سے لداخ واپس آنا پڑا۔ اس کو میں نے مہم نمبر ۲ کا نام دیا ہے جس میں گیالپو تنڈوپ نمگیل کو حکومت سے علیحدہ کر کے مورپ آسٹنزن کو راجہ لداخ مقرر کیا گیا۔ اور پوریگ کے راجگان کو بھی معزول کیا گیا۔ اس باب میں یہی دو مہم مذکور ہیں جو دراصل ایک ہی مہم کے دو حصے ہیں۔

ساتویں باب میں وزیر زورآور سنگھ کلھوریہ کی تیسری مہم لداخ و بلتستان کی تاریخ ہے جس کے سلسلہ میں مورپ آسٹنزن کو معزول کر کے لداخ کا الحاق حکومت جموں کے ساتھ کر لیا گیا اور بلتستان کو تسخیر کر کے محمد شاہ کو راجۂ اسکردو مقرر کیا گیا۔

آٹھواں باب وزیر زورآور سنگھ کلھوریا کی مہم تبت اصلی (لھاسہ) کے متعلق ہے جس میں اس نے تبت کے ملک کو پورانگ تک فتح کیا۔ جہاں افواج تبت نے اس کی فوج کو تباہ کیا اور وہ خود مارا گیا۔

نواں باب افواج تبت کے حملہ لداخ اور بغاوت پوریگ و بلتستان اور دیوان

ہری چند وزیر رتنو ن کی چوتھی مہم لداخ کے متعلق ہے اس مہم میں اس جوانمرد سپہ سالار نے رلجگان سوت وچگتن کی سرکوبی کرکے افواج تبت کو شکست دی اور اُن سے معاہدہ تحریر کرایا اور انکے افسروں کو جموں تک پہونچایا۔اور لداخ کا مناسب انتظام کیا۔

دسواں باب وزیر لکھپت کی پانچویں ڈوگرہ مہم بلتستان کے متعلق ہے اس مہم میں اسنے بلتستان کی بغاوت کو فرد کیا اور بلتستان دیورنگ کا مناسب انتظام کیا۔

یہ حصہ در اصل بلتستان کے متعلق تھا مگر میں نے مصلحتہً ڈوگرہ مہمات کو ایک ہی سلسلہ میں رکھنا مناسب سمجھا۔

گیارھواں باب متعلق لداخ کی تجارت صنعت وحرفت پیداوار زرعی اور معدنیات وغیرہ کے ہے۔

بارھواں باب ان ممتاز ناظمان لداخ کے حالات کے متعلق ہے جنھوں نے اس ملک کے انتظام میں وقتاً فوقتاً نمایاں ترقی کی ہے۔

تیرھویں باب میں سابقہ انتظام ملکی کا مقابلہ جدید انتظام کے ساتھ کیا گیا ہے اس بارہ میں مجھے تحریری ثبوت کوئی نہیں ملا۔صرف پرانے اہلکاروں اور گیالپو صنم نمگیل کے بیانات سے جو واقعات تحقیق ہوئے انھیں میں نے جمع کر دیا ہے۔

چودھویں باب میں بودھوں کے رسم و رواج کا بیان ہے۔

پندرھویں باب میں متفرق مضامین پر بحث کی گئی ہے جیسے کہ بودھوں کے تہوار گونپہ جات یعنی بودھوں کے مندروں کا انتظام اور لاماؤں یعنی گونپہ جات کے خدام اور پوجاریوں کے حقوق۔بودھی جنتری اور لداخ کی مردم شماری اور ہر دو سرحدی صوبہ جات کی مردم شماری کا گوشوارہ یہ سب اپنی اپنی جگہ پر دلچسپ ہیں۔نتائج مردم شماری سے ظاہر ہوگا کہ باوجود لداخ کے رواج کثرت شوہری کے مرد وعورت کی پیدائش قریب قریب مساوی تعداد میں ہے اور نظام پیدائش واقعات مقامی سے تا حال متاثر نہیں ہوا ہے۔

اس باب کے آخری حصہ سے ظاہر ہوگا کہ مملکت جموں وکشمیر کی پرامن ہمدردانہ حکومت کے زمانے میں اس دور دراز اور تنگ ملک نے بمقابلہ سابق امور تمدن ومعاشرت میں کس حد تک ترقی کی ہے۔اور اقتصادی حالت اس کی کہاں تک بڑھ گئی ہے یہ

امن وامان اس ملک کو سابقہ حکومتوں کے دوران میں کبھی نصیب نہیں ہوا۔

اس حصہ کے متعلق مجھے چند دستی اور عکسی تصویریں مختلف دوستوں سے دستیاب ہوئیں ان کا عکس میں نے مقامات متعلقہ کے سلسلے میں دیدیا ہے۔ مسٹر جانسن کی تصویر ان کی صاحبزادی مس ایڈا جانسن نے بہم پہونچائی جن کا میں شکرگذار ہوں۔

مسلم یونیورسٹی۔ علیگڈھ
۲۳ر ستمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

شجرۂ نسب راجگان تبت اصلی (لہاسہ)

۱- نیا ٹھی چن پو — تقریباً ۳۸۰/۳۵۵ ق م

۲- موٹھی چن پو — ۳۳۰ تک

۳- تنگ ٹھی چن پو — ۳۰۵ تک

۴- سوٹھی چن پو — ۲۸۰ تک

۵- میر ٹھی چن پو — ۲۵۵ تک

۶- دا کٹھی چن پو — ۲۳۰ تک

۷- سب ٹھی چن پو — ۲۰۵ تک

۸- ٹی گوم چن پو — ۱۸۰ تک | ۸- بونپو لونگ تم

شا ٹھی — نیا ٹھی — ۹- چا ٹھی یا پوتی کونگیال — ۱۵۵ تک

۱۰- اے شولک — ۱۳۰ تک

۱۱- تے اشولک — ۱۰۵ تک

۱۲- ٹھی اشولک — ۸۰ تک

۱۳- گوروالک — ۵۵ تک

۱۴- ڈونگ جی لک — ۳۰ تک

۱۵- ای شولک — ۵ تک

ای شو لاک

۱۶۔ نرانم زین الدے ۲۰ تک

۱۷۔ الدے ٹھول نم جونک چن ۴۵ تک

۱۸۔ سے سنول نم الدے ۷۰ تک

۱۹۔ سے سنول پولدے ۹۵ تک

۲۰۔ الدے سنول نم

۲۱۔ الدے سنول پو ۱۲۰ تک

۲۲۔ الدے گیال پو ۱۴۵ تک

۲۳۔ الدے ٹن چن ۱۷۰ تک

۲۴۔ توری لونگ چن ۱۹۵ تک

۲۵۔ ٹھی چن تم ۲۴۵ تک

۲۶۔ ٹھی ڈاپونگ چن ۲۷۰ تک

۲۷ ٹھی لوک جے چن ۲۹۵ تک

۲۸۔ لاٹھو ٹھوری نین چن
پیدائش ۲۵۴ وفات ۳۷۳

۲۹ ٹھی نین زونگ چن ۳۴۷ تک

۳۰۔ ڈونگ نین الدیو ۵۰۱ تک

۳۱۔ موزلونگ کون پاٹا ۵۶۵ تک
المعروف
استغزی نینگ زک

۳۲۔ نم ری شونگ چن گیالپو ۶۲۹ تک

۳۳۔ شونگ چن زگپو [پیدائش ۶۲۹ حکومت ۶۴۲ ۶۵۰

۳۴۔ کونگ ری کونگ چن ۶۷۵ تک

۳۵۔ منگ شونگ منگ چن ۷۰۰ تک

منگ شونگ منگ چن

۳۶ دوشونگ منگ جے المعروف لھونگ نم ٹھو لگی گیاپو ۷۲۵ تک

۳۷- بھٹی الدے لسوک ستن المعروف میزا اقسوم ۷۵۰ تک

زوجۂ اول — ۳۸- جنگ ساطاادن (بحیاتۂ الدخو ذاکتحدا مقتول)

زوجۂ دوم — ۳۸- بھٹی شونگ الدے چن — پیدائش سنہ ۷۳۱ء حکومت سنہ ۸۱ء تک

۳۹ سونے چن پو — مورو پ چن پو — موتک چن پو

ستنا لک جینگ یون ۸۸۰ء تک

سنگ ما — لھرجے — لنڈون — ۴۰ لنگ ترما — رلپا چن

رلپا چن: پیدائش سنہ ۸۶۶ء (سنہ ۹۱۰ء تک)

لنگ ترما: پیدائش سنہ ۸۶۰ء، تخت نشینی سنہ ۸۹۸ء، قتل سنہ ۹۰۰ء

زوجہ اول — ۴۱- یوم ستن (دبنا یا ہوا) ۹۳۵ء — گیاپو یا زرود (مشرقی تبت)

زوجہ دوم — بھٹی نم الدے المعروف اوت شونگ ۹۳۵ء — گیالپو یو نرد (مغربی تبت)

الدے پیل کھورسن - گیالپو یو نرد (مغربی تبت)

- الدے سپل کھورسن (گیا لپو یونرو (مغربی تبت))
  - کھی ٹشی سگیا پل
    - پال دے
    - ہودے
      - پھبد یسے
      - کھی دے
      - کھی چونگ
      - گانگ پا
    - کیدے
  - اسکت الدے (یا کھی کیدا) نیاگوں (پورانگ)
    - سیگی گون (گیا لپو لداخ)
    - ٹشی گون (پورانگ)
    - دے ٹسد گون (کوگے)
      - کھورے (گیا لپو کوگے ۲۰ پشت تک)
        - لھادے
          - ×
          - ×
          - ×
      - لامہ ×

پہلا باب

تاریخ تبت اصلی (لہاسہ)

لہاسہ کے علماء اور محققین کا خیال ہے کہ زمانہ سلف میں ملک لہاسہ سمندر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ پانی نیچے اترتا گیا۔ اور خشک زمین برآمد ہوتی رہی یہاں تک کہ تمام ملک لہاسہ سمندر کے نیچے سے برآمد ہو گیا پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف جمنے لگی۔ آہستہ آہستہ یخ نے پہاڑ و نکو ڈھانپ لیا اور اس سے ندی نالے جاری ہو گئے۔ مدتوں کے بعد برف گھل گئی اور زمین برآمد ہو گئی اسپر جنگل پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ درختوں اور گھاس پھوس کی افزائش سے جنگل گھنا ہو گیا تو جنگلی جانور پیدا ہونے شروع ہو گئے ان جانوروں میں درندے بھی پیدا ہو گئے دیوتاؤں کو خیال ہوا کہ اب اس ملک میں انسان پیدا ہونا چاہئیے۔ چنانچہ دیوتا چن رس زکیس نر بندر کی شکل میں نمودار ہوا اور دیوی ڈولما ایک خونخوار قسم کے مادہ بندر کی شکل اختیار کر کے ظاہر ہوئی۔ ان دونوں کے اختلاط سے چھ بچے پیدا ہوئے ان میں سے تین کی خصلت باپ کے مطابق نرم اور تین کی ماں کی طرح خونخوار تھی۔ ان کی نسل نے بہت تیز ترقی کی۔ تعداد بھی بڑھ گئی اور بتدریج دماغی اور جسمانی ترقی کرتے ہوئے عرصہ کے بعد یہ آبادی انسان کے درجہ پر پہونچ گئی۔ انسان نے جابجا چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہنا شروع کیا۔ یہ روایت علم طبقات الارض (جیالوجی) کے انکشافات اور ڈارون کے نظریہ ارتقائے کی پوری تصدیق کرتی ہے۔

اس زمانہ میں ہندوستان کے ایک راجہ کے گھر میں جسکا نام کتب لہاسہ میں مغ گیا پاورج ہے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا باپ مہاتما بودھ کی چوتھی پشت کے زمانے میں تھا یعنی اس کے باپ کا پردادا سرگیال ہم عصر مہاتما بودھ کا تھا۔

سرگیال (ہم عصر مہاتما بودھ)

×

×

×

مغ گیا پا

اگر ہر ایک پشت کو تیس سال دئے جائیں تو تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد از پیدائش دہاتما بودھ یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس حساب سے اس کی پیدائش چار سو سال قبل مسیح کے قریب ہونی چاہیئے۔ یہ لڑکا عجیب الخلقت تھا۔ اس کی پلکیں نیچے سے اوپر کیطرف بند ہوتی تھیں۔ بھویں اُس کی فیروزہ کی طرح نیلی تھیں۔ دانت پیدا ہونے سے پہلے نکلے ہوئے تھے۔ ہاتھ کی انگلیاں جھلی سے جُڑی ہوئی تھیں۔ اس عجیب الخلقت بچہ کو دیکھکر اس کے باپ نے خیال کیا کہ مبادا یہ لڑکا بعد میں باعث تکلیف ہو اُسے پہلے ہی دفع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُسے ایک صندوق میں رکھکر دریا میں بہا دیا۔ یہ صندوق ایک آدمی کو ملا۔ اس نے دیکھا کہ بچہ زندہ ہے وہ اپنے گھر لے گیا اور پرورش کرتا رہا۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے اسکو عجیب الخلقت ہونے کی وجہ سے اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس سے اس کو بہت رنج ہوا اور اپنے پرورش کرنیوالے باپ کا گھر بھی چھوڑ کر وہ دشت و بیاباں میں نکل گیا۔ اور پھرتا پھرتا آخر کار ملک لھا کے ایک پہاڑ پر پہونچا جس کا نام لاری تھونپو ہے۔ اس کے اوپر سے یارلونگ کی آبادی اُسے بہت خوشنما معلوم ہوئی۔ پہاڑ کے اوپر سے اتر کر چن تھنگ زگوٹری کی آبادی میں آیا۔ یہاں بارہ آدمی بھیڑ بکری چرا رہے تھے۔ انھوں نے اس لڑکے سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو لڑکا ان کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ اس سے ان آدمیوں نے یہ خیال کیا کہ لڑکے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے (لھایول یعنی دیوتاؤں کے ملک سے) اترا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں کوئی راجہ نہیں ہے۔ اس دیوتا کو لیجا کر راجہ بنانا چاہیئے چنانچہ چار آدمیوں نے اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ اور آبادی یارلونگ میں لے آئے چونکہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لائے تھے اس لئے اس کا نام نیاٹھی چن پو (کندھے والا بادشاہ) ہوگیا اس نے حکومت کی بنیاد رکھی۔ اور یومبولاز گانگ نامی محل اپنے رہنے کے لئے تعمیر کیا یہ محل آج تک موجود ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ نیاٹھی چن پو کوسالہ کے راجہ پراسناجیت کا پانچواں بیٹا تھا یہ ترچھی آنکھوں کے ساتھ پیدا ہوا تھا یہ کوسالہ سے فرار ہو کر ہمالیہ کے شمال میں اس ملک میں پہونچا جو آج کل تبت کے نام سے مشہور ہے یہاں درمیانی اور جنوبی تبت کی بارہ اقوام کے سرداروں نے اسے راجہ تسلیم کر لیا۔ اس نے علاقہ یارلونگ میں جو موجودہ لھاسہ کے جنوب میں واقع ہے رہنا

شروع کیا۔ الغرض یہ مسلمہ ہے کہ ملک تبت میں حکومت اور تہذیب کی بنیاد ہندوستان کے ایک شاہزادہ نے قائم کی۔

نیاٹھی چن پو کی شادی ایک عورت نم موگ موگ نامی سے ہوئی اس سے موٹھی چن پو پیدا ہوا۔ پھر سلسلہ اس طرح چلا

نیاٹھی چن پو
موٹھی چن پو
تنگ ٹھی چن پو
سوٹھی چن پو
مرٹھی چن پو
داک ٹھی چن پو
سب ٹھی چن پو

یہ سلسلہ سات ٹھی راجگان کا ہے۔ ان کے حالات کا کچھ اندراج نہیں ہے۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ ان کی نسبت یہ خیال کہا جاتا ہے کہ یہ مرتے نہ تھے بلکہ اپنے دنیاوی فرائض کو پورا کرنے کے بعد وہ مجسم آسمان پر اٹھ جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد

ٹی گوم چن پو (اس کا لونپو) لونگ نم

شاٹھی — نیاٹھی — چاٹھی یا پوچ کونگیال

گیالپو ٹی گوم اور اس کے لونپو لونگ نم کے درمیان جھگڑا ہوا۔ لونپو نے گیالپو کو قتل کر دیا۔ اس کے تینوں بیٹے ایک مقام کونگ بو نامی میں بھاگ گئے اور لونپو لونگ نم نے حکومت شروع کی اس اثنا میں یرلھا شم پو دیوتا اور ٹی گوم کی بیوہ کے اختلاط سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رولا اکیس رکھا گیا۔ جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو اس نے لونپو لونگ نم سے انتقام لیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اب چاٹھی واپس آکر اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا اور اپنے اخیافی بھائی (جن کی ماں ایک اور باپ جدا جدا ہو) رولا اکیس کو اپنا لونپو یعنی وزیر مقرر کیا۔ اس کشت خون کی وجہ سے آئندہ ان راجگان کا مجسم آسمان پر اٹھنا بند ہو گیا اور لاش

کے دفن کرنے کا رواج ہوا۔ چاٹھی کا دوسرا نام پوتی کونگیال ہے۔ اس کے عہد حکومت میں مذہب پون رائج ہوا۔ یہ ابتدائی مذہب اس ملک کا ہے جس کا پتہ لھاسی تاریخ سے چلتا ہے۔ اس نے چھنگ برلپ ستھچے نامی محل تعمیر کیا۔

اسی زمانے میں لونپورو لا اسکیس اور لاپوک گوکرنے مل کر نہریں تعمیر کیں اور زراعت شروع کی۔ معدنی مادوں کو آگ سے تپا کر دھات از قسم چاندی۔ تانبہ اور لوہا تیار کرنا شروع کیا اور دریاؤں کے اوپر پل بنانے کا رواج ہوا۔

ان دونوں گیالپؤں کو پرگے استنگ نس کہتے ہیں اور موخر الذکر کو تمدنی زندگی کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔

چاٹھی کا بیٹا اے شولک ۱۲۰ ق م اس کا بیٹا تے شولک ۱۰۵ ق م اس کا بیٹا ٹھی شولک ۸۰ ق م اس کا بیٹا گورولک ۵۵ ق م۔ اس کا بیٹا ڈونگ جی لک ۳۰ ق م اسکا بیٹا اسی شولک ۵ ق م ان سب کو چھ لک راجگان کا سلسلہ کہتے ہیں۔ ان کے حالات کا کچھ اندراج نہیں ہے۔

اسی شولک کا بیٹا

زانم زین الدے سنہ ۲۰ ع
الدے ٹھول نم چونگ چن ۴۵ ع
ے سنول نم الدے ۷۰ ع
ے سنول پو لدے ۹۵ ع
الدے سنول نم ۱۲۰ ع
الدے سنول پو ۱۴۵ ع
الدے گیالپو ۱۷۰ ع
الدے ٹنگ چن ۱۹۵ ع

ان سب کو اٹھ الدے راجگان کا سلسلہ کہتے ہیں ان کے متعلق بھی تاریخ میں کچھ درج نہیں ہے۔ اس کے آگے سلسلہ اس طرح چلتا ہے۔

توری لونگ چن ۲۲۰ ع

ٹھی چن نم ۲۴۵ع

ٹھی واپونگ چن ۲۷۰ع

ٹھی توک جے چن ۲۹۵ع

لاتھوتھوری نین چن (پیدائش ۲۵۴ع وفات ۳۷۴ع)

اس گیالپو کے عہد میں ملک لہاسہ میں بودھ مذہب کی اشاعت شروع ہوئی خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے زمانے میں حسب ذیل کتابیں آسمان سے اتریں۔

۱- پنگ کونگ چھق گیا پا۔

۲- دوزدے زاماتوق کی سینگ پوا یگے ٹوکپا۔

اور ایک طلائی چھورتن اور ختپاما نے کوس پھور (یعنی چھورتن ڈھالنے کا قالب بھی) آسمان سے اترے۔ اور غیب سے یہ آواز آئی کہ ان چیزوں کے فوائد پانچویں پشت میں ظاہر ہوں گے۔ چھورتن گنبد کی شکل کی ایک عمارت ہے جس کے اندر مردوں کے پھول رکھدئے جاتے ہیں۔

ان چیزوں کا مطلب اس وقت کوئی شخص سمجھ نہیں سکا مگر خوش اعتقادی سے انھیں متبرک خیال کرکے ان پر پھول چڑھائے۔ چراغ جلایا اور بڑی حفاظت سے انھیں رکھ چھوڑا۔ اس گیالپو نے تقریباً ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔

اس کی پیدائش لہاسی تاریخ اور لہاسی شمار کے مطابق تقریباً ۲۵۴ء میں ہوئی ہے یہ اسی سال کی عمر میں تھا کہ مذہب بودھ کی کتابیں لہاسہ میں پہونچیں یہ واقعہ تقریباً ۳۳۳ء کا پایا جاتا ہے۔ اس کے ۴۰ سال بعد تک یہ گیالپو حکومت کرتا رہا۔ اس حساب سے اس کی وفات تقریباً ۳۷۴ء میں واقع ہوئی۔ لہاسی کتب تاریخ میں جو سال دیئے گئے ہیں۔ انھیں جب عیسوی سال کے ساتھ مطابق کیا جائے تو ولادت مہاتما بودھ ۵۵۵ء ق م میں اور وفات ۴۷۵ء قبل مسیح میں واقع ہوتی ہے جو سال اس باب میں درج کئے گئے ہیں وہ اسی حساب پر مبنی ہیں۔

اسکا بیٹا ٹھی نینگ زونگ چن ۳۷۴ء　اس کا

موزلونگ کرن بام پا اسنتری نینگ زک ۵۶۵ء

یہ پہلے اندھا تھا۔ غیر ملک کے ایک حکیم نے اس کا علاج کیا جس سے اس کی آنکھوں میں بینائی آگئی۔ اور پہاڑ کے اوپر جانور چلتے پھرتے اسے نظر آنے لگے۔ اس روز سے اسکا نام استغری نینگ زک (یعنی پہاڑ کے اوپر جانوروں کو دیکھنے والا۔) ہوگیا۔

اس کا بیٹا نم ری شونگ چن گیالپو ۶۲۹ء۔ اس کے عہد حکومت میں علم طب اور علم حساب چین سے لایا گیا۔ اور تعلیم ان علوم کی زبانی طور پر لہاسہ میں رائج ہوئی۔ اس گیالپو نے لہاسہ میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔ جس کی نسبت یہ روایت ہے کہ اس کی تعمیر میں جو گارا استعمال ہوا تھا وہ صرف بھورے رنگ کی مادہ گاواں اور مادہ یاک کے دودھ سے بنایا گیا تھا۔ اس محل کا نام بھی ارسکیس یوم زود کس رکھا گیا۔ اس گیالپو نے جھیل ڈک سوم الدنگب کے پانی سے نمک برآمد کرنے کا رواج دیا۔ اس سے پیشتر لہاسہ میں نمک کے استعمال کا رواج نہ تھا۔

اس کا بیٹا شونگ چن ازگمپو ۶۵۰ء۔ یہ گیالپو مہاتما بودھ کی وفات سے ۱۵۰۸ سال بعد پیدا ہوا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ مذہب بودھ کی کتابوں کے لہاسہ میں پہونچنے سے ۲۹۶ سال بعد یہ گیالپو پیدا ہوا۔ اس طرح اس کی پیدائش تقریباً سنہ ۶۲۹ء میں اور تخت نشینی سنہ ۶۴۲ء میں واقع ہوتی ہے۔

اس نے پوٹالا پہاڑ پر ایک عالیشان محل تعمیر کیا اور اس میں قیام اختیار کیا۔ یہ محل اس وقت تک موجود ہے اور ڈلائی لامہ اسی محل میں رہتا ہے۔

اس گیالپو نے تھونو آنو کے بیٹے سمبوٹا کو ایک پیمانہ بھر سونا اور کچھ زیورات طلائی دیکر ہندوستان میں حروف سیکھنے کے لئے بھیجا (یہ پیمانہ اس اندازہ کا ہوتا تھا جس میں تین لپ غلہ آجائے) اس نے لمزے پنڈت لی جن سے سنسکرت زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اور پنڈت لارگ پوسنگے سے سنسکرت زبان سیکھی اور حسب ذیل تین کتابیں پڑھیں۔ پانی بیاکرن کالاپا۔ چندرپا۔ بعد ازاں لہاسہ واپس آیا۔ اور سنسکرت حروف تہجی کی مدد سے لہاسہ کی زبان کے واسطے حروف تجویز کئے۔ ہندوستان میں اس زمانہ میں دو خط رائج تھے ایک کا نام تبتی کتابوں میں لانسا لکھا ہے اس کے نمونے پر سمبوٹا نے اوچن حروف ترتیب دئے علمی کتابیں انھیں حروف میں آج تک لکھی جاتی ہیں۔ اور چھاپہ میں بھی انھیں حروف کا رواج ہے۔

دوسرے خط کا نام ورتو لکھا ہے۔ اُس کے نمونے پر سمبوٹا نے تھا ئیک حروف مرتب کئے۔ کاروباری کتابیں انھیں حروف میں لکھی جاتی ہیں۔ اور خط کتابت تمامتر اسی خط میں ہوتی ہے۔ یہ دونوں حروف اصولاً ایک ہی چیز ہیں۔ اختلاف بس اتنا ہی ہے جتنا گُر رومن کتابی حروف اور تحریری حروف میں ہے۔

بیرونی ممالک کے علمار لھاسہ میں طلب کئے گئے۔ ہندوستان سے کومارا دیوا نیپال سے شیلامن زو۔ کشمیر سے تناتو۔ اور گنوتا اور ٹمزے لیچن۔ اور چین سے ہانگ مہادیوا لھاسہ میں آئے۔ ان کی امداد سے سمبوٹا نے اور دھرماکوشا نے مذہبی اور دیگر علوم و فنون کی اکیس کتابوں کا سنسکرت اور چینی زبان سے لھاسی زبان میں ترجمہ کیا اور آٹھ کتابیں اُس نے خود تصنیف کیں۔

گیالپو نے لھاسی حروف سیکھے۔ پھر اُس نے قانون مرتب کیا

گیالپو نے اپنا آدمی نیپال بھیج کر راجہ نیپال کی بیٹی پلنزا کھی چون سے شادی کی۔ اس کے ساتھ بہت سا اسباب اور مورتیاں لھاسہ میں آئیں۔ بعدازاں ایک دوسرا آدمی مع تحائف کے شاہنشاہ چین کے پاس بھیجا اور اس کی بیٹی روشن کونگ جو کو شادی کر کے لبوایا۔ اُس کے ساتھ بھی بہت سی مورتیاں اور اسباب لھاسہ میں پہونچا۔ ان مورتیوں کے رکھنے کے واسطے راسا گونپہ ایک جھیل کے اوپر چھت کے ذریعے کرسی تیار کر کے اپنی ۲۵ سال کی عمر میں تعمیر کیا۔ اس گونپہ کی تعمیر از روے حساب ۶۵۴ء میں ہوئی۔ اُس نے دیگر گونپہ جات بھی تعمیر کیے۔

ان بیرونی تعلقات کی وجہ سے ملک لھاسہ میں بہت سی کار آمد صنعتوں کا رواج ہوا جیسے کہ چاول سے شراب تیار کرنا۔ دودھ سے دہی۔ مکھن اور لسی بنانا پن چکی چلانا اور اچھے کپڑے بُننا۔ زیورات بنانا وغیرہ وغیرہ۔

اسی گیالپو کے عہد حکومت میں حروف تہجی کے ساتھ مذہب بودھ بھی ہندوستان سے لھاسہ میں پہونچا اور اُس کی ہر دو رانیوں نے جن میں سے ایک نیپال کی شاہزادی راجہ جوتی ورما کی بیٹی تھی اور دوسری چین کی شاہزادی تھی انھوں نے مذہب بودھ کی اشاعت میں اپنے شاہی شوہر کی بڑی مدد کی اور لوگوں کو بزور اس مذہب میں

داخل کیا۔

یہ بڑا اولوالعزم گیالپو تھا اس نے سنہ ۶۳۹ء میں شہر لھا الدن آباد کیا۔ جو بعد میں لھاسہ کے نام سے مشہور ہوا۔

اس گیالپو نے اپنی سلطنت کو بہت وسعت دی۔ گردونواح کی خودمختار اقوام کو تسخیر کیا اور ملحقہ خودمختار بڑے راجگان کے ساتھ سفارتی تعلقات پیدا کیے اور تحائف کا لین دین جاری کیا۔

بطور فاتح یہ گیالپو بہت نامور تھا۔ اس نے بجانب شمال اقوام کیانگ کو تام وکمال تسخیر کیا۔ پھر اس کے مغرب کی طرف توجہ کی۔ اس طرف اس نے حکومت کو لداخ تک پہونچا دیا۔ پھر جنوب کی طرف ملک نیپال پر اپنا اقتدار قائم کرکے کوہ ہمالیہ سے گذر کر ہندوستان تک جا پہونچا۔ تاحال یہ تحقیق کو نہیں پہونچا ہے کہ حدود ہندوستان کے اندر کتنی دور تک اس کی حکومت کو توسیع ہوئی۔ لیکن یہ مذکور ہے کہ سنہ ۷۰۳ء میں نیپال اور برہمنوں کے ملک میں حکومت تبت کے خلاف بغاوت ہوگئی۔ شرنگ چن زگمپو کا تیسرا جانشین جب اس بغاوت کو فرو کر رہا تھا تو وہ جنگ میں مارا گیا۔

ہندوستان کے اندر راجگان تبت کے حکومت کرنے کا تاریخ ہندوستان میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ البتہ تاریخ چین میں مذکور ہے کہ دسویں صدی عیسوی تک جب کہ تبت کی شاہی کا خاتمہ ہوا۔ تبت کی حکومت سمندر تک تھی۔ اور خلیج بنگال کا نام اس زمانہ میں تبتی سمندر تھا۔ علمائے محققین کو حال میں امور متعلق نسل و زبان سے کافی شہادت بنگال میں تبت کی حکومت اور اقتدار کی ملی ہے جس کی طرف تاریخ ہندوستان میں اب تک توجہ نہیں کی گئی تھی۔

متذکرہ بالا ہر دو رانیوں سے اس کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے اس نے تین اور شادیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک ملک رویونگ اور دوسری ملک مون سے تھی۔ یہ نام تبت میں اُن اقوام کو دیا جاتا ہے جو ملک تبت اور ہندوستان کے درمیان آباد ہیں۔ تیسری رانی کی قومیت مذکور نہیں ہے ان میں سے بھی دو بے اولاد رہیں۔ اور تیسری سے

کونگ ری کونگ چن ۶۷۵ء تک

پیدا ہوا۔ اور تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کا بیٹا

منگ سونگ منگ چن ۷۰۰ء تک

اس کی صغر سنی میں اس کا باپ فوت ہوا۔ اس لیے اس کے دادا شونگ چن زنگبو نے پھر حکومت اختیار کی۔ اور اس کے فوت ہونے کے بعد منگ سونگ تخت نشین ہوا۔ اس نے ۶۶۳ء میں کوکونور کے گرد ونواح میں کوھون تاتاریوں کو تسخیر کیا۔ اور بعد ازاں حدود چین میں حملہ کر دیا۔ اور چینیوں کو شکست دی لیکن چینیوں نے اس کا پورا انتقام لیا۔ اور وہ تبت کے ملک کے اندر گھستے ہوئے لہاسہ تک چلے آئے۔ یہاں پہونچکر انھوں نے شاہی محل پو مبو لہا گانگ کو جلا دیا۔ لونبو گر جو فوج تبت کا سرکردہ تھا وہ بھی اس مقابلہ میں مارا گیا۔

اسکا بیٹا دوشونگ منگ ہے ۷۰۵ء تک اسکا دوسرا نام لونگ نم پھٹولگی گیا ہے ہے اس کے عہد میں سات لونبو نہایت قابل اور مدبر ہوئے ہیں۔

اسکا بیٹا ٹھی الدے سوگ ستن۔ اس کا دوسرا نام میز اقسوم ہے ۷۵۰ء تک اس گیالپو کے عہد میں علوم وفنون کو بہت ترقی ہوئی۔ اس زمانے میں ہندوستان کے بڑے جید عالم سنگیس سنگوا اور سنگیس جیواکیلاس پربت میں تیرتھ کے لیے وارد ہوئے۔ انہیں چند کتابوں کے ترجمہ کے واسطے گیالپو نے لہاسہ میں بلانا چاہا لیکن یہ دونوں اس پر راضی نہ ہوئے تاہم جو اشخاص انہیں بلانے آئے تھے ان کو پانچ کتابیں انھوں نے پڑھا دیں۔ اور اس طرح سے اُن پانچوں کتابوں کا ترجمہ لہاسی زبان میں ہو گیا۔ یہ کتابیں آج تک لہاسہ میں رائج ہیں۔ اور بہت اعلیٰ درجہ کی مذہبی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ اس راجہ نے بودھ کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔

گیالپو نے چین سے علم طب کی کتابیں منگوائیں۔ اور اُن کا ترجمہ لہاسی زبان میں کرایا اور اپنے ملک میں فن طبابت کو ترقی دی۔

ملک چین سے شہرلی سے کچھ مذہبی آدمی بھی اس گیالپو نے لہاسہ میں منگوائے جس سے لہاسہ میں مذہبی گروہ قائم ہو گیا اس گروہ نے آہستہ آہستہ ملک میں اقتدار پیدا کر لیا اور بالآخر سلطنت کیلئے خطرناک ثابت ہوا۔

اس کا بیٹا۔

جنگ سالھا ادن تھا۔

یہ شاہزادہ نہایت قابل اور شکیل ووجیہہ جوان تھا۔ اس کے لیے چین سے شادی کا انتظام کیا گیا۔ یہ جوئی سنگ شاہنشاہ چین کی بیٹی کیم شنگ تھی مگر ابھی لھاسہ میں نہیں پہونچنے پائی تھی کہ جنگ سالھا ادن لونپو نیا تھی زنگ کے ہاتھ سے مارا گیا اس لونپو کو شاہزادہ سے یہ رنج تھا کہ اپنی بیٹی وہ شاہزادہ کے ساتھ بیاہنا چاہتا تھا۔ مگر شاہزادے نے اس سے انکار کر کے چین سے شادی کرنے کا انتظام کیا تھا۔ دلھن جب لھاسہ میں پہونچی تو جنگ سا کے باپ اتسوم نے اُسے اپنی گیالمو یعنی رانی بنالیا۔ اس کے بطن سے تقریباً ۷۳۰ء میں

ٹھی شونگ الدے چن ۷۴۳ لغایت ۷۸۰ء

پیدا ہوا۔ چینی گیالمو کے ساتھ اُس کے وطن سے کچھ خادم مرد اور کچھ خادمہ عورتیں بھی آئی تھیں۔ ان میں سے ایک خادمہ نے اس ولادت کے وقت یہ تنازعہ برپا کردیا کہ ٹھی شونگ دراصل اُس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ مگر سب کو معلوم تھا کہ گیالمو حاملہ ہے۔ اس لیے لوگوں نے خادمہ کے دعوے کو درست نہیں سمجھا مگر آخری فیصلہ اس کا اس طرح ہوا کہ لڑکا جب اپنے پاؤں سے چلنے لگا تو ایک بہت بڑا جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ میں گیالپو نے شراب کا پیالہ بھر کر اُسے دیا اور کہا کہ اپنی ماں کے پاس لیجاؤ۔ قرارداد یہ تھی کہ دونوں عورتوں میں سے جو اس شاہزادہ کی والدہ ہونے کی دعویدار تھیں جس کے پاس یہ شاہزادہ اس پیالہ کو لیجائے اُسی کو اُس کی والدہ تسلیم کیا جائے۔ وہ شراب کا پیالہ لے کر سیدھا گیالمو کے پاس گیا اور اُس کے اس فعل سے یہ قرار پایا کہ واقعی یہ گیالمو کا بیٹا۔ صحیح النسب شاہزادہ اور وارث تخت وتاج ہے۔ گیالپو کا قانون شہادت واقعی قابل داد ہے۔

ٹھی شونگ کی صغرسنی میں اُس کا باپ فوت ہوا۔ لونپو ماجنگ نے اس واقعہ کی بنا پر میز اتسوم کے خلاف یہ خیال لوگوں کے درمیان پھیلاکر بیٹے کے جوان ہوجانے سے پیشتر موت کی سزا اس گیالپو کو اس وجہ سے ملی ہے کہ اس نے اصلی مذہب کو

مٹانے اور بودھ مذہب کو ترقی دینے میں بہت کوشش کی ہے۔ اس لیے اُس نے لوگوں کو آمادہ کیا کہ اس منحوس مذہب کو بیخ و بنیاد سے اڑا دیا جائے۔ چنانچہ نیپال اور چین سے جو مورتیاں لھاسہ میں آئی تھیں انھیں اٹھا کر پہاڑوں کے اوپر پھینک دیا۔ اور جو مورت بھاری ہونے کی وجہ سے اٹھائی نہ جا سکی اُسے ریت میں دفن کر دیا!

ہی شونگ جب کسی قدر بڑا ہوا تو ایک شخص سنگ شی کو پتھروں میں سے تین کتابیں ملیں وہ اُس نے لا کر ہی شونگ کو حوالہ کیں۔ اس نے دیکھا کہ یہ کتابیں اُس کے باپ دادا کی تیار کرائی ہوئی ہیں جنھیں اب ان کے دشمن مذہبی وجوہ کی بنا پر خراب کر رہے ہیں لہذا اس نے ارادہ کیا کہ ان دشمنوں کو برباد کیا جائے اور مذہب کو برقرار رکھا جائے۔ تاکہ باپ دادا کا نام قائم رہے۔

مخالفانِ مذہب کی کوششوں کے باوجود مذہب بودھ کے طرفدار اور پیرو ابھی موجود تھے ان کے ساتھ مشورہ کر کے ہی شونگ نے ایک آدمی باسل ہنگ نامی کو ہندوستان کی طرف خفیہ طور پر روانہ کیا۔ تاکہ اُس ملک سے کسی اچھے عالم اور عابد کو لھاسہ میں لاوے وہ ہندوستان سے کمن پو بودی ساتو کو لے گیا۔ اس بزرگ کا دوسرا نام شنتار اکیتا بھی ہے۔ اس عالم کو باسل ہنگ نے منگ یول میں ٹھہرایا اور خود لھاسہ کو گیا اور گیا لپو کو اس کی اطلاع دی۔ گیا لپو نے اپنے لونپو اور اُن لوگوں کے ساتھ جو بودھ مذہب کے پیرو اور طرفدار تھے مشورہ کیا کہ عالم کو اگر لھاسہ میں بلایا گیا تو ماجنگ کا کیا انتظام ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ دشمن مذہب اور با اقتدار آدمی ہے۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ منجموں کو ترغیب دی جائے۔ کہ یہ فتوے صادر کریں کہ ایک بہت بڑی بلا ملک لھاسہ پر آنے والی ہے اس سے ملک کو بچانے کی صرف یہی تدبیر ہے کہ سب سے بڑے اور صاحب رسوخ لونپو کو تین ماہ تک قید رکھا جائے۔ اس قرارداد کے مطابق دربار میں منجموں نے جب یہ فتویٰ صادر کیا تو گیا لپو اور لونپو اور عوام سب نے بعد بحث مباحثہ باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ لونپو ماجنگ اور لونپو گوزگن کو یہ قید برداشت کرنی چاہیے۔ گوزگن کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جب ماجنگ قید خانہ میں اُتار دیا جائے تو تم بھاگ جانا

اس کے مطابق یہ دو آدمی قید خانہ کی کوٹھڑی کے پاس پہونچائے گئے قید خانہ اس ملک میں ایک غار ہوتا ہے۔ نیچے سے خاصہ کشادہ ہوتا ہے۔ اور اوپر سے اس کا منھ تنگ ہوتا ہے۔ اُس کے راستہ قیدی کو اُتار کر منھ پر بھاری پتھر رکھدیا جاتا ہے۔ جب ماجنگ کو اس کے اندر اتارا جا رہا تھا تو گوزگن حسب قرارداد فرار ہو گیا۔ قید خانہ کے منھ پر پتھر رکھکر مٹی سے بند کر کے اجنگ کو مرنے کے لیے اسمیں چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح سے دشمن مذہب کو قابو کرنے کے بعد لوگوں نے صلاح کی کہ اب مذہب کو خوب رونق دینی چاہئے۔

باسل ہنگ کو واپس کیا گیا کہ ہندوستان والے عالم کھن پو بودی ساتو کو لہاسہ میں لے آوے۔ چند روز میں کھن پو لہاسہ پہونچ گیا۔ اس نے اشاعت بودھ مذہب میں پوری کوشش کی اور ماجنگ نے جن متبرک چیزوں کی بیحرمتی کی تھی اُنھیں مرمت کر کے درست کیا۔ بودھ مذہب کی رونق شروع ہو گئی۔

لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ چند روز بعد ملک میں سخت قحط پڑا۔ اور وبا پھیلی جس سے انسان اور حیوان بکثرت مرنے شروع ہوے۔ ابھی اس جدید مذہب نے لوگوں کے دلوں میں جڑیں پکڑی تھی۔ عوام الناس نے اُس بلا کو مذہب بودھ کی حکومت کی طرف منسوب کر کے اس مذہب کے پیشواؤں کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور اس مذہب کو مٹانے کے درپے ہوے۔ کھن پو ان خام خیال آدمیوں گورد نکلا۔ اُس نے ان لوگوں کو سبق پڑھایا کہ یہ قحط اور وبا مذہب بودھ کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باعث تمھارے اپنے دیوتاؤں کے ساتھ تمھارے ملک کی ارواح خبیثہ کا فساد ہے۔ اگر تم ہندوستان سے ایک دوسرے بزرگ پدما جونگ نس کو یہاں لے آؤ تو وہ ان ارواح خبیثہ کا پورا انذارک کر سکتا ہے چنانچہ اس کے مطابق سنانم دورجے اور وو جوس کو ہندوستان روانہ کیا گیا پدما کو ان واقعات کی اطلاع پہلے سے دیدی گئی تھی جسے یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ بذریعہ کشف اسے یہ خیال معلوم ہو گیا۔ الغرض سنانم دورجے کے ہندوستان

تم اچھے پہونچنے سے پیشتر ہی گورو پدالہاسہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ منگ یل میں جو نیپال اور لہاسہ کے درمیان واقع ہے دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اُسی جگہ سے اُسنے لہاسہ کی ارواح خبیثہ کا تدارک کرنا شروع کر دیا اور یہ انتظام کرتا ہوا لہاسہ میں پہونچا۔

گورو پدما بھٹی شونگ الدے چن کی عمر کے انیسویں سال یعنی ۸۰۵ء میں لہاسہ پہونچے۔ اس اثنا میں کھن پو بودی ساتو نیپال چلا گیا تھا۔ جب پدما لہاسہ پہونچ گیا تو بودی ساتو کو بھی نیپال سے واپس بلا لیا گیا۔ ان دونوں نے صلاح کر کے ہندوستان کے گونپہ اُدنتا پوری کے نمونہ پر گیا لپو سے ایک گونپہ تعمیر کرایا جسکا نام سم یاس رکھا گیا۔ اس گونپہ کا قطر ایک تیر مار کے برابر ہے۔ کھن پو نے سات آدمیوں کو لامہ بنا کر اس گونپہ میں تعینات کیا۔ ان کو پوری تعلیم دی۔ یہ گونپہ گیا لپو نے اپنی اکیس سال کی عمر میں تعمیر کیا۔

کھن پو یہ کام کرنے کے بعد قضائے الٰہی سے فوت ہوا۔ پدما جب اکیلا رہ گیا تو وہ جنوب مغرب کی طرف ایک اور ملک میں چلا گیا۔

اس گیا لپو کے عہد حکومت میں مذہب بودھ کو بہت عروج ہوا۔ اور جو برائیاں اس مذہب کے دشمنوں نے خراب کی تھیں وہ سب درست کی گئیں۔ اور مذہب بودھ کو ہر طرح سے استحکام دیا گیا۔ گیا لپو بڑی عمر میں فوت ہوا۔

گیا لپو شونگ چن کے تین بیٹے تھے۔

مونے چن پو۔ مورپ چن پو۔ اور موتیک چن پو جس کا دوسرا نام ست ناک جینگ یوں بھی ہے۔ مونے چن پو ۸۲۱ء میں تخت نشین ہوا۔ اور صرف ایک سال سات ماہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔

اس گیا لپو کا یہ خیال تھا کہ امیر غریب کا امتیاز دور کر کے اپنی تمام رعایا کو ایک برابر کر دے اس نے حکم جاری کیا کہ غریب اور امیر اور ادنیٰ و اعلیٰ کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے۔ اس نے دولتمند لوگوں کو مجبور کیا کہ اپنی دولت کو محتاج اور لاچار لوگوں کے درمیان تقسیم کر کے انھیں زندگی کے آرام و آسائش میں ہر طرح

سے اپنے مساوی بنالیں۔ اُس نے تین مرتبہ اس عمل کو دہرایا مگر ہر دفعہ نتیجہ یہی ہوا کہ سب لوگ جلد تر اپنی اپنی سابقہ حالت میں آگئے۔ جو دولت مند غریب بنا دیئے گئے تھے وہ محنت اور کفایت شعاری کے ذریعے پہلے سے بڑھکر صاحب دولت ہوگئے اور جو مفلس سے امیر بنا دیے گئے تھے وہ اپنی کاہلی اور فضول خرچی کی وجہ سے پہلے سے زیادہ فلاکت زدہ ہو گئے۔ بزرگان مذہبی نے اس عجیب و غریب مظاہرہ کو ان اشخاص کی سابقہ زندگی کے بھلے اور بُرے کرم کی طرف منسوب کیا اور اس پر اس کوشش کا خاتمہ ہوگیا۔

اس کے پیچھے موتیک چن پو تخت نشین ہوا (۸۰۴ء تک) کیونکہ اس کے بڑے بھائی مورد پ چن پو کو نو بو جنگ نام نے قتل کر دیا تھا۔

اس نے گونپہ جات میں بڑی ترقی کی۔ اور مذہبی اور دیگر کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ ایک نیا گونپہ تعمیر کیا جس کا نام کرچھونگ ہے۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔ سنگ ما۔ لھرجے۔ لُنڈ وت۔ ترا۔ اور رلپاچن۔

لنڈ ون صغرسنی میں فوت ہوا۔ لھرجے پندرہ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ سنگ ما لامہ بن گیا۔ رلپاچن (۸۱۶ء تک) اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔

اس کے بزرگوں کے زمانے میں ہندوستان کی پوتھیوں کے جو ترجمے لہاسی زبان میں کئے گیے تھے اُن کی زبان اچھی نہ تھی۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس کی اصلاح کی جاے چنانچہ کھن بوزینا میٹا۔ سورنتا بودی۔ اور داناشیلا کو ہندوستان سے بلوایا۔ ان کی امداد سے لہاسی مترجم کاوا۔ اور چوغرد وغیرہ نے ان ترجموں کی نظرثانی کر کے انھیں درست کیا۔ اور اس سے اُس نے بڑا نام پیدا کیا۔

اس نے اودشانگ دومیں ایک عالیشان گونپہ تعمیر کیا۔

سلطنت چین کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہیں رہے اور جنگ تک نوبت پہونچی۔ رلپاچن نے سلطنت چین کا کچھ علاقہ فتح کر کے حکومت لہاسہ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ آخرالامر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ اور سرحد از سر نو قائم کی گئی۔ سرحد کے اوپر ایک بڑا پتھر نصب کیا گیا جس پر لہاسہ اور چین ہر دو سلطنتوں کا اقرار نامہ کندہ کیا گیا جس میں

تیسرا حصہ
حلفاً یہ عہد کیا گیا تھا کہ ہر دو سلطنت ہائے متعہدین میں کوئی سلطنت اس سرحد سے تجاوز نہیں کرے گی بمقام چنگ نان سنہ ۸۲۲ء میں یہ عہد نامہ تکمیل پایا جسے دوسرے سال لہاسہ میں اس طرح استحکام دیا گیا کہ اس عہد نامہ کی ایک نقل شاہنشاہ چین کے محل میں لگائی گئی اور دوسری نقل پتھر پر کندہ کرکے گیالپوے لہاسہ کے محل میں نصب کی گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔

اس کے عہد حکومت میں مذہبی گروہ یعنی لاماؤں کی عزت میں اور ان کے اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ دربار میں اُنھیں سب سے اعلیٰ جگہ دی جاتی تھی۔ اور معافیاں بھی انھیں بکثرت دی گئیں۔

ارا کین سلطنت نے دیکھا کہ گیالپو کا رحجان مذہب کی طرف زیادہ ہوگیا ہے۔ اس سے انھیں اندیشہ پیدا ہوا کہ حکومت لاماؤں کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔ اس لیے اُنھوں نے منجموں کو ترغیب دیکر یہ فتویٰ دلایا کہ اگر گیالپو کے بھائی لامہ سنگ ما کو ملک بدر نہ کیا گیا تو ملک لہاسہ پر ایک آفت عظیم نازل ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنگ ما کو ہندوستان کی طرف نکال دیا گیا۔ اس پر بھی ان دنیاداروں کا اطمینان نہ ہوا۔ اور لونپو از یاس تغنا نے ایک روز موقع پاکر گیالپو رلپاچن کو گردن مروڑ کر مار دیا۔ اور اُس کے بھائی ترما اوتم چن کو اُس کی جگہ گیالپو بنایا۔ اور رازیاس تغنا اس کا لونپو مقرر ہوا۔

گیالپو ترما اور اُس کے لونپو ازیاس تغنا کو مذہب بودھ کے ساتھ خصوصیت سے ناپسندیدگی تھی۔ اور اُس کی بیخ کنی کے لیے وہ بہانہ ڈھونڈتے تھے۔ اتفاق سے لہاسہ میں ایک وبائی بیماری پھیلی۔ اس سے بہت آدمی فوت ہوئے۔ ژالہ باری ہوئی جس سے فصل کو نقصان پہونچا۔ لونپو نے لوگوں کو بلا کر دریافت کیا کہ ان آفات کا سبب کیا ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ نزما نے جواب دیا کہ چین سے جو مورتیاں لائی گئی ہیں ان کے ساتھ ارواح فاسدہ اس ملک میں داخل ہوگئی ہیں۔ اُنھوں نے یہ تمام تکلیف ہمارے لیے پیدا کی ہے۔ بہتر ہے ان مورتیوں کو خراب کیا جائے۔ چنانچہ ان مورتیوں پر بیدردی کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ جو دریا برد ہوسکیں

تھیں انھیں دریا میں بہا دیا گیا جو بھاری ہونے کی وجہ سے اُٹھ نہ سکتی تھیں انھیں گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ کتابیں جس قدر تیار کرائی گئی تھیں کچھ جلا دی گئیں۔ اور کچھ دریا برد کر دی گئیں۔ جو چین پہاڑوں کے اوپر پھینک دی گئیں۔ ہندوستانی پنڈت اور لہاسی مترجمین میں سے جو ہاتھ آئے انھیں قتل کر دیا گیا جنھیں موقع ملا۔ وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ لاماؤں کو گونپوں سے نکال کر دنیا دار بنایا گیا اور زمینداری کے کام پر لگایا گیا۔ جنھوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ انھیں شکار مارنے کے کام پر لگایا گیا۔ راسا، راموچے۔ اور سم یاس ہر سہ بڑے گونپہ جات کے دروازوں کو تیغہ کر کے بند کر دیا۔ اور ان پر یہ لکھکر لگا دیا کہ یہ لاماؤں کے شراب خانے ہیں ترمانے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ بعد میں یہ حکم دیا کہ لہاسہ کے گونپہ راسا کو کھود کر پھینک دیا جائے اور اُس کا نام و نشان باقی نہ رکھا جائے۔

اس زمانہ میں لامہ لالونگ پلگی دورجے چلہ میں تھا۔ اس نے یہ واقعہ سنا تو چلہ ترک کر کے کوٹھڑی سے باہر نکلا اور اس دشمن مذہب گیا لپو کی خرابی کے درپے ہوا۔ اُس نے سفید رنگ کے ایک گھوڑے کو سیاہی پھیر کر کالا کیا۔ اور ایک لباس تیار کرایا جو اوپر سے کالا اور اندر سے سفید تھا۔ آستینیں اُس کی خاص طور پر لمبی اور چوڑی بنائی گئیں۔ ان کے اندر اُس نے تیر و کمان کو چھپایا۔ اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر گیا لپو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ترما اس وقت اپنے محل میں معاہدہ سلطنت چین کو جو پتھر پر کندہ تھا پڑھ رہا تھا۔ اُس کے سامنے لامہ پلگی دورجے مطابق دستور لہاسہ سجدہ کی غرض سے جھکا۔ اور اس اثنا میں پھرتی سے اس نے گیا لپو کے اوپر تیر چلا دیا۔ جو اس کے سینہ میں لگا اور اسی جگہ وہ گر کر ختم ہو گیا۔ پلگی دورجے نے تیر و کمان پھینک دیا۔ اور اپنا لباس اُلٹ کر پہن لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا۔ گھوڑے کو اُس نے دریائے لہاسہ کے اندر سے گزارا جس سے سیاہی دھل گئی اور گھوڑے کا اصلی سفید رنگ نکل آیا۔ گیا لپو کی طرف سے لوگ پلگی دورجے کے تعاقب میں چلے مگر اُس کے لباس اور گھوڑے کے رنگ کی تبدیلی نے اُس کی مدد کی اور اُسے کوئی شناخت نہیں کر سکا۔

لنگ ترا تقریباً ۸۶۳ء میں پیدا ہوا۔ اٹھائیس سال کی عمر میں وہ تخت نشین ہوا۔ ایک سال چھ ماہ پندرہ یوم اُس نے حکومت کی۔ اس حساب سے اُس کی موت تقریباً ۹۰۱ء میں واقع ہوئی۔

ترا کے قتل کیے جانے کے وقت اُس کی چھوٹی گیالمو حاملہ تھی۔ اُسے دیکھکر بڑی گیالمو نے بھی اپنے جسم پر کپڑے وغیرہ باندھکر اپنے حمل کو شہرت دی۔ جب چھوٹی گیالمو کا لڑکا پیدا ہو تو بڑی گیالمو بھی باہر سے ایک لڑکا مانگ کر لے آئی۔ اور ظاہر کیا کہ اُس کا بھی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ چھوٹی گیالمو نے اس لڑکے کو دیکھا تو اُس کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اُس نے بڑی گیالمو سے کہا کہ اگر در اصل یہ لڑکا تمھارا ہے تو احتیاط سے اس کی پرورش کرو۔ چھوٹی گیالمو اپنے لڑکے کی بڑی حفاظت کرتی تھی اور رات بھر اُس کے سامنے چراغ روشن رکھتی تھی۔ اُس سے اس کا نام ادت شُنگ ہو گیا۔ بڑی گیالمو نے جس لڑکے کو اپنا بیٹا ظاہر کیا تھا اُس کا نام یوم ستن ہوا۔

یہ دونوں لڑکے جب بڑے ہوئے تو انھوں نے اُن مورتیوں کو جو ترا نے زمین کے اندر گاڑ دی تھیں نکال کر گونپوں کے اندر رکھوایا اور گونپوں کو از سرِ نو آراستہ کیا۔

ان کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔

ادت شُنگ نے یونرو (مغربی حصہ) پر } ۹۲۵ء میں
اور یوم ستن نے یادرو (مشرقی حصہ) پر }

قبضہ کر لیا۔ مگر اس تقسیم کے بعد بھی اس تباہ کن لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اس موقع پر ملک تبت کی تاریخ پیچیدہ ہو جاتی ہے اور کچھ توجہ چاہتی ہے۔

ادت شُنگ کے بعد اُس کا بیٹا الدے سپل کھورسن مغربی حصۂ تبت کا گیالپو ہوا وہ تیرہ سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اُس کے دو بیٹے تھے۔ پٹی ٹشی حگپاپل اور تھی کیدا نیما گوں۔ موخرالذکر نارس میں چلا گیا۔ اور اس نے پورانگ میں اپنی دارالحکومت قائم کی۔ اُس کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے سپلگی گوں نے اپنے آپ کو منگ یول یعنی لداخ کا راجہ بنا لیا۔ دوسرا بیٹا ٹشی گون پورانگ پر قابض رہا۔ اور چھوٹا بیٹا دے ٹسُگون صوبہ شانگ شونگ (گوگے) کا راجہ ہو گیا

مذہب بودھ کا فروغ موخرالذکر کے دو بیٹوں کے ہاتھ سے شروع ہوا جن میں سے بڑا لامہ ہوگیا چھوٹا کھورے اپنے باپ کی حکومت پر متمکن ہوا۔ جس کی اولاد میں پشت تک یکے بعد دیگرے حکومت پر قابض رہی۔

ٹشی سگپاپل کے بھی تین بیٹے تھے۔ پال دے۔ ھودے۔ اور کیدے۔ بڑے لڑکے کی اولاد گونگ تنگ۔ لوگ بلوا۔ چیپا۔ لھاتسے۔ لنگ لونگ۔ اور ساکو پر متصرف ہوگئی۔ جہاں وہ چھوٹے چھوٹے راجگان کی حیثیت سے علیحدہ علیحدہ حکومت کرتے رہے۔ کیدے کی اولاد سو۔ جونک۔ ٹانگ۔ یارولگ۔ اور گیال سے کے اضلاع میں پھیل گئی یہ لوگ بھی چھوٹے راجگان کی حیثیت میں علیحدہ علیحدہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں پر قابض رہے۔ ہودے کے چار بیٹے تھے۔ پھبد سیسے۔ تھی دے۔ تھی چونگ اور گاتنگ پا۔ ان میں سے بڑا اور چھوٹا دو بھائی۔ سن گرذنگ پر متصرف ہوگئے۔ دوسرے بیٹے نے امدو اور سونکھا پر قبضہ کرلیا۔ تیسرا لڑکا اود (وہ درمیانی صوبہ لھاسہ) کا گیالپو ہوگیا۔ اور اپنا دارالحکومت یارلونگ میں جو لھاسہ کے جنوب میں واقع ہے لے گیا۔ اس کی اولاد اس حکومت پر گیارہ پشت تک قابض رہی۔

مشرقی تبت کے گیالپو یوم ستن کے حالات کا تاریخ میں کچھ مذکور نہیں ہے۔ مگر مغربی حکومت کے جغرافیائی ناموں سے جو اوپر مذکور ہوئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خاندان نے مشرقی حصہ پر بھی قبضہ کرلیا تھا اس زمانہ کا سلسلہ نسب پورا مذکور نہیں ہے۔

جس زمانہ میں کھورے کا خاندان کوگے میں اور تھی چونگ کا خاندان ادیا حکومت کررہے تھے تبت میں ایک اور حکومت کھڑی ہوگئی جو بالآخر ان دونوں پر غالب آگئی۔ کھورے کا جانشین اس کا بیٹا لھاوے ہوا۔ جس کے تین بیٹے تھے جو اس کے جانشین ہوئے ان میں سے چھوٹے نے ہندوستان کے مشہور و معروف بودھی مذہب کے پیشوا اتی شا کو دکرا ماشیلا کے مندر سے تبت میں بلوایا۔ اس نے تارس کے بڑے گونپہ تھوڈنگ میں رہنا شروع کیا۔ اس نے مذہبی کتابوں اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کے علاوہ ۱۰۲۶ء میں زمانے کے شمار کرنے کا طریقہ ساٹھ سال کے دور کا رائج کیا۔ یہ طریقہ ہندوستان کے صوبہ شمالا میں رائج تھا (شمالا کون سی

جگہ ہندوستان میں ہے میں تحقیق نہیں کر سکا) اتی شاپہلا لامہ تھا جس کا اقتدار ملک کی ہر ایک حکومت پر غالب آگیا۔ اس کے دیکھا دیکھی اس لیاقت کے اور لامہ بھی پیدا ہو گئے۔ اور کے راجگان ان کی بہت سرپرستی کرتے تھے جیسے کہ شال کے طور پر سکیا پنڈتا کا احترام اس خاندان کا ساتواں گیالپو کرتا رہا ہے۔ اس پنڈتا نے اوگدائی کے جانشین کویوک کی درخواست پر ۱۲۴۶-۴۸ء میں اپنے ورود سے اس کے دربار کی عزت افزائی کی

اس کے پانچ سال بعد کبلائی خان نے تمام شرقی تبت کو تسخیر کر لیا اور تخت سلطنت چین پر متمکن ہو جانے کے بعد اس منگول شاہنشاہ نے اس پنڈتا کے بھتیجے پھگس پا لودوئی گیالشن کو اپنے دربار میں مدعو کیا۔ وہ شاہنشاہ کے پاس بارہ سال تک مقیم رہا۔ اور اس کی درخواست پر اس نے منگول زبان کے لیے حروف رسمی تبتی حروف کے نمونہ پر اختراع کیے لیکن یہ ابجد مقبول نہیں ہوئی۔ اور عام طور پر رائج ہونے کے بغیر ۸۰ سال کے بعد بالکل غائب ہو گئی۔ بصلہ اس کی خدمات کے کبلائی خاں نے پھگس پا کو شاہی اختیارات تبت خاص پر جس میں صوبہ جات او اور سانگ کے تیرہ ضلع شامل تھے اور صوبہ جات امدو کھام کے اوپر عطا فرمائے۔ اس وقت سے سکیا پا لامہ ملک تبت کے پادشاہ ہو گئے اور ۱۲۷۰ء سے ۱۳۴۵ء تک یکے بعد دیگرے ۲۱ لاماؤں کی جانشینی میں ۷۰ سال تک حکمران رہے۔ چونکہ گونپہ سکیا ان کا مسکن اور دارالحکومت تھا اس کی نسبت سے اُن کا نام سکیا پا ہو گیا۔ ان کے امور سلطنت کا انصرام ایک نائب کیا کرتا تھا جو خاص طور پر مقرر کیا جاتا تھا۔

جبکہ سکیا پا کی حکومت میں کمزوری پیدا ہو گئی تو دیگر گونپہ جات دگیونگ بھکدوب وشال نے اپنے اقتدار کو بڑھانا شروع کر دیا اور انکا اقتدار اور حکومت بالآخر پھگسپا کے جانشینوں کی حکومت پر غالب آگئی اُس پُر آشوب زمانہ میں چیانگ چوب گیالشن المعروف پھگمودد نمودار ہوا۔ اس نے تبت خاص اور کھام کو تسخیر کر لیا۔ لیکن اس کے اوپر مسلسل قبضہ رکھنے کے لئے اُسے کئی سال تک لڑائی جاری رکھنی پڑی۔ بالآخر وہ کامیاب ہوا۔ اور

دربار پیکنگ کی منظوری سے اس نے اپنی حکومت قائم کرلی جو اسکے بارہ جانشینوں تک جاری رہی۔ چین میں منگول خاندان کا جب خاتمہ ہوگیا تو منگ خاندان کے بادشاہوں نے حکمرانان تبت کی حکومت کو استحکام دیا اور توسیع کی۔ اور اس کے ساتھ ہی ملک تبت کے آٹھ بڑے بڑے گونپہ جات کے بڑے لاماؤں کو تسلیم کیا۔ اس خاندان کی ہمدردانہ حکومت سے ملک میں امن وامان قائم ہوا۔ اور خوش حالی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ عیش وعشرت کی طرف مائل ہوگئے۔ اور بالآخر حکومت میں کمزوری پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ آخری راجہ سے قبل والے راجہ کے عہد میں صوبہ جات او اور سانگ کے امرا اور روسا کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ یہ حالات اس زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ منگ خاندان کے آخری حکمران خاندان مانچو کی دستبرد کے خلاف جدوجہد کر رہے تھے۔ ان فسادات کی بنا پر کھوشوٹ خاندان کے ایک منگول راجہ کو تبت میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ تبت کی تاریخ میں اس کا نام ٹنگر ٹوراجہ کو نور لکھا ہے۔ منگول لوگوں کو لاماؤں کے مذہب سے ساتھ دلچسپی تھی بالخصوص ۱۵۷۶ء سے جبکہ الطان خاقان تومید نے اور اس کے چچیرے بھائی نے تبت کے ایک بڑے گونپہ کے اعلیٰ لامہ کو اپنے دربار میں بلایا تھا۔ یہ لامہ صنم گیامسو لامہ گید ونڈوب بانی گونپہ ٹاشنل ہونپو کا تیسرا جانشین تھا۔ یہ گونپہ ۱۴۰۹ء میں تکمیل کو پہونچا تھا۔ اور اس کے بعد اس کے بانی لامہ گید ونڈوب کو گونپہ گیلدن کا بھی اعلیٰ لامہ مقرر کر دیا گیا تھا گونپہ گیلدن لحاسہ کے قریب واقع ہے اور بہت ممتاز گونپہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ لامہ تبت کے اعلیٰ ترین لاماؤں میں سے جنھیں بعد میں ڈلائی لامہ کا خطاب دیا گیا۔ سب سے پہلا لامہ تھا۔

لامہ گید ونڈوب کے پہلے جانشین نے جو ۱۴۷۵ء سے ۱۵۴۱ء تک حکمران رہا۔ ملکی انتظام کو سرانجام دینے کے لیے ایک خاص عہدہ دار مقرر کیا تھا جس کے عہدے کا نام دیبا تھا۔ خاقین منگول نے لامہ صنم گیامسو کو ۱۵۷۶ء میں وجرا ڈلائی لامہ کا خطاب عطا کیا۔ پانچویں (دراصل تیسرے) ڈلائی لامہ کی نابالغی کے زمانہ میں جب کہ

شاہ منگول ٹنگر ٹو نے مذہب کو استحکام دینے کے بہانہ سے ملکی معاملات میں مداخلت کی تو لامہ پنچن لوزانگ چوکی گیالسٹن نے حملہ آوروں کو ایک بہت بڑی رقم بطور تاوان جنگ ادا کر کے انھیں ملک تبت سے واپس کیا۔ اور بعد ازاں چین کے بانچو شاہنشاہ سے امداد کی درخواست کی اس اثنا میں چین پر مانچو خاندان متصرف ہو گیا تھا اس حرکت سے منگول نہایت ناراض ہوئے اور اس بنا پر گوشری خان فرزند وجابس ٹنگر تو نے تبت پر حملہ کیا۔ اور جس قدر چھوٹے چھوٹے رئیس اور راجہ تھے انھیں تسنگ پو گیالپوے سانگ معزول کر دیا۔ اور تمام ملک تسخیر کر کے اس نے ۱۶۴۵ء میں پانچویں ڈلائی لامہ کو تمام ملک تبت کا حکمران مقرر کر دیا۔ بعد ازاں ۱۶۵۳ء میں حکومت چین نے بھی ڈلائی لامہ کے اختیارات کی توثیق کی۔ اور ڈلائی لامہ شاہنشاہ چین کی خدمت میں بمقام پیکنگ حاضر ہوا۔

۱۷۰۶ء میں منگول کھوشوٹ نے اور ۱۷۱۷ء میں منگول سونگر نے ڈلائی لامہ کی جانشینی کے متعلق پھر دست اندازی کی۔ لیکن افواج چین نے ۱۷۲۰ء میں ملک کو قطعی طور پر تسخیر کر لیا۔ اور وہ طریق حکومت مقرر کر دیا جو اب تک رائج ہے۔ تبت کو غیر اقوام کے میل جول سے علیحدہ رکھنے کا جو دستور ہوا ہے غالباً اسکی تحریک سلطنت چین کی طرف سے ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس طرف سے اقوام فرنگ کے حملہ کے روکنے کے لیے ایک درمیانی خود مختار ریاست بنی رہے۔

۱۸۷۳ء میں سرکار انگلشیہ ہند کی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ تبت کے ساتھ تجارت کھولی جائے۔ بعد ازاں ۱۸۸۵ء میں بھی اس کی تجدید ہوئی پھر ۱۸۸۶ء میں ایک وفد لھاسہ بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ حکومت چین نے اس وفد کے لیے پہلے پروانہ راہداری دیدیا تھا مگر بعد میں انھوں نے اس کے داخلہ تبت کے متعلق اعتراض کیا۔ لہذا اس خیال کو ترک کر دیا گیا۔ اہل تبت نے اسے سلطنت انگلشیہ کی کمزوری کی طرف منسوب کیا اور سکم پر حملہ کر دیا۔ لہذا ۱۸۸۸ء میں جنرل گرہیم کی سرکردگی میں ایک مہم بھیجنی پڑی کہ تبت والوں کو سکم سے بھگا دیا جائے ۱۸۹۰ء میں ایک عہدنامہ موثق کیا گیا اور بعد میں ۱۸۹۳ء میں دستور العمل

تجارت مرتب ہوا۔ لیکن اس بنا پر کہ یہ انتظام سلطنت چین کے ساتھ کیا گیا تھا تبت کے لاماوں کو یہ خیال ہوا کہ انھیں کچھ نہیں سمجھا گیا لہذا انھوں نے اس عہدنامہ کو توڑدیا اور مزید گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ اس اثنا میں ایک مزید پیچیدگی پیدا ہوگئی۔

ایک لامہ جو بربناے پیدائش منگول اور سیاسی طور پر رعایاے روسیہ تھا اور جس کا روسی نام درجیو تھا لھاسہ میں وارد ہوا۔ یہ واقعہ ۱۸۸۰ء کا ہے۔ بعد میں جب کہ وہ ملک روسیہ میں گیا اس نے اراکین سلطنت کو تبت کی طرف توجہ دلائی۔ اور اپنے آپ کو لھاسہ میں غیر سرکاری نمایندہ سلطنت روسیہ کی حیثیت میں قائم کرلیا۔ ڈلائی لامہ کے اوپر اُس نے بڑا اقتدار حاصل کرلیا۔ اور انگلستان کی طرف سے جو خطرہ تبت کو ہو سکتا ہے۔ اس نے اُس کو خوب ذہن نشین کرایا اور یہ ترغیب دی کہ سلطنت روسیہ کے ذریعے حفاظت کا انتظام کیا جائے اور یہ بھی جتلایا کہ زار اور تمام ملک روسیہ کو بودھ مذہب میں داخل کرنے کا بھی امکان ہے۔ ڈلائی لامہ اس پر راضی ہوگیا۔ اور سینٹ پیٹرزبرگ میں جانے کو بھی تیار تھا مگر مجلس وزرا نے اسے روک دیا۔ اس لیے اس نے اپنا ایک نمایندہ زار کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اعلیٰ درجہ کا افسر تھا۔ اُسے زار کی بارگاہ میں باریابی ہوئی۔ وہ ایک عہدنامہ کی تجاویز لے کر واپس آیا۔ جس میں یہ بھی داخل تھا کہ ایک روسی شاہزادہ کو لھاسہ میں تعینات کیا جائے جو ہر دو سلطنتوں کے تعلقات دوستانہ کو ترقی دیتا رہے۔ لیکن مجلس وزرا اور افسران چین متعینہ لھاسہ ہر دو اس تجویز کے مخالف تھے۔ ڈلائی لامہ نے درجیو کے زیر اثر سلطنت انگلشیہ کو اشتعال دلا کر مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اُسے سلطنت روسیہ کی امداد کا پورا یقین تھا۔ روسی اسلحہ تبت میں پہونچ گئے۔ اشتباہ یہ کیا جاتا تھا گو کہ روسیوں نے اس سے انکار کیا کہ ایک عہدنامہ زیر تیاری ہے جس کی رو سے سلطنت روسیہ ملک تبت کو اپنی سرپرستی میں لے لیگی۔ اہل تبت نے سکم میں سرکار انگلشیہ کے ملک پر پھر دست درازی کی اور دیگر ناشایاں حرکات ان سے سرزد ہوئیں۔

اب لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ سخت برتاؤ ضروری ہے مگر حکومت انگلستان نے ابتداً اسی حد تک اجازت دی کہ کرنل ینگ ہسبنڈ کو ایک چھوٹے حفاظتی دستہ فوج کے ساتھ کھمبا جونگ میں بھیج دیا جائے تاکہ عہدنامہ کا انتظام کرے۔ کھمبا جونگ سرحد سکم کے شمال میں واقع ہے۔ اس موقع پر یہ وفد ۷ رجولائی ۱۹۰۳ء کو پہونچا اور ۱۱ر دسمبر تک اس جگہ رہا۔ تبت کا ذمہ دار نائندہ کوئی نہیں آیا۔ اور عہدنامہ کے متعلق جو فیصلہ کیا گیا وہ بیکار ثابت ہوا۔ بالآخر سرکار برطانیہ نے ۳ر اکتوبر کو اجازت دی کہ وادی چھیپی پر قبضہ کرلیا جائے اور گیانتسی واقعہ تبت پر حملہ کیا جائے اس کی تیاری شروع ہوئی اور بار برداری کے مشکل مسئلہ پر غور کیا جانے لگا۔ کرنل ینگ ہسبنڈ پھر اس وفد کے ساتھ گیا افواج کا سرگروہ جنرل رونلڈ میکڈانل تھا۔

۱۲ر دسمبر ۱۹۰۳ء کو درہ جلیپ کو عبور کرکے یہ مسلح وفد تبت میں داخل ہوا یہاں سے ٹونا پہونچے جہاں اس مہم کا ایک حصہ موسم زمستان گذارنے کے لیے ٹھہر گیا۔ ۳۱ر مارچ ۱۹۰۴ء کو آگے پیش قدمی کی گئی۔ اس پر گورو میں تبت والوں نے حملہ کیا اور انھیں شکست ہوئی۔ اور پیش قدمی جاری رہی۔ راستہ میں خفیف مزاحمت ہوئی مگر ۱۲۔ اپریل کو مہم گیانتسی پہونچ کر قابض ہوگئی۔ ابعد میں اس جگہ سخت لڑائی ہوئی اور بعض حصہ افواج برطانیہ کو شکست بھی ہوئی۔ اور وفد دارالحکومت لہاسہ میں ۳ر اگست کو وارد ہوا۔

ڈلائی لامہ درجیو کو ساتھ لے کر فرار ہوگیا تھا۔ افسران سلطنت چین کی کوشش کے باوجود کہ فیصلہ ہوجائے لاماؤں کے برتاؤ اور ڈلائی لامہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے تاخیر ہوتی گئی۔ بالآخر ۷ ستمبر کو عہدنامہ صلح موثق ہوا۔ اُس کی بڑی شرائط یہ تھیں۔

۱۔ سرحد سکم سے جسے اہل تبت نے توڑدیا ہے۔ آئندہ تجاوز نہ کیا جائے۔

۲۔ برطانیہ کی تجارت کے لیے گیانتسی، گرتوک اور یاتونگ میں تجارتی منڈیاں قائم کی جائیں۔

۳- تبت ۵ لاکھ پونڈ تاوان جنگ ادا کرے۔ (اسے بعد میں تخفیف کرکے اس کی ایک تہائی پر رکھا گیا۔

۴- کسی بیرونی سلطنت کو ملک تبت میں کسی قسم کی مراعات ارضی یا تجارتی یا کسی قسم کا تعلق ملک کی حکومت کے ساتھ حاصل نہو۔

بعد میں اس میں کچھ جزوی تبدیلی ہوئی۔ اور سلطنت چین سے اس کا استحکام بذریعہ ایک اقرار نامہ کے ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کو حاصل ہوا۔

سنہ ۱۹۰۷ء کی قرارداد سلطنت انگلشیہ و روسیہ کی رو سے تبت کے متعلق حسب ذیل شرائط طے پائیں۔

۱- سلطنت چین کی سرپرستی اور ملک کی حدود ارضی کا استحکام اور اختیارات نظمی کی خود مختاری۔

۲- کوئی اہلکار بطور نمایندہ سلطنت انگلشیہ یا سلطنت روسیہ لھاسہ میں تعینات نہ کیا جائے۔

۳- ہر دو سلطنت ہائے مذکورہ بالا میں سے کوئی سلطنت ریل یا معدن وغیرہ کے متعلق تبت میں کوئی مراعات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

اس کے ضمیمہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ سلطنت انگلشیہ و روسیہ کے اتفاق کے بغیر تین سال تک کسی علمی مہم کو حدود تبت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔

جنوری سنہ ۱۹۰۸ء میں تاوان جنگ کی آخری قسط کی ادائگی سلطنت برطانیہ کو کردی گئی اور وادی چمبی کا قبضہ چھوڑ دیا گیا۔ اب ڈلائی لامہ کو پیکنگ میں طلب کیا گیا اور اسے بارگاہ شاہی سے اختیار عطا کیا گیا کہ عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیلے۔ وفد برطانیہ کی وجہ سے جو عارضی حاکم تبت میں مقرر کیے گئے تھے اُن کی خدمات کو اس نے جاری رکھا۔ اور اہل تبت میں سے جنھوں نے وفد کی مدد کی تھی انکو امان دی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۹ء میں سرحد زمین چین پر بعض باغی لاماؤں کی سرکوبی کے لیے چینی فوج بھیجی گئی۔ اس فوج نے ان لاماؤں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ اور جب ڈلائی لامہ نے یہ حکم جاری کرنے کی کوشش کی کہ فوج اس سے باز رہے تو چینی ایلچیان متعینہ لھاسہ نے

ڈلائی لامہ کے ایسے اختیارات سے انکار کیا اور افواج چین کو شہر میں طلب کیا وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ ڈلائی لامہ فرار ہو کر ہندوستان چلا آیا۔ اور دارجیلنگ میں مقیم رہا۔ یہ واقعہ فروری سنہ ۱۹۱۰ء کا ہے۔ افواج چین نے سرحد تک اسکا تعاقب کیا۔ اس بنا پر شاہی حکم سے اُسے معزول کر دیا گیا۔ سرکار برطانیہ نے یہ دیکھکر کہ سلطنت چین بظاہر موثر قسم کی سرپرستی تبت کے اوپر قائم کرنا چاہتی ہے سلطنت پیکنگ کو اس طرف توجہ دلائی کہ عہدنامہ کی ذمہ داری کو کامل طور پر مدنظر رکھنا ضروری ہے اور خاص طور پر یہ جتلایا کہ حکومت ہائے ملحقہ نیپال بھوٹان وسکم کی خود مختاری کی عزت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ڈلائی لامہ نے یہ کوشش کی تھی کہ سرکار برطانیہ پیکنگ میں اُس کی امداد کرے اس کے اوپر یہ واضح کر دیا گیا کہ اسے شخصی طور پر اس کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے کیونکہ سرکار برطانیہ تبت کی صرف واقعی حکومت کو تسلیم کر سکتی ہے۔ الغرض ڈلائی لامہ کی حکومت تبت پر جاری رہی اور ابتک جاری ہے۔

جغرافیہ ملک تبت اصلی اس موقع پر ملک تبت کے جغرافیہ کا بھی بالاجمال بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ ملک وسط ایشیا میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں سلسلۂ کوہستان کوئن لون ہے جو اسے مشرقی ترکستان سے جدا کرتا ہے۔ مشرق کی طرف سلطنت چین کا ملک ہے۔ جنوب میں سلسلہ کوہستان ہمالیہ ہے جو اس ملک کو سلطنت انگلشیہ ہند۔ بھوٹان اور نیپال وغیرہ سے جدا کرتا ہے۔ اور مغرب میں لداخ ملک جموں وکشمیر واقع ہے۔ زمین اس کی ایک سطح مرتفع ہے جو سطح سمندر سے اوسطاً سولہ ہزار فٹ بلند ہے۔ دنیا بھر میں یہ بلند ترین سطح مرتفع ہے شمالی نصف حصہ اس ملک کا بوجہ شدت برودت روئیدگی سے تقریباً خالی ہے۔ اس کے اندر سلسلہ کوہستان بیشمار ہیں۔ اور وادیوں میں جھیلیں بکثرت ہیں جن میں سے اکثر شور ہیں۔ آب گرم کے چشمے بھی بہت ہیں۔

کوہستان ہنگلا کے جنوب میں آب وہوا کی سختی کمتر ہے۔ لہذا یہ حصہ ملک

زیادہ تر آباد ہے۔ اسی حصے میں بڑے بڑے دریاؤں کے منبع اور اُن کی بالائی وادیاں واقع ہیں جیسے کہ برہم پوترا۔ نیلاب (سندھ) ستلج اور گھاگھرا بطرف ہندوستان۔ اور میکانگ۔ سالوین۔ کوانگ ہو اور یانگزی کیانگ بطرف چین۔ برہم پوترا کے شمال میں بہت بڑا سلسلہ کوہستان ہے جس کی چوٹیاں بلندی میں کوہستان ہمالیہ کے جنوب کی طرف کی چوٹیوں کے قریب قریب برابر ہیں۔ ان میں سے نین چن تنگلا اور رلو مپو گانگری زیادہ مشہور ہیں۔

ملک تبت میں سونا بہت پایا جاتا ہے جو دریاؤں کی ریت میں ملتا ہے۔ اور زمین میں کان کھود کر اندر کی مٹی سے بھی دھو کر برآمد کیا جاتا ہے۔ بعض تحقیق کنندگان کے بیان کے مطابق شمالی اور مشرقی تبت میں ایسے طبقہ جات موجود ہیں۔ جن میں سونا بکثرت ہے اور جنھیں اب تک ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا ہے۔ طلاکشی کا کام صرف چند مقامات پر کیا جاتا ہے اور چین کی طرف تھوڑی مقدار میں سونا بھیجا جاتا ہے۔ لوہا اور لاجورد بھی بہت ملتا ہے اور تھوڑی مقدار میں پارہ بھی پایا جاتا ہے۔ نمک اور سوہاگہ بھی جھیلوں سے برآمد کیا جاتا ہے

اس ملک میں آب وہوا کا اختلاف بہت زیادہ ہے مگر اکثر حصہ سال میں آب وہوا۔ سرد و خشک رہتی ہے موسم اس ملک کا جنوب مغربی موسمی ہواؤں سے متاثر ہوتا ہے اور آندھی اکثر چلتی رہتی ہے۔

بعض اضلاع میں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعضے اطراف میں بارش بالکل نہیں ہوتی۔ بعض حصص میں انتہائی سردی اور بعض حصہ ملک میں موسم سرما میں انتہائی سردی اور موسم گرما میں انتہائی گرمی پڑتی ہے۔

لوگ بھیڑ اور مویشی بکثرت پالتے ہیں۔ بکری سور۔ اور مرغی پالنے کا بھی رواج ہے۔ گھوڑے۔ خچر اور گدھے بہت استعمال کئے جاتے ہیں۔

وحشی جانوروں کی بیشمار اقسام ہیں جیسے کہ یاک۔ ہرن۔ بارہ سنگھا غزال آہوے مشک۔ چیتا۔ ریچھ اور بھیڑیا وغیرہ۔ نایاب قسم کے کبوتر اور کبک کی اقسام کے پرندے بھی پائے جاتے ہیں۔ اور کشمیر کی مرغابی کا وطن تبت میں ہے۔

تجارت زیادہ تر چین۔ ترکستان۔ بنگولیا۔ لداخ ہندوستان اور مجمع الجزائر ہند کے ساتھ کی جاتی ہے۔ بڑی بڑی اقسام مال درآمد ابریشم قالین۔ گوٹا کناری۔ چاے گھوڑے اور بھیڑ وہیں۔ اور بڑی بڑی اقسام مال برآمد اون اونی سامان۔ نمک۔ کمل۔ جرو۔ ادویہ سوہاگہ۔ فیروزے اور کچھ سونا چاندی اور چینی چاے ہیں۔

آبادی جہاں تک دریافت ہو سکا ہے نسلاً منگول ہے۔ انکی زبان کو تبتی کہا جاتا ہے جو برہمی زبان سے ملتی جلتی ہے مختلف حصہ جات ملک میں مختلف لہجے ہیں۔ مذہب انکا لامائی بودھی ہے جو لداخ میں رائج ہے اسکا مختصر حال بسلسلہ لداخ بیان کیا گیا ہے۔ نیز لداخ کی طرح کثرت شوہری کا رواج ہے یعنی ایک گھر میں جتنے بھائی ہوں بیوی اُن سب کی ایک ہی ہوتی ہے مگر یہ دستور بیان کیا جاتا ہو کہ بہت عام نہیں ہے

ملک تبت پانچ صوبوں پر منقسم ہے یعنی امدو۔ کھس۔ ددا (جس میں شہر لہاسہ واقع ہے) سانگ اور نارس۔ موخرالذکر مغربی صوبہ ہے جس کی حدود لداخ نیپال اور برٹش انڈیا سے ملتی ہیں۔

ڈلائی لامہ حاکم مطلق ہے جس کا دارالحکومت لہاسہ ہے۔ لہاسہ میں ڈلائی لامہ کی امداد کے لیے ایک قومی مجلس ہے جسے سونگدو کہتے ہیں۔ سلطنت کے تمام اہم معاملات اس مجلس کے ذریعے طے پاتے ہیں۔ اور ممالک خارجہ کے تعلقات بھی اسی مجلس کے ہاتھ میں ہیں۔ طریق حکومت بہت نرم ہے۔

وسعت اس ملک کی بہت زیادہ ہے جس کا حساب ۴۶۳۲۰۰ مربع میل کیا گیا ہے لیکن آبادی صرف بیس لاکھ نفوس پر محدود ہے۔

برطانوی مہم لہاسہ سنہ ۱۹۰۴ء کے بعد سے انتظام ملک میں کچھ بیداری پیدا ہوئی ہے۔ گیا منسی تک سرکار انگلشیہ کے تار اور ڈاک کا انتظام ہے اس کے آگے سلطنت تبت کی ٹیلیفون اور ڈاک رسانی کا انتظام ہے۔

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ نیاگون کے تین بیٹے تھے جن میں سے بڑے پنگی گون نے لداخ کو تسخیر کیا اور وہاں کا راجہ اور بانی خاندان راجگان لداخ ہوا۔ اُس کے حالات اگلے باب میں مذکور ہیں۔

شجرہ نسب لھاچھن راجگانِ لدخ

(۱) سکت الدے دیاٹھی کیدا نیماگون $\frac{۹۷۵}{۹۹۰}$ء گیالپو پورانگ گوگے لدخ

- (۲) میلگی گون (لدخ زنکار سپتی) ۹۹۰ لغایت ۱۰۲۰ء
  - چھوس گون $\frac{۱۰۲۰}{۱۰۵۰}$
    - لھاچھن کھس پا الدے ۱۰۵۰–۱۰۷۵ء
      - لھاچھن جنگ چھوپ سس پا ۱۰۷۵–۱۱۰۰ء
        - لھاچھن گیالپو ۱۱۰۰–۱۱۲۵ء
          - لھاچھن ادت پالا ۱۱۲۵–۱۱۵۰ء
            - لھاچھن نغ لوک ۱۱۵۰–۱۱۷۵ء
              - لھاچھن گگے بوم ۱۱۷۵–۱۲۰۰ء
                - لھاچھن جولدور ۱۲۰۰–۱۲۳۰ء
                  - لھاچھن ڈاسی گون ۱۲۳۰–۱۲۶۵ء
                    - لھاچھن چھوسپل ۱۲۶۵–۱۲۹۰ء
              - لھاچھن گگے بے
  - ڈوگون
- ٹشی گون (پورانگ)
- الدے سوگ گون (گوگے)
  - کھورے
    - ناکارازا
    - بوتی رازا
  - شوگے

لھاچن چھو سپل

لھاچن نوروپ گون ۱۲۹۰-۱۳۴۰

گیالبو رینچن (ملک صدر الدین شاہ کشمیر ہو کر ۱۳۲۷ء میں کشمیر میں فوت ہوا)

لھاچن شیرب ۱۳۴۰-۱۴۰۰ء

لھاچن ہٹی سوک لدے ۱۴۰۰-۱۴۳۰ء

لھاچن ملک بوم لدے (راجہ شے) ۱۴۳۰-۱۴۷۰

لھاچن ٹکپابوم (راجہ تنگ موگانگ) ۱۴۳۰-۱۴۵۵ء

لھاچن لوڈوس چھوک لدن — راجہ شے ۱۴۷۰-۱۵۳۴ء

ٹونگپا علی

لب ستن رگیس

لھاچن بارا ۱۴۵۵-۱۴۷۵ (تنگ موگانگ)

لھاچن بھاگون ۱۴۷۵-۱۵۰۰ (تنگ موگانگ)

لھاچن لھوانگ گون (اندھا کر کے قید کیا گیا)

لھاچن تشی گون (تنگ موگانگ) ۱۵۰۰ لغایت ۱۵۳۲ء

دوسرا باب

تاریخ تبت بزرگ (لداخ)

لھاچھن راگان لداخ
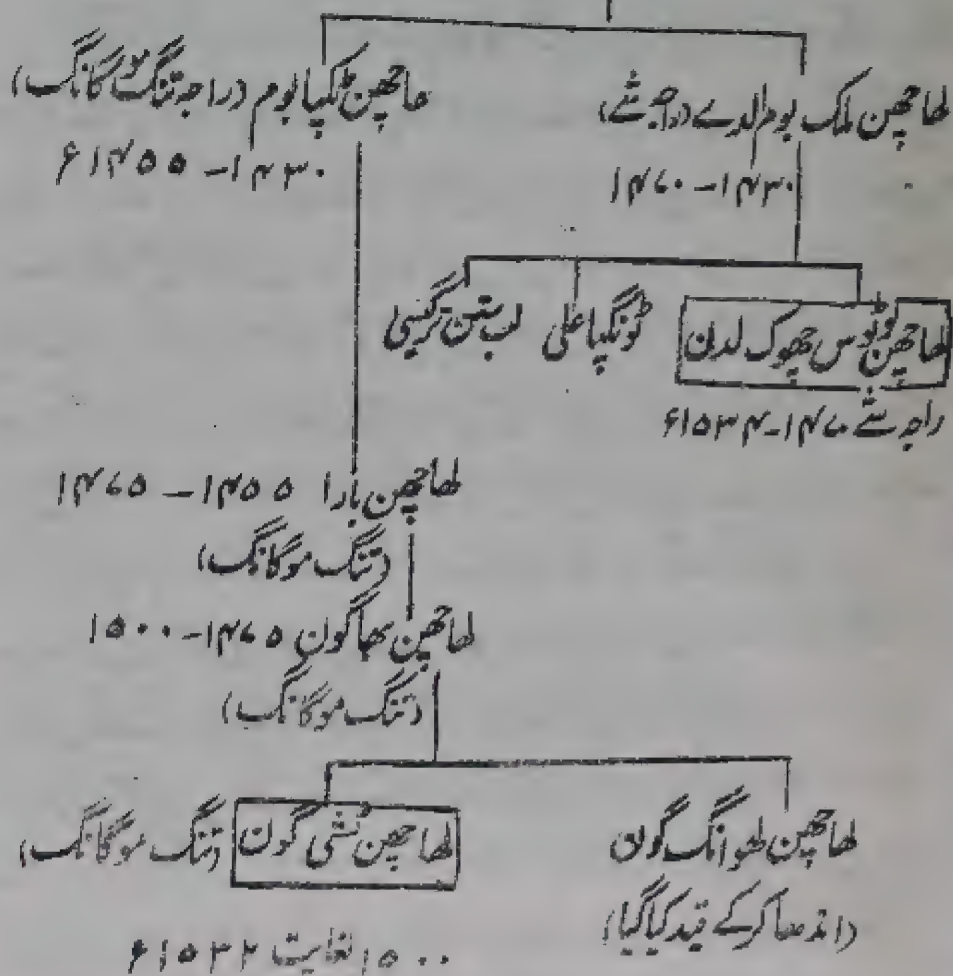
لنگ ترما کی اولاد کے درمیان جو خانہ جنگی ہوئی اس کا انجام جیساکہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ ہوا کہ حکومت اس خاندان سے جاتی رہی۔ ادت ننگ کے بیٹے الدے سپل کھورسن نے بُری بھلی طرح اپنی زندگی کے دن بسر کئے۔ اس کے بڑے بیٹے بھٹی سگپاپل نے ایک گانوں میں سکونت اختیار کی۔ مگر چھوٹے بیٹے سکت الدے یا بروایت دیگر بھٹی کیدا نیاگوں کو یہ ذلت گوارا نہ ہوئی اور وہ ایک نسو۔ سوار اپنے ساتھ لے کر نارس یعنی مغربی تبت کی طرف اپنی قسمت آزمائی کی غرض سے روانہ ہوا۔ ملک نارس جھیل مانسرور سے چارپڑا دبطرف لھاسہ مرلوم لاسے لیکر سرحد کشمیر تک سمجھا تا تھا۔ پورانگ۔ کوگے۔ سپتی وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔ چونکہ گھر سے بے سروسامانی کی حالت میں نکلا تھا راہ میں کھانے پینے کی تکلیف ہوئی۔ اس لیے مچھلی اور مرغابی کے انڈوں پر جو اس طرف جھیلوں کے کنارے بکثرت ملتے ہیں۔ گذارہ کرتا اور شکار مارتا اور کھاتا ہوا یہ جانباز گردہ رلا میں پہونچا۔ یہ مقام نسٹی گانگ اور گر کے درمیان ہے اس کو صدر مقام بناکر ان لوگوں نے ملحقہ دیہات پر حملہ کرنا شروع کردیا۔ جب کچھ دیہا تسخیر ہو گئے تو انھوں نے رلا میں ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام کھرمر یعنی لال قلعہ مشہور ہوا۔ آج تک اُس قلعہ کے کھنڈر اس موقع پر موجود ہیں۔

علاقہ پورانگ میں لامہ مگے عشیس جن ایک بارسوخ مذہبی پیشوا تھا اور

امور دنیاداری کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ نیاگوں کو بلا کر پورانگ میں لے گیا۔ اور اس کی خدمت میں کمربستہ حاضر رہا۔ اس کی رہنمائی سے نیاگوں نے چند روز میں تمام پورانگ کو تسخیر کرلیا۔ اور اس علاقہ کے صدر مقام ژیبزروے میں ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام نیلزازونگ ہے۔ یہ قلعہ اس وقت تک موجود ہے۔ صرف گونپہ کی شکل میں تبدیل ہوگیا ہے۔

لامہ گےشیس چن نے نیاگوں کی شادی ڈوزا کھور سکیونگ کے ساتھ کرادی اور یہ اطمینان کے ساتھ پورانگ میں حکومت کرنے لگا۔

نارس کا دوسرا نام مریول ہے جو دو حصوں پر منقسم تھا۔ یعنی استوت۔ مریول (مریول بالا) و شام۔ موضع نیموں سے لداخ کی طرف جب انسان روانہ ہوتا ہے تو سڑک ایک نالہ کے اندر سے ہوکر ایک میدان پر چڑھتی ہے۔ اس میدان کے اوپر ایک درہ ہے۔ جہاں سے دونوں طرف کی سلاسیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اس درہ کا نام لداخ کی زبان میں کونگ کھا ہے۔ اس درہ سے اوپر کی طرف کا ملک ستوت مریول اور نیچے کی طرف کا ملک شام کہلاتا ہے۔ جس زمانے کا یہ مذکور ہے اس وقت علاقہ شام میں آبادی خاصی تھی اور یہاں زیادہ تر بروقپہ اقوام آباد تھیں۔ یہ لوگ کسی زمانے میں دردستان (گلگت) اور کرجا سے نقل مکان کرکے اس ملک میں آئے تھے گونپہ لامہ یورو کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ راجگان لہاسہ کے نارس میں وارد ہونے کے زمانہ میں علاقہ شام میں ایک بروقپہ بندور سکیبس کی حکومت تھی۔ یہ بندور تھاجاں کے خاندان کا بندور معلوم ہوتا ہے جس کی حکومت کھلسی تک رہی ہے۔ اس موقع سے اوپر کی طرف ستوت مریول میں چنگام چا لنگ تک وادی سندھ میں آبادی نہ تھی

اس زمانے میں ستوت مریول میں موضع گیا سے لے کر علاقہ رونگ۔ ساکٹی ٹانچی ووزگوپ و شایوق تک آبادی تھی۔ اس کے حالات اس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ مون یول کرجا سے کچھ اقوام نقل وطن کرکے ابتداً گیا میں آباد ہوئیں اور رفتہ رفتہ یہ آبادی رونگ۔ ساکٹی۔ ٹانچی و شایوق تک پھیل گئی۔ ان کے اوپر

انھیں کے درمیان سے ایک شخص حکومت کرتا تھا جس کا صدر مقام گیا تھا اور اپنے دارالحکومت کی نسبت کی بنا پر وہ گیا پاچو کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کے قلعہ کے کھنڈر آج تک موضع گیا میں موجود ہیں۔ کچھ حصہ اس کا گونپہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے وہ اچھی حالت میں ہے باقی حصہ اس کا گر گیا ہے اور اس کے صرف کھنڈر باقی ہیں۔ گیا پاچو کے دیگر قلعوں کے کھنڈر بھی علاقہ جات رونگ۔ ٹاپچی اور ساکٹی کے مختلف مقامات میں اب تک باقی ہیں۔ اور مون کھر کے نام سے مشہور ہیں کیسر گیا پو جس کے قصے لداخ میں ہر ایک چھوٹے بڑے کے زبان پر مشہور ہیں غالباً اسی زمانے کے لوگوں میں سے ہے۔

شام اور ستوت مریول میں حکومت منظم نہ تھی۔ اس لیے ایسے ملک کا تسخیر کرنا نماگوں کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اور اتفاق سے اس کے اسباب بھی قدرتی طور پر پیدا ہو گئے۔ جس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

اُس زمانہ میں ختن کی خانہ بدوش اقوام نے وادی شایوق تک اپنے تعلقات بڑھائے اور ان اطراف کی چراگاہوں سے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ یہ لڑاکا لوگ تھے ان سے گیا پاچو کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اپنی حفاظت کی غرض سے اُس نے موضع شاقیتا میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور وہاں اپنی کچھ فوج تعینات کر دی اس سے ختنی خانہ بدوشوں اور لداخی مون اقوام کے درمیان چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ اس بنا پر ختن سے ایک فوج کثیر مون اقوام کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی۔ یہ فوج مون اقوام کو غارت کرتی ہوئی علاقہ پوریگ میں چکتن تک پہونچی اور وہاں بھی لوٹ مار کر کے اور کچھ اسیر ساتھ لے کر اپنے ملک کو واپس چلی گئی۔

بوقت واپسی اس فوج نے بمقام یورگولوق خانہ بدوشوں کے ایک گروہ کو آباد کیا۔ اس دست درازی کو گیا پاچو نے بہت ناپسند کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مون اقوام نے اپنے آپ کو اس جنگجو قوم کی دستبرد سے سنبھالا تو انھوں نے حملہ کر کے یورگولاق کی آبادی کو نیست و نابود کر دیا۔ جب اس تباہی کی خبر ختن میں پہونچی تو پھر ایک بہت بڑی فوج وہاں سے مون لوگوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کی گئی۔ جب

گیاپاچو کو اس فوج کا حال معلوم ہوا اور اُس نے دیکھا کہ وہ خود اس فوج کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس نے حکومت پورانگ سے امداد کی استدعا کی چنانچہ نیاگون پورانگ سے اپنے سوار لے کر پہونچ گیا۔ اور اس نے مون فوج کے ساتھ مل کر ختن کی فوج کو شکست دی۔ اس خدمت کے عوض میں گیاپاچو نے مرچانگ سے نیچے کا ملک جو غیر آباد تھا۔ نیاگون کو آبادی کے لیے حوالہ کر دیا۔ اس نے ابتدا ئً اس جگہ جہاں اب شے کا گانوں آباد ہے رہنا اور بتدریج آبادی کو ترقی دینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نیاگون کے ہمراہیوں نے وادی سندھ میں آبادی بڑھائی جس کے ساتھ اس کا رسوخ بھی بڑھتا گیا۔ اور اسی تناسب سے گیاپاچو کے رسوخ اور اقتدار میں کمی ہوتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیاگون کے خاندان نے آہستہ آہستہ گیاپاچو کی حکومت کو سلب کر لیا اور اُس کے اختیارات کالون یعنی حاکم صوبہ کی حیثیت پر محدود ہو گئے۔ رنستن کالون ملبہ اسی خاندان میں سے تھا۔ میرے زمانے میں اُس خاندان کے نام لیوا صرف ہیرامن لمبردار ٹاپچی اور جگمت نمبردار ملبہ اور حیدر خاں معافی وار ٹکس باقی تھے

الغرض اس نے بتدریج تمام ملک مارس پر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور نظام حکومت درست کر کے ایک باقاعدہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اُس کے تین بیٹے تھے سپگی گون۔ ٹشی گون۔ اور الدے سوک گون۔ نیاگون نے اپنی آخری عمر میں اپنا ملک مفتوحہ ان تینوں بیٹوں کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیا۔

سپگی گون کو ستوت مریول وشام (رودق سے کشمیر کی سرحد تک) بشمول زانسکار و پیتی۔

ٹشی گون پورانگ

الدے سوک گون کو کوگے جسے ژانگ ژونگ بھی کہا جاتا ہے۔

سپگی گون گیالپو مریول زانسکار و پیتی تقریباً ۹۹۰-۱۰۲۰ء سپگی گون نے موضع شے میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور اسے ستوت مریول میں اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔ اس کا اور کوئی کارنامہ تحقیق نہیں ہوا۔

سپگی گون کے بیٹے ڈوگون اور چھوس گون۔ ڈوگون غالباً بحیات اپنے والد کے فوت ہوا۔ کیونکہ اُس کا ذکر تاریخ میں نہیں ہے سپگی گون کے فوت ہونے پر چھوس گون تخت نشین ہوا (تقریباً سنہ ۱۰۲۰ء تا سنہ ۱۰۵۰ء)

لوساوا رین چن زنگپو کی اشاعت مذہب بودھ تقریباً سنہ ۱۰۵۰ء

اس موقع پر یہ ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ الدے سوک گون کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا کھورے اُس کا جانشین ہوا۔ جب کھورے کا بیٹا ناکارازا جوان ہو گیا تو اپنی حکومت اس ناکارازا کو سپرد کر دی اور خود لامہ ہو گیا۔ اُس نے ایک شخص لوساوا کو اپنا چیلہ بنایا اور کشمیر و ہندوستان میں اس کو حصول تعلیم کی غرض سے بھیجا۔ جب وہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اُس ملک میں واپس پہونچا تو اُس نے اپنی زندگی خدمات مذہبی کے لیے وقف کر دی۔ اُس کا پورا نام لوساوا رین چن زنگپو ہے۔ اس کی نسبت تاریخ گونپہ لامہ یورو میں درج ہے کہ اس نے زدجی لا اور کیلاس پربت کے درمیان ۱۰۸ گونپہ اور ۱۰۸ چھورتن تعمیر کیں اور اس ملک میں بودھ مذہب کی اشاعت کی۔ اُس کے تعمیر کردہ گونپوں میں سے جہاں تک مجھے تحقیق ہو سکا حسب ذیل گونپے آج تک باقی ہیں:۔

الچی۔ سومدا۔ مانگیو۔ نیہ و تھولنگ واقعہ کوگے۔ دکھیتن واقعہ پوریگ اور کھنڈرات لمبہ دزگو وغیرہ مختلف مقامات پر دیکھے جاتے ہیں۔

تھولنگ کا گونپہ کہا جاتا ہے کہ لوساوا کی بہترین تعمیرات میں سے ہے۔ میں نے خود اُسے نہیں دیکھا۔ یہ گونپے اس ملک میں بودھ مذہب کی سب سے پہلی مذہبی تعمیرات ہیں۔ البتہ گونپہ لامہ یوروان سے بھی پرانا ہے اور خیال یہ کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے پون بھوس کا گونپہ تھا جب باشندگان لامہ یورو نے بودھ مذہب اختیار کیا تو اس عمارت کو اپنے جدید مذہب کے گونپہ میں تبدیل کر دیا۔

چھوس گون کا بیٹا لھاچین ٹکس پا الدے (۱۰۵۰ تا ۱۰۷۵ء)

اُس کا لھاچھن چنگ چھوپ سس پا (۱۰۷۵ لغایت ۱۱۰۰ء)

اُس کا لھاچھن گیا پو (۱۱۰۰ لغایت ۱۱۲۵ء) اس نے مذہبی کاموں کی طرف توجہ کی اور سب سے پہلا شاہی گونپہ موضع لوکھیل میں تعمیر کیا۔ جسے اب لیکیر کہا جاتا ہے۔ اس گونپہ میں گیا پو نے لامہ تعینات کیے اور ان کے ذریعے مذہبی تعلیم کا انتظام کیا۔

جھیل مانسرور اور کیلاس پربت پر اس زمانہ میں ایک سو سے پانچ سو تک سادھو رہا کرتے تھے چونکہ یہ مقامات آبادی سے دور ہیں انھیں خرچ خوراک کی تکلیف رہا کرتی تھی۔ گیا پو نے اُس کا خاطر خواہ انتظام کر دیا اور یہ تکلیف کلیتہً رفع کر دی۔

اُس کا بیٹا لھاچھن ادت پالا (۱۱۲۵ لغایت ۱۱۵۰ء) اس نے لداخ کی فوج جمع کر کے نیو گمٹی (کولو) پر حملہ کیا اور راجہ کو شکست دیکر اپنا مطیع بنایا۔ اس نے حلفاً عہد نامہ کیا کہ جب تک کوہ کیلاس کی یخ پگھل کر سوکھ نہ جائے۔ یا جھیل ماپھم (مانسرور) خشک نہ ہو جائے میں زر و اور لوہا وغیرہ بطور خراج لداخ کے گیا لپو کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اُس کا فرمانبردار رہوں گا۔ جب تک اس خاندان کی حکومت اکلو میں رہی راجگان کلو اس عہد پر قائم رہے۔

اس گیالپو نے لھاسہ کے صوبہ لوپر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ لک پورانگ کے مشرق میں واقع ہے۔ پورانگ اس سے پیشتر حکومت لداخ میں شامل ہو چکا تھا غرض کہ اس گیالپو نے اپنی حکومت کو بہت زیادہ ترقی دی۔

اس کا بیٹا لھاچھن نغ لوک (تقریباً ۱۱۵۰ لغایت ۱۱۷۵ء) اس نے وناؤ اور کھلسی میں محلات تعمیر کیے۔ اس سے پیشتر بالوکھر کے سامنے دریائے سندھ پر پل تھا اور اسی جگہ رسوم پرسٹ وصول کی جاتی تھی۔ جب نغ لوک نے کھلسی میں محل تعمیر کیا تو اس گانوں کی آبادی کو ترقی دینے کی غرض سے ایک دوسرا پل اس گانوں کی آبادی کے نیچے موجودہ پل کے موقع کے متصل تعمیر کیا۔ اور بالوکھر کی چوکی پرسٹ کو اٹھا کر اس جدید پل کے اوپر قائم کیا

اُس کے بیٹے لھاچھن گے پے اور لھاچھن گے بوم (۱۱۷۵۔ ۱۲۰۰ء)

لھاچھن گے بوم کا بیٹا لھاچھن جولدور (سنہ ۱۲۰۰ء لغایت سنہ ۱۲۳۰ء)

اُس کا بیٹا ٹسی گون (سنہ ۱۲۳۰ء لغایت سنہ ۱۲۶۵ء)۔ اس نے چند مذہبی کتابوں کو سنہرے حروف میں لکھوایا۔

اس کا بیٹا لھاچھن چھوسپل (سنہ ۱۲۶۵ء لغایت سنہ ۱۲۹۰ء) اس نے مذہبی اور ملکی قوانین مرتب کئے۔

اُس کا بیٹا لھاچھن نوروپ گون (سنہ ۱۲۹۰ء لغایت سنہ ۱۳۲۰ء) اس کے عہد حکومت میں لاماؤں کو بغرض حصول تعلیم لھاسہ میں بھیجنے کا رواج ہوا۔ اس کے بزرگوں نے لداخ میں جو گونپے تعمیر کیے تھے اُس نے ان سب کی مرمت کی۔ اور لامہ چھوسکی جے جگستن سم گی گونپو کے ذریعے جو فرقہ ڈگیونگ کا پہلا لامہ تھا۔ موتی۔ سونا۔ چاندی۔ تانبہ وغیرہ قیمتی اشیا بطور پیش کش لھاسہ کے گونپوں کو ارسال کیں۔ کانگیور جو ایک سو جلد کی ضخیم کتاب ہے اور اُسے بودھ مذہب کی مقدس کتاب سمجھا جاتا ہے اُس کی دو نقلیں کرائیں۔

اس کا بیٹا گیالبو رینچن۔ جس نے کشمیر پر متصرف ہونے کے بعد مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور ملک صدرالدین کا لقب پایا۔ اور جو بالآخر کشمیر میں فوت ہوا۔

گیالبو رینچن (ملک صدرالدین) شاہ کشمیر (۱۳۲۴-۱۳۲۷ء) تاریخ لداخ میں گیالبو رینچن کے نام سے زیادہ اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس کے نام کے ساتھ گیالبو (شاہزادہ) کا لقب لگا ہوا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ حکومت تک نہیں پہونچا۔ اور بزمانہ شاہزادگی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ اس نے بحالت غریب الوطنی وہ کارنامہ دکھلایا جس کا وطن میں رہ کر گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔

اس موقع پر کشمیر کا کچھ حال بیان کرنا ضروری ہے۔ کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں کشمیر میں راجہ سہدیو کی حکومت تھی۔ اس وقت کشمیر کے لوگ مذہبی پابندیوں کو توڑ کر آزاد ہو چکے تھے اور نیک و بد کی تمیز باقی نہ رہی تھی۔ یہ حالات انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔ جس کا انتظام شروع ہو۔

۱۳۱۹ء میں ایک مسلمان سیاح شاہ میر نامی سواد کو میرے نقل مکان کر کے کشمیر میں پہونچا۔ اور راجہ سہدیو کی مصاحبت میں داخل ہو گیا۔ اسی اثنا میں لداخ کا ایک شاہزادہ رینچن نامی اپنے باپ کی بدسلوکی سے تنگ آکر کشمیر میں وارد ہوا اور سپہ سالار رام چندر کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔

۱۳۲۳ء میں ذوالقدر خان تاتاری نے ایک لشکر جرار کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ راجہ سہدیو کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور بھاگ کر کشتوار میں پناہ گزیں ہوا۔ ذوالقدر خاں ملک کشمیر کو تاخت و تاراج کر کے واپس ہوا اور راہ میں شدت سردی سے فوت ہوا۔ رام چندر اس عرصہ میں اپنے قلعہ واقعہ گگن گیر میں پناہ گزیں تھا۔ رینچن اور شاہ میر بھی اس کے ساتھ تھے۔ جب ذوالقدر خاں کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو رام چندر انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں ایک دوسری قوم نے کشمیر میں لوٹ مار شروع کی۔ رام چندر نے رینچن اور شاہ میر کو کچھ فوج کے انتظام کے لیے بھیجا۔ رینچن نے کمال مردانگی اور حکمت عملی کے ساتھ اس قوم کے جملہ افراد کو گرفتار کر کے عبرت ناک سزائیں دیں اور ملک میں امن و امان قائم کیا۔ اس سے اس کی اعلیٰ قابلیت اور حسن تدبیر کا سکہ ملک میں جم گیا اس کامیابی سے رینچن کے دل میں حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ اور شاہ میر کو اپنے ساتھ گانٹھ کر رام چندر کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوا ایک روز جبکہ رام چند اندر کوٹ میں مقیم تھا اور رینچن اس کی جاگیر علاقہ لار میں تھا۔ کچھ اسباب پہونچانے کے بہانے سے لداخی سوداگروں کے گھوڑوں پر اسلحہ لاد کر مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ سری نگر ہوا۔ وہاں پہونچ کر رات کے وقت اپنے آدمیوں کو مسلح کر کے رام چندر پر حملہ کر دیا وہ بے خبر سوتا تھا مارا گیا۔ رینچن نے فوراً ملک پر قبضہ کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ بعد میں راجہ سہدیو نے سلطنت واپس لینے کے لیے جدوجہد کی مگر ناکام رہا۔

۱۳۲۴ء میں رینچن حکومت کشمیر پر متمکن ہوا۔ رام چندر کی بیٹی کوٹہ رانی سے اس نے شادی کی۔ اس طرح سے اس نے خاندان سابق کے ساتھ اپنے تعلقات

قائم کرنا چاہے۔ مگر برہمنوں کے تعصبات مذہبی کی وجہ سے اُن کی برادری میں شامل ہونے سے ناکام رہا۔ اس پے اسے کسی ایسے مذہب کی تلاش ہوئی جس میں یہ آسانی سے داخل ہوسکے۔ شاہ میر کی صحبت سے مذہب اسلام کا کچھ اثر اس کے اوپر ہو چکا تھا اس اثنا میں ایک بزرگ بلبل شاہ سے جو اسی زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے تھے اسے صحبت کا موقع مل گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رینچن نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور اس کا اسلامی نام ملک صدرالدین قرار پایا۔ اس نے حکومت کے انقلاب کے ساتھ مذہبی انقلاب بھی کشمیر میں شروع کر دیا۔ ملک صدرالدین کو ان انقلابات کی رفتار دیکھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ اور صرف ڈھائی سال حکومت کر کے ۱۳۲۷ء میں فوت ہوا۔

تاریخ کشمیر میں اس رینچن کے باپ کا نام تعین درج ہے۔ جس سے بادی النظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ لہاچھن بھاگوں ولد لہاچھن پارا اس کا باپ تھا مگر تاریخ تبت میں لہاچھن بھاگوں کا کوئی بیٹا اس نام کا مذکور نہیں ہے۔ اور اس رینچن کا زمانہ بھی لہاچھن بھاگوں کے ساتھ نہیں ملتا ہے۔ اس سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ یہ رینچن گیالبو نورد پ گون کا بیٹا تھا ممکن ہے کہ اس نام کے آخری حصہ نے تاریخ کشمیر میں تعین کی صورت اختیار کی ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ رینچن کے جوان ہو جانے پر اس کے باپ نے حسب دستور اس سے امور مملکت میں کام لینا شروع کیا تھا۔ مگر کسی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ جس باعث سے بیٹے کو اپنا وطن اور حکومت چھوڑ کر آوارہ گردی اختیار کرنی پڑی۔ مگر اس سے پہلے اُس کا بیٹا پیدا ہو چکا تھا کیونکہ سلسلہ نسب میں اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں پایا جاتا کہ تاریخ لداخ میں رینچن کو صرف گیالبو یعنی شاہزادہ دکھلایا ہے۔ الغرض کشمیر کے عہد جدید کا بانی شاہزادہ رینچن ہوا ہے۔ جو اہل لداخ کے لیے باعث فخر ہے۔

گیالبو رینچن کا بیٹا لہاچھن شیرب (۱۳۲۵ء لغایت ۱۳۵۰ء) اپنے دادا کے فوت ہونے پر صغر سنی میں تخت نشین ہوا اس نے موضع سابو کے نزدیک

ہنگ تسے ا پہاڑی کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس کے اردگرد ایک آبادی بنائی جس کا نام سنگے زگانگ رکھا۔ اس قلعہ کا نام سابو چنگ کھر ہے اس کے کھنڈر آجنک موجود ہیں۔

اس کا بیٹا لھاچھن بھٹی سوک الدے (سنہ ۱۴۲۰ء لغایت ۱۴۴۰ء) اس گیا لپو نے قصبہ لیہ میں ایک سو سے زیادہ چھورتن کا ایک سلسلہ تعمیر کیا۔ اور سابو میں ایسے دو سلسلے چھورتن کے تعمیر کیے۔ چھورتن گنبد کی شکل کی ایک مذہبی عمارت ہے۔ جس میں مردوں کے پھول رکھ دیے جاتے ہیں۔ لداخ میں انہیں پیس کر اور خاک ملا کر گوندھا جاتا ہے پھر اس سے مختلف شکل کے بت ڈھالتے ہیں۔ اور ان بتوں کو مردے کی یادگار کے طور پر چھورتن میں رکھ دیتے ہیں

اس زمانے میں لھاسہ میں حسب ذیل فرقے بودھ مذہب کے رائج تھے۔ یعنی ۱ ننگما۔ ۲ کدام پا۔ ۳ نکپو کرگیوت (یہ اندرونی چار فرقوں پر منقسم ہو گیا یعنی کرما پا ڈیکونگ ڈگ ڈونگ کیا۔ اور تغلو تنگ پا) ۴ شنگپا کرگیوت۔ ساس کیا پا۔ ژگی چیت۔ چونت وکس اور چو نانگ پا۔

موضع سونکھا علاقہ کم میں ایک شخص لو بزانگ ٹکپے سپل پیدا ہوا۔ یہ لامہ ہو گیا لھاسہ میں آکر اس نے تعلیم حاصل کی۔ کدم پا۔ کرگیوت پا اور ساس کیا پا کے فرقوں کے لاماؤں سے اُس نے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ اور علوم مذہبی پر اُسے عبور ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ مذہب بودھ جو تبت میں رائج ہے اس میں بہت نقائص پیدا ہو گئے ہیں اس لیے وہ ان نقائص کی اصلاح اور اصل مذہب بودھ کی تجدید کی طرف مائل ہوا اس غرض سے اُس نے نئے قواعد مذہبی مرتب کیے۔ اور لوگوں کے درمیان ان کو رائج کیا بہت لوگ اُس کے شاگرد ہو گئے۔ اور ایک جماعت کثیر اُس کی پیرو ہو گئی اس نے ایک عظیم الشان گونپہ گیلدن نامی تعمیر کیا۔ اور اس گونپہ کے نام پر اُس کے مریدِ مذہب کو لوگوں نے گیلوگس کہنا شروع کر دیا۔ ظاہری امتیاز اپنے شاگردوں میں اس نے یہ رکھا تھا کہ برخلاف دیگر لاماؤں کے جن کا تمام لباس سرخ ہوتا تھا وہ زرد رنگ کی ٹوپی استعمال کریں۔ یہ دستور آج تک رائج ہے۔ یہ مجدد مذہب سونکھا پا کے

نام یعنی اپنے مقام پیدائیش کی نسبت سے مشہور ہوا۔
لھاچھن بھگی نسوک الدے کے دو بیٹے تھے۔ بڑا لھاچھن ٹک بوم الدے اور چھوٹا ٹکپا بوم۔ ان دونوں کی طبیعت میں بڑا اختلاف تھا۔ بڑا بیٹا رحم دل اور نیک مزاج تھا۔ برخلاف اس کے چھوٹا سنگ دل اور سرکش تھا۔ بڑے کو مذہب کا بہت خیال تھا۔ چھوٹے کو عقبیٰ کی ذرا پروا نہ تھی۔ بڑے کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی اور بالخصوص غریب لوگوں کی پرورش کی بہت فکر رہتی تھی۔ چھوٹا اتنا خود غرض اور حریص تھا کہ اپنے بھائی کو بھی دیکھ نہیں سکتا تھا۔
باپ کے بعد ٹک بوم الدے دستور کے مطابق جانشین ہوا (سنہ ۱۴۴۰ لغایت سنہ ۱۴۷۰ء) مگر اس کے چھوٹے بھائی نے بھی موقع پا کر ملک کے ایک حصہ یعنی شام پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنا جھنڈا علیحدہ کھڑا کر دیا۔
گیالپو ٹک بوم الدے نے مذہبی کام بہت انجام دیئے۔ پہلے چبار ٹوگونپہ لیہ میں تعمیر کیا۔ پھر ایک دوسرا گونپہ شوم رتق (یعنی سہ طبقہ) نامی تھونگ واقعہ کوگے کے مشہور و معروف گونپہ کے نمونے پر لیہ میں تعمیر کیا۔ قصبہ لیہ کے شمال مغرب میں تی اوسر پو نامی پہاڑی منحوس خیال کی جاتی تھی۔ اس نحوست کو دور کرنے کی غرض سے اُس نے اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک گونپہ تعمیر کیا۔ جو باہر سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر اندر سے پورا ایوان ہے جس میں ایک سو آٹھ چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ اس گونپہ کا نام تی اوشش ادت تھو ہے۔ یہ تینوں گونپے اس وقت تک موجود ہیں۔ مقدم الذکر دونوں آباد ہیں اور موخر الذکر غیر آباد ہے۔
اب یہ اس فکر میں تھا کہ لیہ سے نیچے کی طرف ہاتھی کی شکل کی جو پہاڑی ہے اس کے اوپر ایک گونپہ تعمیر کرکے اسکے اندر لاماؤں کے رکھنے کا انتظام کرے اس اثنا میں کون کھین سونمکھا یا چھن پولو بزانگ نکپے سپل متذکرہ بالا کی طرف سے دو آدمی کیست نامی ایک مورت جو اُس کی اپنی ناک کے خون سے بنی ہوئی خیال کی جاتی ہے لے کر لداخ میں پہونچے۔ انھیں اس مجدد مذہب نے یہ ہدایت کی تھی کہ ٹکپا بوم یا ٹک بوم الدے میں سے جو ملے اُسے یہ مورت حوالہ کر دی جائے

یہ قاصد جب لداخ پہونچے تو ٹکپا بوم نوبراہ میں مقیم تھا۔ وہ سیدھے نوبراہ چلے گئے اور ٹکپا بوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس نے ان کے اوپر آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا وہ شرمندہ ہوکر بلا اظہار مطلب لداخ واپس آگئے۔

جس روز انھیں لداخ پہونچنا تھا اتفاق ایسا ہوا یا لامہ سونکھاپا کی کرامت تھی کہ ٹک بوم الدے نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ اُس روز جاڈل یعنی فقیر۔ بیدار۔ سون غرض کہ کسی درجہ کا آدمی جو گیالپو کے پاس آنا چاہے۔ بلا روک ٹوک اُسے دربار میں آنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ لہاسہ والے ہر دو فقیر گیالپو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں دیکھکر ٹک بوم الدے نے انکا بڑا احترام کیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ انھوں نے لامہ سونکھاپا کی بھیجی ہوئی مورت گیالپو کے حضور میں پیش کی۔ وہ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور مورت لے کر بڑے احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لی۔

ٹک بوم الدے نے اس متبرک یادگار کے رکھنے کے لئے اپنے سابقہ ارادہ کے مطابق لیہ کے نیچے ہاتھی کی شکل والی پہاڑی کے اوپر ایک گونپہ تعمیر کیا جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ خود بخود کراماتی طور پر نمودار ہو گیا۔ اس گونپہ میں سونکھاپا کے خیال کے لاما بھی بڑی تعداد میں تعینات کئے گئے۔

اس موقع پر اولدے کا تعمیر کردہ لہاکھنگ پہلے سے موجود تھا یہ لوساوا کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ اسی لہاکھنگ کو ٹک بوم الدے نے بمشورہ ان ہر دو لاماؤں کے جو سونکھاپا کی طرف سے آئے تھے اور جن میں سے ایک کا نام لھوانگ لوڈوس معلوم ہوتا ہے گونپہ کی شکل میں تبدیل کرکے فرقہ گیلوکس کے ماتحت کرکے ان کے حوالہ کر دیا۔ موجودہ گونپہ لیکیر کو بھی اسی لامہ کے فرقہ گیلوکس کے ماتحت کیا۔ گونپہ پہلے کا تعمیر کردہ موجود تھا۔

اسی زمانے میں ٹھکسے کا ایک آدمی شیرب زانگبو جو لامہ ہوکر لہاسہ میں بغرض حصول تعلیم گیا ہوا تھا۔ لامہ سونکھاپا سے تعلیم حاصل کرکے لداخ میں

واپس آیا۔ اور اس نے نالہ شگسے کے اندر بمقام تنگ استنو ایک لہاکھنگ یعنی گونپہ جس کے اندر مورت نہیں رکھی جاتی ہے تعمیر کیا۔ اور زانسکار میں گونپہ پھگتل بھی اُسی نے تعمیر کیا۔ اُس کے بھتیجے پلدن شیرب نے اس سے تعلیم حاصل کی اور اُسنے گونپہ شگسے تعمیر کیا۔ یہ تحقیق نہیں ہوا کہ یہ تعمیرات کس گیالپو کے عہد میں تکمیل کو پہونچیں۔

ٹکپا بوم گیالپو علاقہ شام ٹنگ موگانگ ۱۴۳۰ تا ۱۴۵۵ء — ٹکپا بوم نوبراہ میں کسی کام میں مصروف تھا تاریخ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ کیا کام تھا۔ کچھ عرصہ کے قیام کے بعد وہ رگیپ کے راستہ سے تیا تنگ موگانگ میں پہونچا۔ اور اس علاقہ کو تسخیر کرکے تنگ موگانگ میں اُس نے ایک عالی شان اور مستحکم قلعہ تعمیر کیا۔ اور اُس کو اپنا دارالحکومت بنایا اس نے رفتن کرسے نامی ایک اور قلعہ بزگو میں تعمیر کیا۔ اور علاقہ شام کے اوپر اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی۔ اس طرح حکومت لداخ اب دو خودمختار حکومتوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک حکومت ستوت مریول جس کا دارالحکومت بدستور شے رہا۔ اور دوسری حکومت شام جس کا دارالحکومت تنگ موگانگ قرار پایا۔ گیالپو ملک بوم الدے اپنے بھائی کا مقابلہ نہیں کرسکا۔ اور اپنی چھوٹی حکومت سے پر قانع رہا۔

لوٹوس چھوگ الدن گیالپو ستوت مریول وناریس کورسوم ۱۴۷۰ء تا ۱۵۳۴ء — تک بوم الدے کی وفات پر اُس کا بیٹا لوٹوس چھوگ الدن گیالپو ہوا دن ۱۴۷۰ لغایت ۱۵۳۴ء

اس نے ناریس کورسوم کو تسخیر کرلیا۔ اور اپنی حکومت کو اس طرف وسعت دی۔ ان اطراف سے حسب ذیل اشیا اس کو نذرانہ میں آتی تھیں۔

زرہ بکتر ۱۰۔ تلوار ۱۸ اچھرے (ایک قسم کا فرش) ۸ تھان۔ اعلیٰ قسم کے فیروزے ۱۵۔ زین ۲۰۔ گھوڑے کمیت ۵۔ گھوڑے سمند ۵۔ گھوڑے مشکی ۲۰۔ گھوڑے ابلق ۲۰۔ مادہ یاک ۴۰۔ بھورے رنگ کے تریاک ۲۰ بھیڑ و بکری بے تعداد۔

لھاچن بارا گیالپوتنگ موگانگ ۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۷۵ء

تگپا بوم کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا لھاچن بارا تنگ موگانگ کی حکومت پر بجائے اپنے باپ کے متمکن ہوا (۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۷۵ء)

لھاچن بھاگون گیالپوتنگ موگانگ ۱۴۷۵ء-۱۵۰۰ء

اُس کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا لھاچن بھاگون اُس کا جانشین ہوا ۱۴۷۵ء تا ۱۵۰۰ء تاریخ لداخ میں مذکور ہے کہ اُس کو حکومت کی ہوس بہت زیادہ تھی۔ بوٹوس چھوگ الدن کے دارالحکومت شے میں مختلف اقوام کے لوگ آباد تھے۔ انھیں لھاچن بھاگوں نے سازش کر کے اپنے ساتھ ملالیا۔ اور ان کی مدد سے ٹگ بوم الدے کے بیٹے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کو مع اُس کے چھوٹے بھائیوں ڈونگپا تلی اور لب ستن ترگیس کے قتل کر کے تمام لداخ پر متصرف ہوگیا۔ اور اپنے دادا ٹگپا بوم کی دلی آرزو کو پورا کیا۔ مگر یہ واقعہ غلط ہے جسے سلطان سعید خاں کے حملہ لداخ کے اصلی واقعات کو دبانے کی غرض سے تصنیف کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغلوں کی واپسی تک شے اور تنگ موگانگ کی دونوں حکومتیں بدستور قائم رہیں۔ جنھیں مرزا حیدر گورگان کی واپسی کے بعد سیوانگ نگیل نے شے کے اوپر تصرف حاصل کر کے ایک میں ملایا۔ جیسا کہ ذیل کے واقعات سے بالتفصیل ظاہر ہوگا۔

ٹشی گون گیالپوتنگ موگانگ ۱۵۰۰ء لغایت ۱۵۳۰ء

لھاچن بھاگون گیالپوتنگ موگانگ کے دو بیٹے تھے۔ لھاچن لھوانگ گون اور لھاچن ٹشی گون۔ قاعدہ کے مطابق لھوانگ گون حقدار جانشینی تھا۔ مگر اپنی خاندانی روایات سے متاثر ہو کر ٹشی گون کے دل میں حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں کا مقابلہ تاریخ میں اس طرح کیا گیا ہے۔ لھوانگ گون طاقتور اور ہر ایک کام میں ہوشیار تھا۔ ٹشی گون زبان کا میٹھا اور دل کا کھوٹا تھا۔ اپنا بھید کسی کو نہیں دیتا تھا۔ اور حد سے زیادہ مطلب پرست

تھا۔ موقع پاکر اُس نے اپنے بڑے بھائی کی آنکھیں نکال دیں اور مع اُس کے
قبائل کے لنگشٹ واقعہ سرحد زانسکار میں اسے قید کردیا۔ اور خود حکومت تنگب
موگانگ پر متمکن ہوگیا (سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۲۰ء)

لوڈس جھوگ الدن کے زمانے کے حالات "تاریخ لداخ" میں مذکور نہیں ہیں مگر
بیرونی تاریخ سے اُن کا کچھ پتہ چلتا ہے گو کہ لوڈس جھوگ الدن نے لھاچھن بانا اور لھاچھن
بھاگون کے ساتھ مزاحمت نہیں کی جس کا انجام اُس کے حق میں بہت خراب ہوا
لیکن حدود لداخ کے باہر اپنی حکومت کو وسعت دینے میں اس نے پوری کوشش کی

سوت کے راجہ جدیم بیگ نے لامریورونگ لداخ کا ملک فتح کرلیا تھا اور
اپنی سرحد پل کھلسی پر قائم کی تھی۔ یہ انتظام تاریخ سوت کے مطابق گیارہ پشت تک
جاری رہا۔ مگر مرید خان کے بیٹے ڈورو چو کے زمانہ میں جبکہ رعایا اُس کے ظلم و تشدد
سے تنگ آگئی تھی گیالپو لوڈس جھوگ الدن نے اُس پر حملہ کرکے تمام ملک مفتوحہ جدیم بیگ
واپس لے لیا اور حکومت سوت کی سرحد پل کھلسی کے بجائے نالہ کنجی پر واپس ہوگئی

ڈورو چو کے بعد اُس کا بھائی جیب چو راجہ سوت ہوا۔ اُس زمانہ میں مذہب
اسلام نے بلتستان و پوریگ میں نئی روح پھونک دی تھی۔ اس نے کھپلو، شغر
واسکردو کے ساتھ اتحاد کرکے لداخ پر حملہ کردیا۔ راجہ لداخ قلعہ گیر ہوگیا۔ محاصرہ نے
بہت طول کھینچا مگر بلتی برابر اڑے رہے۔ بالآخر راجہ لداخ کو صلح کرنی پڑی۔ اور بہت سا
مال و زر بطور تاوان جنگ ادا کرکے اپنی خلاصی کرائی۔ اس واقعہ کے ساتھ راجہ
لداخ کا نام مذکور نہیں ہے مگر قرائن سے یہ واقعہ گیالپو لوڈس جھوگ الدن ہی
عہد کا ہو سکتا ہے۔

ان دونوں معرکوں کے علاوہ تیسرا اہم واقعہ گیالپو لوڈس جھوگ الدن گیالپو
شے دو لھاچھن ٹشی گون گیالپو تنگ موگانگ کے عہد حکومت کا سلطان سعید
خان والی کاشغر کا حملہ لداخ بسرکردگی مرزا حیدر گورگان اور سلطان اسکندر خان
کے ہے۔ اس حملہ کے حالات اگلے باب میں بالتفصیل بیان کئے جائیں گے۔

لھاچھن ٹشی گون کے حالات جو تاریخ لداخ میں مذکور ہیں۔ ان سے پایا جاتا

برگزیدہ مذہبی خیال کا آدمی تھا۔ اُس نے لھاسہ کے گونپہ دیگونگ سے ایک لامہ چھوس بجے الدنا کو اس ملک میں بلایا۔ اور اُس کی صلاح کے مطابق ایک عالیشان گونپہ موضع پھیانگ میں تعمیر کیا۔ جس کا نام تشی چھوس زونگ رکھا گیا۔ اور پھیانگ کی آبادی سے اس گونپہ کے لیے لامہ تیار کرنے کا انتظام کیا۔ لیہ کی طرف سے پھیانگ کو آتے وقت جس جگہ سے یہ گونپہ پہلے نظر آتا ہے۔ اُس جگہ اُس نے ایک جھنڈا نصب کیا۔ اور اس پر یہ حکم لکھکر لگایا کہ جو کوئی چور یا دغاباز یا قبیح سے قبیح جرم ملکی یا سیاسی کا مجرم اس جھنڈے کے نیچے پہونچ جاوے وہ بری متصور ہوگا۔ مجھے یہ واقعہ بھی مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پھیانگ حکومت ٹنگ موگانگ کی حدود سے باہر تھا۔ ممکن ہے کہ مذہبی کام کی بنا پر لوڈوس چوگ الدن نے اس کی تعمیر کی اجازت دیدی ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ مغلوں کے حملہ لداخ کے اصلی واقعات کو چھپانے کی غرض سے اس زمانے کے دیگر واقعات کو لداخیوں نے توڑ موڑ کر دکھلایا ہے۔

اس گیالپو نے لھاسہ کے مشہور گونپے ڈیگونگ سیس کیا گیلدن۔ راسا۔ اور سم یاس وغیرہ کی مورتیوں پر سونے کا ملمع کرایا۔ جھنڈے نصب کیے۔ اور ان گونپوں کے لاماؤں کو ضیافتیں دیں۔ بڑے لاماؤں کو بیش قیمت تحائف دیے۔ اور کاگیور واستن گیور اور دیگر مذہبی کتابوں کی نقلیں کرائیں اور بہت سی چھورتن تعمیر کیں۔

لیکن باوجود اس تمام داد و دہش کے اولاد کی طرف سے بدنصیب رہا۔ اور بجائے اپنے بڑے بھائی کے جسے اُس نے آنکھیں نکلوا کر لنگشٹ میں قید کر دیا تھا بحالت لاولدی سلطان سعید خاں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ اس کے قتل ہونے پر اُس کا بڑا بھائی اور اُس کی اولاد قید سے آزاد ہو گئے۔

اندھے لھاچین لھوانگ گون کے تین بیٹے تھے۔ سیوانگ۔ گونبو۔ اور جیانگ۔ بڑا لڑکا سیوانگ، جانشین اپنے چچا تشی گون کا ہوا۔ اس نے شے پر تصرف حاصل کر کے دونوں حکومتوں کو ایک میں ملا دیا۔ اور جدید شاخ خاندان کی بنیاد رکھی جنھوں نے نمگین کا لقب اختیار کیا۔ اس کے حالات حملہ مغل کے بعد اگلے باب میں بیان آئینگے۔

تیسرا باب

تبت پر مغلوں کا حملہ

(۱) تمہید (۲) مرزا حیدر کا تمہیدی غزوہ بلور (دردستان) (۳) سلطان سعید خاں کی طرف سے مرزا حیدر کی مہم تبت (۴) سلطان سعید خاں کا حملہ بلتستان (۵) مرزا حیدر کا حملہ کشمیر (۶) سلطان سعید خاں کی لداخ سے واپسی اور موت (۷) مرزا حیدر کی مہم اور سانگ (۸) مرزا حیدر کا بحالت تباہی لداخ واپس پہونچنا (۹) لداخ سے مرزا حیدر کی واپسی (۱۰) لاہور کی طرف سے مرزا حیدر کا کشمیر کو دوبارہ فتح کرنا

(۱)

جس زمانہ میں دارالحکومت ستوت مریول واقعہ موضع شے میں لوٹوس چوگ لدن گیا پو تھا۔ اور موضع تنگ سوگا تنگ میں ٹشی گون نے اپنی جداگانہ حکومت علاقہ شام پر قائم کر رکھی تھی مغولستان سے ٹراز بردست حملہ لداخ و بلتستان پر ہوا۔ اس سلسلہ میں حملہ آور ان ممالک کو پامال کرکے کشمیر تک ایک طرف اور پورانگ تک دوسری طرف پہونچے۔ اس اہم واقعہ کے متعلق تاریخ لداخ میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ ٹشی نمگیل نے بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور انھیں شکست دیکر بھگا دیا۔ اس لڑائی میں یارقندی فوج کی کثیر تعداد مقتول ہوئی۔ اس فتح عظیم کا شکرانہ ٹشی نمگیل نے اس طرح ادا کیا کہ نمگیل سیو گھر کے نیچے ایک لہاخنگ تعمیر کیا جس کی بنیادیں مقتول یارکندیوں کی لاشوں سے بھری گئیں۔ اس کے اندر رودر جے جگس جیت مورت رکھی گئی جو آج تک موجود ہے۔

مگر اس قسم کے حالات کو مرزا حیدر گورگان نے اپنی قابل قدر تصنیف تاریخ رشیدی مصنفہ ۹۵۱ھ ہجری میں بالتفصیل درج کیا ہے جس سے اصلیت کا پورا

پتہ چلتا ہے۔ زیادہ اہمیت اس واقعہ کی یہ ہے کہ اس سے لداخ کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ کے ساتھ قائم ہوتا ہے جو کہ اس کے بعد مسلسل جاری رہا اور سب سے واقعات کے مقابلہ اور تنقید کرنے کا امکان پیدا ہوا۔

فاضل مصنف نے اُس وقت کے جو حالات لداخ و کشمیر کے لکھے ہیں وہ بڑا انتہا دلچسپ اور تاریخی نکتہ نظر سے نہایت اہم ہیں۔ اور زمانہ حاضرہ کے جغرافیہ و طرز معاشرت کی اصلیت پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔ میں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جابجا غیر ضروری طوالت کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور صرف خلاصہ اپنی زبان میں لکھ دیا ہے جو سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہوگا۔

مرزا حیدر نے مریول (لداخ) میں دو حاکم لکھے ہیں۔ ایک لتہ چو غدن یا لتچو غدون۔ دوسرا اٹشی گون۔ موخرالذکر یقیناً لھاچین ٹشی گرن گیا لپو تنگ موگاگ ہے۔ جسے تاریخ لداخ میں تگیل کا لقب دیدیا گیا ہے۔ مگر واقعات کی رو سے یہ لقب ہر دو حکومتوں کے دوبارہ متحد کیے جانے کے بعد گیالپو سیوانگ تگیل نے اختیار کیا ہے۔ لتہ چو غدن یا لتچو غدون فارسی تلفظ و تہجی میں اور بعدازاں نقل در نقل سے بگڑ گیا ہے مگر مشابہت لفظی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لوٹوس خوگ الدن گیالپو غیرہ سے مراد ہے اس وقت یہی دو حاکم مریول کے تھے جو مرزا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

(۲) مرزا حیدر کا تمہیدی غزوہ بلور (دردستان)

ہم لداخ کی ابتدا غزوات بلور سے ہوئی ہے۔ میری رائے ہے کہ مرزا کے وقت کا بلور وہ ملک ہے جو زمانہ حال کے جغرافیہ میں کافرستان چترال و دردستان (گلگت) کے ناموں سے موسوم ہے۔ کافرستان کو افغانستان کے ساتھ شامل ہو جانے کے بعد افغانوں نے نورستان کا نام دیا ہے۔ الغرض مرزا حیدر لکھتا ہے :۔

"سلطان سعید خان نے رشید سلطان کو اور مجھے غزوات بلور کا حکم دیا بلور ایک کافرستان ہے اُن میں سے اکثر خیل ہیں یہ لوگ کوئی دین و مذہب نہیں

رکھتے ہیں۔ اور کسی چیز سے بھی انھیں پرہیز اور رکاوٹ نہیں ہے۔ جو کچھ ان سے ہو سکے یا جو کچھ ان کا جی چاہے یا جو انھیں پسند ہو کرتے ہیں۔ بلورستان کی حد شرقی ولایت کاشغر۔ یارقند۔ شمال میں بدخشان اور غرب میں کابل ونغمان ولمغان۔ اور جنوب میں سواد کشمیر ہے۔ مابین اور اُس کے گرداگرد چار ماہ کا راستہ ہے۔ تمام ملک پہاڑ اور درہ ہیں۔ تنگی کی یہ کیفیت ہے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام بلور میں ایک فرسخ زمین ہموار نہیں ہے۔ آبادی بہت ہے۔ لیکن ایک گانوں دوسرے گانوں کے ساتھ مصالحت نہیں رکھتا ہے اور ہمیشہ جھگڑے فساد لگے رہتے ہیں۔ اور لڑائی جاری رہتی ہے۔ جنگ کی صورت یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں زراعت کے کام میں مصروف رہتی ہیں اور مرد جنگ میں۔ گھروں میں عورتوں نے کھانا تیار کیا۔ تو عورتیں درمیاں جاتی ہیں اور صلح ہو جاتی ہے کہ کھانے کا وقت ہے ایک دوسرے پر غدر اور جنگ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ہر دو فریق جدا ہو جاتے ہیں اپنے اپنے گھروں میں کھانا کھاتے ہیں اور پھر جنگ اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ نماز عصر کے وقت پھر عورتیں درمیان آتی ہیں اور طلوع آفتاب تک صلح کراتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ صورت صلح کی نہیں ہوتی ہے اور تمام رات لڑائی جاری رہتی ہے۔

مرغزار اور چراگاہیں اس ملک میں کم ہیں۔ مویشی اور اونٹ ان لوگوں کے پاس کم ہیں۔ بھیڑ دبکری بھی تعداد میں اس قدر کم ہو کہ لباس کے لیے اُون کو بھی کفایت نہیں کرتی۔ البتہ گائیں ان کے پاس وافر ہوتی ہیں جن سے دودھ اور مکھن خوب حاصل ہوتا ہے اور کچھ ان کے پاس نہیں ہے۔

ہر ایک درہ میں زبان جدا ہے ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے۔ کیونکہ فساد و جنگ ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جنھوں نے اپنے گانوں کے سوا دوسری جگہ دیکھی ہو۔

بلور میں باغات اچھے ہیں اور میوہ جات سب پیدا ہوتے ہیں۔ بالخصوص انار بہت اعلیٰ ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے ایک قسم کا انار ہے جو بلور کے سوا اور کسی ملک میں نہیں دیکھا گیا۔ اس کے دانے سفید اور نہایت شفاف و پاکیزہ ہوتے ہیں اور شیرینی۔ لذت۔ اور شہرت زیادہ ہوتا ہے۔

زمستان میں، میں بلور میں رہا۔ سخت لڑائی رہی۔ فتح ہماری رہی۔ بہار میں بخیریت غنیمت لے کر واپس ہوا۔ خس اس کا ہزار بردہ تھا۔ اول بہار ۹۳۲ھ ہجری مطابق ۱۵۲۵ء میں خان کے پاس واپس پہونچا۔

(۳) سلطان سعید خاں کی طرف سے مرزا حیدر کی مہم تبت

اس کے بعد ہم لداخ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ مگر حملہ کے حالات لکھنے سے پیشتر فاضل مصنف نے ملک تبت کے جغرافیائی و معاشرتی حالات بیان کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

۔ سلطان سعید خاں نے ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۱ء) میں رشید سلطان کو اور مجھے مہم تبت کا حکم دیا۔ تبت ایسی جگہ واقع ہے جہاں طرح طرح کی سختیوں کی وجہ سے لوگ بہت کم پہونچ سکتے ہیں۔ اس ملک کے کوہستان اور درے اور راستے نہایت خوفناک اور پُر خطر ہیں۔ سردی کی شدت حد درجہ کی ہے پانی اور گھاس کم ہے۔ لوگ کم ہنر اور بے سرو بے اعتدال ہیں۔ راہ زنی کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان وجوہ سے سیاحوں میں سے یہاں کبھی کوئی نہیں پہونچا۔ اور اصلی حالات اس ملک کے ظاہر نہیں ہوئے۔

ملک تبت کی وسعت طولاً شمال مغرب سے جنوب و مشرق تک آٹھ ماہ کی راہ ہے۔ عرض اس کا ایک مہینے کی راہ سے زیادہ اور دس روز کی مسافت سے کم نہیں ہے۔ شمال و مغرب میں بلور سے اور جنوب و مشرق میں ادرسلنگ سے جو چین کے توابع میں سے ہے ملا ہوا ہے۔ مغولستان و کاشغر کے پہاڑوں کے ذکر میں مذکور ہوا ہے کہ اصل سلسلہ کوہستان مغولستان جس سے اور تمام پہاڑ نکلتے ہیں۔ کاشغر کے شمال سے گذر کر کاشغر کے مغرب کی طرف آتا ہے اور اس کے جنوب کی طرف نکل جاتا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ ولایت فرغانہ ملک کاشغر کے مغرب میں واقع ہے اور یہی پہاڑ ان دونوں کے درمیان میں واقع ہے اور ملک کاشغر و ولایت و فرغانہ کے درمیان میں جو ملک واقع ہے

اسے الائی کہتے ہیں اور بدخشاں ویارقند کے مغرب میں واقع ہے۔ اور وہاں بھی یہی سلسلۂ کوہستان درمیان میں ہے۔ اس جگہ اس پہاڑ کا نام پامیر ہے۔ بعض مقامات پر اس کا عرض سات آٹھ دن کی مسافت تک پہونچتا ہے۔ یہاں سے گذرنے پر بلور ویارقند کے متصل بعض بالائی وادیاں ہیں جیسے کہ رسکم وتغدمباش یہاں سے گذرنے پر تبت کی زمین مل جاتی ہے۔ بدخشاں یارقند سے مغرب تابستانی کی طرف واقع ہے اور کشمیر مغرب زمستانی کی طرف ہے اور یہی کوہستان درمیان میں ہے۔ اور جو کچھ یارقند وکشمیر کے درمیان ہے اس کا نام تبت ہے تبت کی ایک ولایت ہے جسے بالتی کہتے ہیں۔ اس ولایت میں یہ کوہستان الائی پامیر سے زیادہ عریض ہے۔ بالتی میں اس کا عرض بیس پڑاؤ کے قریب ہے۔ یارقند کی طرف سے اوپر چڑھنے کا راستہ درہ ساجو ہے اور بطرف کشمیر نیچے اترنے کا راستہ درہ اسکردو ہے۔ ان دونوں کا فاصلہ بیس پڑاؤ کے قریب ہے۔

اسی طرح ختن کے مغرب زمستانی کی طرف بلاد ہند کے بعض علاقہ جات واقع ہیں۔ جیسے کہ لاہول۔ دسلطان پور۔ وباجوارہ۔ اور ختن اور ان علاقہ جات کے درمیان جو کچھ ہے وہ ولایت تبت دُرُدوق وگوگہ واسپتی ہے۔ اسی طرح یہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ سلسلہ کوہستان چین میں منتہی ہوتا ہے۔ اس کے غرب وجنوب میں ہندوستان ہے۔ اور بھیرہ ولاہور سے بنگالہ تک اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔

شمالی ہندوستان کے تمام دریا بھی اسی کوہستان سے نکلتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر دریاوں کے منبع دیار تبت میں ہیں۔ تبت کے شمال ومشرق کی طرف یارقند۔ ختن۔ جرجان۔ لوب۔ گنگ اور ساریغ الینور اور ریگستان جس کی حد قامجو دسکجو سے چین سے ملی ہوئی ہے۔ کوہستان تبت سے تبت کے مغرب وجنوب کی طرف جو پانی جاتا ہے اس سے ہندوستان کے دریا مرتب ہوتے ہیں جیسے کہ نیلاب (سندھ) آب بھیرہ (جہلم) آب چناب۔ آب لاہور (راوی)

آب سلطان پور (بیاس) و آب باجوارہ (ستلج) جن کا مجموعہ دریائے سندھ ہے اور گنگ وغیرہ اور دیگر دریا جو بنگالہ میں سمندر میں گرتے ہیں۔ کوہستان تبت سے بجانب مشرق و شمال جو پانی بہتا ہے اس سے مرتب ہوتے ہیں۔ آب یارقند آق قاش۔ آب گریہ و جرجان وغیرہم یہ سب کوک ناور میں گرتے ہیں۔ کوک ناور اس ریگستان میں جس کا مذکور ہوا ایک جھیل ہے۔ بعض مغول جنھوں نے اس جھیل کو دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ اس جھیل کے گرداگرد تین ماہ میں آدمی پھر سکتا ہے اور اس سے ایک دریائے عظیم نکلتا ہے جسے قراموران خطائی کہتے ہیں

"ان واقعات سے ظاہر ہے کہ تبت بلند ترین مقام ہے کیونکہ اس کا پانی سب طرف جاتا ہے اور جس طرف سے کہ انسان تبت کو جانا چاہے اسے چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے اور اترائی کی نوبت نہیں آتی۔ اوپر پہونچتے ہیں تو ہموار زمین ملتی ہے۔ بعض راستوں میں کہیں تھوڑا میدان بھی مل جاتا ہے ان وجوہ سے تبت نہایت سردی میں واقع ہے۔ چنانچہ وہاں کے بعض مواضعات میں شلغم کے سوا اور کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ تبت کا جو اس قسم کا ہے جو چالیس روز میں پختہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس عرصہ میں پختگی کو نہ پہونچے۔ تو سردی اسے مار دیتی ہے۔ اور دانہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اکثر دیہات میں گھاس صرف دو ماہ سبز رہتی ہے۔ تبت میں بعض گانوں ایسے بھی ہیں جہاں گرمی صرف چالیس روز رہتی ہے اور یہ چالیس دن بھی ایسے ہیں کہ ان میں آدھی رات کے بعد کولہیں یخ بست ہو جاتی ہیں۔ تمام تبت میں غایت سردی کی وجہ سے درخت بلکہ گھاس بھی بلند نہیں ہوتی ہے۔ چارپاؤں کی لید اور گوبر سے ایندھن کا کام لیا جاتا ہے"

سردی کی یہ کیفیت اب باقی نہیں رہی ہے کیونکہ تمام تبت بزرگ (تبت خرد میں) اب ایسا کوئی موضع نہیں ہے جہاں شلجم کے سوا اور کچھ پیدا نہ ہوتا ہو۔ سرد ترین مواضعات میں بھی جو (گرم) پیدا ہوتا ہے۔ تابستان میں کوہل کہیں نہیں جمتی اور فصل بخوبی پختہ ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ گرمی روز بروز بڑھ رہی ہے،

اور حالات موسمی پہلے سے بہت بدل گئے ہیں۔ اگر یہی حالات جاری رہے تو اور سو دو سو سال کے اندر تمام ایک فصلی رقبہ جات دو فصلی ہو جائیں گے اور تمام بلتستان ولداخ میں دھان اور مکئی کی پیداوار شروع ہو جائے گی۔

"آدمیوں کی تقسیم دو قسم پر کی گئی ہے۔ ایک کو یول پا یعنی دہ باش اور دوسرے کو جنپہ (چنگ پا) یعنی صحرانشین کہتے ہیں۔ دونوں تبت کی ایک ہی ولایت کی اطاعت میں ہیں۔ تبت کے صحرانشینوں کی اوضاع عجیب ہیں جو کسی دوسری قوم کے ساتھ نہیں ملتی ہیں۔ اول یہ کہ خوراک اُن کی زیادہ تر گوشت ہے۔ گوشت اور جو کچھ کھانا ہو کچا کھاتے ہیں پکانے کا دستور مطلقاً نہیں ہے (یہ صورت اب باقی نہیں ہے) دوسرے یہ کہ گھوڑوں کو بجائے دانہ کے گوشت کھلاتے ہیں تیسرے یہ کہ بارکشی کا کام بھیڑو سے لیتے ہیں۔ تخمیناً بارہ من شرعی (ایک من شرعی = پانچ پاؤ انگریزی) بوجھ لادتے ہیں اس غرض کے لیے خورجین مع دمچی اور سینہ بند کے بناتے ہیں جسے بھیڑو کے اوپر چڑھا دیتے ہیں اور جب تک اس بوجھ کے صرف کرنے کا وقت نہ آئے پیٹھ کے اوپر سے کسی وقت نہیں اتارتے۔ گرمی اور سردی۔ رات اور دن جانور کی پیٹھ کے اوپر خورجین موجود رہتی ہے

جنپہ یعنی صحرانشین اقوام کی بسر اوقات اس طرح ہے کہ سردی میں مغرب وجنوب کے پہاڑ کی طرف اترتے ہیں۔ جہاں ہندوستان واقع ہے۔ اسباب چینی اور نمک سوہاگر قطاس یعنی یاک۔ طلا۔ اور پشمینہ جو تبت کا مال ہے لاتے ہیں اور کوہ ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھ اس کا سودا کرتے ہیں۔ اور ہندوستان سے اسباب ہندی جیسے کرسوت۔ اور گڑ و شکر کی قسم کی مٹھائی چاول اور گیہوں بھیڑو پر لاد کر بہار میں واپس تبت کو چلے جاتے ہیں۔ اور تبت کا اسباب جو چین میں کام آتا ہے تبت سے ساتھ لے کر یہاں سے آگے اپنی سمت رفتار کو مسلسل قائم رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ موسم سرما میں چین میں جا پہونچتے ہیں۔ اسباب ہندی و تبتی کو ملک چین میں چینی اسباب کے ساتھ بٹا دار کرتے ہیں اور آئندہ بہار میں مع اسباب چینی کے تبت میں آجاتے ہیں۔ اور آئندہ زمستان میں پھر ہندوستان جاتے ہیں

چین میں جو بار بھیڑوں کے اوپر موسم بہار میں لادتے ہیں وہ آئندہ زمستان میں ہندوستان پہونچنے پر اتارتے ہیں۔ اور جو مال ہندوستان میں لادتے ہیں وہ چین پہونچنے پر اتارتے ہیں ایک سردی ہندوستان میں رہتے ہیں اور دوسری سردی چین میں گذارتے ہیں۔ تمام چنپہ عمر بھر اسی طرح گردش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے بھی چنپہ ہیں جن کے پاس دس ہزار گوسفند بار ہوتا ہے اور ہر ایک بار بارہ من شرعی (پندرہ سیر انگریزی) ہوتا ہے۔ اس سے کل مقدار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان باروں کو سال بھر میں ایک دفعہ ان بھیڑوں کے اوپر سے اتارا جاتا ہے یعنی ہندوستان پہونچنے پر یا چین میں وارد ہونے پر۔ سال کے باقی حصہ میں جہاں کہیں وہ جاتے ہیں بوجھ بدستور بھیڑ کے اوپر لدا رہتا ہے تاوقتیکہ جانور کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔

چنپہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں ان میں ایک قبیلہ ہے جسے ڈولپہ کہا جاتا ہے۔ یہ پچاس ہزار کنبہ سے زیادہ ہیں لیکن ان کے معتبروں کا بیان ہے کہ اس قبیلہ کی تعداد پر دوسرے قبیلوں کے شمار کا حصر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وہ باشندے جن کو بولپہ کہا جاتا ہے ولایتوں پر منقسم ہیں۔ جیسے کہ تبت کی ولایتوں میں سے بالتی ایک ولایت ہے۔ بالتی میں اور ولایت میں بھی ہیں۔ جیسے کہ پورنگ۔ کھیلو شگر واسکردو۔ ان میں سے ہر ایک میں مختلف قلعہ جات۔ آبادیاں۔ اور قریے ہیں ولایت تبت میں سے میں نے جسقدر دیکھا اس کے اکثر کو بزور و بجبر فتح کیا۔ یا صلح کے ساتھ قبضہ حاصل کیا۔ بعض ولایات یہ ہیں۔ زانسکار۔ مریول۔ رودق۔ کوگا۔ لو۔ بوراس۔ رودنگ منکاب۔ زیرسو۔ کارنکا۔ نیسان۔ ھم۔ الالائی بونکہ۔ توک۔ لابوک۔ اکبرق۔ یہ مجھے بہت پسند ہے۔ اکبرق سے بنگالہ تک ۴۲ روز کا سفر ہے۔ اور اور سانگ یعنے لہاسہ جو اکبرق سے مشرق میں ہے بنگالہ اس سے جنوب میں ہے اور سانگ تمام چین اور تبت کا قبلہ و کعبہ مانا جاتا ہے۔ یہاں بہت بڑا بتخانہ ہے یہ بتخانہ فی الجملہ چین اور تبت کا دارالعلم اور زہاد کا مسکن ہے۔

اس ولایت میں جہاں تک میرے تجربہ میں آیا لوگوں کی اوضاع اس قسم کی ہیں کہ میں نے ہر چند کوشش کی ان کا ذکر کروں مگر کامیابی نہوئی لیکن عجائبات جو میں نے

مشاہدہ کئے یا متواتر میرے سامنے ظہور پذیر ہوئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے ایک ان میں سے سونے کی کانیں ہیں جو اکثر مواضع میں واقع ہیں ان کے درمیان دو کانیں زیادہ عجیب ہیں ایک اس علاقہ میں واقع ہے جس کو مغول التوانچی تبت کہتے ہیں۔ یہاں قبیلہ ڈولپہ کی بعض شاخیں کام کرتی ہیں۔ لیکن نہایت سردی کی وجہ سے سال بھر میں چالیس روز سے زیادہ کام نہیں ہو سکتا۔ زمین میں سوراخ بناتے ہیں۔ ان کے اندر انسان داخل ہو سکتا ہے۔ سوراخ بے شمار ہیں۔ اور ان میں سے اکثر سوراخوں کے اندرونی سرے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ مشہور اس طرح ہے کہ تیس ہزار کنبوں کی تعداد کے آدمی ان سوراخوں کے اندر ہمیشہ رہتے ہیں بعض مغول جو اسطرف حملہ آور ہوئے انھوں نے ان اشخاص کو دور سے دیکھا۔ جب وہ ان کے نزدیک پہونچے تو سب کے سب سوراخوں کے اندر گھس گئے۔ یہ کسی کے ہاتھ نہیں آتے۔ ان سوراخوں کے اندر بھیڑوں کی چربی کے سوا جو آمیزش سے پاک ہو اور کوئی تیل نہیں جلایا جا سکتا۔ ان سوراخوں سے خاک باہر نکالتے ہیں اور پانی میں دھوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کان کی ایک چھلنی بھر خاک سے بعض اوقات دس مثقال (اشقال = ۴۰ ماشہ) سونا برآمد ہوتا ہے ایک آدمی خود مٹی کھودتا ہے۔ خود باہر نکالتا ہے اور خود ہی دھوتا ہے ایک دن میں بیس چھلنی خاک کھودتا ہے۔ میں اسے بعید از تصدیق سمجھتا ہوں۔ مگر اکثر اہل تبت نے بالاتفاق یہ حالات مجھ سے بیان کئے اس لئے معرض تحریر میں آئے۔

دوسری کان علاقہ کوگہ میں ہے یہ علاقہ بائیس قلعوں اور قریوں پر مشتمل ہے طول اس کا تین ماہ ہے۔ ہر جگہ خاک طلا ہے جس جگہ کو کھودیں اس کی خاک کو چمڑے کی چادر پر پھیلاتے ہیں اور سونا نکالتے ہیں۔ سونے کے ریزے عموماً باریک ہوتے ہیں بڑے دانے مسور و ماش کی تعداد تک بھی ہوتے ہیں سکتے ہیں کہ کبھی کبھی بھیڑ کے جگر کے برابر بھی سونے کے دانے مل جاتے ہیں۔ میں نے کان کوگہ پر رسوم مقرر کر دی یہاں کے رؤسا نے بیان کیا کہ ایک شخص زراعت کرتا تھا کہ ایک مقام پر ہل پھنس گیا ہر چند زور کیا نہیں نکلا۔ مٹی کو ہٹا کر دیکھا کہ ایک پتھر ہے اس کے درمیان سونا ہے ہل کا پھل اس جگہ پھنس گیا ہے اس کو اسی طرح چھوڑ دیا اور حاکم کو خبر دی سب جمع ہو گئے۔ پتھر کو توڑا۔ ڈیڑھ سو مثقال تبتی طلائے خالص اس جگہ سے

برآمد ہوا۔ ایک مثقال تبتی ڈیڑھ مثقال کے برابر ہوتا ہے (مثقال = ۴۰۴ ماشہ) اگو کا سونا خدا نے ایسا بنایا ہے کہ آمیزش سے پاک ہے خاک سے نکالنے کے بعد اس کو تپا ڈگو ٹو اور جو کچھ بنانا چاہتے ہو بنالو لیکن آگ میں گلانے سے معمولاً جو کمی ہوا کرتی ہے اس سے زیادہ کمی وزن میں نہیں آتی۔ یہ سب عجائبات تبت میں سے ہے۔

دم گیری جسے ہندی دم چڑھنا کہتے ہیں تمام تبت میں محسوس ہوتی ہے۔ مگر قلعہ و قریہ جات میں کمتر معلوم ہوتی ہے۔ اس سے انسان کی طبیعت سخت بیزار ہوتی ہے انسان خواہ چلتا پھرتا ہو۔ یا بیٹھا ہو ــــ یا آرام سے لیٹا ہو ــــ ہر ایک حال میں اسکا دم اس طرح بند ہوتا ہے جیسے کہ بہت بڑا بوجھ اٹھائے ہوئے دوڑ رہا ہے۔ اس باعث سے آرام کے ساتھ سو نہیں سکتا نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو ابھی بخوبی نیند نہیں آنے پاتی کہ سانس کی تنگی و پھیپھڑہ کی سوزش کی وجہ سے گھبراہٹ سے بیدار ہو جاتا ہے جب اس کا غلبہ ہو جاتا ہے تو بیہوشی پیدا ہوتی ہے اور ہذیان ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات بات کرنے کی بھی طاقت نہیں رہتی۔ چہرہ اور ہاتھ پانوں پر ورم آجاتا ہے۔ اس کیفیت کے پیدا ہونے پر کبھی کبھی اتنے عرصہ میں جیسے کہ صبح سے چاشت تک آدمی مرجاتا ہے اور کبھی اسی حالت میں لٹکتا رہتا ہے۔ اگر اُس کی اجل ابھی نہیں آئی ہو اور کسی قلعہ یا قریہ میں پہونچگیا تو زندگی کا امکان ہے۔ ورنہ موت یقینی ہے۔ یہ کیفیت صرف بیرونی آدمیوں پر طاری ہوتی ہے۔ اہل تبت کو اس کی خبر تک نہیں ہے۔ ان کے اطبا کو بھی معلوم نہیں ہے کہ بیرونی اشخاص کو یہ تکلیف تبت میں کیوں ہوتی ہے اور اسکا علاج کیا ہے۔ ہوا میں سردی جتنی بڑھتی جائے۔ یہ حال بھی ترقی کرتا ہے اور صرف آدمی پر یہ موقوف نہیں ہے بلکہ دم لینے والے ہر ایک جاندار کی یہی کیفیت اس آب و ہوا میں ہوتی ہے۔ چنانچہ گھوڑوں کا بھی یہی حال ہے ایک روز کا ذکر ہے ہمیں ضرورۃً تیز سفر کرنا پڑا صبح اٹھکر دیکھا تو لشکر میں گھوڑوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ رات بھر میں ایک ہزار سے زیادہ گھوڑے مرگئے۔ میرے اصطبل میں چوبیس خاصہ گھوڑے تھے جو خالی چلا کرتے تھے اس رات ان میں سے اکیس مرے۔ دم گیری گھوڑوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ خیر تبت میں کسی جگہ یہ حال نہیں سنا گیا۔

اہل تبت کے علماء کو عام طور پر لامہ کہتے ہیں لیکن ہر ایک لامہ کو بلحاظ اس کے

علم و فضل کے مختلف نام دیتے ہیں جیسا کہ ہماری زبان میں دستور ہے۔ چنانچہ امام و مجتہد کو لنگپہ وگیجوا کہتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے بذریعہ ترجمان بہت گفتگو کرتا رہا مگر وقت یہ پیش آئی کہ جب باریکی پر نوبت پہونچی تو ترجمان اس کے سمجھنے اور تقریر کرنے سے عاجز رہجاتا اور بات ناتمام رہتی۔ ان کے عقاید کی بابت جو کچھ معلوم ہو سکا یہ ہے۔

کہتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل آزال میں آغاز فطرت کے موقع پر بوقت تکوین ارواح ہر ایک روح کو جدا جدا جوار قدس میں واصل اور جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی بابت بے زبان طریق پر اور بلا واسطہ تلقین کی ہے۔ اور ارواح کو حسب اقتضائے وقت بدفعات نازل کر کے خاک کے ساتھ مخلوط کیا ہے اور قوائے نشو و نما و قوائے نباتاتی کی آمیزش ان میں خاک کے ساتھ کی ہے۔ چونکہ روح اعلیٰ علیین سے اسفل مراتب میں نازل ہوئی اس میں صفائی نہیں رہی اور بجائے صفائی کے اسپر بے شعوری اور نسیان طاری ہو گیا۔ اب اس نے مرور ایام سے خاک کے خلط سے اجساد خسیسہ میں انتقال کیا یہ انتقال اس کا اگرچہ مرتبہ خسیس میں ہے مگر بوجہ اس کے کہ وہ خاک کے ساتھ مخلوط تھی ایک قسم کی ترقی ہے۔ ہر ایک جسد میں جیسا کہ ہونا چاہئے ریاضت سے ترقی ہو سکتی ہے اگر ریاضت ایک بدن کے اندر انجام کو پہونچ گئی تو روح اس بدن سے بہتر درجہ کے دوسرے بدن میں داخل ہوتی ہے اور اگر ریاضت میں کمی رہی تو بدتر درجہ کے بدن میں اس کو آنا پڑتا ہے برخلاف اس کے اگر بدن نے بدی کی ہے تو روح پھر خاک میں مخلوط ہوتی ہے کچھ عرصہ تک وہاں معطل رہتی ہے اور اسی طرح سے ایک بدن سے دوسرے بدن میں انتقال کرتی رہتی ہے اور ترقی کرتی ہے یہاں تک کہ جسد انسانی کے مرتبہ پر پہونچتی ہے۔ پہلے پہل جسد انسانی کے ادنیٰ مراتب میں جیسے کہ رعیتی و غلامی وغیرہ میں داخل ہوتی ہے اور اسی طرح درجہ انسانی کو بھی طے کر کے جسد لامگی کے مرتبہ میں پہونچتی ہے۔ اس جگہ اگر وہ اس طرح عمل کرے جیسا کہ چاہئے تو اسے احوال ماضی پر وقوف اور شعور پیدا ہو جاتا ہے اور آئے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے ہر ایک جسد میں کیا عمل کیا ہے جو اس کی ترقی کا باعث ہوا اور کیا کیا ہے جو اس کے تنزل کا موجب ہوا۔ یہ وقوف و شعور مرتبہ ولایت ہے۔

اسی طرح کثرت ریاضت سے وہ ایسے مرتبہ پر پہونچ جاتی ہے کہ اُسے ازل کی تلقین یاد آجاتی ہے اور حق تعالیٰ و تقدس سے منھ اور زبان کے بلا واسطہ جو کچھ سُنا ہے وہ سب دل میں آجاتا ہے اور یہ مرتبۂ نبوت ہے کہ جو کچھ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے سُنے اُس کی اشاعت لوگوں میں کرے اُسی کا نام دین و ملت ہے اس قسم کی ذات کو موت نہیں ہے اور اُس کی حیات جاودانی اور رغایت اُس کی ادام ہے جب تک اُس کی قوت جسمانی قائم رہتی ہے وہ اپنے جسم کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اور جب اسکی قوت جسمانی ساقط ہو جاتی ہے تو اُس کا بدن محو ہو جاتا ہے اور روحانیت محض باقی رہ جاتی ہے۔ جس شخص کی قوت روحانیت اُس کے مشابہ ہوتی ہے وہ اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ محض ان آنکھوں سے جو انسان کے سر میں جڑی ہوئی ہیں اُسے دیکھا نہیں جا سکتا۔

دین سکیامنی کے یہ عقائد ہیں تمام چین کا دین یہی ہے چین میں اُس کو شیغامونی کہتے ہیں اور تبت میں شقسا تو اور شکامونی کہتے ہیں۔

"کتب تواریخ شکامونی میں لکھا ہے کہ سکیامنی ہندوستان کے انبیا میں سے تھا۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ حکیم یعنی فلسفی تھا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر شخص ایک دین و ملت کے محض قبول کر لینے سے بہشت میں نہیں جاتا ہے۔ بلکہ اپنے اعمال سے بہشت میں جاتا ہے۔ اگر مسلمان نیک عمل کرے اُسے بہشت ملیگی۔ بدعمل کرے دوزخ میں جائیگا۔ یہی حال کافر کا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگ مانتے ہیں مگر اس کے قائل نہیں ہیں کہ کافۃ انام کا فرض ہے کہ اس دین میں داخل ہوں۔ کہتے ہیں کہ تمہارا دین بھی حق ہے۔ اور ہمارا دین بھی حق ہے۔ جس دین میں انسان ہو نیک عمل کرنا چاہیے۔

"کہتے ہیں کہ سکیامنی نے کہا ہے کہ میرے پیچھے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئینگے انہیں سے آخری کا نام جان کسبہ ہوگا۔ یہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے یتیم رہ جائیگا۔ اس کا دین تمام دنیا پر پھیلے گا۔ جس وقت وہ مبعوث ہو تمام خلایق کو اُسکی اطاعت فرض ہوگی۔ اور وہ امت سعادتمند ہوگی جو اُس کے اوپر ایمان لانے میں

سبقت کرے۔ میں اپنی امت کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ظہور کے زمانہ تک نسلاً بعد نسل میری یہ وصیت ایک دوسرے کو کرتے رہیں۔ اور صورت اس پیغمبر کی ایسی ہوگی اُسنے ایک صورت دی ہے کہ سب اُسے یاد رکھیں۔ اس صورت کا بت پیدا ہوگا۔ اس کے سامنے کل خلایق اس پر ایمان لائیں۔ اس زمانہ میں تمام بت خانوں میں وہ اصلی بت ہے جسے سامنے بٹھلاتے ہیں۔ اور کل دوسرے بتوں یا تصویروں کو اُس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ اسی جان کسبہ کی صورت ہے۔ جان کسبہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جو کچھ سکیامنی نے کہا ہے وہ ہمارا پیغمبر ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ سکیامنی نے یہ کہا ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے بعد آئیگا اور اس ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے اب تک صرف تھوڑی تعداد میں پیغمبر پیدا ہوسے ہیں اور اکثر ابھی پیدا نہیں ہوسے۔ میں نے اپنی طرف سے بہت اصرار کیا کہ پیدا ہو چکے ہیں۔ مگر انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

ردنگہ میں جو تبت کی معتبر ترین ولایت ہے۔ جہاں ماہ فرفیس پیدا ہوتی ہے میں نے بادشاہ چین کا نشان خط چینی میں دیکھا۔ اُس کے ایک گوشہ میں اس کے مضمون کو خط تبت میں لکھ دیا ہے۔ اور دوسرے گوشہ میں بلفظ فارسی پاکیزہ خط نسخ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت بادشاہ خلایق کے لیے نیکی ارسال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین ہزار سال سے زیادہ گذرے کہ سکیامنی نے اس مذہب کو شائع کیا۔ اور ایسی باریک باتیں بتلائیں جنھیں ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ مجھے اس حد تک یاد رہا۔ باقی امور متعلق مرمت بت خانہ ہیں۔ مقصود یہ کہ تاریخ میں بھی سکیامنی کو تین ہزار سال سے زیادہ بتلایا جاتا ہے۔ اس نشان میں تاریخ درج ہے جو غیر تاریخ ہجری ہے جو ہمارے درمیان رائج نہیں ہے۔ مگر نشان کی ظاہری فرسودگی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نشان کو ابھی ایک سو سال نہیں گذرے ہیں۔ میں ردنگہ میں ماہ ربیع الاول ۹۴۰ھ ہجری (۱۵۳۳ء) گیا تھا۔

قطاس صحرائی ایک جانور ہے نہایت مہیب اور ضرر رساں۔ اگر کسی پر حملہ

کرے تو موت کے سوا اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ خواہ سینگھ مارے۔ یا لات مارے یا نیچے گرائے اگر اس کا موقع نہ ملے تو زبان سے انسان کو اوپر اچھال دیتا ہے اس سے آدمی بیس گز کے قریب ہوا پر چلا جاتا ہے۔ وہاں سے جب گرتا ہے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایک قطاس بارہ گھوڑوں کا بوجھ ہوتا ہے۔ ایک آدمی اس کے شانے کو کسی طرح اٹھا نہیں سکتا۔ میں نے ایک قطاس کا شکار کیا۔ اور ستر آدمیوں کے درمیان اس کا گوشت تقسیم کیا۔ ہر شخص کے حصہ میں اتنا گوشت آیا کہ ان کے لیے چار دن کے واسطے کافی ہوا یہ جانور بغیر زمین تبت کے دوسری جگہ نہیں ہے۔

ماہ ذی الحجہ ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۱ء) خان غزوات تبت کی طرف متوجہ ہوا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حد شمالی تبت جس سے مراد بالتی سے ہے ولایت بالتی بلور اور بدخشاں کے ساتھ منتہی ہوتی ہے۔ اور شرق زمستانی ولایت یارقند کا ہے اسکا مغرب کشمیر ہے۔ اسکندر سلطان کو میرے ساتھ اس مہم پر نامزد کیا۔ اور خود براہ ختن بطرف التونجی تبت جس سے مراد ڈولپہ سے ہے متوجہ ہوا۔

میں اواخر ذی الحجہ میں روانہ ہوا۔ ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو نوبراہ میں پہونچا نوبراہ تبت کی ایک وسیع ولایت ہے۔ اس تمام ولایت میں ایک آدمی کو بھیجکر دعوت عام دی گئی۔ عوام میں سے اکثروں نے اطاعت قبول کی لیکن کل رؤسائے نوبراہ نے تمرد کیا اور سرکشی اختیار کی۔ ہر ایک نے قلعوں میں پناہ لی۔ انکا سب سے بڑا رئیس بور فستن قلعہ ہوندر میں جو اس ولایت کا سب سے بڑا قلعہ ہے پناہ گیر ہو گیا۔ میں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور چند روز اسباب قلعہ گیری مجانیق و تورا وغیرہ کا سامان کیا۔ جب روز معہودہ پر قلعہ کی طرف متوجہ ہوا بور فستن اس حملہ کی تاب نہ لاسکا۔ اہل قلعہ۔ قلعہ کو چھوڑ کر متفرق طور پر ادھر ادھر بھاگ پڑے۔ ہمارے آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ایک آدمی بھی جان سلامت نہیں لیجا سکا۔ بور فستن مع اپنے تمام آدمیوں کے قتل ہوا۔ مقتولوں کے سروں سے ایک منارہ تیار کیا گیا۔ تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو باقی قلعوں میں لشکر بھیج کر پوری طرح قبضہ کیا گیا یہاں سے ہم نے مربول کی طرف رخ کیا۔

ولایت مریول یعنی لداخ میں دو حاکم ہیں۔ ایک لتچو عذن اور دوسرا تاشی گن
دونوں ملازمت میں حاضر ہوئے۔ اس اثنا میں موسم خزاں شروع ہو گیا اس موسم
میں تمام ولایت تبت میں سردی اس حد تک پہونچتی ہے کہ اگر اُس کی شدت کو
مغولستان کی سردی سے نسبت دی جائے تو چلہ زمستان کی حالت سے اُس کا
کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امرانے جو ہمراہ تھے باہمدیگر سرگوشیاں شروع کردیں کہ
ولایات تبت میں سے کون سی اچھی جگہ ہے کہ جہاں زمستان کی بھی سختی نہ ہو اور
جانوروں کا چارہ بھی آسانی سے ملتا ہو۔ لوگوں نے کہا کہ اس ملک میں ایسی کوئی
جگہ نہیں ہے۔ بالآخر رائے یہ قرار پائی کہ زمستان کشمیر میں رہنا چاہیے۔ اگر فتح ہو جائے
تو بہت اچھا ہے ورنہ زمستان گذار کر آغاز بہار میں واپس چلے آئیں۔ جب کہ
یہ امر اقرار ہو گیا تو مریول سے اور اُن اطراف سے لشکر تبت مرتب کیا گیا اس سے
اپنے لشکر کا اضافہ کر کے میں کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔

اس اثنا میں ابدال قلی یساول جو کہ معتمدان حجاب خانی سے تھا پہونچا اور
خبر لایا کہ خان بھی اس طرف پہونچ گیا ہے۔ راہ میں وہ تکلیف جو کہ خاصہ اس ملک کا
ہے۔ خان کے مزاج میں سرایت کر گئی ہے منتظر ہے کہ تم بسرعت تمام حاضر ہو جاؤ میں
اسی وقت لشکر کو اسی جگہ پر چھوڑ کر روانہ ہو گیا

پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ خان براہ ختن بطرف ڈوبپہ آنے کا قصد رکھتا تھا اور
مجھے بطرف بالتی بھیجا تھا۔ اُس وقت گرمی کا موسم تھا۔ خان ایک مہینے کی راہ کو کوہ ہائے
ختن سے طے کر کے موسم خزاں میں ان اطراف میں پہونچا۔ لوگوں نے جنھیں اس
ملک کے حالات سفر کا تجربہ تھا عرض کی کہ دیر ہو گئی ہے اس کے بعد تمام ندی نالے
اور کوہیں یخ بستہ ہو جائیں گی پانی بھی دستیاب نہ ہو گا۔ ہیزم بھی اس قدر اس
ملک میں نہیں ملتی کہ یخ پگھلا کر جانوروں کو سیراب کیا جا سکے۔ اگر بڑی کوشش کیجائے
تو فقط اس صحرائی کا گوبر اس مقدار میں ملتا ہے کہ فی الجملہ شوربا تیار کیا جا سکے اسی باعث
سے قبل ازیں چند لشکر اس راستہ میں تباہ ہوئے ہیں۔ ان مشکلات کا حال معلوم
ہونے پر خان نے کہا کہ فتح تبت کا قصد کیا جا چکا ہے۔ اگر اس میں اس وقت معذوری

ہے تو مناسب یہ ہے کہ مرزا حیدر کے پیچھے چلے جائیں اور اُس جگہ فہم غزوہ کو سرانجام
دیویں۔ ختن سے واپس ہوا اور جس راستہ سے کہ میں آیا تھا تبت کو روانہ ہوا۔ راستہ
میں خان کا مزاج بوجہ دم گیری حد اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ چند روز
بیہوش رہا۔ اور زندگی کی امید بہت تھوڑی سی رہ گئی۔ اطبا ملینیات استعمال کرتے
تھے۔ جس وقت تلیین طبعی ہو جاتی تھی ہوش میں آجاتا تھا۔ بعد ازاں پھر بیہوش
ہو جاتا تھا۔ اُس وقت امرا اور ارکانِ دولت سے کہتا تھا کہ چونکہ غزوات کے
لیے مزاج کی قوت نے وفا نہیں کی ہے اس سے عزیمت میں قصور نہ ہونے
پاوے۔ جبکہ زندوں کی مصاحبت سے معزول ہو کر مُردوں کے فرقہ کے ساتھ
شامل ہو جاؤں گا مجھے اطمینان رہیگا کہ میں نے اسی راہ میں جان دیدی اور اپنے
ارادے کو نہیں توڑا۔ جب تک کہ ایک رمق جان بھی مجھ میں باقی ہے مجھکو دارالحرب
کی طرف چلاتے رہو۔ جس وقت جان باقی نہ رہے تمہارا اختیار ہے۔ ان
اوقات میں میری بابت دریافت کیا کرتا تھا ان دنوں میں جتنی مرتبہ ہوش میں
آیا اسی معاملہ میں تکرار کرتا رہا اور تعجب ہے کہ باوجود شدت مرض کے کسی جگہ
توقف نہیں کرتا تھا۔ اور بسبب کثرت برودت ہوا اور قلت پانی وسردی کی
شدت اور پانی وچارہ کی قلت کی وجہ سے بالفرض اگر کسی جگہ توقف بھی کرتا تو
مرض میں زیادہ سختی پیدا ہو جاتی۔ لہذا کوشش یہی رہے کہ جس طرح ہو سکے ایسے
مقام پر پہونچا جاوے کہ دم گیری کم ہو۔ کیونکہ جہاں دم گیری کم ہوئی ہوش آگیا

میں اُس کے پاس پہونچا۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد رو پڑا اور کہا کہ اس وقت
تمام دوستوں اور فرزندوں میں سے تیرے سوا کسی کا خیال میرے دل میں نہیں آیا
الحمد للہ کہ تجھے دیکھ لیا۔ اب میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی

اس کے بعد ساعت بساعت صحت اور قوت طبیعت زندگی کے قریب تر
ہوتی گئی۔ نوبراہ میں پہونچے تو مزاج میں بالکل صحت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ نوبراہ تک
سوار آیا۔ بعد ازاں تمام امرا کو حکم دیا کہ اہل نوبراہ نے مزاحمت اور فساد میں کوئی دقیقہ
باقی نہیں رکھا۔ اس وجہ سے نوبراہ میں ٹھہرنا مصلحت نہیں ہے اس لیے مریول میں

آگیا۔ ٹاسنگ گون نے ملازمت میں توقف کیا اس باعث سے اُس کا ایک قلعہ لینے کے بعد اُسے قتل کیا اور جب تک کہ میں کشمیر سے واپس ہو کر اُس جگہ حاضر ہوا اُسی کو اُس نے اپنا صدر مقام رکھا۔

۴۔ سلطان سعید خاں کا حملہ بلتستان

خاں کے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی۔ مریول میں اس کی گنجایش نہ تھی مصلحت ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ جو جس کے منھ پر آیا اُس نے کہا میں نے عرض کی کہ جہاں تک دریافت سے معلوم ہوا حدود تبت میں ایک ہزار سے زیادہ آدمی گذارہ نہیں کر سکتے اور ایک ہزار جوان کی موجودگی میں یہاں کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اس سے زائد لشکر کے لیے کشمیر کے سوا اور کہیں جگہ نہیں ہے۔ چونکہ کشمیر کے راستہ میں پہاڑی درے زیادہ ہیں۔ اور ان سے گذرنے کی قوت خاں کے مزاج میں سردست نہیں ہے بہتر ہوگا کہ ہزار جوان کے ساتھ خان بالتی کی طرف متوجہ ہو۔ اس ملک میں دم گیری کا اندیشہ نہیں ہے۔ اور پہاڑی درہ بھی نہیں ہے۔ اور مجھے زائد لشکر کے ساتھ کشمیر جانے کا حکم دیدیا جائے کہ زمستان کشمیر میں بسر کروں بہار میں جو کچھ مصلحت ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔ خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ چار ہزار جوان میرے ساتھ کشمیر روانہ کیے میر دائم علی۔ بابا ساریق مرزا۔ اور چند دیگر معتبران خاص کو میرے ساتھ کر دیا۔

خان موسم سرما میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چوپان بالتی نے تردد اختیار کیا۔ بہرام چو کی رہنمائی سے پہلے قلعہ شگر کو جو کہ تمام بالتی کا دار الملک ہے اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں اور مال لشکر فاتح کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا اس کے فتح کرنے سے خان نے دریغ نہیں کیا البتہ محکم قلعوں اور دروں کو چھوڑ دیا۔

زمستان میں بوجہ کثرت برف کشمیر سے آمد و رفت بند رہی۔ میری طرف سے کوئی خبر خان کو نہیں پہونچی اس سے بڑا تردد پیدا ہوا۔ اواخر زمستان میں کشمیر سے آدمی بھیجے گئے۔ اور اخبار فتح پہونچائیں۔ اس سے تردد دور ہوا اوائل بہار میں خان بالتی

سے واپس ہوا۔ لیکن ہم نوبراہ جس کا انتظام میں نے کر دیا تھا اور خان کے اوپر چھوڑا
تھا اُسے خان نے قنبر کو کلداش کے ذمہ کیا۔ اُس نے اُس تمام ولایت کو خراب کیا۔
کیونکہ ان لوگوں نے تمرد کیا۔ اور محکم مقامات میں چلے گئے۔ قنبر کو کلداش نے ان سب کو
تسخیر کیا۔

۵۔ مرزا حیدر کا حملہ کشمیر

میں نوبراہ سے مع امراء اور لشکر جو بیگ جوکر خان نے میرے ساتھ کیا تھا حدود
ریول میں پہونچا اور اپنے لشکر کے ساتھ ملا۔ اور اُسے ہمراہ لے کر متوجہ کشمیر ہوا۔ راستہ
کے کل روسائے تبت نے اطاعت اور فرمانبرداری قبول کی۔ اور اپنا لشکر لے کر
ہمارے عساکر منصورہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور تبت بالتی سے بعض اقوام جو کشمیر
کے راستوں پر آباد ہیں۔ ہماری راہبر اور مقدمہ لشکر بن گئیں اور فصل خزاں کے
وسط میں ماہ جمادی الثانی ۹۳۹ھ ہجری (۱۵۳۲ء) درہ کشمیر سے جس کا نام زوجی لا
ہے حدود کشمیر میں داخل ہوا۔

قبل ازیں ملکان کشمیر نے لشکر کی روانگی کی خبر سن لی تھی۔ اور پرگنہ لار کے تنگ
راستہ کو انھوں نے روک لیا تھا۔ ہم جب درہ سے گذر آئے تو ہم نے تمام لشکر میں سے
چارسو واقفکار اور جہاندیدہ و تجربہ کار آدمی منتخب کئے اور انھیں مقدمہ میں بھیج دیا اور
اس کی سرداری پر قربان بہادر قالوجی کو جس کا نام یادل کاشغر کے ذکر میں مذکور ہے
مقرر کیا۔ جب تنگ موقع پر پہونچے لشکر کشمیر یہاں موجود تھا۔ اور ایک جماعت تنگی
کے اس طرف کشمیری مقدمہ کے طور پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صبح کے وقت ہمارا مقدمہ اس جماعت
کے سر پر پہونچا۔ یہ جماعت فرار ہو کر ایک طرف روانہ ہوئی ہمارے مقدمہ نے اُسکا تعاقب کیا
لشکر کشمیر کو یہ خبر پہونچی تو راستہ کو روکنے کا سامان اُن سے نہ ہو سکا اور وہ بھی فرار ہو گئے
ان کے پیچھے ہم بھی پہونچ گیا اور تمام لشکر اس تنگ جگہ سے بڑی آسانی کے ساتھ گذر گیا
دوسرے دن لشکر کشمیر کے اوپر ہمارا نزول ہوا۔

اس موقع پر اوضاع کشمیر اور کشمیر کے حکام و سلاطین کا بیان کرنا ضروری معلوم
ہوتا ہے تاکہ اصل حکایت زیادہ واضح اور روشن ہو جائے۔

کشمیر دنیا کے بڑے ملکوں میں سے ہے اور مختلف قسم کے لطائف اور عجائب وغرائب کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہے اور اس لئے مختلف زبانوں میں اُس کا ذکر ہے۔ آج بماہ محرم الحرام ۹۵۰ھ ہجری (۱۵۴۳ء) میں اس تمام پاکیزہ ملک کے اوپر متصرف ہوں اور اس ملک کی تمام عجائبات کا مشاہدہ میں نے بچشم خود کیا ہے جو کچھ میں لکھتا ہوں چشمدید لکھتا ہوں۔

مرغزار کشمیر لداخ سے مغرب کی طرف واقع ہے جس قدر حصہ اس کا ہموار ہے طولاً قریب ایک سو کروہ یعنی ۳۳ فرسخ ہے اور عرض میں بعض مقامات پر بیس کروہ اور کمتر مقامات پر دس کروہ ہے۔ اس محدود رقبہ کے اندر اراضیات چار قسم پر منقسم ہیں زراعت آبی۔ بارانی۔ باغ اور بنجر چوتھی قسم بنجر میں سہ برگہ اور بنفشہ انواع اقسام کے پھولوں کے ساتھ اُگا ہوا ہے اس رقبہ میں بوجہ رطوبت زراعت اچھی نہیں ہوتی ہے اس لیے اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور یہ خود اس ملک کے لطائف میں سے ہے۔ گرمی کے موسم میں ہوا کی حرارت اس ملک میں کمال لطافت رکھتی ہے چنانچہ پنکھے کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔ روح کو تازگی دینے والی نسیم ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ زمستان کی سردی کمال اعتدال میں رہتی ہے باوجود کثرت برف کے پوستین کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس ملک کی سردی حرارت عزیزی کو تازہ کرتی ہے اور دھوپ کی تاب نہیں ہوتی ہے۔ لیکن آگ کی حرارت سے طبیعت کو انکار نہیں ہوتا۔

شہر میں اور اطراف میں عالیشان عمارتیں بہت ہیں۔ بعض پنج منزلہ ہیں ہر ایک منزل میں کمرے مجرے۔ ایوان اور غرفے بنائے جاتے ہیں۔ غرفے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں اور نہایت خوش نما معلوم ہوتے ہیں۔ بازاروں کی سڑکوں اور شہر کے کوچوں میں گڑھے ہوئے پتھروں کا فرش ہے۔ لیکن بازاروں کی وضع شہروں کے دستور کے مطابق نہیں ہے۔ دوکانوں میں بزازی اور خوردہ فروشی کے سوا اور دوکانیں نہیں ہوتی ہیں۔ اہل حرفہ اپنے اپنے مکانوں کے گوشہ میں کام کرتے ہیں بقالی عطاری وغیرہ اور میوہ فروشوں اور عطر فروشوں۔ شربت فروشوں

اور کھانے پینے کی چیزوں کی دوکانیں جو بازاروں کی زینت ہیں اُن کے بالاخانہ پر رکھنے کا دستور نہیں ہے۔ شہر کی آبادی بڑے شہروں کے برابر ہے۔

میوہ جات میں ناشپاتی۔ شہتوت۔ اور گلاس۔ آلو بالو کے سوا تمام میوہ جات پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن سیب بہت اچھا ہوتا ہے۔ میوہ نہایت کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کشمیر میں توت بہت ہے اُس کے پتوں سے ابریشم لیتے ہیں۔ مگر اُس کے کھانے کا دستور نہیں ہے بلکہ عیب سمجھا جاتا ہے۔ دیگر میوہ جات اپنے وقت پر اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ خرید و فروخت کا دستور کمتر ہے باغ اور غیر باغ برابر ہیں۔ باغات میں دیوار کم ہوتی ہے اور میوہ جات اٹھانے سے روکنے کا دستور نہیں ہے۔

عجائبات کشمیر میں سب سے بڑھکر اُس کے بت خانے ہیں جو کل کشمیر میں ڈیڑھ سو یا اس سے زیادہ ہوں گے۔ یہ عمارتیں گڑھے ہوئے پتھروں کو نیچے اوپر رکھکر تیار کی گئی ہیں گارے کا استعمال بالکل نہیں کیا گیا۔ چونے کے بغیر سوکھے پتھروں کی درازیں اس کے ساتھ ملائی ہے کہ کاغذ بھی ان کے درمیان نہیں جا سکتا۔ ہر ایک پتھر تین گز سے آٹھ گز تک لمبا ہے اور حجم اُس کا ایک گز ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے بڑے پتھر کس طرح اٹھا کر لائے گئے اور کیونکر عمارت کے اوپر چڑھائے گئے۔

ان بت خانوں میں سے اکثر احاطہ کی صورت میں مربع بنے ہوئے ہیں۔ انکی بلندی بعض مقامات پر تیس گز تک ہو گی۔ اس احاطہ کا ہر ایک ضلع کم و بیش تین سو گز ہو گا۔ اندر کی طرف ستون لگائے گئے ہیں ستونوں کے ماتھے مخروطی اور مربع بنائے ہیں۔ انکے اوپر تکیے رکھے ہیں۔ اکثر ستون اور اُن کے ماتھے پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے بنے ہوئے ہیں اور محرابوں کو جو چالیس پچاس گز لمبی ہیں۔ دو دو ستونوں کے اوپر قائم کیا ہے پہلو کے کمروں کو ایک ایک ٹکڑے کے چار ستونوں پر قائم کیا ہے۔ یہ پیش طاق اندرونی باہر سے دو ایوان کی شکل پیدا کرتا ہے۔ اس کے اوپر پتھر کے ایک ٹکڑے یا دو ٹکڑوں کی چھت ہے۔ ہر ایک ایوان کا طول بیس گز اور عرض سات آٹھ گز ہے۔ عمارت کے ہر ایک حصہ پر ایسی پاکیزہ نقاشی ہے اور ایسے لطیف نقوش اور تصاویر بنی ہوئی ہیں جن کی شرح نہیں ہو سکتی۔ بعض صورتیں ہنسی کی اور بعض رونے کی بنائی ہیں کہ آدمی

حیران رہتا ہے۔ درمیان میں اونچی کرسی پتھر سے تراشی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر گنبد ہے جو تمام تر پتھر کا ہے اس کی شرح میں تقریر عاجز اور بیان قاصر ہے۔ دنیا بھر میں اس قسم کی عمارت نہ دیکھی گئی ہے نہ سنی گئی۔ چہ جائے کہ یہاں ایسی عمارتیں ڈیڑھ سو موجود ہیں۔

شرق کشمیر میں برنگ نام ایک ولایت ہے۔ وہاں ایک پشتہ ہے اس کے اوپر حوض کی وضع کی پستی ہے۔ اُس پستی کی تہ میں ایک سوراخ ہے۔ سردی بھر خشک رہتا ہے۔ بفصل بہار کے آنے کے ساتھ ہی اُس میں پانی اُبلنے لگتا ہے اس طرح کہ دن میں دو بار یا تین بار پانی جوش مارتا ہے۔ جب حوض بھر جاتا ہے ایک یا دو پن چکی کا پانی اس پشتہ کی اطراف سے باہر گرتا ہے۔ پھر ٹھہر جاتا ہے اور سوراخ کے بغیر کسی اور جگہ پانی باقی نہیں رہتا ہے۔ بفصل گرما کے گزرنے کے بعد تمام سال خشک رہتا ہے۔ اس سوراخ کو ہر چند پر کیا اور گچ اور چونا ڈال کر مضبوط کر کے بند کیا لیکن اپنے وقت پر وہ سب کچھ نکال کر باہر کر دیتا ہے۔ اور جیسے کا تیسا ہو جاتا ہے۔ کسی طرح اسے بند نہیں کر سکے۔ (یہ چشمہ اب تک اسی طرح کام دے رہا ہے۔ مگر زمانہ اجراء مسلسل جاری رہتا ہے اور اس کے پانی سے آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے)

کشمیر میں ایک بڑا موضع ناگام ہے اس میں ایک درخت ہے۔ اُس کی بلندی بدرجہ غایت ہے۔ یہاں تک کہ اگر آدمی تیر مارے تو شاید ہی اُس کی چوٹی تک پہونچے اس عظمت و شان کے باوجود اگر ایک باریک شاخ پکڑ کر کوئی اُسے ہلائے تو تمام درخت ہلنے لگتا ہے۔

کشمیر کی ایک ولایت دیوسر ہے۔ یہاں ایک چشمہ حوض کی طرح کا آٹھ گز مربع ہے اس کے اطراف میں سایہ دار اور سرسبز درخت نہایت پاکیزہ واقع ہیں اس چشمہ کی خوبی یہ ہے کہ کوزہ میں چاول ڈالتے ہیں۔ اس کے مُنھ کو محکم کر دیتے ہیں۔ اور اُس شخص کا نام کوزہ پر لکھ دیتے ہیں۔ پھر اُس کوزہ کو چشمہ کے اندر ڈال دیتے ہیں۔ یہ کبھی نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کبھی اسی طرح رہتا ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد باہر نکل آتا ہے اس کا وقت معین نہیں ہے جب باہر نکلتا ہے۔ چاول پختہ اور گرم نکلتا ہے اسے فال نیک سمجھا جاتا ہے۔ کبھی متغیر نکلتا ہے اور کبھی مٹی اور ریت نکلتی ہے اور اُس کے اندر

جو کچھ ہوتا ہے وہ گندہ اور خراب ہوتا ہے اُسے فال بد سمجھا جاتا ہے۔

کشمیر میں ودتو نام ایک جھیل ہے۔ اُس کا گرد وہ سات فرسخ ہے زین العابدین سلطان کشمیر نے اُس کے درمیان ایک عمارت بنائی ہے۔ پہلے پانی میں پتھر ڈالے اُس کے اوپر چبوترہ دو سو گز مربع تیار کیا جو دس گز بلند ہوگا۔ اس میں بہت اچھے پتھر لگائے گئے ہیں اس کے اوپر ایک نہایت عمدہ اور خوشنما عمارت بنائی ہے اور درخت نہایت خوبی کے ساتھ لگائے ہیں۔ واقعی ایسی عجیب و غریب عمارت تمام دنیا میں کم ہوگی۔

"اسی سلطان زین العابدین نے اپنے واسطے شہر میں ایک عمارت بنائی ہے جسے کشمیری راجدان کہتے ہیں۔ اس کی بارہ منزلیں ہیں۔ بعض منزلوں میں پچاس کمرے۔ حجرے ایوان اور غرفے ہیں۔ دنیا میں کوئی عمارت اس وقعت اور عظمت کی مثل کوشک ہشت بہشت سلطان یعقوب تبریز میں و نوشک باغ راغان و باغ سفید و باغ شہر واقعہ ہرات، اور کوک سرائے و عاق سرائے و باغ دلکشا و باغ بولا واقعہ سمرقند اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی لیکن سیاق و لطافت کی وضع جو ان عمارتوں میں ہے اس کشمیری عمارت میں نہیں ہے"

"عجائبات کشمیر کے بیان سے پیشتر اپنی فوج کشی کے حالات میں نے یہاں تک لکھے ہے کہ تنگ راستہ سے گذر کر ہم شہر میں پہونچ گئے۔ اور لشکر کشمیر متفرق ہوگیا اور شہر والے اپنے مکانات چھوڑ کر کوہ و دریا کی طرف چلے گئے اسباب اُن کا سب گھروں میں پڑا رہا۔ میں نے راجدان میں جس کا ذکر ہوا قیام کیا۔ چند روز تک کسی کی طرف سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوا۔ چھبیس روز میں اسی جگہ ٹھہرا کہ گھوڑے اور سوار تازہ دم ہوگئے۔ لشکر کشمیر جنوب شہر میں دو فرسخ کے فاصلہ پر ظاہر ہوا۔ اہل رائے نے یہ مصلحت دیکھی کہ حفاظت شہر سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم کو باہر نکلنا چاہیے تاکہ مقابلہ کے لئے موقع مناسب ہاتھ آئے۔ چونکہ کشمیر کا لشکر تعداد میں اور نیز آلات حرب میں ہم سے پُر قوت اور پُر قدرت ہے۔ اسے صرف حکمت عملی سے توڑا جا سکتا ہے لہذا شہر سے کوچ کر کے اُن کے لشکر کے سامنے سے گذر کر بجانب

شرق بگلہ نام ایک جگہ پر ہم نے قیام کیا۔ جمادی الآخر سے شعبان تک ہم بھاگتے پھرتے رہے۔ اس سبب سے لشکر کشمیر مغرور ہو کر دلیر ہو گیا۔ اس حد تک کہ ہم پہلے کوچ کرتے تھے ہمارے پیچھے وہ کوچ کرتے تھے۔ آخر الامر موضع باغیوں میں نسیم فتح و فیروزی نے چلنا شروع کیا اور دشمن کے سر پہ خاک ادبار پڑنے لگی۔

ملکان کشمیر کا سرگروہ ملک علی جاڈٹی مع دوسرے ملکان معتبر کے مطیع ہو گیا۔ اور سرگروہ جماعت معدوم ہو گئی۔ باقی لشکر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ اس وقت تقدیر الٰہی سے میرے ہاتھ سے ایک ایسا عجیب کام واقع ہوا کہ مرزا علی طغائی کی شیطنت اور خبث طبیعت معلوم ہوئی۔

مرزا علی نے صلاح دی کہ پہاڑ کے اوپر جو جماعت نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس جگہ محکم ہوگی دور اندیشی سے بعید ہے کہ ہم پہاڑ کے اوپر جا کر جنگ کریں۔ لشکر مخالف کے تباہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے سرکوب کے ساتھ ہم کشمیر جائیں۔ ناچار اس کی محافظت کے لیے ان کے کوچ کو نیچے اترنا پڑیگا۔ ان کا جو کوچ ہم سے نیچے آجائیگا اپنے سرکوب کے ساتھ مل جائیگا۔ باقی معدودے چند رہ جائیں گے اور ان کی جمعیت متفرق ہو جائیگی اور لڑائی کی ضرورت نہ رہیگی اس نے اپنی شیطنت مخفی رکھی اور درست راستہ کی طرف سے میری نظر پر پردہ ڈال دیا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر دیا کہ علی الصباح نیچے چلا جاؤنگا میر دائم علی نے رات کے وقت مجھ سے کہا کہ اس جماعت مخالفان کو پراگندہ کر دیا ہے انھیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ میں متردد کھڑا ہو گیا۔ مرزا علی نے پوچھا کیوں کھڑے ہو گئے۔ میر دائم علی نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے بیان کر دیا۔ مرزا علی نے منافقت سے میری طرف دیکھا اور کہا کہ مصلحت کا بدلنا بچوں کا کام ہے۔ مصلحت وہی ہے جو کہ مقرر کر دی گئی ہے۔ مصلحت میر دائم علی کہ عین صواب تھی میں نے چھوڑ دی اور اس بدکیش کی بات کو جو عین خطا تھی میں نے اختیار کیا اور وہاں سے کوچ کر کے حدود ناگام میں پہونچا۔ دوسرے پڑاو پر خبر آئی کہ اس طرف لشکر کے جانے کا راستہ نہیں ہے میں جاڈورہ نام موضع میں ٹھیر گیا اس کوچ کرنے سے لشکر کشمیر کو پوری فراغت مل گئی جو لوگ اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے وہ بھی جمع ہو گئے۔ اور پہاڑ کے اوپر سے اتر کر ایک

محکم مقام پر مورچہ تیار کر کے جم گئے۔ یہ واقعہ ۹ شعبان فصل بہار کا ہے۔ مرزا علی خبث باطن سے اچھے آدمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالتا تھا اور فتح کشمیر کی شرح اور اس کی توضیح بیان کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے اصحاب لشکر کے دل کو کشمیر کی طرف سے کلیتہً پھیر دیا۔ ماسوائے میر دائم علی کے جس کے اوپر اُس خبیث کا خبث کارگر نہیں ہوا تمام روساے لشکر مغول نے میر دائم علی کی خدمت میں متفق ہو کر ظاہر کیا کہ مرزا حیدر سے غرض کہ ہم مغول ہیں ہمیشہ مہمات مغول میں مشغول رہتے ہیں۔ ہیں الفت اور اُنس ایسے صحرا کے ساتھ ہے جہاں کوئی آبادی نہ ہو۔ قہقہہ چند دیوانہ کو بلبل باغی کے ترانے کے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے مرز و بوم میں بوم شوم کی طرح اپنا گھر ہم نے نہیں بنایا ہے۔ ہمارے مصاحب جنگلی بھیڑیے اور ہمارے حریف جنگلی سور پہاڑوں کی چوٹیاں ہمارے دل پسند مسکن اور کتوں و درندوں کے چمڑے ہمارا لباس جنگلی جانوروں اور پرندوں کا گوشت ہماری خوراک اور کافران بیہوش ہمارے دریا میں کشمیر میں جو نمونہ فردوس اعلیٰ ہے ہم کس طرح ٹھہر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر سے کاشغر تک مسافت بہت زیادہ ہے اور راستہ کی سختی اس کے علاوہ ہر کوچ دینہ و گلہ در یہ بہت دور ہے۔ اس گلہ سے دور رہکر ہمیں اپنی زندگی کا لطف نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ان مہمات و لشکر و عساکر کو ویران کر کے خان کے پاس چلے جائیں اگر خان ہمیں قتل بھی کرے تو ہماری لاش کو ہمارے آدمی لیجائیں گے۔ مغولستان کے سوا اور کسی طرف جانے کی ہمیں تمنا نہیں ہے۔ میں اُن کے اطوار دیکھکر حیران رہ گیا۔

میر دائم علی سے میں نے کہا کہ اگر کشمیر کے ضبط و ربط میں تساہل ہوا یہ لوگ وہ حرکت کریں گے جس سے سلطنت کی بنیاد اکھڑ جائے گی۔ میر دائم علی نے جواب دیا کہ خان نے کہا ہے کہ علی طغائی امور سلطنت میں اکثر تساہل کرتا ہے بارہا اس جرم کے لیے اسے معذور سمجھ کر رحم خسروانہ سے اُس کی حرکات کی پردہ پوشی کی جارہی ہے۔ اس دفعہ بھی عادت بیہودہ کے مطابق اس نے اعادہ کیا ہے میرے بیٹے اسکندر خاں خورد کے ذریعے اسکا خاتمہ کردو۔ اُس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو کچھ اس نے کیا اس کی گردن پر ہے جب

چھوٹے خاں کو اُس کے قتل کرنے کا حکم دیدیا جائے تو کسی کو خباثت اور نفاق کی مجال نہ ہوگی اور ایک کشمیر کا وہ حصہ جو ابتک خوانین مغل کے ضبط تصرف میں نہیں آیا ہے اطاعت قبول کریگا۔ اور اُس کی نیک نامی دنیا میں تمھاری طرف عائد ہوگی میں نے جواب دیا کہ دس سال ہوتے ہیں کہ بندگان خان نے مہم لشکر و امور عساکر تمام و کمال مجھے سپرد کیے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک تمام مہمات خیر و خوبی کے ساتھ انجام پاتی رہی ہیں کوئی امر جس پر حرف گیری ہو سکے وقوع میں نہیں آیا۔ اگر یہ امر واقع ہو تو اس کا نقصان میری طرف عائد ہوگا اور قانون شرع میں بھی یہ ناروا ہے۔ اور جب میں نے تامل و غور سے دیکھا تو ان دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا ایک قتل مرزا علی طلائی اور فتح کشمیر۔ دوسرے نہ مارنا اور کشمیر سے واپس ہونا پس کشمیر چھوڑنے پر میں راضی ہوا اور ملوک کشمیر کے ساتھ مصالحت کی بنیاد رکھی عقلمندوں کی نصیحت کو میں نے نہیں مانا جس کا وبال آخر میں مجھے اُٹھانا پڑا۔

ملک علی مقتول کے بعد اُس زمانے میں سلطنت کشمیر محمد شاہ کے نام پر تھی۔ ملک ابدال ماگرے و حسن چک و لوہر ماگرے اور ریگی چک بھی تھے ان کے ساتھ صلح کی گفتگو کی گئی تو انھوں نے باور نہیں کیا کہ ملک کے چھوڑنا کس بیوقوف کا کام ہو سکتا ہے۔ الغرض سکہ اور خطبہ خاں کے نام نامی کے ساتھ مزین کیا۔ کشمیر کا مال جو مغول نے لے لیا تھا چھوڑ دیا۔ اور محمد شاہ کی ایک شاہزادی اسکندر سلطان کے واسطے لی اور مغول کے دستور کے مطابق دوستی قائم کی گئی میر دائم علی نے ابدال ماگرے سے اور مرزا علی طغائی نے لوہر ماگرے سے اور بابا سادیق مرزا نے کاجی چک سے اور میرے چچا زاد بھائی محمود مرزا نے ریگی چک سے ملاقات کی اور باہم گر تحفے تحائف کا لین دین ہوا۔ اور شوال کے آخری دن براہ لار جس راستہ سے کہ ہم آئے تھے واپس روانہ ہوئے۔

جب حدود تبت میں پہونچے تو اہل تبت نے استقبال کیا اور پیشکش لائے۔ لیکن اہل کرتے جو تبت کی ایک ولایت ہے اس ولایت میں ایک تنگ اور بلند درہ ہے یہ اس درہ کے گھنڈ پر تمرد سے پیش آئے۔ اور مال کے ادا کرنے میں انھوں نے

مقابلہ کیا۔ نماز ظہر کے وقت ان کے نزدیک ہم نے نزول کیا۔ ہر شخص نے رات کے وقت اسباب حرب کی تیاری کی۔ علی الصباح تمام لشکر مسلح ہوگیا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ سو مرتبہ لشکر اسلام کو اوپر سے پتھر گرا کر انھوں نے واپس کیا۔ آخر الامر تیر مر اسلام نے کفر کی بنیاد کو جو کوہ کے مانند تھی کاہ کی طرح اڑا دیا اور کفار میں سے اکثر قتل ہوئے۔ اور جو کچھ مال و متاع انکا تھا لشکر اسلام کے حصہ میں آیا۔ اس خوف سے تمام کفار جو کچھ کہ ان کے پاس تھا بطور پیشکش ولایت بوریگ میں لے آئے۔ یہ ولایت بھی تبت کی ایک ولایت ہے اسے لشکر میں برابر تقسیم کر دیا گیا چند نفیس چیزیں منتخب کر کے خان کے واسطے میں نے رکھ لیں اور مریول کی طرف روانہ ہوگیا۔

میں طرح طرح کی فتوحات کے ساتھ خاں کے پاس پہونچا۔ خان مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مصافحہ اور معانقہ سے میری عزت افزائی کی۔ اور تمام حالات دریافت کر کے حسب حال شکر عنایات خسروانہ میرے حال پر مبذول کیں کہ اس سے پیشتر خواقین جہانگیر کے درمیان چنگیز سے لے کر آج کے دن تک کسی کا ہاتھ کشمیر کے تسلط پر نہیں پہونچا۔ اب تمہاری کوشش سے مساجد کشمیر کے منبر خواقین مغول کے القاب سے مزین ہوئے اس امر عظیم کی بنا پر تمہاری منت خواقین مغول پر فرض عین ہے

میں لشکر سے آگے چلا آیا تھا۔ جملہ امرا اور اسکندر سلطان دوسرے دن خان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مال کشمیر اور چند سکہ جات نقرہ و طلا جن کے اوپر خان کا نام مسکوک تھا خدمت میں پیش کیے۔ ان سب کو خان نے قبول کیا اور حسب عادت تقسیم کر دیے لشکر کی داشت و پرداخت کی مراسم کے بعد امرائے معتبر اور ارکان دولت کو طلب کیا اور کہا کہ جس کسی کو کچھ کہنا ہو بولے۔ سب کی باتیں سن کر مجھے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہماری نیت صادق تھی کہ مہمات غزا یہاں تک سر انجام دیں۔ اور اسی کے سلسلہ میں بت خانہ اور سانگ کی تخریب بھی واقع ہو جو تمام چین کا قبلہ گاہ ہے۔ اور بادشاہان اسلام میں سے کسی کو بھی اس کے اوپر دسترس نہ

میسر نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ کسی اہل اسلام کا گذر بھی وہاں نہیں ہوا ہو لیکن میری قویٰ
میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ مجھکو خدا کے سپرد کرو۔ اور میری طرف سے
کمر باندھکر اس بت خانہ کی تخریب کے لیے کوشش کرو۔ میں وطن کی طرف واپس جاتا
ہوں۔ جملہ امور تمھارے سپرد ہیں۔ مجھکو اور اپنے چچا کو چونکہ دونوں بڈھے ہو گئے ہیں
گوشہ عبادت میں چھوڑ دو۔ اور اس سلطنت کی مہات کو اختیار کرو تاکہ ہم دعاے خیر
سے تمھاری مدد کریں اور تم کار خیر سے ہماری مدد کرو۔ اور اس مضمون کا فرمان صادر
کیا کہ مرزا حیدر مختار ہے جسے چاہے اپنے ساتھ لیجائے۔

جب فرمان شاہی اس طرح صادر ہوا تو میں نے کل امراے کلاں کو واپسی
کی اجازت دیدی صرف بھائی عبداللہ مرزا اور چچا کے بیٹے محمود مرزا کو ساتھ لیا
اور جاتکہ مرزا دھبر کہ مرزا کو جن کا ذکر یسال کاشغر میں آچکا ہے اس لشکر میں مقرر
کر دیا۔ تمام لشکر سے ایک ہزار جوان میں نے منتخب کیے اور اس مہم پر میں متوجہ
ہو گیا۔

ذی الحجہ سے چھ دن گذرے تھے کہ روانگی کے دن تخلیہ میں خان نے مجھے
طلب کیا اور ملبوسات خاصہ میں سے جو کچھ کہ حاضر تھا مجھے عطا کیا۔ اور اس کے علاوہ
چند گھوڑے بھی عطا کیے اور ایک میان جید مع بیش قبض کے جو کہ خان کے اپنے
دست مبارک کی اختراع تھے اور نہایت نادر بنے ہوے تھے ایک غلاف میں
رکھکر دست خاص سے مجھے عطا کیے اور فرمایا کہ یہ میری دستکاری میں سے ہیں
برسبیل یادگار تمھیں سپرد کرتا ہوں کہ سلامت واپس آؤ اور اس امانت کو جو تبرک
کے طور پر تمھاری حفاظت میں سپرد کرتا ہوں مجھے واپس کرو اور فرمایا کہ ہر حالت
میں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور کل کام خدا کے ہاتھ میں سپرد کرنے چاہییں۔
تم کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ پھر بسلامت تمھارے ساتھ
ملاقی ہوں گا۔ امید ہے کہ اس امر میں تم پوری کوشش کرو گے۔ اور تمھاری
نیک نامی جو فتح کشمیر سے ہوئی ہے دوچند ترقی پائے گی۔ اس کی منت میری
جان پر ہے اس طرح کی طول طویل باتیں کیں اور مجھے اجازت دے کر خود

روانہ ہو گیا۔

(۶) سلطان سعید خاں کی لداخ سے واپسی اور موت

جبکہ مہات اور سانگ میرے سپرد کر کے خاں خود مریول تبت سے متوجہ یارقند ہوا۔ میں بطور مشایعت ایک منزل تک گیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ چار روز بعد خاں نے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ درہ ساگری سے گذرتے وقت طبیعت میں ضعف پیدا ہو گیا۔ بعد نماز عید الضحیٰ یہاں سے کوچ ہو گا۔ بعد عید الضحیٰ یہاں سے روانہ ہوا درہ مورازات سے گذرا۔ اس ہوائے دوزخ نشاں کی سمیت مزاج شریف میں سرایت کر گئی۔ مزاج میں انحراف پیدا ہو گیا۔ اس جگہ سے جہاں تک کہ مرض دم گیری پیدا ہوتا ہے آٹھ دن کا راستہ ہے امرا نے اتفاق کیا کہ تیزی اور سستی دونوں مضر ہیں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جہاں دم گیری کا مرض نہیں ہوتا ہے وہاں بہر حال پہونچ جائیں امرائے بدرائے نے جن کا سردار مرزا علی طغائی تھا بادشاہ کو اس مرض کی حالت میں گھوڑے پر سوار کر کے تیز چلایا۔ آٹھ دن کے راستہ کو چار روز میں طے کیا۔ نماز ظہر کے وقت اُس موقع سے جہاں مرض دم گیری کمتر ہوتا ہے تین فرسخ نیچے پہونچ گئے اُس وقت طبیعت کی قوت مرض کی شدت کی وجہ سے ساقط ہو گئی اور طبیعت بالکل مغلوب ہو گئی۔ اور اُس بادشاہ درویش نہاد صاحب عدل و داد کی روح پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ ۱۶ ذی الحجہ ۹۳۹ھ ہجری (۱۵۳۲ء) کا ہے۔

اس واقعہ کے بعد نامبارک زمانے نے عجیب و غریب شعبدے ظاہر کیے مرزا علی طغائی اور خواجہ شاہ محمد دونوں پکے شیطان تھے۔ انھوں نے آپس میں اتفاق کر کے یادگار محمد کو جو مرزا علی طغائی کا داماد تھا رشید سلطان کے پاس انتو میں بھیجا۔ اور کذب و باطل خاں مرحوم کے اوپر افترا کر کے ایک عرضداشت لکھی جسے خاں کی وصیت کا نام دیا کہ خاں نے بوقت نزع فرمایا ہے کہ مجھے غزوات تبت کا داعیہ نہ تھا۔ سید محمد مرزا اور مرزا حیدر نے اس سعی کی طرف مجھے تحریک کی۔ میں اپنے بیٹے عبدالرشید سے راضی نہ ہونگا جب تک کہ وہ انھیں قتل

نہ کریگا اور جب تک وہ زندہ ہیں انھیں سلطنت میسر نہ ہوگی۔ اور اسی قسم کے کلمات دروغ و مزخرفات جو سالہا سال سے ان کے دل میں تھے جوڑ کر ارسال کر دیے۔ ایک اور آدمی کو میرے چچا کے پاس بھیج دیا کہ خاں کا واقعہ اس طرح ہوا جو کچھ اشارہ ہو اُس کے مطابق عمل کیا جاے۔ اور اس پر قسمیں دیں اور سوگندہاے غلیظ درج کیں۔ میرے چچا کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ یارقند میں آیا۔ اور مراسم تعزیت حسب دستور مغول بجا لایا عبدالرشید خاں ۱۰ ذی الحجہ کے آخری روز یارقند پہونچا۔ میرا چچا مع اکابر امرا استقبال کے لیے گیا۔ اور یہ صلاح دی کہ مہینے اور سال کے آخری دن نزول اجلال نیک نہیں ہوتا بہتر ہے کہ کل ماہ محرم کی پہلی تاریخ بروز پنجشنبہ ۹۴۰ھ ہجری کے پہلے دن تشریف ارزانی فرمائیں۔ امرا جو پہلے گئے تھے انھیں پتہ لگ گیا کہ مرزا طغائی خفیہ طور پر رشید خاں کے پاس گیا تھا۔ اور اُس سے کہا ہے کہ سید محمد مرزا نے میرے ساتھ اور امرا کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ رشید سلطان جس وقت پہونچے اپنے باپ کے پہلو میں پہونچا دیا جاے اور اور اسکندر سلطان کو جو تبت میں ہے خانیت پر مقرر کیا جاے صبح کے وقت رشید سلطان باپ کے مزار کی طرف متوجہ ہوا اور میرے چچا نے لباس ماتم اختیار کیا خلاصہ یہ کہ میرا چچا اور تمام عزیز و اقارب قتل ہوے اور مرزا علی طغائی کا زور ہو گیا" ان واقعات کی تفصیل کو چھوڑ کر میں مرزا کی مہم اور سانگ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۷۔ مرزا حیدر کی مہم اور سانگ (تبت اصلی)

جب خان دارالملک یارقند کی طرف روانہ ہوا اور بندہ کو رخصت کیا۔ میں ذی الحجہ کے عشرہ میں عید الضحی مریول میں کر کے بت خانہ اور سانگ کی طرف روانہ ہوا۔ جب آٹھ دن کی راہ طے کی تو اس سرزمین میں اہل تبت میں سے کوئی آدمی نہ ملا۔ لوگ سب قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ یہ قلعے دشوار گذار پہاڑیوں کے اوپر واقع ہیں اور اس دشواری کی وجہ سے قدرتاً محکم ہیں اس سختی کے مقابلہ میں اُن کی تسخیر کا فائدہ بصورت ان کے ماحصل کے بہت کم تھا۔ اس لیے سکندر سلطان اور بھائی عبداللہ مرزا اور میرا چچیرا بھائی محمود مرزا اچھے اور مضبوط جانوراں سواری و بار برداری لے کر تیز روانہ ہو گئے

پہلی تاریخ محرم کو موضع یاراہیں پہونچے۔ انھوں نے اہل تبت میں سے ایک جماعت کثیر
کو تاخت وتاراج کیا۔ قریب تین لاکھ کے بھیڑ فوج کے ہاتھ آئے اور بردہ گھوڑے
اور اسباب بھی بہت دستیاب ہوا۔

یکم ماہ صفر سنہ ۹۳۹ ہجری کو قلعہ گردوق کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں بھی تباہ کیا
ان لوگوں نے راجگان ہندوستان میں سے ایک راجہ سے التجا کرکے تین ہزار ہندی
منگوائے تھے۔ اسکندر سلطان مع میرے بھائیوں کے دوسو آدمی لے کر اُن کی طرف
متوجہ ہوا۔ خان اس قدر تیز بڑھا کہ ان دوسو آدمیوں میں سے بہت تھوڑے اس کے
ساتھ پہونچے۔ میرا بھائی عبداللہ جو کہ دلیر آدمی تھا اور قبل ازیں خان کی ملازمت
میں بالتی میں اُس نے کارہائے نمایاں کیے تھے اور انعام واکرام حاصل کیا تھا اسی
مغروری کی وجہ سے لشکر وعسکر کی اُس نے پروانہ کی اور صرف تین آدمیوں کو ہمراہ
لے کر بے تحاشا تین ہزار سپاہ کے قلب پر حملہ کردیا۔ ان لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اسی
حال میں میرا چچازاد بھائی محمد مرزا چار آدمی لے کر وہاں پہونچ گیا۔ بھائی کو اس جگہ
دیکھ کر اس مہلکہ سے اُسے نجات دلائی۔ عبداللہ نے دوبارہ حملہ کیا پھر محمود مرزا اُس کی
خلاصی کے لیے آگے بڑھا۔ دونوں کو لوگوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ پانچ آدمی اور بھی
اس حال میں پہونچ گئے۔ اس حالت میں عبداللہ مرزا کو ان لوگوں نے پارہ پارہ کردیا
اور اس کی زرہ اور جامہ کا ٹکڑا ٹکڑا کر کے یہ لوگ لے گئے۔ میں نے اس کا پورا انتقام
لیا۔ پھر اس مصیبت پر صبر وشکر کر کے چند روز چراگاہ میں ٹھہر گیا جب کہ
سواری اور باربرداری کے گھوڑے قوی ہوگئے تو غنیمت جو کہ ہاتھ آئی تھی اُسے
ساتھ لیا۔ اور نوسو سپاہ لشکر سے منتخب کی اسے لے کر متوجہ اورسانگ ہوا۔ مریول
د تبت سے دوماہ کی راہ طے کر کے میں ایک مقام پر پہونچا جہاں ایک بڑی جھیل واقع
ہے۔ اس کا گرداگرد چالیس فرسخ ہوگا۔ اور اس کے کنارے پر ایک قلعہ ہے جسے
ڈنگ تھوک کہتے ہیں۔ رات کو اس جگہ قیام کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ گھوڑے سب تباہ
ہیں۔ تھوڑے جو باقی رہ گئے تھے پریشان ہیں میرے پاس ستائیس گھوڑے فالتو
تھے سب مرگئے۔ یہ دم گیری کی بیماری سے ہوا۔ جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ جب

یہاں سے روانہ ہوئے تو صرف پانچواں حصہ لشکر کا سوار تھا۔ باقی سب پیادہ تھے۔ دوسرے
دن ایک دشت کو تاخت کیا (جس کا نام مذکور نہیں ہے) یہاں کے لوگ حکایت کرتے
ہیں کہ یہاں سے بگارہ تک جو بیس دن کا راستہ ہے۔ یہاں بہت بردے ہاتھ آئے
میرے لشکر میں اب قابل رفتار گھوڑوں کے سواروں کی تعداد صرف نو سے رہ گئی تھی
چار روز کی راہ اور چل کر اسکبرق نام ایک موضع کو تاخت کیا۔ ایک لاکھ گوسفند بیس
ہزار قطاس اور اسی اندازہ پر بردے ہاتھ آئے اسکبرق سے اور سانگ تک آٹھ
روز کی راہ اور رہ گئی تھی چونکہ لشکر کے سب گھوڑے مر چکے تھے واپسی کی مجبوری ہوئی
چھ روز کے بعد لشکر کو جمع کر کے مراجعت اختیار کی گئی۔ یہ واقعہ ۲۰۔ ربیع الاول
کا ہے۔ جمادی الاول کے آخری دن تا ہم سیتی میں جو مریول سے بیس دن کی راہ
کے فاصلہ پر ہے معززین کوگر نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ کوگر تبت کی بڑی ولایت
ہے یہاں سب پر جزیہ مقرر کر دیا جائے اس لیے تاریق سے روانہ ہو کر کوگر پہونچے
یہاں تین روز قیام کیا۔ لوگوں نے مراسم خدمات پوری کیں۔ جزیہ تین ہزار مثقال تبتی
جس کی ایک مثقال برابر ڈیڑھ مثقال شرعی کے ہوتی ہے۔ مقرر کیا۔ راستہ میں
لشکر کی تباہی کی خبر پہونچی جس کے حالات حسب ذیل ہیں۔

جب رشید سلطان کو مہات قتل اور خویش واقربا کے آزار سے فراغت ہوئی
تو اس نے تبت میں اپنے آدمی کے ہاتھ دو خط روانہ کیے۔ ایک اپنے بھائی اسکندر
سلطان کے واسطے جس کا مضمون یہ تھا کہ ولایت تبت ہم نے تم کو عطا کی۔ مرزا حیدر
اور محمود مرزا بھی اُسی جگہ رہیں۔ اور دوسرا خط کل لشکر اور ہر جماعت کے نام اس مضمون
کا بھیجا کہ جو شخص تبت میں ہے اگر وہاں سے علحدہ ہو کر یارقند نہیں آئیگا تو اس کے
اہل وعیال کو یارقندی خانہ بدوشوں کے ہاتھ گھوڑوں کے عوض فروخت کر دیا جائیگا
یہ خطوط جس وقت پہونچے میں کوگر میں تھا۔ اہل لشکر اس دھمکی کی وجہ سے یکبارگی
یارقند کو روانہ ہو گئے۔ اسکندر سلطان اور محمود مرزا بھی معدودے چند آدمیوں کے
ساتھ بھاگ گئے۔ میں بھی دو دن بعد اُن کے پاس پہونچ گیا۔ میرے ساتھ ایک سو جوان
سے زیادہ نہ تھے۔ یہ سب سردار لشکر تھے۔ اور باپ دادا سے ہمارے خاندان کے ساتھ

تعلق رکھتے تھے جنگ میں ممتاز رہے تھے بعض ان میں سے دودھ شریک بھائی تھے جنھیں کوکل داش کا لقب خاص تھا۔ ان کی طرف سے بے وفائی محال معلوم ہوتی تھی یہ سب اس طرح بھاگے جیسے ستاروں کا لشکر شہسوار خورشید کے سامنے سے کافور ہوتا ہے کل اہل اعتماد ستاروں کی سپاہ کی طرح ناپدید ہو گئے۔ خان احمد جو میرا شیر پدر تھا شاہ محمد کوکلداش کے ساتھ جو اُس جماعت کا افسر تھا پانچ اور شاگرد پیشہ آدمیوں کو لے کر آیا اس سے تنہائی کی وحشت دور ہوئی تھوڑی دیر بعد سکندر سلطان اور میرے چچازاد بھائی کے ساتھ پچاس جوان اور جمع ہو گئے۔ انھیں ساتھ لے کر میں مریول کی طرف روانہ ہوا۔ شدت سردی کی وجہ سے اس جماعت میں سے چالیس آدمیوں کے ہاتھ پانوں کان وناک اُڑ گئے پچیس دن میں ہم مریول میں پہونچے۔

۸۔ مرزا حیدر کا بحالت تباہی لداخ واپس پہونچنا

چوبان مریول تاشی گون داس میں کچھ مغالطہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر تاشی گون کو مرزا کے بیان کے مطابق سلطان سعید خاں نے لداخ پہونچنے پر قتل کر دیا تھا تو اس موقع پر وہ بذات خود حاضر نہیں ہو سکتا ممکن ہے اس کا جانشین حاضر ہوا ہو۔ یا یہ کہ تاشی گون دراصل قتل نہیں ہوا بلکہ اسے صرف تنبیہ کی گئی تھی۔ بہرحال جو کچھ مرزا نے لکھا ہے میں نے اسے درج کر دیا ہے اس کی تنقید میں نہیں کر سکا) دنعہ چندان باوجود اسکے کہ ہماری طرف سے اسکے حق میں سختی اور غارت ہوئی تھی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمات انجام دیں۔ اور معذرت کی کہ باپ دادا سے لے کر تمھاری رعیت اور پروردہ احسان ہیں اگر تمھاری طرف سے ہمارے حق میں کوئی تنبیہ ہوئی وہ وقت گذر گیا۔ اس وقت چوبان حجت میں سے جس شخص نے کوئی خدمت کی بے خوف سے کی ہے۔ اب ہم خدمت اعتقاد اور راستی کی بنا پر کرتے ہیں تاکہ تمھیں ہمارے اخلاص کا حال معلوم ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ابھی مرزا کی طاقت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا الغرض مرزا کا بیان ہے کہ اہل قلعہ نے جو مریول کا دارالملک ہے پیشکش لے کر نے میں آئے۔ فی الجملہ اطمینان

حاصل ہوا لشکر سے بھی چند آدمی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ مولانا درویش بھی انھیں میں تھا وہ مخدومی خواجہ یوسف کے ملازمین میں سے تھا اور پاک نہاد مسلمان تھا۔ زبان تبتی خوب جانتا تھا اور چوپان تبت کے ساتھ اس کی دوستی تھی ان کے ساتھ جو کاروبار ہوتے تھے انھیں بہترین طریقے سے ان کے پاس پہونچاتا تھا اور کشمیریوں میں سے ایک شخص حاجی نامی نے ملازمت اختیار کی۔ لشکر جو بھاگا تھا اُس کو راستہ میں بہت سختیاں پیش آئیں۔ اُن کا جانا مشکل ہو گیا۔ اور تمام مال انکا تلف ہوا تقریباً ڈیڑھ سو آدمی سردی سے مر گئے، باقی نیم مردگی کی حالت میں یارقند پہونچے اور ایک جماعت خراب و خستہ حالت میں واپس ہو کر مریول میں آگئی۔ اس سے پھر پانچ سو کی جمعیت ہو گئی اور قریب دس ہزار بھیڑ و بھی جمع ہو گئے۔ اور زندگی آرام سے گذرنے لگی۔

مریول پہونچنے سے پہلے خان احمد انگہ اور شاہ محمد کوکلداش کو چند تحایف کیساتھ یارقند میں رشید سلطان کے پاس میں نے بھیج دیا تھا۔ اور سابقہ عہد وپیمان کی بابت پیغام بھیجا تھا اور چند نشانی جو ایک دوسرے نے بطور شہادت کے دی تھیں بجنسہ ارسال کی تھیں جب زمستان آخر ہونے لگا رشید سلطان نے اس خان احمد انگہ کے ساتھ جو میرا کوکلداش ہے حسن دیوانہ کو میرے پاس بھیجا اور اظہار معذرت و ندامت کیا کہ از روے جہالت جو کچھ کہ ہوا دنیا اور آخرت میں موجب خجالت ہے۔ تمھارے اس طرف طلب کرنے میں فی الحال معذور ہوں۔ مولانا قوداش کو دو سو نفر کے ساتھ ملازمت میں بھیجا جاتا ہے۔ ملازمان میں سے جو لوگ یہاں آئے ہیں اگر واپس جانا چاہیں ان کے ساتھ کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ اور ایک گھوڑا اور کچھ تحفے بھی ارسال کئے۔ اس واقعہ سے کسی قدر اطمینان ہوا اور تبت کے اکثر لوگوں نے اطاعت قبول کی۔

اُس زمانے میں مولانا قوداش آگئے۔ اُس کے ساتھ میرے ملازمان معتبر سے بھی چند نفر چلے آئے اس جماعت کی امداد سے میں بالتی کی طرف متوجہ ہوا۔ کل بالتی نے اپنے مال واجبی کو بوجہ احسن ادا کر دیا۔ سور دچو بالتی کے علاقہ میں سے ہے استحکام میں اس تمام ملک میں فوقیت رکھتا ہے اس ولایت سے تحصیل مال کے لیے مولانا قوداش نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں اس پر راضی نہ ہوا۔ کیونکہ مجھے خبر تھی

کہ سورد کے کفار اس کو گوارہ نہیں کرتے ہیں کہ کوئی شخص ان کی جگہ کو اور ان کے درہ کو دیکھے انھوں نے معذرت کی کہ جو کچھ مال واجبی ہے ہم اسی منزل پر پہونچائے دیتے ہیں ان کے ملک میں آنے کی ضرورت نہیں ہے مگر صیاد قضا و قدر نے جو بے حقیقت بنیادی دانہ اجل کے پھندے میں ڈال دیا ہے اس سے کسی مرغ زیرک کو رہائی نہیں ہے۔ قوداش منت و سماجت کر کے چلا گیا سورد کے لوگوں نے ایک تنگ راستہ میں بے وفائی سے بغیر جنگ کے چوبیس نفر معتبر کو مار دیا۔ اگرچہ لشکر قریب ایک ہزار نفر کے میرے ساتھ تھا مگر بوجہ عدم استطاعت اور آلات کی کمی کے بدلہ نہ لے سکا اور دل ہی میں پیچ و تاب کھا کر بالتی سے بطرف تبت زانسکار نام ولایت میں چلا گیا یہاں کے لوگوں نے ابھی فصل درو نہیں کی تھی۔ اور اُس ولایت میں محصول کا وقت ابھی نہیں آیا تھا کہ میں پہونچ گیا۔ محصول کی فراہمی تک میں وہاں ٹھہرا اور محصول بٹائی جنسی کے طور پر لیا گیا۔

اس اثنا میں ایک بالتی جوان تنگی اسکاب نام جو خدمت کرتا رہتا تھا آیا اور ظاہر کیا کہ قاتلان قوداش میں سے بعض اشخاص پر وہ وقت آگیا ہے کہ ان کے اوپر تاخت کی جائے۔ ان کے اہل کو بردہ بنایا جائے اور اُن کے مردوں کو تہ تیغ کیا جائے اس لیے میں نے اُن اشخاص کو جن کے دل میں پوری قوت ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی مریول کو واپس کر دیا۔ اور خود قوی تر اشخاص کو ساتھ لے کر بطرف سورد روانہ ہو گیا اور اشخاص مطلوبہ کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کی غرض سے جو ہم سے ایک دن کی راہ کے فاصلہ پر بتلائے گئے تھے میں نے اپنے چچا زاد بھائی محمود مرزا کو بھیجا تا کہ اُس کے ڈر سے وہ خطرہ والی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف واپس ہو جائیں وہ رات کو وہاں پہونچ گیا۔ چونکہ جگہ پُر خطر تھی رات کے وقت اُس نے اپنے گھوڑے کو نزدیک رکھا خواب کی حالت میں گھوڑا چرتے چرتے اُس کے سر کے پاس پہونچ گیا اپنے گھوڑے کو مارا کہ دور چلا جائے۔ گھوڑے نے اُس کی پیشانی پر لات ماری جس سے اُس کی پیشانی کی ہڈی گھوڑے کے سم کی مقدار میں اندر دھنس گئی۔ دوسرے دن میرے پاس آیا۔ میں نے اُس کا زخم دیکھا۔ رسم جراحان مغول کے مطابق

ٹوٹی ہوئی ہڈی کو میں نے پکڑا اور علاج میں مشغول ہوا۔اس واقعہ کو میں نے تنگی اسکاب کے اوپر ظاہر کیا۔ اُس نے جواب بھیجا کہ چونکہ تمھارے آنے سے خوف پیدا ہوا ہے اگر چند آدمیوں کو روانہ کرو تو سورو پر قبضہ کرکے جو غنیمت حاصل ہو اسکا خمس ملازمت میں بھیج دوں گا۔ یہ بھی میری خدمت ہوگی۔ زانسکار جہاں میری اقامت تھی اور سوت کے درمیان میں پانچ دن کی راہ پر تنگی اسکاب کا گھر ہے میں نے مولانا درویش محمد قراباغ کو جو چوپان تبت کے ساتھ دوستی رکھتا تھا اور نورعلی دیوانہ کو جو اس کا شاگرد تھا اور راستہ سے واپس آیا تھا سردار بنایا اور ان کے ساتھ ستر آدمی کرکے بھیج دیے۔

قریب دو ماہ گذرے تھے کہ محمود کا زخم تمام منھ کے اوپر پھیل گیا۔سردی کی شدت کی وجہ سے اب زانسکار میں اُس کا ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔محمود کو ناچار میں نے مریول میں بھیجا اور خود زانسکار میں ٹھہرا کہ محمود مریول میں صحیح و سلامت پہونچ جائے پھر میں سورو کی طرف متوجہ ہوں تاکہ معاش کی کوئی صورت پیدا ہو۔محمود جب اس جگہ پہونچا جہاں گھوڑے نے اسے لات ماری تھی رات کو وہاں ٹھہرا صبح سوار ہونے کے وقت اُس نے اپنے سر کو کھولا کہ مرہم لگائے۔ سردی اُس کے دماغ میں سرایت کر گئی اور اُس کے اوپر غنودگی طاری ہوئی۔ بیہوش ہو گیا نماز ظہر کے وقت میرے پاس آدمی پہونچا اور یہ خبر دی۔ میں بسرعت تمام اس طرف متوجہ ہوا۔ آدھی رات کو وہاں پہونچا۔ دیکھا بیہوش تھا۔ دوسرے دن اُسے ہوش آیا۔ بالکل ٹھیک معلوم ہونے لگا۔اس کے دوسرے دن بھی حواس درست رہے۔تیسرے دن ہذیان ہو گیا اور آدھی رات کے وقت ملک عدم کو روانہ ہو گیا۔

"اس اثنا میں اُس جماعت میں سے جسے میں نے سورو بھیجا تھا۔ ایک آدمی پکڑا گیا اس نے نورعلی دیوانہ اور ہمراہیوں کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ اور مولانا محمد درویش قراباغ کو پکڑ کر باغان کے پاس لے گیا۔ باغان اُس ولایت کا حاکم ہے جسے مولانا محمد درویش نے کسی وقت فتح کیا تھا اور حاکم وقت کو مہلک زخم لگائے تھے۔ان ظالموں نے اس مسلمان کو اُس ولایت کے شاہ کافر کے پاس پیش کیا۔ اور اُس سے اجازت

حاصل کر کے یارقند کو چلے گئے۔ مولانا محمد مذکور کو اس کافر نے اُس کا منہ سی کر مار دیا
ان حالات میں مہم سورد بالکل ناکام رہی۔

"میں محمود کی لاش کو مریول میں لایا۔ اور وہاں سے کاشغر میں اپنے اجداد کے مقبرہ میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ تبت کے موسم خزاں کا ہے کہ میں مریول میں واپس پہونچا موسم زمستان کو میں نے سخت تکلیف میں بسر کیا۔ بہار آئی تو گھوڑوں کے خاطر ستر آدمیوں کو لے کر آلموق نام ایک چراگاہ میں چلا گیا جو چارہ کی قوت کے لیے تمام تبت میں مشہور ہے۔ وہاں قطاس صحرائی اور دیگر جنگلی جانوروں کے شکار سے اوقات گذاری کرتا رہا۔ اور واپس آگیا۔ اسکندر سلطان کو ایک جماعت کے ساتھ مریول میں ہی چھوڑ کر گیا تھا۔ جب سب اکٹھے ہوئے اور گھوڑے فربہ اور توانا ہو گئے لوگوں کو ہلاکت اور محنت کی طاقت نہ رہی۔ یکبارگی یارقند کو چلے گئے۔ صرف پچاس آدمی اُن میں سے میرے ساتھ رہ گئے۔

اس اثنا میں جان احمد اتکہ جسے میں نے دو سال پیشتر اورسانگ سے لشکر کے واپس آنے کے وقت رشید سلطان کے پاس بھیجا تھا یارقند سے واپس آیا اور پیغام لایا کہ تبت میں نہ ٹھہریں۔ میرے توقف کا سبب یہی تھا کہ اگر خود بخود کسی طرف چلا جاتا تو عہد شکنی میری طرف عائد کی جاتی اب جبکہ تمام عہد و میثاق کو بالائے طاق رکھ کر مجھے صاف حکم بھیجا تو میں جان احمد اتکہ کے پہونچنے کے ساتھ ہی روانہ بدخشاں ہو گیا۔

۹- لداخ سے مرزا حیدر کی واپسی

الغرض سلطان سعید خاں مغل کا حملہ تبت کشمیر و لہاسہ ان حالات میں باوجود فتح کرنے کے بالآخر بالکل ناکام ثابت ہوا۔ اور اُس کے قابل اور جانباز اور مدبر سپہ سالار کو ایسے اعلیٰ کارناموں کے بعد بے خانماں ہو کر ملک مقبوضہ سے بے یار و مددگار نکلنا پڑا جس کے حالات فاضل مصنف اس طرح بیان کرتا ہے۔

"اوپر مذکور ہوا کہ سات سو نفر میں سے صرف پچاس آدمی میرے ساتھ رہے باقی سب یارقند کی طرف فرار ہو گئے اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ تبت کے راستے چارہ اور

لکڑی کی قلت اور سردی کی کثرت اور سختی راہ کی شدت کی وجہ سے اس درجہ افراط
و تفریط رکھتے ہیں کہ طبع سلیم انھیں تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اور اس کے
ساتھ کھانے پینے کی چیزوں اور سامان لباس کی کم استطاعتی بالخصوص گھوڑوں کے
نعل کا نہ ہونا جو ان راستوں کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ اور گھوڑوں کا کم ہونا۔ یہ
ایسی مشکلات تھیں کہ ان پر عبور کرنا نہایت دشوار معلوم ہوا۔ مزید براں یہ سختی اور پیدا
ہوئی کہ تبت سے بدخشاں کی وہ راہ جو کاشغر جانے کے بغیر بدخشاں پہونچتی ہے کسی
نے دیکھی نہ تھی۔ میں نے ایک شخص سے سنا تھا کہ ایک موقع موسومہ تاغاتاق سے
راستہ ہے جو پامیر سے ہوکر بدخشاں میں نکلتا ہے۔ اسی ان دیکھی راہ پر میں روانہ ہوگیا۔
میرے ہمراہیوں میں سے چند آدمی تبت میں ٹھہر گئے اور ستائیس آدمیوں کو ساتھ
لے کر میں چل پڑا۔ راستہ میں کم استطاعتی اور سردی کی شدت سے نہایت تکلیف
ہوئی۔ اسکندر سلطان اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا اور مجبور کیا کہ رشید سلطان
کے پاس جانے کی اجازت دی جائے شاید شفقت برادری زور کرے اور باعث
رحمت ہو۔ مجھے اس سے اتفاق نہ تھا مگر وہ صعوبت راہ اور فلاکت تبت سے
بیزار ہوگیا تھا۔ میری بات اُس نے نہ مانی۔ بالآخر چار آدمی میں نے اُس کے ساتھ
کردیے درہ کاراکورم سے وہ روانہ یارقند ہوگیا۔ میں تیئیس ۲۳ آدمیوں کو ساتھ لیکر
اپنے راستہ پر روانہ ہوا اور جنگلی جانوروں کو شکار کرتا اور پیٹ پالتا ہوا چلتا رہا۔ اسکندر
سلطان سے جدا ہونے کے بعد تیسرے دن خانہ بدوشوں کی بستی میں پہونچا انھوں
نے بڑی خاطر کی۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام رسکم ہے۔ یہاں سے پامیر
تک پانچ دن کا راستہ ہے۔ ان لوگوں نے بعد عزت سات دن میں مجھے پامیر میں
پہونچا دیا۔ یہاں ان سے رخصت ہوا اور بدخشاں میں پہونچا۔ یہاں سلیمان شاہ مرزا
خاں موجود تھا۔ یہ میرا خالو تھا۔ اُس نے میری بڑی خاطر کی۔ سردی کا موسم میں نے
بدخشاں میں بسر کیا۔ بہار میں کابل پہونچا۔ میرے متعلقین بھی کابل میں آگئے۔ یہاں سے
میں ہندوستان چلا آیا۔ لاہور پہونچا۔ یہاں کامران مرزا ابن بابر بادشاہ حاکم صوبہ
تھا اس نے میرا بڑا احترام کیا۔ انتظام ملک لاہور میرے سپرد ہوا۔

فاضل مصنف ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں رہا یہاں تک کہ بادشاہ کو شیر خاں نے شکست فاش دی۔ اور افواج مغول کے لیے ہندوستان سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مرزا حیدر نے صلاح دی کہ کشمیر کو فتح کیا جائے۔ بادشاہ نے مرزا کو اجازت دی کہ چار سو جوان لے کر پہلے کشمیر جاؤ پیچھے دیکھا جائے گا۔ مرزا حیدر دوبارہ اس فوج کے ساتھ متوجہ کشمیر ہوا۔

۱۰۔ لاہور کی طرف سے مرزا حیدر کا دوبارہ کشمیر کو فتح کرنا

اُس زمانہ میں کشمیر میں مخالفت کا زور ہو گیا تھا ملکان کشمیر اپنے امرا کے غلام ہیں انھوں نے کاجی چک۔ ابدال ماگرے۔ اور ریگی چک کو کشمیر سے بدر کر دیا تھا یہ ہندوستان کی طرف کوہ ہمالیہ کے نیچے خواری کی حالت میں پھرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے التجا کی اور حاجی جس کا ذکر آگے ہوگا درمیان میں آیا۔ بالآخر روانگی کشمیر کا انتظام ہو گیا۔

میں نے ہمایوں بادشاہ کے ساتھ یہ مقرر کیا کہ پہلے میں چند آدمی لے کر نوشہرہ میں جاؤنگا۔ ملکان کشمیر جب میرے ساتھ مل جائیں پھر اسکندر توپچی نوشہرہ میں مجھ سے ملے جب میں درہ میں پہونچوں امیر خواجہ کلاں نوشہرہ میں آوے۔ جب میں کشمیر میں پہونچ جاؤں امیر خواجہ کلاں درہ کے نیچے پہونچے۔ اور بادشاہ نوشہرہ میں وارد ہو۔ یہ قرارداد کر کے میں روانہ ہوا۔ نوشہرہ میں آکر تمام ملکان کشمیر میرے ساتھ متحد ہو گئے۔ اسکندر توپچی ایک دن میں نوشہرہ میں آگیا۔ اور امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ پہونچ گیا۔ جس دن میں نے اسکندر توپچی کو آدمی بھیجا خبر آئی کہ سب آدمی لاہور سے روانہ ہو گئے ہیں۔ میں تیز روانہ ہوا۔ درہ کشمیر میں پہونچا۔ کاجی چک ایک راہ سے نکلا اور میں دوسرے راستے سے بلا خرخشہ پہونچ گیا۔ لیکن لاہور کی تباہی کی خبر اسکندر توپچی اور امیر خواجہ کلاں کو پہونچی۔ اسکندر توپچی سارنگ پور کی طرف چلا گیا۔ سارنگ پور ملک سرہند میں ایک پہاڑی ہے۔ امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ سے واپس ہو کر فراریوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بادشاہ نے کشمیر کی طرف آنے کی بہت کوشش کی مگر کسی نے اس کا ساتھ دینا قبول نہ کیا۔ ہندال مرزا اور یادگار ناصر مرزا

وغیرہ بادشاہ کو تتہ کی طرف لے گئے۔

میں لاہور سے روانہ ہوکر ۲۲۔ رجب کو درہ کشمیر سے گذرا۔ موسم سرما کا آغاز تھا برف باری شروع ہوگئی تھی۔ اور فرش زمین سفید ہوگیا تھا کاجی چک شیر خاں کے پاس گیا۔ وہاں سے کمک لے کر واپس آیا۔ اس اثنا میں ملک ابدال کا انتقال ہوگیا اور مہم بگی چک کے سر پر پڑی۔ میں نے یہ حال دیکھا تو زن و بچہ کو قلعہ اندر کوٹ میں چھوڑا اور خود اس جمعیت کی طرف متوجہ ہوا۔ تین ماہ تک مقامات محکم میں رکاوٹ کرتا رہا۔ آخرالامر کاجی چک لشکر شیر خاں کی حمایت سے ان مقامات محکم کے اوپر سے گذر گیا۔ اس طرف لشکر کشمیر متفرق ہوگیا۔ لشکر مغول کو اس روز جنگ کا گمان نہ تھا اِدھر اُدھر متفرق پھرتے تھے۔ قریب ڈھائی سو آدمی حاضر تھے۔ چند کشمیری بھی ہمارے ساتھ مل گئے۔ ہمارے پاس کل تین سو آدمی بمقابلہ دشمن کے پانچ ہزار سوار اور دو لشکر فوج پیادہ کے تھے۔ دشمن کے پیادے سواروں سے زیادہ تھے یہ پیچھے کی طرف سے آئے اور تاخت و تاراج میں مشغول ہو گئے۔ اس مقابلہ میں مجھے بہت سختیاں اٹھانی پڑیں۔ جن کا ذکر میں ترک کرتا ہوں۔ بالجملہ بوقت ظہر دوشنبہ ۸ ربیع الثانی ۹۴۷ھ (۱۵۴۱ء) کو سورہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل مخالفان کے مصداق حال ہوئی اور الہامات ربانی نے ہمارے کان میں آیہ نصر من اللہ و فتح قریب پہونچی حضرت فتاح جل جلالہ نے تین سو نفر لشکر سے پانچ ہزار سوار اور چند ہزار پیادوں کو شکست دی۔

اس کے بعد مرزا حیدر نے دس سال تک کشمیر میں فتحمندی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی مابعد میں سہواً کسی شخص کے تیر سے شہید ہوا اس کا مزار کشمیر میں اس وقت تک موجود ہے جس کی مرمت کرنیل مورکرافٹ نے ۱۸۲۳ء میں کرائی اور لوح مزار بھی نصب کی ہے جس میں مرزا کے کارنامے بالاجمال مذکور ہیں۔

شجرہ نسب نمگیل راجگان لداخ (جدید شاخ)
لهاچین بھاگون
لهاچین لھوانگ گون
لهاچین ٹشی گون
(۱) لهاچین سیوانگ نمگیل
۱۵۳۲-۱۵۵۵ء
نمگیل گونبو
(۲) جمیانگ نمگیل
۱۵۵۵-۱۶۱۰ء
زوجہ اول سرنگ گیالمو مطلقہ زوجہ سرنگ ملک
زوجہ دوم ارگیال خاتون دختر شیر غازی راجہ
لھوانگ نمگیل
(لامہ)
ستنزن نمگیل
(۳) سنگے نمگیل
۱۶۱۰ / ۱۶۴۵ء
نورنو نمگیل
گیالمو دغموس کلزانگ
(۴) دے الدن نمگیل
۱۶۴۵ ۱۶۶۶ء
نڈابوتی نمگیل
(دکوگے)
دے چھوک نمگیل
(سپیتی زانسکار)
(۵) دے لیگ نمگیل
الملقب عاقبت محمود خاں
۱۶۶۶-۱۶۹۵ء
(۶) نیما نمگیل
لھوانگ نمگیل
دانگ چھوک نمگیل
ارگلین نمگیل
ھگبہ بال نمگیل
زوجہ اول
زوجہ دوم زی زی خاتون

زوجہ اول
(۷) ویس کیونگ نمگیل
۱۷۵۰ - ۱۷۷۰ء
زوجہ دوم زی زی خاتون
ٹشی نمگیل
(راجہ پوریگ)
یشا ٹشی وانگمو
زوجۂ اول نیلزا وانگمو
زوجہ دوم بھی گیالمو
(۸) فونشوک نمگیل ۱۷۷۰ - ۱۷۷۵ء
(۹) سس کیونگ نمگیل
زوجۂ اول گیالمو نورزن وانگمو
(لودالی)
زوجہ دوم گیالو کو نزوم
گیال شس ی بھم سیوانگ بھٹن لیس
(لامہ گونپہ ہیمس)
(۱۰) سیوانگ نمگیل ثانی
ی بھم جمپل بھتوس تولس دور بے
(لقب بحیثیت لامہ)
زوجۂ اول بکیم وانگمو دسوت
زوجہ دوم خاتون سزنگ
معشوقہ بی بی قوم بیدا از سنگرا
(۱۲) سیپل ی گیور ٹنڈون نمگیل
(راجہ لونت فتح)
۱۸۲۰ لغایت ۱۸۳۴ء
(۱۱) ی گیور چھتن نمگیل
۱۸۰۰ لغایتہ ۱۸۲۰
جگمت نمگیل
(لامہ گونپہ تعکسے)
مورپ ستنزن
وزیر زورآور سنگھ نے راجہ بنایا
۱۸۳۴ ۱۸ء
ٹھاچھن سیوانگ رنتن
محمد عمر

لھاچن سیوانگ رنستن
المعروف چھوغسفردل

زوجہ اول کلزانگ ڈولما

جگمت نمگیل (راجہ سٹوک)
لقب جگمت چھوسکی سنگے ئی گیور
کونگانپرگیالوسے لھا

صنم نمگیل (راجہ سٹوک)
لقب جگمت کونگا سنگے لونڈوپ
ٹن لیس رنگمو نپرگیالوسے لھا

جگمت ڈاڈل نمگیل
(راجہ سٹوک)

نوین نمگیل (لامہ گونپہ ہمیس)
تنگوالتائیں نمگیل (راجہ ماٹھو)
چھی ست دیبجے
نونسوک نمگیل
سیوانگ نمگیل

زوجہ دوم صنم لکیت

نونسوک ستن شونگ لونگیل
(راجہ ماٹھو)

تشی طوانگ نمگیل
(راجہ ماٹھو)

نوانگ نمگیل
(لامہ گونپہ ہمیس)

زوجہ سوم زہرہ خاتون (بیگم)

چوتھا باب

نمگیل راجگان لداخ (شاخ جدید)

جدید شاخ نمگیل کا بانی دراصل ٹکپا بوم ہے جس نے تھنگ موگانگ میں اپنی حکومت جداگانہ بموجودگی اپنے بڑے بھائی نمک بوم اندے گیالپو لداخ کے جس کا دارالحکومت شے تھا قائم کر لی تھی۔ لیکن تمام لداخ پر قبضہ حاصل کرنے میں نہ اُسے کامیابی ہوئی نہ اُسکے بیٹے اور جانشین لھاچن بارا کو۔ اور نہ اس کے پوتے لھاچن بھاگون کو۔ اور نہ اس کے پر پوتے لھاچن ٹشی گون کو۔ لیکن بالآخر ٹشی گون کے بھتیجے اور جانشین لھاچن سیوانگ گون نے اپنے پر دادا کی اس آرزو کو جسے وہ اپنے دم کے ساتھ لے گیا تھا پورا کر دکھایا۔ اور موضع شے کے لوگوں کے ساتھ سازش کر کے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کو مع اس کے بھائیوں کے تہ تیغ کیا۔ یا یہ کہ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے بھائیوں کو قتل کر کے تمام لداخ پر قابض ہو گیا۔ اور اپنی اس حرکت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے نمگیل یعنی فاتح کا لقب اختیار کیا۔

ان واقعات کو حملہ سلطان سعید خاں کی اصلیت مٹانے کی غرض سے تاریخ لداخ میں ایسا توڑ موڑ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ واقعات حملہ کے ساتھ دیگر واقعات ملکی کی اصلیت بھی گم ہو گئی ہے۔ یعنی لھاچن بھاگون کو بعد قتل کرنے لوٹوس چھوگ الدن کے تمام لداخ بالا و پائیں کا گیالپو بتلا دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس حملہ کے زمانے میں شے اور تنگ موگانگ کی ہر دو جداگانہ حکومتیں موجود تھیں اور لداخ کے دونوں حکمران لوٹوس چھوگ الدن اور ٹشی گون مرزا حیدر سپاہ سالار افواج مغول کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ اور ٹشی گون سلطان سعید خاں کے حکم سے بوجہ تمرد مقتول ہوا ہے۔ اور بعد اس کے قتل کے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کے ساتھ غالباً اس کا جانشین (جس کا نام سہواً مرزا حیدر نے بموقع اپنی واپسی از اور سانگ ٹشی گون لکھ دیا ہے) اس کے پاس

حاضر ہوتا رہا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ مرزا حیدر کی واپسی از لداخ تک لوڈوس چھوگ الدین زندہ اور حکومت ستوت مریول پر متصرف تھا۔ اور شام کی حکومت بدستور علیحدہ تھی اس کے آگے کے واقعات کی بابت قیاس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

لداخی روایت کو مرزا حیدر کی تاریخ کے ساتھ مطابق کرنے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جو واقعات ہر دو حکومت ہائے شے و تنگ موگانگ کے الحاق کے لھاچن بھاگون کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں وہ دراصل کارنامہ ٹشی گون کے بھتیجے گیالپو سیونگ نمگیل کا ہے جو ٹشی گون کے مقتول ہونے کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مرزا حیدر کی واپسی کے بعد لواہ لوڈس چھوگ الدین کو مع اس کے بھائیوں کے قتل کیا یا اس کی وفات کے بعد (کیوں کہ اس وقت اسے بہت ضعیف العمر ہونا چاہیئے) اس کے بھائیوں کو قتل کر کے اسکی حکومت پر تصرف حاصل کیا اور ہر دو حکومتوں کو ایک کر دیا۔ اور چونکہ تنگ موگانگ میں بود و باش رکھنے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی تھی اور شے کو غالباً شاخ قدیم کے تعلقات کی وجہ سے اس نے ناپسند کیا لہٰذا قصبہ لیہ کے شمال میں جو پہاڑی ہے اس کے اوپر نمگیل سیوکھر تعمیر کر کے اسے اپنا دار الحکومت بنایا۔

سیوانگ نمگیل ۱۵۳۲ء / ۱۵۵۵ء الغرض سلسلہ واقعات اس طرح ہے کہ تقریباً ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۳ء میں ٹشی گون سلطان سعید خاں کے حکم سے مقتول ہوا اس واقعہ سے اسکا اندھا بڑا بھائی لھوانگ گوں مع اپنی گیالموں اور اپنے دونوں نوجوان لڑکوں کے قید سے آزاد ہو گیا۔ اندھے کو بوجہ اس کی معذوری کے گیالپو نہیں بنایا گیا۔ اور بجائے اس کے اس کا بڑا بیٹا سیوانگ حکومت تنگ موگانگ کا راجہ تسلیم کیا گیا۔ یہ گو کہ اس وقت کم عمر تھا لیکن قید کی تکلیف سے سبق حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بہت دور اندیش ثابت کیا اور اپنے اندھے باپ کے ساتھ اس کی زندگی بھر شاہی احترام ملحوظ رکھا۔

سیوانگ نمگیل بڑا عالی حوصلہ اور مدبر راجہ لداخ کا بتلایا جاتا ہے اس نے قصبہ لیہ میں اپنے نو تعمیر شاہی محل کے نیچے چھوبی نامی ایک گانوں آباد کیا جو اب قصبہ لیہ کی وسعت میں شامل ہو کر قصبہ کا ایک محلہ بن گیا ہے۔ نمگیل سیوکھر اب منہدم ہو چکا ہے۔ صرف اس کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں موجود ہیں جو اس گیالپو کی عظمت کی شاہد حال ہیں اس محل

کے ساتھ اُس نے ایک شاندار لھاکھنگ بھی تعمیر کیا تھا جسمیں بودھا کی مورت قدانسانی کے چھ گونہ سے بھی بڑی مٹی سے بناکر رکھی تھی۔ یہ آجتک موجود ہے اس لھاکھنگ کی دیواروں پر نقش ونگار اور بودھ مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر اور گیالپو کے دربار کی تصویریں بڑی صنعت کے ساتھ استرکاری میں بنی ہوئی ہیں۔ درباریوں کی تصاویر میں نے یہ عجیب بات دیکھی کہ ان کے سر پر گول پگڑی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانے میں معززین لداخ پگڑی باندھتے تھے۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی تصویریں ہیں۔ اور ان کے درمیان گیالموں (ملکہ) کی بھی تصویر ہے۔ ان کے سر پر نسلن یعنی چرد کا پردہ جو آج کل لداخی عورتیں کان کے اوپر لگاتی ہیں نہیں ہے۔ سر کے اوپر صرف پیراک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسلن زمانہ بعد کی اختراع ہے۔

اس لھاکھنگ کے اوپر ایک اور کمرہ بطور خانگی لھاکھنگ کے ہے جس کے اندر ایک چھورتن اور چند مورتیں رکھی ہوئی ہیں اس کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے چند اور کمرے ہیں۔

یہ ہے یادگار گیالپو سیوانگ نمگیل کے سیموکھر کی۔ جو اپنے شاہی بانی کی اولوالعزمی پر شاہد ہے۔

فتوحات ملکی کے لحاظ سے بھی یہ گیالپو بڑا اولوالعزم گذرا ہے اپنی جوانی ہی میں اُسنے مشرقی صوبہ جات کوگے دیورانگ کو تسخیر کرکے لو اور نزنگ پر بھی تصرف حاصل کر لیا اور اپنی سلطنت کی حدود کو لھاسہ کے قریب تک پہونچا دیا۔ جنوب کی طرف زوم الدنگ اور نیونگٹی تک ملک اس نے تسخیر کیا اور مغرب میں شغر اور کھرکو وغیرہ فتح کرکے بلتستان پر بھی اپنا سکہ جمایا۔ مغول سے حملہ لداخ اور قتل لٹشی گون کا انتقام لینے کی غرض سے شمال کی طرف یارقند پر حملہ کرنے کا اُس نے ارادہ کیا لیکن نوبراہ کے باشندگان کے اصرار سے کہ اس بلا میں اپنے آپکو مبتلا نہیں کرنا چاہیئے وہ اس خیال سے باز رہا۔

جن راجگان پر اس نے فتح حاصل کی انھیں انکی حکومت پر بحال رکھا۔ اپنے وکیل ان کے دربار میں تعینات کئے اور معززین کو بطور یرغمال لاکر اپنے پاس رکھا۔ اور اپنا اقتدار ان کے اوپر قائم کیا۔ لیکن حکومت سے انھیں محروم نہیں کیا۔

اس گیالپو کے عہد میں سالانہ خراج کوگے سے تین سو سیر چاولطلا اور ردوق سے

دو سو ساٹھ سیر جاؤ سونا (جاؤ ایک وزن ہے جو تول میں ہندوستان کے موجودہ نقرئی سکہ ...ر کے برابر ہوتا ہے) بکری ایک سو۔ گھوڑا ایک پشم توسہ (جنگلی ہرن کا پشمینہ) دس کھلڑ و دکبرے یا بھیڑ کی سالم کھال کا تھیلہ اور دیگر علاقہ جات سے جو اشیا وہاں پیدا ہوتی ہیں ...فوج میں لے جاتی تھیں۔

گیالپو سیو آگ تگیل نے وسائل آمد و رفت کی ترقی کی طرف بھی توجہ کی سڑک ...تان براہ ہنولا اور سڑک زانسکار براہ ہنوپٹہ اس نے تعمیر کرائیں اور ندی نالوں کے اوپر جابجا پل بنوائے۔

مہاتما بودھ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک ہاتھی میں جنم لیا تھا۔ اس کے متعلق لاماؤں کی کتب مذہبی میں یہ روایت درج ہے کہ ہندوستان کے ایک جنگل میں چار پانچ سو آدمی راستہ بھول گئے۔ اور کئی روز تک بھوکے پیاسے جنگل میں بھٹکتے پھرے انھیں ایک ہاتھی ملا۔ اس نے انھیں راستہ کی رہنمائی کی۔ اور بتلایا کہ فلاں مقام پر ...یں ایک مردہ ہاتھی ملے گا تم اس کا گوشت شوق سے کھاؤ اس کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز تم کو اس جنگل میں میسر نہ ہوگی۔ یہ کہکر ہاتھی چلا گیا اور چکر کاٹ کر ان لوگوں کے اس موقع پر پہونچنے سے پہلے اپنے آپ کو گرا کر مار دیا۔ یہ لوگ جب پہونچے تو انھوں نے اس کا گوشت کھانا شروع کیا۔ اس اثنا میں لوگوں نے پہچانا کہ یہ وہی ہاتھی ہے جس نے انھیں راستہ بتلایا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس ہاتھی میں سنگیس یعنی بودھ کا جنم تھا۔ اس ہاتھی کی ہڈی کا ایک ٹکڑا گیالپو تشی گون کو کسی طرح ہاتھ آگیا تھا۔ اس تبرک کو محفوظ رکھنے کے لیے اس نے ایک لاکھنگ تعمیر کیا تھا۔ اس گونپہ میں یہ نقص تھا کہ لوگ آسانی کے ساتھ اس کا طواف نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے گیالپو سیو آگ تگیل کا ارادہ تھا کہ اس ہڈی کو نکال کر لداخ کے یہاں میں رکھے اور اس کے اوپر گونپہ جات راساد تھونگ کے نمونہ پر ایک عالیشان گونپہ تعمیر کرے مگر اس کی زندگی نے وفا نہیں کی اور اس خیال کو وہ اپنے ساتھ لے گیا۔

گیالپو سیو آگ تگیل نے زیادہ عرصہ حکومت نہیں کی اور غالباً اپنی جوانی میں لاولد فوت ہوا۔ اس کے مرنے پر اس کا سب سے چھوٹا بھائی جیانگ تگیل تخت نشین ہوا۔ اس کے ...ے بھائی تگیل گونبو کی نسبت تاریخ میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ وہ کیوں محروم رہا۔

ممکن ہے کہ وہ اس سے پیشتر فوت ہو چکا ہو۔

جمیانگ نمگیل (۱۵۵۵ء لغایت ۱۶۱۰ء) کو اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس زمانہ میں ملک کرتخشہ و پرکوتہ جو شامل حکومت لداخ تھا علی شیر خاں ولیعہد راجہ اسکردو نے فتح کر لیا۔ اور لداخی کھرپوں یعنی حاکم کو جس کا صدر مقام کرتخشہ تھا بھگا دیا۔ لداخیوں نے پرکوتہ اور کرتخشہ میں اس کا مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی اکثر قتل ہوئے جو بچے وہ فرار ہوئے۔ علی شیر خاں نے مرول اور گنوخ تک ان کا تعاقب کیا یہاں اسے سوت و چگتن کے فساد کا حال معلوم ہوا کہ علاقہ چگتن کے اوپر سرنگ ملک کی خود مختاری کی وجہ سے اس کے اور اس کے بھائی ارگیال ملک راجہ سوت کے درمیان کشمکش ہے جس کے باعث ملک میں فساد برپا ہے۔ ممکن ہے کہ سرنگ ملک نے اس سے امداد کی درخواست بھی کی ہو۔ بہر حال علی شیر خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر سوت پر حملہ کر دیا۔ اور فساد دفع کرنے کے بعد سرنگ ملک کی خود مختاری کو تسلیم کر کے حکومت چگتن پر قائم کر دیا۔ اور بصلہ اپنی اس تکلیف کے بودھ کھربو کا علاقہ اس نے اپنی حکومت شامل کر لیا۔ اور اپنا کھرپون مع کسی قدر فوج کے قلعہ بودھ کھربو میں تعینات کر دیا۔ بعد از ان حکومت لداخ کے چند دیہات میں تاخت و تاراج کر کے واپس چلا گیا۔

گیالپو جمیانگ نمگیل علی شیر خاں کی دستبرد سے بہت خشمناک ہوا۔ اور اس سے انتقام لینے کی تدابیر سوچنے لگا۔ بالآخر تسخیر بودھ کھربو اور تنبیہ اہل سوت کے ارادہ سے بودھ کھربو پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر لوسر یعنی بودھی سال نو کی تقریب نزدیک تھی ارکین سلطنت نے صلاح دی کہ اس موقع پر گیالپو کی موجودگی دار الحکومت میں ضروری ہے۔ جمیانگ نمگیل نے لوسر کی خانگی تقریب کے لئے حملہ ملتوی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ تقریب سال نو کی پہلی تاریخ کے بجائے اس دفعہ گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو منالی جائے سال نو کی پہلی تاریخ ۱۰ر فروری کے قریب آتی ہے مگر اس وقت سے یہی دستور ہو گیا ہے کہ اس سے دو ماہ پیشتر یعنی گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو دسمبر کی پانچویں چھٹی تاریخ کے قریب قریب یہ تہوار منایا جاتا ہے۔

غرض کہ گیالپو جمیانگ نمگیل آغاز ماہ دسمبر میں لوسر کے مراسم انجام دے کر اپنی فوج

کے ساتھ پوریگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے فتولا عبور کرنے کے بعد بودھ کھربو کے لوگوں کے ساتھ سازش کر کے چالاکی سے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ علی شیر خاں کی بلتی فوج کچھ قتل ہوئی کچھ فرار ہو کر اسکردو پہونچی۔ بودھ کھربو کی تسخیر کے بعد گیالپو نے واکھا پر قبضہ کیا۔ اور بالآخر ملبہ کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوا۔ اس اثناء میں حالات بدل گئے اور گیالپو کو جنگ پوریگ ناتمام چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لداخ واپس ہونا پڑا۔

اس زمانہ میں علی شیر خاں حملہ لداخ کی تیاری میں مصروف تھا۔ اور راجگان شغر وکھپلو کے ساتھ اتحاد کر کے اس نے لشکر جمع کر لیا تھا۔ بودھ کھربو کے فراری اس کے پاس پہونچے اور اپنی ویرانی کی داستان اُس کو سنائی تو اس نے فوراً لداخ پر حملہ کر دیا اور جمیانگ نمگیل کو ملبہ کی اطراف میں چھوڑ کر سیدھا اس کی دار الحکومت پر جا پہونچا۔ یہاں اسکی مزاحمت کرنے والا موجود نہ تھا تاہم جمیانگ نمگیل کے افسران نے علی شیر خاں کا مقابلہ بلتیوں کے سیلاب فنا کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی اور علی شیر خاں لداخ پر متصرف ہو گیا۔

اس حملہ کے تفصیلی حالات بودھی تاریخ میں مذکور نہیں ہیں صرف اس قدر درج ہے کہ بلتی تمام لداخ میں پھیل گئے۔ اور سخت لوٹ مار کی۔ مذہبی کتابوں کو انھوں نے جلا دیا یا دریا میں بہا دیا۔ اور گونپہ جات کو خراب کیا۔ پھر اپنے ملک کو واپس چلے گئے مگر اصلیت یہ ہے کہ گیالپو جمیانگ نمگیل کو حملہ علی شیر خاں کا حال معلوم ہوا تو وہ سوت کو چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لداخ واپس ہوا۔ مگر اس کے لداخ پہونچنے تک علی شیر خاں لداخ پر متصرف ہو چکا تھا۔ جمیانگ نمگیل جب لداخ پہونچا تو تخته الٹا ہوا تھا کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور علی شیر خاں نے اسے بھی قید کر لیا۔

جمیانگ نمگیل نے صلح کی درخواست کی چونکہ علی شیر خاں کو لداخ پر قبضہ رکھنا مقصود نہ تھا اس لئے وہ مصالحت پر راضی ہو گیا۔ اس کی رو سے غوٹھامرت چھو (نالہ گرگرا) سرحد درمیان حکومت لداخ وحکومت اسکردو قرار پائی اور موضع گنوخ ونالہ گرگرا حکومت لداخ سے خارج ہو کر علاقہ کرتخشہ حکومت اسکردو میں داخل ہو گئے جمیانگ نمگیل نے اپنی بیٹی مندوک گیالمو کی شادی علی شیر خاں کے ساتھ کر دی۔ باوجود اس انتظام

کے اُس نے جیانگ نگیل کو آزاد نہیں کیا بلکہ حکومت لداخ کا عارضی انتظام کر کے جیانگ نگیل کو اپنے ساتھ لیکر مع اپنی لداخی گیالمو کے واپس روانہ اسکردو ہوا۔

اس مصالحت کی رو سے علی شیر خان نے علاقہ بودھ کھربو کو بھی لداخ کے ساتھ رہنے دیا اور اُس کے عوض حکومت لداخ سے سالانہ خراج کی ادائگی کا اقرار۔ اس خدمت کے لیے گونپہ لامہ یورو کا ایک لامہ مقرر کیا گیا جو سالانہ خراج و تحائف مقررہ سے کر دربار اسکردو میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ گونپہ لامہ یورو کی تاریخ میں اُس کا مذکور ہے مگر تفصیل ان تحائف کی درج نہیں ہے۔ لامہ گونبو جولوین یعنی صدر لامہ اس گونپہ کا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ اس خراج کی ادائگی فتح ڈوگرہ کے وقت تک برابر جاری رہی۔

الغرض علی شیر خان مظفر و منصور اور لداخ کی دولت سے مالامال ہو کر مع اپنی لداخی رانی مندوک گیالمو اور اپنے خسر جیانگ نگیل کے اسکردو پہونچا۔ روانگی سے پہلے حکومت لداخ کا وہ عارضی انتظام کر گیا تھا۔ اسکردو میں پہونچنے کے بعد یگو شیر غازی راجہ سانگ کھر نے اپنا رابطہ اتحاد لداخ کے ساتھ قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی ارگیال خاتون کی شادی جیانگ نگیل کے ساتھ کر دی اور یہ قرارداد ہوئی کہ ارگیال خاتون کی اولاد بجز دی جیانگ نگیل کی سابقہ رانی کی اولاد کے وارث سلطنت ہوگی۔ جیانگ نگیل کی شادی جگستن وانگ چوک کی بیٹی سرنگ گیالمو سے ہو چکی تھی جس سے اُس کے دو بیٹے لھوانگ نگیل اور ستنزن نگیل موجود تھے۔ اس دوسری شادی سے یہ دونوں محروم الارث ہو گئے۔ ارگیال خاتون کے بطن سے سنگے نگیل پیدا ہوا جو جانشین جیانگ نگیل کا ہوا۔

اس انتظام کے بعد یگو شیر غازی نے حکمت کے ساتھ جیانگ نگیل کو اس کی حکومت پر بحال کر کے لداخ واپس بھجوا دیا۔

اس واقعہ کو ذکار اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان اقبال نامہ اکبری میں اس طرح لکھا ہے کہ ۱۰۰۵ھ ہجری مطابق ۱۵۹۶ء میں جب بادشاہ کشمیر میں تھا تو اُس کا ارادہ تھا کہ تبت کی فتح کے لیے لشکر روانہ کرے مگر بوجہ قحط کشمیر سپاہ کے لیے چالیس روز کا

سامان خوراک بہم پہونچانا دشوار تھا۔اس لئے بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ امید علی ہولک وطالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو تبت خورد کے مرزبان علی کی رائے کے پاس اور ایوب بیگ سلیم کاشغری و عبدالکریم کشمیری و کوکلتاش کو حاکم تبت بزرگ کے پاس روانہ کیا۔اس بزرگ تبت کے سپہ آرا و وزیر راجو رائے نے بدبختی سے ناسپاسی کی۔یہاں کے راجہ نے اسکی جائداد ضبط کرلی وزیر پریشانی میں مبتلا ہوا ان دنوں میں علی رائے بزرگ تبت کے حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے غلبہ حاصل کیا۔اور اس کو پکڑ کر اس کے محل پر چڑھ گیا۔اور بہت خزانہ جمع کیا۔بہت مقامات پر قبضہ کیا۔جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں کا حاکم مقرر کر کے خود چلا گیا۔

"جب تبت بزرگ پر علی رائے کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اُس کا دماغ آشفتہ ہوا۔حوالی کشمیر میں فساد مچایا۔بادشاہ نے قلیچ خان صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد قلی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے کہ اس بیشہ بہت کو کہ خودسری کے خمدہ میں طن طن کر رہا ہے۔مسل ڈالے قلیچ خان نے تین ہزار سوار اور پانچ سو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی بیگ کی یاوری کے لیے مقرر کیے۔سیف اللہ اُس کا بیٹا تھا۔علی رائے بغیر لڑے بھاگ گیا بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جاسکتے تھے جا کر الٹا چلا آیا۔یہ واقعہ سنہ ۱۰۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۶۰۳ء کا ہے"

گوکہ اس بیان میں حاکم تبت بزرگ یعنی لداخ کا نام درج نہیں ہے مگر علی رائے حاکم تبت خورد یعنی بلتستان کی تسخیر لداخ سے ظاہر ہے کہ جمیانگ نمگیل کے عہد کا یہ واقعہ ہونا چاہیے اور نیز یہ کہ تبت خورد و بزرگ کے یہی دونوں راجہ ہمعصر اکبر بادشاہ کے تھے۔

الغرض جمیانگ نمگیل کی واپسی لداخ پر رعایا نے بڑی گرمجوشی سے اُس کا خیر مقدم کیا۔اور اُس نے حکومت لداخ پھر شروع کردی۔اس طرح سے راجہ

شیر غازی کی حکمت عملی کی بدولت گو کہ گیا بو جمیانگ نمگیل کی حکومت لداخ تو بچالی رہی مگر اُس کی حدود اس قدر گھٹ گئیں کہ اس سے پیشتر کبھی بھی یہ نوبت نہ پہونچی تھی تمام علاقہ پوریگ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور ٹاپنجی سے اوپر کا علاقہ بھی اُس کے قبضہ سے جاتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی حکومت لامہ یورو اور ٹاپنجی کے درمیان محدود ہوگئی۔ اُس نے اُسی پر قناعت کی۔ اور بجائے اس کے کہ باہر کی طرف ہاتھ پاؤں مارے اندرونی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس جنگ و جدل سے ملک میں بڑی تباہی ہوئی تھی۔ اور مذہبی چیزوں کی بہت بیحرمتی ہوئی تھی اس لیے اُس نے رعایا کو مالیہ سے معافی دی۔ اور جو لوگ زیادہ خستہ حالت میں تھے انھیں اس کے علاوہ بھی امداد کی۔ مذہبی بے حرمتی کی تلافی کی غرض سے اُس نے لھاسہ کی جورین پوچھے مورت کے واسطے سونا چاندی مرجان اور موتی وغیرہ تحائف ارسال کیے اور بڑے بڑے گونپہ جات کے لاماؤں کو ضیافتیں دیں۔ اور کرگیوت سے ٹھنگ کتاب کو سونے چاندی اور تانبے کے حروف میں نقل کرایا۔ نیز اُس کا ارادہ تھا کہ بلتیوں کے حملہ لداخ کے زمانہ میں جو مذہبی کتابیں لداخ میں ضائع ہوئی ہیں اُن کے بجائے دوسرے نسخے تیار کرائے اور مذہبی عمارات جو خراب ہوئی ہیں اُن کی درستی کی جائے مگر اُس کی زندگی نے وفا نہ کی۔

جمیانگ نمگیل کے دو بیٹے اُس کی پہلی گیالمو سے تھے۔ انھیں اُس نے تحائف متذکرۂ بالا کے ساتھ لھاسہ بھیج دیا۔ وہ لھاسہ میں ٹھہر گئے اور ایک لامہ کے پاس تعلیم حاصل کرتے رہے بعد ازاں ان میں سے بڑا الھوانگ نمگیل لاہول کا صدر لامہ ہوگیا۔ دوسری گیالمو ارگیال خاتون سے جمیانگ نمگیل کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام بیگو شیر غازی کی خواہش کے مطابق سنگے نمگیل رکھا گیا۔ اور چھوٹے کا نوربو نمگیل ارگیال خاتون کی نسبت لداخ میں یہ شہرت ہے کہ باوجودیکہ وہ ایک بودھ خاندان میں بیاہ کر آئی تھی مگر مرتے دم تک اپنے مذہب اسلام پر قائم رہی۔ علاقہ نوبراہ کے موضع ھونڈر میں جہاں تمامتر بودھ لوگوں کی بستی ہے ایک چھوٹے باغ کے اندر ایک خراب خستہ قبر مجھے نظر پڑی میں نے تعجب کیا۔ دریافت سے معلوم ہوا

کر گیالمو کی قبر ہے اس کے ساتھ ہی ایک چبوترہ میں نے دیکھا تبلایا گیا کہ یہ گیالمو کی مسجد ہے۔ ابتدا میں قبر کے اوپر نہایت شاندار عمارت بھی اور مسجد بھی بہت اعلیٰ بنی ہوئی بھی مگر چالیس پچاس سال سے۔ ٹوٹی پھوٹی قبر اور یہ چبوترہ باقی ہے۔ گیالمو کا نام کوئی شخص مجھے نہیں تبلاسکا۔ اس گانوں کے قریب لب سڑک دو عدد مانے نہایت پاکیزہ اور شاندار بنی ہوئی میں نے دیکھیں دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مانے بھی اسی گیالمو کی تعمیر کردہ ہیں جسکی یہ قبر اور مسجد ہے۔ میں نے ان دونوں مانے کے پتھروں کو بغور دیکھا مگر ایسا کتبہ کوئی مجھے نہیں ملا۔ جس سے ان کی تعمیر کا حال معلوم ہو سکے۔ ان دونوں عمارتوں پر غور کرنے سے میری رائے یہ ہوئی کہ جیانگ نگیل کی وفات کے بعد اس کی گیالمو ارگیال خاتون نے اپنی بیوگی کا زمانہ عوندرہ کے شاہی محل میں بسر کیا ہے اور یہ ٹوٹی پھوٹی قبر اور مسجد کی کرسی اسی غریب الوطن شاہزادی کی یادگار ہیں جسے اس کے مدبر باپ کی سیاسی اغراض نے کھپلو سے لداخ پہونچایا تھا۔ اور اب اس کس مپرسی کی حالت میں پہونچ گئی ہے کہ قبر کے اوپر کسی پروانے کے پر کا جلنا یا بلبل کی صدا کا بلند ہونا تو درکنار گھاس بلکہ خاک کا بھی نام ونشان باقی نہیں ہے۔ قبر بیٹھنے کو تیار تھی میں نے اس کی معمولی مرمت اور درستی کرا دی اور بعد میں اس کے اصل وارثین کھپلو ولداخ کو بھی توجہ دلائی کہ اس کی خبر رکھیں ان دونوں مانے کی بابت بھی میری یہی رائے ہوئی کہ ارگیال خاتون نے بحالت بیوگی اپنے شاہی شوہر کے نام پر مطابق عقیدہ اہل بودھ اس کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے تعمیر کی ہیں بودھ مذہب کی عمارت ہونے کی وجہ سے باشندگان دیہہ وقتاً فوقتاً ان کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ اچھی حالت میں ہیں اور اپنے بانی کی عقیدت اور فیاضی کے شاہد ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی آبادی چونکہ اس گانوں میں نہیں ہے۔ مسجد بے مرمتی سے منہدم ہو گئی۔

لداخ پہونچ کر میں نے راجہ صنم نمگیل سے دریافت کیا۔اُس نے تصدیق کی کہ واقعی یہ قبر سنگے نمگیل کی والدہ ارگیال خاتون کی ہے اور یہ دونوں مانے بھی اسی کی تعمیر کردہ ہیں راجہ نے تبلایا کہ ابتدا میں یہاں ایک نہایت پاکیزہ مقبرہ بنا ہوا تھا۔قبر کے اوپر ایک سونے کا چھتر تھا۔اور مسجد بھی اچھی حالت میں تھی مگر گردش روزگار سے یہ سب چیزیں قریب قریب معدوم ہو گئی ہیں اور گیالمو کا صرف نام ہی نام باقی ہے بعد میں سنہ ۱۸۳۰ء میں مجھے دریافت ہوا کہ منشی جمشید پسر مسٹر جانسن مرحوم نے جو اب ہونڈر میں رہتا ہے اب دونوں عمارتوں کو مرمت کر کے درست کر دیا ہے میں نے خود نہیں دیکھا۔

کھپلو کے حالات کی تحقیق کے سلسلہ میں بعد میں دریافت ہوا کہ گیالمو ارگیال خاتون کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے گذارہ جات کا لگان پھولی دو من اور نمک بارہ من سالانہ راجہ کھپلو کو عرصہ تک ادا ہوتا رہا ہے لیکن مسٹر جانسن کے زمانہ میں اجارہ بتیس کھل غلہ اور ایک بھیڑ و سالانہ قائم ہوا۔ بعد میں وہ بھی بند ہو گیا۔پھولی سوڈا کی قسم کا ایک شور ہے جو وادی نوبراہ کے ایک میدان میں برآمد ہوتا ہے یہ سرکاری اہتمام سے جمع کر کے فروخت کیا جاتا تھا۔ مگر سوڈا کے پہونچنے کے بعد متروک ہو گیا ہے۔

سنگے نمگیل ۱۶۱۰ء / ۱۶۴۵ء جمیانگ نمگیل کی وفات پر سنگے نمگیل تخت نشین ہوا اُس کے اوپر اس کی ماں کے مذہب نے کوئی اثر نہیں کیا تھا مگر نانا کی مردانگی ضرور اسے ورثہ میں پہونچی تھی۔اپنے لڑکپن سے وہ پہلوان تھا دوڑ دھوپ اور کود پھاند میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور تیر اندازی و سواری میں بہت مشاق تھا۔

اپنی جوانی میں اس نے کوگے کے خیمہ نشینوں پر حملہ کیا۔اور کوہ کیلاس کی شمالی حدود کی تمام خانہ بدوش اقوام کو تسخیر کر کے گھوڑے یاک۔بھیڑ بکری بکثرت لداخ میں لایا بعد ازاں اُس نے علاقہ کوگے پر حملہ کیا۔شاد انگ وجا نے میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی جسمیں بہت آدمی مارے گئے اور بہت زیادہ تعداد مال مویشی کی گیالپو کے ہاتھ آئی۔

اسکی شادی رپشو کے ایک اعلیٰ خاندان میں دو عمو کلزانگ کے ساتھ ہوئی جس سے اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ دے الدن نمگیل۔ انڈا بوتی نمگیل اور دے چھوک نمگیل سنگے نمگیل کو مذہب بودھ کے ترقی دینے میں خاص دلچسپی تھی اور ایک بودھ باپ

اور مسلمان ماں کی اولاد میں یہ امر قدرتاً ہونا چاہیے تھا۔ اس کام میں اسے لامہ ستک سنگ راسپا سے بہت امداد پہونچی۔ یہ بزرگ دراصل لہاسہ کا باشندہ تھا۔ ابتدائی عمر میں ہندوستان چلا گیا۔ وہاں بمقام ادجین تعلیم حاصل کی اور ہندوستان میں جسقدر بودھوں کے تیرتھ ہیں سب کی زیارت کرنیکے بعد کلو کے راستہ زانسکار میں وارد ہوا۔ یہاں اس وقت جمیانگ نمگیل حکومت لداخ سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے اس بزرگ کی بڑی خاطر مدارات کی۔ اور اس سے درخواست کی کہ آپ لداخ تشریف لیجائیں وہاں میرا بیٹا گیالپو ہے۔ وہ آپ کی خدمت کریگا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ایک دفعہ اور ہندوستان جانا ہے بوقت واپسی لداخ جاؤں گا چنانچہ زانسکار سے وہ واپس ہندوستان کو چلا گیا۔ وہاں سے واپسی کے وقت براہِ کشمیر وہ فقیرانہ حالت میں وارد لداخ ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ سنگے نمگیل کی شادی ہو چکی تھی اور وہ مذہبی کاموں کی طرف مائل تھا اس موقع پر اس بزرگ کا لداخ پہونچنا سنگے نمگیل کے لیے ایک تائید غیبی تھا۔ اس نے اس بزرگ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اور ان دونوں نے مل کر مذہب بودھ کے اقتدار کو لداخ میں دوبارہ قائم کر دیا۔

ستک سنگ راسپا سنسکرت زبان کا عالم متبحر اور بڑا نامور عابد تھا۔ وضع قطع اس کی حد سے زیادہ سادہ تھی۔ اس کے نام لیوا اس وقت جس شان و شوکت سے بندے بنے ہوئے ہیں اسے اس بزرگ نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔

بودھ عقیدے کے مطابق اس دنیا سے علیحدہ ایک دنیا ہے جسے شمبھالا کہتے ہیں شمبھالا اہل اسلام کی جنت کے قریباً قریب ہے۔ ستک رنگ راسپا نے سفر شمبھالا نامی ایک کتاب اس موضوع پر تصنیف کی جو آج تک لہاسہ اور لداخ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

ہمس۔ چمرے۔ انلے۔ اور ٹشی گانگ میں اس نے عالیشان گونپے تعمیر کیے گونپہ ہمس اپنی مذہبی تعلیم۔ دولتمندی اور سیاسی تعلقات کے لحاظ سے اس وقت لداخ کے تمام گونپوں میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ سنگے نمگیل نے ہمس۔ چمرے اور انلے

کے دیہات ان گونپہ جات کو جاگیر میں دے دیئے۔

راستوں پر مانے یعنی لمبا ٹرک ایک کمرہ چار پانچ گز چوڑا اور سو دو سو گز سے لیکر چار پانچ چھ سو گز لمبا جس کی چھت درمیان سے دونوں طرف سلامی دار ہوتی ہے اور اسکے اوپر پتھر کی سلیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں اسپر بودھ مذہب کا کلمہ "ادم مانے پدمے ہونگ" اور بعض پتھروں پر کتب مقدسہ کے منتخب منتر یا بزرگان دینی کی تصاویر یا مقدس نشانات کے نقشے کندہ ہوتے ہیں۔ ان کے تعمیر کی کثرت اسی زمانہ میں ہوئی۔ لنگشٹ میں ایک مانے ہے جس کے اوپر یہ کتبہ ہے کہ گیالپو سنگے نمگیل نے تعمیر کی۔ اور بزگو دنیول کے درمیان جو بہت چوڑی اور بے حد لمبی اور نہایت بلند مانے بنی ہوئی ہیں اور اسوقت تک بہت اچھی حالت میں ہیں ان کی نسبت روایت یہ ہے کہ خود لامہ ستک سنگ راسپا نے تعمیر کی ہیں۔

گیالپو سنگے نمگیل اور لامہ ستک سنگ راسپا کے درمیان بہت عقیدت اور شفقت کا برتاؤ تھا جس کی وجہ سے دنیاوی اور دینی حکومتیں ایک ہوگئی تھیں سنگے کے معنی شیر کے ہیں اور ستک چیتے کو کہتے ہیں۔ شیر اور چیتے کا اتحاد اس زمانہ میں ضرب المثل کے طور پر زبان زد خاص وعام ہوگیا تھا۔

گیالپو نے بودھا کی ایک مورت تانبے سے آٹھ سالہ لڑکے کے قد کے برابر تیار کرائی۔ اور اسپر سونا چڑھایا۔ اور چم چھس دنیا پوتھی کی پانچوں جلدیں نقل کرائیں اور پانچ لامہ اس مقدس کتاب پر چراغ جلانے کے لئے تعینات کئے۔

سونگھاپا کے بعد لہاسہ میں لاماؤں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک کے سرگروہ کو گیالوا کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کا قائم مقام اس وقت ڈلائی لامہ ہے اور دوسرے کو پن چھن کہا جاتا تھا جسے اب ٹشی لامہ کہتے ہیں۔ موخرالذکر کا صدر مقام شگرتسے ہے۔ پن غالباً مخفف پنڈتا کا ہے اور چھن تبتی زبان میں بڑے کو کہتے ہیں چونکہ بانی اس فرقہ کا نہایت قابل لامہ گذرا ہے اس لئے اس کو پن چھن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا رفتہ رفتہ اس کے قائم مقاموں کا بھی یہی لقب ہو گیا۔

گیالپو سنگے نمگیل نے پن چھن چھوسکی گیالسن کے بڑے لامہ کی خدمت میں اپنی

ماں کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے سونے اور چاندی کے یوم سنگ (ایک زیبائشی چیز جو اندر سے خالی اور اوپر سے گول یا چوکور ہوتی ہے اور اس میں نقش و نگار بنے ہوتے ہیں) اور سیب کے دانہ کے برابر کہربا اور مرغی کے انڈے کے برابر مونگے کے سو سو دانہ پیش کش کے طور پر ارسال کئے۔

اپنی آخری عمر میں سنگے نمگیل کو خیال ہوا کہ اُس کے بچا سیوانگ نمگیل کی حکومت مشرق کی طرف ممز تک تھی مگر اُس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اور اُس کے بعد اُس کے بھائی جمیانگ نمگیل کا زمانہ نہایت نامبارک ثابت ہوا جبکہ مشرقی اور مغربی علاقہ جات سب کے سب ہاتھ سے نکل گئے اس نقصان کی تلافی کی غرض سے اُس نے فوج جمع کی اور پہلے مغرب کی طرف پورگ پر حملہ کیا۔ لداخی تاریخ میں اسکا ذکر نہیں ہے مگر پورگ کے حالات میں اسکا انکشاف ہوا ہے اور مزید براں تاریخ ہند میں بھی اُسکا مذکور ہے مرزا سلطان مرزبان سوت نے جو پسلو کی سنگھن ملک اور اُس کے بیٹوں کے ساتھ کی تھی اس کے انتقام کا بہانہ بناکر سنگے نمگیل نے سوت پر حملہ کر دیا۔ اس وقت چگتن وشکر میں آدم ملک وچھو سرانگ ملک برسر حکومت تھے اور بودھ کھربو تک کچھ کو جمیانگ نمگیل فتح کر چکا تھا۔ لہذا سنگے نمگیل بودھ کھربو و چگتن سے گذر کر سیدھا واکھا پہونچا۔ راجہ گیلدے صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا۔ اُس کو گیالپو کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی اُس نے بلا مزاحمت گیالپو کی اطاعت قبول کر لی۔

لبہ کی سرحد پر پہونچا تو غوری تھم اور اُس کے بھائیوں نے اور دلبہ سنگے راجہ بچھوکر اور اُس کے بیٹوں نے متحدہ فوج کے ساتھ سخت مقابلہ کیا۔ مگر انھیں شکست ہوئی دلبہ سنگے قید ہو گیا۔ باقی سب مارے گئے۔ لبہ اور بچھوکر کے اوپر سنگے نمگیل کا قبضہ ہو گیا۔ ملبہ میں کالوں رنستن کو اور بچھوکر میں کالوں صنم ٹنڈف کو کھرپون مقرر کر کے اُس نے کرتسے کے اوپر چڑھائی کی۔

کرتسے میں اُس وقت سلطان کوبگا نمگیل راجہ تھا۔ اس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور اسیر ہو گیا۔ یہاں بھی انتظام ملکی درست کرنے کے بعد سنگے نمگیل نے حملہ سوت کی تیاری کی۔ وہ اس تیاری میں مصروف تھا کہ صورت حالات بدل گئی۔

اس زمانے میں سوت میں محمد سلطان راجہ تھا۔ سنگے نگیل کے داخلہ بودھ کھر بو کے وقت سے یہ اُس کے خلاف راجہ اسکردو کے ساتھ سازش کر رہا تھا۔ اسکردو میں اس وقت علی شیر خان جیسا شیر موجود نہ تھا کہ شکار دیکھکر فوراً حملہ کر دے۔ راجہ اسکردو نے لمبی چال اختیار کی اور سلطنت دہلی کے صوبہ کشمیر کو سنگے نگیل کی اُس دستبرد سے مطلع کر کے اُس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نگیل نے کرتیسے سے سوت کی طرف حرکت نہیں کی تھی کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی اور کرپو کھر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سنگے نگیل کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ اُس دوران میں اُس نے اپنی جان بچانے کی غرض سے مغل افسر فوج شاہی کے پاس ایلچی بھیجکر صلح کر لی اس نے پیشکش مقرر کر دی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دیوے ان حالات میں کرتیسے اور سوت دونوں اُس کی دستبرد سے بچ گئے۔ اور مزید برآں لداخ کے اوپر سلطنت دہلی کا اقتدار از سر نو قائم ہو گیا۔ ملبہ اور پھوکر لداخ کی حکومت میں رہے اور بالآخر ان علاقہ جات کی حکومت انھیں ہر دو کالونوں کے خاندان میں منتقل ہو گئی یہ انتظام فتح ڈوگرہ کے وقت تک جاری رہا۔

ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں بسلسلہ بارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۳۸ء کے واقعات کے لکھتا ہے کہ "پہلے سال دہم کے واقعات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ تبت خورد کس طرح تسخیر ہوا۔ اور ابدال پسر کلاں علی راے یعنی علی شیر خان انچن) مرزبان تبت اسیر ہوا اور اس سرزمین کی ایالت آدم خاں برادر خورد ابدال کو تفویض ہوئی (دیکھو حالات تبت خورد یعنی بلتستان)

جب علی مردان خان کشمیر میں ناظم ہو کر آیا تو آدم خان راجہ تبت خورد نے اُسکو لکھا کہ سنگے نگیل زمیندار تبت کلاں نے پور یک پر کہ مضافات تبت خورد سے ہے تصرف کر لیا ہے اور اور محال کے تعرض کا قصد رکھتا ہے۔ علی مردان خان نے اپنے خویش حسن بیگ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ۲۵ ربیع الثانی ۱۰۴۸ ہجری کو کرپو کھر کے نواح میں سنگے نگیل مقابلہ میں آیا۔ اور چپٹ پٹا کر بھاگ گیا۔ اُس نے یہ سمجھکر کہ اُس کا دارالحکومت دور ہے حسن خان کے پاس آدمی بھیج کر صلح کر لی حسن خان نے پیشکش

مقرر کر دی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دے"

اس کے بعد سنگے تگیل نے شرق کی طرف حملہ کیا۔ یہاں بھی اس تقدیر نے یاوری نہ کی اور شری کرمو میں اُسے شکست فاش ہوئی۔ یہ جگہ دریائے برہم پوترا کے کنارے اُس کے منبع سے کچھ ہی نیچے کی طرف واقع ہے۔ اس شکست کے بعد سنگے تگیل کو صلح کے سوا کوئی اور چارہ نہ رہا۔ چنانچہ سلطنت لہاسہ کے وکلا کے ساتھ شرائط صلح قرار پائیں اور عہدنامہ مرتب ہوا جس کے مطابق لداخ اور لہاسہ کے درمیان دریائے ناڈ سرحد قرار پائی۔ یہ دریا یانالہ شری کرمو کے متصل واقع ہے۔

سنگے تگیل یہاں سے لداخ کو واپس ہوا اور اثنائے سفر میں انلے پہونچ کر فوت ہوا۔ اس جنگ سے پیشتر سنگے تگیل نے لامہ ستک سنگ راسپا کے مشورہ سے تعمیرات کے بہت بڑے بڑے کام شروع کیے تھے ان میں سے سب سے بڑا اور مشہور کام لیہ کا شاہی محل لے چھن سپل کھر ہے۔ یہ عالیشان نو منزلہ عمارت قصبہ لیہ کے شمال میں ایک بلند پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تین سال تک لگاتار اُس پر کام جاری رہا۔ اس کے وسیع کمرے شاندار ایوان و شاہانہ شہ نشین اور عالیشان غرفہ جات سنگے تگیل کے مذاق صحیح پر شاہد ہیں۔ یہ محل اس وقت تک قائم ہے۔ باہر سے اُسکی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اندر سے عمارت بوسیدہ اور خراب ہو گئی ہے بالائی منزل کے کچھ کمرے گر بھی گئے ہیں اور تمام عمارت بری طرح مرمت کی محتاج ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس تاریخی عمارت کی مرمت سرکاری طور پر ریاست کی طرف سے کرادی گئی ہے اور ۱۹۳۰ء میں جب میں بطور سیاح لداخ میں گیا ہوں تو اُس کی حالت اچھی دکھائی دی۔

دوسری قابل تعریف عمارت اس گیالپو کی ہزگو کا گونپہ ہے جس میں بودھا کی مورت دو طبقہ اونچی تانبے سے تیار کر کے رکھی گئی ہے۔ اور اس کے اوپر سونا چڑھا ہوا ہے اور خصوصیات لداخ میں ایک قابل دید چیز ہے۔

لامہ ستک سنگ راسپا نے جو گونپے ہیمس، چمرے انلے، اور تشی گانگ میں تعمیر کیے ان کی تکمیل کا انحصار زیادہ تر اُسی گیالپو کی مالی امداد پر تھا۔ اچی سے نیچے

دریائے سندھ کے اوپر پرانی وضع کا ایک پل بھی اسی گیالپو نے بنوایا تھا۔ مگر وہ پل اب موجود نہیں ہے۔ اور اُس کے موقع سے تقریباً دو میل اوپر کی طرف دوسرے موقع پر پل تیار کیا گیا ہے جس کے ذریعہ الچی اور سسپول کے درمیان آمد و رفت ہوتی ہے۔

دے الدن نمگیل ۱۶۴۵-۱۶۶۶ء

{ سنگے نمگیل کے بعد اس کا بیٹا دے الدن نمگیل گیالپو ہوا (۱۶۴۵ لغایت ۱۶۶۶ء)۔

مگر باپ کی تمام سلطنت اس کے ہاتھ میں نہیں رہی۔ انڈابوتی نمگیل جو پہلے لامہ یوگرن کے پاس لامہ ہو گیا تھا اور بعد میں لامہ ستک سنگ راسپا کے خاص چیلوں میں داخل ہو کر ہمیس و چیرے کے گونپوں کی تعمیر میں اُس نے بہت بڑا حصہ لیا تھا اور ان گونپہ جات کے لاماؤں کے اعلیٰ درجہ تک پہونچ گیا تھا وہ صوبہ گوگے پر متصرف ہو گیا اور سب سے چھوٹا دے چھوک نمگیل زانسکار و اسپتی کے صوبہ جات پر قابض ہو گیا۔ مگر بڑے بھائی کی سرپرستی ان کے اوپر قائم رہی۔ اور یہ دونوں حکومتیں اس کے ماتحت رہیں۔

دے الدن نمگیل کی تخت نشینی کے وقت اُس کی حکومت پورگ سے لے کر مریوم لا تک تھی۔ یہ سلسلہ کوہستان جھیل مانسرور کے متصل اس موقع سے بطرف لھاسہ واقع ہے۔ اس کی دلی آرزو یہ تھی کہ لداخی فوج کی عزت دوبارہ قائم کرے اور پورگ کے سلطانوں کو پھر اپنا محکوم بنائے اور بلتیوں سے بھی ان کے حملوں کا بدلہ لے۔ لیکن یہ تجاویز وقتاً فوقتاً معرض التوا میں پڑتی رہیں اور ان کے عمل میں لانے کا موقع اس گیالپو کو اپنے بڑھاپے سے پہلے نہیں ملا۔ آخرالامر اُس نے اس ارادہ کو پورا کیا۔ اور سلطنت لداخ کے اقتدار اور طاقت کو اسی درجہ پر پہونچا کر چھوڑا جس درجہ پر وہ اس ملک کے بہترین حکمرانوں کے عہد حکومت میں رہی تھی۔

دے الدن نمگیل کی ذات میں فوجی قابلیت کے ساتھ انتظام ملکی کی قابلیت بھی تھی۔ رعایا کی فلاح و بہبود میں وہ پوری دلچسپی لیتا تھا۔ جس سے ملک میں وہ بہت ہر دلعزیز تھا اور سب چھوٹے بڑے اُس کے مداح تھے۔

دے الدن نمگیل بہار کے دنوں میں اکثر دودق میں رہا کرتا تھا۔ اور سردی کے موسم میں لداخ میں قیام کرتا تھا اس کی تعمیرات مذہبی اغراض پر محدود رہی ہیں۔ اپنے باپ کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے اس نے موضع شے میں مہاتما بودھ کی ایک عالی شان مورت تانبے سے بنائی اور اس کے اوپر سونے کا ملمع چڑھایا۔ یہ مورت بیٹھی ہوئی حالت میں دو طبقہ کی بلندی میں ہے اور ایک چھورتن پانچ طبقہ تعمیر کی۔ یہ دونوں آج تک موجود ہیں۔ اور اپنی ماں کو ثواب پہونچانے کی غرض سے اس نے ایک سب سے بڑی مانے جسے مانے رنگمو کہتے ہیں قصبہ لیہ سے بجانب جنوب مشرق سڑک لہاسہ پر تعمیر کی۔ اس کے اوپر اور نیچے دونوں کناروں پر بہت شاندار چھورتن بنائیں بشمول ان ہر دو چھورتن کے اس مانے کی درازی ساڑھے آٹھ سو قدم یعنی آٹھ سو گز کے قریب ہے اور لداخ کے محل میں ایک مورت مہاتما بودھ کی اور ایک مورت چنرازگ کی دو دو طبقہ بلند تانبہ اور سونے سے تعمیر کیں اور ایک چاندی کی چھورتن دو طبقہ ہوائی بنوا کر ہر سہ تعمیرات کے علاوہ اور تمام تعمیرات دے الدن نمگیل کی آج تک موجود ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ شے کی مورت کی مرمت گذشتہ ایام میں لامہ سوسٹیم نیانے کرائی ہے اور اس وقت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں تو براہ زانسکار۔ برگو۔ اور ننگس موگانگ میں ایک ایک سو لامہ تعینات کیے کہ اس کی ماں کے نام پر پوجی کلمہ "ادم مانے پدمے ہونگ" کا ختم کریں اس ختم کی تعداد ایک سو آدمیوں کے لیے ایک سال میں دس کروڑ تک ہوتی ہے۔

موضع شے کا موجودہ شاہی محل بھی اسی گیالپو نے بجائے سابقہ محل کے تعمیر کیا یہ محل ایک مختصر مگر نہایت پاکیزہ عمارت ہے۔ اس کے اکثر کمرے اس وقت تک موجود ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ بعض حصص اس کے بے مرمتی کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔

گیالپو دے الدن نمگیل کے عہد حکومت میں حاتم خاں سر زنگ کھرلیتی پائینی کھلپو میں اور بار ولیعقوب جو شاہ مراد راجہ اسکردو کے خواہر زادے تھے تھوڑے کم

میں بالائی کھپلو میں حکمران تھے۔ حاتم خاں بھتور سے کھر کا الحاق کر کے اپنی حکومت کو توسیع دینا چاہتا تھا اور تمام ملک کھپلو دس رنگ کو ایک حکومت کے ماتحت لانے کا خیال رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے تعلقات خانگی کی بنا پر گیالپو لداخ کے ساتھ سازش کر کے اُس سے بھتور سے کھر پر حملہ کرا دیا۔ بابر و یعقوب تنہا گیالپو لداخ کا مقابلہ نہ کر سکے گیالپو انھیں اسیر کر کے مع ان کی والدہ کے لداخ لے گیا۔ اور قلعہ بودھ کھربو میں قید کر دیا۔ اس نے پوئین سے اوپر کے تمام علاقہ چھوربٹ کو لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور حکومت بھتور سے کھر کا باقی علاقہ حاتم خاں کو دیدیا۔ اس طرح حاتم خاں نے اپنی مطلب برآری کی اور حکومت بھتور سے کھر کو نابود کر کے تقریباً تمام ملک کھپلو میں اپنی تنہا حکومت قائم کر لی۔

اس کا انتقام لینے کے لیے شاہ مراد راجۂ اسکردو نے امام قلی خاں راجۂ شگر کے ساتھ اتحاد کر کے بودھ کھربو پر حملہ کر دیا اس حملہ کی خبر پہونچنے پر گیالپو دے الدن نگیل نے اس کے مقابلہ کے لئے لداخ سے فوج بھیجی اور بودھ کھربو میں ایک خونریز معرکہ جنگ برپا ہوا۔ آخر کار لداخی فوج میدان جنگ سے قلعہ کی طرف بھاگی اسکردو کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا راستہ روک لیا۔ نوسو سپاہی گرفتار ہوئے پچاس کے قریب فرار ہوئے باقی تمام لشکر لداخ میدان جنگ میں کام آیا۔ اور شاہ مراد نے قلعہ کھربو پر علم فتح و ظفر بلند کیا۔

لداخ میں یہ پچاس آدمی اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے تو اس پر بڑا افسوس کیا گیا اور گیالپو اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی تدبیر میں مصروف ہوا۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ شاہ مراد کی بہن اور اس کے دو بیٹے ہمارے پاس قید ہیں انھیں آزاد کر کے شاہ مراد کے پاس بھیج دیا جائے اور اسیران جنگ کھربو کو اس سے واپس لیا جائے شاہ مراد نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ اور بابر و یعقوب مع اپنی والدہ کے اس کے پاس پہونچ گئے۔ تب اس نے لداخی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بعد ازاں اس نے بابر و یعقوب کو ان کی آبائی میراث پہ متمکن کر کے حاتم خاں کی تدابیر کو اور دے الدن نگیل کی تدبیر کو تہ و بالا کر دیا۔ یہ واقعات کھپلو اور اسکردو کی تاریخ میں مفصل بیان ہوئے ہیں۔

غالباً دے الدن نمگیل کی دستبرد تھوڑے کھر کی وجہ سے بادشاہ عالمگیر کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ جیسے ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہند کی جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیری میں اس طرح بیان کیا ہے "کہ بعد بادشاہ عالمگیر نواب سیف خاں ۱۰۷۴ ہجری سے ۱۰۷۵ ہجری تک (۱۶۶۴-۶۵ء) بار اول صوبہ کشمیر تھا۔ اسکے زمانۂ حکومت کشمیر میں مرزبان تبت دے الدن نمگیل نے سرکشی اختیار کی بادشاہ نے سیف خاں کو حکم صادر کیا کہ کسی معتمد فہمیدہ کار کی معرفت اسکے پاس پیغام نصیحت آمیز بھیجو کہ وہ راہ ضلالت سے بازگشت کرے اور اطاعت قبول کرے اور خطبہ و سکہ شاہی جاری کرے اور مسجد اسلام تعمیر کرے اور راہ راست پر آئے اور اپنے آپکو بادشاہی عنایت کا امیدوار کرے اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو اسپر چڑھائی کرو۔ اور اسکے ملک کو پامال کرو۔ اور اسی مضمون کا وعدہ وعید زیر فرمان دے الدن نمگیل مرزبان تبت کے نام صادر کیا۔ سیف خاں نے محمد شفیع ملازم شاہی کو فرمان مذکور دے کر روانہ تبت کیا۔ مرزبان نے اس فرمان کو سنکر اول تو فکر فاسد کی۔ لیکن آخر کو اپنی بہبود کار بادشاہ اسلام کے حکم کی اطاعت میں جانی پہلے ہی جمعہ کو اہل شہر کو شہر کے باہر جمع کیا۔ بادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور خطیب کے سر پر سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے۔ اور خلعت فاخرہ پہنایا اور مسجد بنائی۔ جس کا نقشہ اور دو ہزار اشرفیوں اور نو ہزار روپیہ کے تازہ سکے عالمگیر کے نام کے اور اس ولایت کے تحفے حضور میں بھیجے۔ عرضداشت مع نذر فرمان کے جواب میں کمال رسوخیت و عبودیت ظاہر کرکے محمد شفیع کے ہاتھ روانہ کی۔ اور محمد شفیع اور اس کے ہمراہیوں کی خدمتگاری شایستہ کی۔

اس کے بعد ذکاء اللہ نے ملک تبت کا حال بھی مختصراً لکھا ہے جس کا اس جگہ مذکور کرنا خالی از دلچسپی نہوگا۔ "سرزمین تبت میں اکثر ویرانہ اور لاحاصل دشت ہیں کہ کشت و کار کے قابل نہیں ہیں اور ان سے کچھ محصول حاصل نہیں ہوتا ہے لیکن طول میں سوائے بیجاپور کے اور کوئی صوبہ اس کو نہیں پہونچتا چار پانچ مہینے کی راہ ہے اور عرض اس کا بعض جگہ ایک ماہ اور بعض جگہ ڈیڑھ مہینے کی راہ ہے اور ہندوستان

میں اس کے برابر کوئی صوبہ نہیں ہے۔ لیکن محصول اس کا اس قدر کم ہے کہ ادنٰی صوبوں کے ایک پرگنہ سیر حاصل کے برابر ہے اور کوئی مکان لامنفع اس کے برابر نہ ہوگا۔ اسلئے کسی بادشاہ نے وہاں خطبہ و سکہ جاری کرنے کا حکم نہیں دیا۔

مجھے بادشاہ عالمگیر کے دو فرمان آمی دے الدن نمگیل لداخ میں دستیاب ہوئے ایک مورخہ دہم شوال سنہ ہشتم جلوس (تقریباً [illegible] ہجری مطابق ۱۶۶۱ء) اس کا مضمون یہ ہے کہ سیف خاں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ تم نے اطاعت قبول کی ہے اور ملک تبت میں خطبہ اور سکہ ہمارے نام کا جاری کرنا اور مسجد بنانا تسلیم کر لیا ہے۔ لہٰذا خطاب راجگی اور خلعت سے تم کو سرفراز کیا جاتا ہے۔

دوسرا مورخہ نوزدہم شوال سنہ پڑھا نہیں گیا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ تمھاری عرضداشت پہونچی کہ تم نے خطبہ و سکہ ہمارے نام کا اپنے ملک میں جاری کر دیا ہے اور مسجد کی تعمیر بھی شروع کر دی ہے۔ سیف خاں نے بھی اس کی تصدیق کی لہٰذا خلعت فاخرہ اور خنجر مرصع تمھاری سرافرازی کی غرض سے بھیجا جاتا ہے۔

ان ہر دو فرامین کے مضمون سے واقعات مندرجہ بالا کی پوری تصدیق ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ موجودہ مسجد بازار لداخ کی بنا گیالپو دے الدن نمگیل کے ہاتھ سے ۶۴-۱۶۶۳ء میں پڑی ہے۔ اور پھر بتدریج اسے توسیع ہوئی ہے۔

پانچواں باب

سلسلہ نمگیل راجگان لداخ

دے لیک نمگیل الملقب عاقبت محمود خاں ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء

دے الدن نمگیل کے بعد اُس کا بیٹا دے لیک نمگیل تخت نشین ہوا (سنہ ۹۵-۱۶۶۶ء) اس سے کچھ عرصہ پیشتر لہاسہ میں قدیم اور جدید خیال کے لاماؤں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ اور ہر ایک فرقہ دوسرے کی بیخ کنی کے درپے ہو گیا۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا کہ ہر دو فریق نے یکے بعد دیگرے سوپتو گیالپو یعنی شاہ منگولیا سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ اس خانہ جنگی اور اس سے بڑھکر اس بیرونی مداخلت کی حماقت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر دو فریق کی خود مختاری جاتی رہی۔ اور سوپتو یعنی قلماقی گوشری خاں تمام ملک لہاسہ پر قابض ہو گیا۔ ابتدا گو وہ پرانے خیال کے لاماؤں کے خلاف سیرپو یعنی جدید خیال کے لاماؤں کی امداد کرنے کے لیے آیا تھا اس لیے اس کی سلطنت میں اس خیال کے لاماؤں کا زور ہو گیا۔

اس زمانے میں بھوٹان اور تبت کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا۔ بھوٹان کا بڑا لامہ لداخ کے گیالپو کا گورو تھا۔ دے لیک نمگیل نے لہاسہ کو مراسلہ بھیجا کہ بھوٹان کے ساتھ فساد نہ کرو۔ ورنہ ملک لداخ اُن کی امداد میں ہتھیار اُٹھانے کو تیار ہے۔ حکومت لہاسہ نے اس کے جواب میں لداخ پر فوراً حملہ کر دیا۔

اس فوج کی سالاری کے لیے گیلدن گونپہ کا ایک لامہ سانگ نامی منتخب کیا گیا۔ یہ لامہ سوپتو نسل سے تھا۔ اور نہایت ہوشیار اور قابل افسر خیال کیا جاتا تھا

گونپہ سے نکل کر لہاسی فوج کے ساتھ وہ چند روز میں حدود لداخ کے اندر داخل ہوگیا
دے لیک نگیل اس حملہ کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا۔ اور جلدی سے ایک فوج
تیار کرکے بائنج گیالسن ٹنڈوپ لونپو شے فوج سوقپو کا مقابلہ کرنے کی غرض سے بھیجی
دونوں لشکروں کا تصادم گانگس اور گر کے درمیان جامرڈینگ نامی مقام پر مقابلہ ہوا
لداخیوں کو شکست ہوئی۔ لہاسی فوج بدستور لداخ کی طرف بڑھتی رہی۔ یہ فوج جب
لیہ کے قریب پہونچ گئی تو گیالپو اپنی دار الحکومت لیہ کو چھوڑ کر بزگو چلا گیا۔ اور قلعہ
بزگو کے استحکام میں مصروف ہوا۔ لہاسی فوج نے بزگو کا رخ کیا۔ تو گیالپو دے
لیک نگیل تنگ موگانگ کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ لامہ سانگ نے قلعہ بزگو
کا محاصرہ کرلیا۔

بزگو کا قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ اور رسد اور پانی دونوں کا انتظام اس کے
اندر خاطر خواہ تھا۔ لہاسی فوج اس کے تسخیر کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ لیکن لداخی
فوج کو بھی یہ طاقت نہ ہوئی کہ محاصرہ کرنے والوں کو بھگا دیوے۔ مختلف تواریخ
میں اس محاصرہ کی بابت مختلف روایات ہیں۔ ایک میں بیان ہے کہ یہ محاصرہ
تین سال تک جاری رہا۔ دوسری میں بیان ہے کہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ اور اس
اثنا میں لہاسی فوج نے ملک میں خوب لوٹ مار کی۔ ملک لداخ میں لوگوں کے
گذارے کا دارومدار زیادہ تر زراعت پر ہے زراعت پیشہ لوگ اگر ایک سال
زراعت نہ کریں۔ یا پیداوار نہ ہو تو بمشکل گذارہ کرسکتے ہیں۔ اس لیے موخر الذکر
روایت طوالت محاصرہ کی بابت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

جب دے لیک نگیل نے دیکھا کہ فوج لہاسی کے نکالنے کے لیے کوئی تدبیر کارگر
نہیں ہوتی ہے تو مجبور ہو کر اس نے ابراہیم خاں صوبہ کشمیر سے امداد کی درخواست کی
عالمگیر نے حملہ آوران کی سرکوبی کے لیے افواج کابل و کشمیر مامور کیں اور ابراہیم خاں
کے بیٹے فدائی خاں کو سالار فوج بنا کر خوانین کابل کے ساتھ تبت بھجوایا۔ اس فوج
کی آمد کی خبر سن کر فوج سوقپو نے قلعہ بزگو کا محاصرہ اٹھالیا اور میدان چارگیال میں
جو بزگو اور نیمو کے درمیان میں واقع ہے۔ اپنے آپ کو مقابلہ کے واسطے تیار کیا۔ اس

جگہ پر سخت لڑائی ہوئی۔ بالآخر لہاسی فوج قلماق شکست کھا کر پیچھے ہٹی اور بہت سا سامان زرہ، بکتر اور تیروکمان میدان جنگ میں چھوڑ گئی۔ فوج کشمیر نے موضع پیتوک تک اس کا تعاقب کیا۔ فوج سوقپو نے یہاں بھی قدم نہیں جمائے اور بھاگتی ہوئی نشی گانگ چلی گئی۔ کشمیر کی فوج نے زیادہ اُن کا پیچھا نہیں کیا۔ لہاسی فوج نے جب دیکھا کہ کوئی پیچھا کرنے والا نہیں ہے تو وہ نشی گانگ میں ٹھہر گئی وہاں انھوں نے گونپہ کو قلعہ میں تبدیل کرکے اُس کے گرد ایک خندق تیار کی جسے پانی سے بھر دیا اور اسکے اندر بہ اطمینان سے مقیم ہوگئی اور فوج کشمیر کی نقل و حرکت کی منتظر رہی۔ یہ قلعہ اب تک گونپہ کی صورت میں موجود ہے۔

فوج کشمیر یہ خدمت انجام دے کر پیتوک سے واپس ہوئی۔ اب گیالپو دے لیک نگیل بھی اپنے قلعہ تنگ موگانگ سے نکلا۔ اور سپاہ سالار فوج کشمیر کا بڑی عقیدت کے ساتھ شکر ادا کیا۔ کشمیر کے مورخین کا بیان ہے کہ دے لیک نگیل نے اس موقع پر مذہب اسلام اختیار کیا اور اُس کا اسلامی نام عاقبت محمود خاں رکھا گیا مگر لداخ کی بودھی تاریخ میں اس کے متعلق کچھ مذکور نہیں ہے اور معززین لداخ کو اس سے قطعی انکار ہے مگر سلطنت دہلی کی سرکاری خط و کتابت اسی نام سے اس کے ساتھ ہوتی رہی ہے اس لیے اس واقعہ کو بالکل غلط نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ الغرض گیالپو دے لیک نگیل نے اس واقعہ کے بعد اقتدار شاہنشاہ ہند کا لداخ کے اوپر تسلیم کر لیا اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل خراج سالانہ اور بروایت دیگر ہر تیسرے سال دینا قبول کیا۔

ابلق گھوڑے ۱۸۔ مشک نافہ ۱۸۔ یاک کی دم ۱۸۔

اس کے عوض میں نواب کشمیر نے زشہرہ میں لداخ کے گیالپو کو جاگیر عطا کی جس سے پانچ سو بورے چاول کی سالانہ آمدنی تھی جب تک کشمیر سلطنت دہلی کا صوبہ رہا یہ جاگیر قائم رہی۔

الغرض یہ استحکام کرکے فدائی خان گیالپو دے لیک نگیل کے ایک بیٹے جگسپال اور چند معززین کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لیکر مع مال غنیمت کے کشمیر کو واپس ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰۹۴ ہجری مطابق ۱۶۸۳ء کا ہے اور اس سے عالمگیر بادشاہ نے ملک تبت کے اوپر اپنا پورا اقتدار قائم کر لیا۔

گیالپو دے لیگ نگیل کی یہ حرکت کہ اُس نے بیرونی اقوام کے ساتھ تعلقات پیدا کیے اور انھیں لداخ کے معاملات میں دخل دینے کا موقع دیا ہے لہاسہ میں بہت ناپسند کی گئی۔ اُس کے انسداد کی غرض سے لامہ ری چھم دانگپو کو جو گونپہ ڈوکپا کا کوشوک یعنی افسر اعلیٰ تھا دیوا جونگ نیپی ڈلائی لامہ لہاسہ نے گیالپو دے لیک نگیل کے ساتھ شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے وکیل مختار مقرر کر کے لداخ بھیجا۔ لامہ کور تنگ موگانگ میں پہونچا۔ اُس کے ساتھ لہاسہ کے کچھ اور آدمی بھی تھے۔ لامہ مذکور نے بحیثیت اپنے مذہبی پیشوا ہونے کے گیالپو کو سمجھایا کہ ہم اور تم ہم قوم و ہم مذہب ہیں کشمیر کے لوگ غیر قوم اور غیر مذہب ہیں۔ اگر تم نے غیر لوگوں کو اپنے ملک کے اندر دخیل کیا تو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ اور اندیشہ ہے کہ ہمیں بھی نقصان پہونچے اس لئے بہتر ہے کہ اس کے انسداد کے لیے جانبین سے کوشش کی جائے۔ پیشتر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا آیندہ کے لیے ہم اقرار کرتے ہیں کہ لداخ پر کبھی حملہ نہ کریں گے اس کے عوض گیالپو لداخ کو سرحد کشمیر کی حفاظت کا ذمہ اٹھانا چاہیئے۔ گیالپو نے اقرار کیا کہ اگر کشمیر کی طرف سے کبھی فوج اس طرف آئے گی تو میں اُس کے روکنے کا ذمہ دار رہوں۔

تجارت پشمینہ کے متعلق کوشوک می چھم دانگپو نے سرکار لہاسہ کی طرف سے یہ اقرار کیا کہ نارس کورسوم یعنی چانگ تھنگ کا پشمینہ جس قدر ہوگا وہ لداخ کے سوداگران کے علاوہ اور کسی کے پاس فروخت نہیں کیا جائیگا۔ اس کا نرخ فی ۸۰ نیاغا (چھ نیاغا = ایک سیر انگریزی) دو روپیہ نقد یا جنس میں ہوگا۔ رعایائے لہاسہ جس وقت اپنا پشمینہ سوداگران لداخ کے ہاتھ فروخت کریں تو ترازو لداخ والوں کے ہاتھ میں ہوگا لیکن لداخ والوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ لہاسہ والوں کے پشمینہ کو مٹی پتھر یا پانی کی آمیزش کا عیب لگائیں۔

علاقہ رودوق میں گیالپو کے اپنے سوداگروں کے سوا دیگر عام سوداگروں کو تجارت کی اجازت نہ ہوگی۔

کشمیر سے جو سوداگر بغرض خرید پشمینہ لداخ میں آئیں انھیں ہنوک سے اوپر چانگ تھنگ کی طرف جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس جگہ خرید و فروخت کرکے کشمیر واپس ہوں گے۔

جو سوداگران لداخی چانگ تھنگ میں بغرض خرید پشمینہ جائیں انھیں کشمیر میں اس پشمینہ کی فروخت کے لیے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ لداخ کے اندر کشمیری سوداگروں کے پاس اپنا پشمینہ فروخت کرنے پر مجبور ہوں گے۔

لامہ کے مذہبی دباؤ سے گیالپو کو نارس کورسوم کا تمام علاقہ سرکار لھاسہ کو حوالہ کرنا پڑا۔ اور اُسے دلاسا یہ دیا گیا کہ گونپہ جات لھاسہ کی روشنی کے واسطے یہ اُس کی طرف سے نذر ہوگی۔ مذہب کے نام پر یہ ملکی نقصان اُسے چاروناچار برداشت کرنا پڑا تاہم موضع منسر اُس نے اپنے پاس رکھا۔ اور کہا کہ کانگری یعنی کوہ کیلاس اور جھیل ماپم یعنی مانسرور پر خاص گیالپو کی طرف سے چراغ جلنا ضروری ہے۔ اسے لامہ نے بھی مان لیا۔ مملکت لھاسہ و لداخ کے درمیان لھاری کی پہاڑی جدید سرحد قرار پائی۔ یہ پہاڑی موضع دم چوک کے متصل واقع ہے۔

تجارتی تعلقات کے بارہ میں یہ قرار پایا کہ لھاسہ سے سرکاری سوداگر (جونگ سونگ) سالانہ لداخ میں آئیگا۔ وہ چینی چائے بقدر دو سو بار یا بولا کریگا۔ اس چائے کو جونگ سونگ صرف لداخی سوداگروں کے پاس فروخت کریگا۔ اور ممالک بیرونی میں خود اُسے نہیں ارسال کریگا اور وہ حسب ذیل تحائف گیالپو کو پیش کرے گا

چینی چائے سبز ۲۲ دامو ــــ طوار چینی دھپولی ار ریشمی کپڑا ۸ تھان۔ پٹو لھاسی ۲ تھان ــ اور خشک دتبرکات لھاسہ کے بڑے بڑے لاماؤں کی طرف سے (خٹک ڈیڑھ دو گز لمبا اور چار پانچ گرہ چوڑا ریشمی رومال جیسا سفید کپڑا ہوتا ہے جو بوقت ملاقات بڑے آدمیوں کو پیش کیا جاتا ہے)

لداخ کا گیالپو ہر تیسرے سال اپنا وکیل سرکار لھاسہ میں بہ ثبوت اپنی عقیدت کے بھیجا کریگا۔ اس کا نام تبتی زبان میں لوپ چھک یعنی سالانہ سفارت ہے اس کے ہاتھ حسب ذیل اشیا بطور تحفہ سرکار لھاسہ میں پیش کی جائیں گی۔

سونا ۱۰ سیر جاؤ (= ۱/۲ ۳ تولہ) زعفران ۱۰ انگ (= ۲۵ تولہ

بارقندی کپڑا ۲ تھان پنجابی سوتی کپڑا ایک تھان

لوپ چھک کو بزمانہ قیام لہاسہ رسد سرکار لہاسہ کی طرف سے بلاقیمت دی جائیگی اور بموقع سفر آمدورفت حدود مملکت لہاسہ میں باربرداری دو سو جانور۔ دس یاک اور پندرہ گھوڑے اور تین آدمی خدمت کے لیے اور اُس کے اپنے گھوڑوں کے لیے گھاس اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتی اور ہر پڑاؤ پر رہنے کے لیے خیمے بلاکرایہ اور بلاقیمت بہم پہونچائے جائیں گے۔ اس باربرداری کو ایک حاکم ملکی کے صدر مقام سے دوسرے حاکم ملکی کے صدر مقام تک برابر جانا ہوگا تاکہ اثنائے راہ میں لوپ چھک کو اس کے تبادلہ کے انتظام کے لیے دہ بدہ پھرنا نہ پڑے اور قریب یہی مراعات گیالپو لداخ کو جونگ سونگ لہاسہ کے لیے حدود حکومت لداخ میں کرنا ہوں گی۔

یہ عہدنامہ توثیق کرکے کوشوک می پھم دانگمپو لہاسہ واپس چلا گیا۔ سرکار لہاسہ نے اس کی ان سیاسی خدمات کی بڑی قدر کی اور اُس کے صلہ میں تین گانوں کسے بطور جاگیر عطا کیے۔ یہ جاگیر اس وقت تک اس گونپہ کے قبضہ میں ہے جس کا وہ صدر لامہ تھا۔

اس طرح گیالپو دے لیک نمگیل دو زبردست طاقتوں کی ماتحتی میں آگیا اور دونوں کو اُس نے سلطنت مغلیہ کے زوال تک خوب نباہا۔ بعدازاں تعلقات کشمیر کا خاتمہ ہوگیا لیکن لہاسہ کے عہدنامہ پر بلاکم وکاست حکومت لداخ کے قیام تک عمل رہا پھر اس کی تجدید بذریعہ عہدنامہ دیوان ہری چند مورخہ ۲۔اسوج سمبت ۱۹۰۱ بکرمی مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے ہوئی اور باستثنائے نرخ پشمینہ کم وبیش آج تک رائج ہے۔

نیما نمگیل ۱۶۹۵ - ۱۷۵۰ء [گیالپو دے لیک نمگیل کے پانچ بیٹے تھے۔ اُنکی وفات پر اُس کا بڑا بیٹا نیما نمگیل تخت نشین ہوا

(دسمبر ۱۶۹۵ء لغایت سنہ ۱۷۵۰ء) یہ بڑا بیدار مغز گیالپو تھا۔ اس کے عہد حکومت میں تابل

اشخاص کو عروج ہوا اور نا قابل لوگ جو چالاکی سے فائدہ اٹھاتے تھے خراب ہو
اس نے تقریباً ہر ایک گانوں میں ایک ایک چیدہ آدمی کو مقدم دیہہ مقرر کیا تھا فیصل
مقدمات میں وہ ہمیشہ اکابران اور تجربہ کار اشخاص سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ اور کسی
فریق کی طرفداری کو جائز نہیں رکھتا تھا جو احکام صادر کرتا تھا محض انصاف پر مبنی
ہوتے تھے۔ اس وجہ سے ملک میں اُس کی بڑی عزت تھی۔

اس کے نام عالمگیر بادشاہ کا فرمان مورخہ (کی تاریخ پڑھی نہیں گئی) شہر جمادی الآخر
سال سی ونہم جلوس (سنہ ۱۱۰۸ھ ہجری مطابق ۱۶۹۷ء) اس مضمون کا صادر ہوا کہ
"اس زمانے میں دریافت ہوا کہ راجہ عاقبت محمود خاں تمہارے جد گذر گئے۔
لہذا تم کو خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا جاتا ہے۔ اور منصب یک ہزاری ذات و
یک ہزار سوار پانصد سوار دو اسپہ امتیاز بخشا جاتا ہے۔ فرقہ قلماق کو اپنے ملک میں
عبور و مرور نہ کرنے دو اور اپنے اہل ملک کو راضی و شاکر رکھو۔ اور شعائر اسلام کے
رواج میں کوشش کرتے رہو"

ایک اور فرمان ابو الفتح ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ دہلی کا نامی راجہ عاقبت و
محمود خاں مورخہ ۲ رجب المرجب سال شانزدہم جلوس (سنہ ۱۱۴۷ھ مطابق ۱۷۳۵ء)
اس مضمون کا مجھے ملا ہے کہ "تمہاری عرضداشت پہونچی جس میں تم نے لکھا ہے کہ
تم مراتب عقیدت پر خلوص کے ساتھ قائم ہو۔ اس بنا پر خلعت فاخرہ اور جمدھر کی عطا
سے تم کو افتخار دیا جاتا ہے تم کو لازم ہے کہ شکر گذاری کے ساتھ فرماں برداری و
خدمت گذاری میں ثابت اور راسخ ہو"

معلوم ہوتا ہے کہ گیالپو دے لیک نمگیل حسب رواج لداخ جب حکومت اپنے
بیٹے نیما نمگیل کو سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ اُس زمانے میں اس نے یہ عرضداشت
بھیجی ہے جس کے جواب میں فرمان مذکرہ صدر اُس کے نام صادر ہوا۔ ورنہ اس
زمانے میں لداخ کا گیالپو نیما نمگیل تھا جس کے نام تصدیق جانشینی کا فرمان بھی عالمگیر
بادشاہ کی پیشگاہ سے اس فرمان سے تقریباً ۲۰ سال پیشتر صادر ہو چکا تھا
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

گیا لیو نیا نگیل نے گونپہ سم یاس اور لہاسہ کے دیگر بڑے بڑے گونپوں کو مورتیوں پر سونے کا ملمع چڑھانے کے لئے سونا بھیجا۔ روشنی کا خرچ دیا۔ ہر فرقہ کے بڑے بڑے لاماؤں کو نذریں بھیجیں اور عام لاماؤں کے لیے ضیافت کا انتظام کیا خاص لداخ میں سونے چاندی کی بہت سی مورتیاں تیار کیں۔ چلم سر کے گاؤں میں پل سے اوپر کی طرف ایک لمبی مانے تعمیر کی۔ یہ مانے اس وقت تک موجود ہے۔ گو کہ درازی اس کی خاصی ہے مگر عمارت بہت اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے۔ یا بوجہ بے مرمتی خراب ہو گئی ہے۔

اس کے زمانے میں چھاپہ خانہ پہلی دفعہ اس ملک میں پہونچا۔ مذہب اس کے رواج کی وجہ تحریک ہوا۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت تک اُس کا استعمال مذہبی خدمات پہ محدود ہے اور اس کا کام لینے والے بھی مذہبی آدمی ہیں۔ مورتیوں کے اندر جو منتر لکھکر رکھے جاتے تھے ان کے چھاپنے کے لیے لکڑی کی تختیاں اپنے کندہ کرائیں اور اس کا تمام سامان لہاسہ سے منگوایا اور لداخ میں اس کا رواج دیا۔ یہ چھاپہ خانہ اس وقت تک گونپہ سوما واقعہ قصبہ لیہ میں موجود ہے اور اس کے ساتھ کاغذ سازی کا بھی کارخانہ ہے۔ یہ کاغذ نرم اور کھردرا ہوتا ہے مگر لداخ کے لوگ بانس کی کھپاچ کے قلم سے اس کے اوپر بآسانی لکھتے ہیں۔

اس قسم کے چھاپہ خانے اور کاغذ سازی کے کارخانے لداخ کے قریب قریب ہر ایک بڑے گونپہ میں موجود ہیں مگر استعمال ان کا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا صرف مذہبی کاموں پر محدود ہے۔ اور یہ دونوں کارخانے قریب قریب اُسی درجہ ابتدائی میں اب تک چل رہے ہیں جس میں کہ وہ ابتداً اس ملک میں پہونچے تھے۔ لداخی لاماؤں کو اس سے غرض نہیں کہ چین اور جاپان میں اسے ترقی دیکر کہاں سے کہاں تک پہونچا دیا گیا ہے۔ البتہ موریوین مشن کے پادری لیتھو چھاپہ لداخ میں لائے ہیں مگر اس کا استعمال بھی ان کی مذہبی ضروریات پر محدود ہے۔

گیا لیو نیا نگیل نے کل کاگیور کی نقل کرائی یہ بودھ مذہب کی مقدس کتاب ہے جو ۱۰۰ اس کے قریب قریب ضخیم جلدوں میں ہے۔ علاوہ ازیں اُسنے

بہت سی مذہبی کتابیں لاؤں اور دنیاداروں میں ان کے پڑھنے کے واسطے تقسیم کیں۔ اپنے پھرانے کے دستی چھوٹے چرخ سونے چاندی اور تانبہ سے بنائے اور انکا بیں رواج دیا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ اُس نے لوگوں کے اخلاق کو درست کیا چوری رہزنی اور جھوٹ کی اُس نے اُس ملک میں بیخ کنی کردی۔ ان امور کے متعلق وہ لوگوں کو ایسی محبت کے ساتھ پند و نصیحت کیا کرتا تھا جیسے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ مشہور تعمیر اس گیالپو کی چراسا واقعہ علاقہ نوبراہ کا شاہی محل ہے جس کے بعض حصے اس وقت تک اچھی حالت میں ہیں۔ گو کہ عرصہ دراز سے یہ عمارت خالی ہے اور کسی کے استعمال میں نہیں آئی۔

اس گیالپو کے عہد میں دو اہم واقعات پیش آئے اور ان دونوں کا ذکر تاریخ لداخ میں نہیں ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ دو اطالوی پادری ایپولیطو ڈیزیڈیری ساکن پستویا اور عمانویل فریرے شہر روما سے چل کر براہ گوا۔ آگرہ۔ دہلی و سری نگر تقریباً ۲۰ جون ۱۷۱۵ء کو بعزم لھاسہ شہر لیہ۔ لداخ میں وارد ہوئے پادری ڈیزیڈیری اپنے حالات سفر کشمیر تا لداخ اپنے سفر نامہ میں اس طرح بیان کرتا ہے۔ ان کا مقابلہ مرزا حیدر کے حالات لداخ ۱۵۳۲ء کے ساتھ نہایت دلچسپ اور مورخانہ نکتہ نظر سے نہایت مفید ہوگا۔ اسی غرض سے ہردو اندراجات کو بزبان اصل مصنفین اس کتاب میں ترجمہ کرکے درج کردیا گیا ہے۔

"ایک نہایت پر فضا۔ زرخیز اور آباد پہاڑی پرگنہ کشمیر کے خاتمہ پر ہم ۲۹ مئی ۱۷۱۵ء کو ایک سر بفلک کشیدہ۔ خوفناک اور استادہ پہاڑ موسومہ کانتل (؟ کائیں پتھری) کے دامن میں پہونچے۔ یہ کشمیر اور بلتستان کی سرحد ہے۔ ۳۰ مئی کو ہم نے اس پہاڑ کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ شام تک ہم پہاڑ کانتل کی دوسری طرف تبت خورد کی پہلی بلدی (غالباً مٹائن) میں پہونچ گئے۔ دگر فریرے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ رات کو ہم ایک غار میں رہے اور دوسرے دن شام کو آبادی میں پہونچے) اس علاقہ کی زبان گو کہ لھاسہ کی زبان سے مختلف ہے مگر دونوں کی اصل جہاں سے وہ نکلی ہیں بظاہر ایک

معلوم ہوتی ہے۔ ان اطراف میں شہروں کا نام ونشان نہیں ہے صرف گانوں ہیں۔ اور مکانات رہائشی عموماً آدھی بلندی تک زمین دوز ہیں۔ پیداوار صرف جو۔ گندم اور بعض ترکاریاں۔ اور خوبانی پر محدود ہے۔ یہاں کے لوگوں کا مذہب ابتدائً وہی تھا۔ جو لداخ کے لوگوں کا تھا۔ لیکن چونکہ یہ ملک شاہان چغتائی کے زیر حکومت ہے تقریباً کل آبادی مسلمان ہو گئی ہے۔ صوبہ کشمیر اس ملک پر حکومت کرتا ہے اور اپنے بجائے چھوٹے درجہ کے حاکم بمنظوری بادشاہ اس طرف بھیجتا ہے کیونکہ جگہ چھوٹی ہے (یہ دراس اور بلتستان کے متعلق معلوم ہوتا ہے)

چند روز بعد ہم حدود لداخ میں داخل ہو گئے سلطنت لداخ کے اس ابتدائی پرگنہ پر ایک چھوٹا راجہ بسر پرستی لداخ حکومت کرتا ہے یہ مسلمان ہے اور خود مختار گیالپوے لداخ کے ماتحت ہے۔ اس کا قلعہ یعنی محل ایک بلند پہاڑی کے اوپر بنا ہوا ہے (غالباً قلعہ سوت سے مراد ہوگی) جب ہم اس قلعہ کے نزدیک پہونچے تو ہم نے خطوط معرفی راجہ کے پاس بھیج دیے اور درخواست کی کہ اپنی حکومت سے ہمیں بلا مزاحمت گذرنے کی اجازت دی جاے۔ راجہ نے جواب میں ہمیں دوسرے دن کی ملاقات کی دعوت دی۔ اور جب ہم حاضر ہوے تو اس نے گرمجوشی اور احترام کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ اور ہمیں کھانے پر بلایا۔ اس کے دوسرے دن وہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ ملاقات بازدید کے لیے آیا اور چوگان بازی دکھلانے کے لیے ہمیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے دوسرے دن ہماری روانگی سے پیشتر ہمیں صرف پروانہ راہداری ہی نہیں دیا۔ جس کی ہم نے درخواست کی تھی بلکہ ایک اعلی تحفہ بھی بھیجا۔ اور ہمارے ملازمین کے لیے کچھ نقدی بھی ارسال کی۔ اور ہماری رہنمائی کے لیے اپنے آدمی بھی ہمارے ساتھ کیے کہ جہاں کہیں کسی خطرناک پل سے گذرنا ہو ہماری امداد کریں۔

ایک مقام پر پہونچ کر ہم نے دیکھا کہ ہمارے بائیں طرف پہاڑ بالکل ناقابل گذر ہے اور اُدھر کوئی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ راستہ دوسری طرف کے بالمقابل پہاڑ پر ہے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک چوڑا اور نہایت تیز نالہ واقع ہے۔ جسے نہ تو انسان

پایاب گذر سکتا ہے اور نہ تیر کر پار ہو سکتا ہے اس لیے مسافر مجبور ہیں کہ جھولے سے گذریں۔ جھولے کی کیفیت یہ ہے کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک بید کی شاخوں کے دو موٹے رسے ایک دوسرے سے چار فٹ کے فاصلہ پر کھینچے ہوئے ہیں۔ انکے ساتھ آدھ آدھ گز کے فاصلہ پر ایک پتلا رسہ بید کی شاخوں کا نیچے کی طرف جھولتا ہوا باندھا ہے۔ اس کے اوپر سے گذرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ انسان بالائی رسوں کو اپنے ہاتھوں سے خوب مضبوط پکڑ لیتا ہے اور ان کے ساتھ نیچے کی طرف جو جھولتا ہوا رسّہ باندھا ہوا ہے اُس پر پاؤں ٹکاتا ہوا پار ہو جاتا ہے۔ ہر ایک قدم کے ساتھ جھولا داہنے بائیں جانب جھولتا ہے اس لیے ایک وقت میں ایک ہی آدمی اس کے اوپر سے گذر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ جھولا ہر طرف سے کھلا ہوا ہے اور دریا سے اتنا اونچا ہے کہ پانی کے بہاؤ کو دیکھکر نظر چوندھیا جاتی ہے اور سر چکرانے لگتا ہے ہمیں اس جھولے سے گذار کر متذکرہ بالا راہنما ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم نے اپنا سفر جاری رکھا (چونکہ کسی مقام کا نام ویزدیری نے نہیں لکھا ہے اس جھولے کے موقع کا تعین کرنا محال ہے ممکن ہے کہ ہنس کوٹ کے قریب نالہ کنجیاں کے جھولے سے مراد ہو)

چند روز بعد ہم ایک قصبہ میں پہونچے جو صوبہ کا صدر مقام تھا اور جہاں وزیر اعظم لداخ کا بیٹا حاکم تھا (اس کا تعین کرنا بھی مشکل ہے ممکن ہے کہ کھلنسی یا تنگ مرگ یا نک ہو) اسے ہمارے پہونچنے کی خبر ہوئی تو اُس نے ہمیں اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور وہاں ہمارا بڑا احترام کیا اور ہماری روانگی پر ہمیں کچھ تحائف دیے اور اپنے والد کے نام خط معرفی بھی ہم کو دیا۔

۲۰ جون ۱۷۱۵ء کو ہم شہر لیہ۔ لداخ میں داخل ہوئے جو کہ دار السلطنت تبت کلاں کا ہے۔ کشمیر سے لداخ کا سفر چالیس دن لیتا ہے۔ اور صرف پیادہ پا ہو سکتا ہے راستہ اس درجہ تنگ ہے کہ صرف ایک ہی آدمی ایک وقت میں گذر سکتا ہے اور نہایت بلند اور خطرناک پہاڑوں کے پہلو سے گذرتا ہے۔ بعض مقامات پر راستہ برف کی بانی (برف جو پہاڑ کی سلامی سے کسی نشیب میں پھسل کر نہایت تیز رو کے ساتھ نیچے پھسلتی ہوئی آتی ہے اسے انگریزی زبان میں آولانچ اور پہاڑی زبان میں بانی کہتے ہیں) یا

بارش سے گر گیا ہے۔ ایسے مقامات پر پانوں ٹکانے کی بھی جگہ نہ تھی۔ یہاں یہ کرنا پڑتا تھا کہ راستہ دکھلانے والا آدمی ہمارے آگے آگے چلتا تھا۔ کلہاڑی سے برف کاٹکر پانوں رکھنے کی جگہ بناتا تھا ایک ہاتھ سے ہمیں پکڑکر اس جگہ پہونچاتا تھا۔ پھر دوسرے قدم کے لیے جگہ تیار کرتا تھا حتی کہ ہم تنگ راستہ پر پہونچتے تھے دیگر مقامات پر پہاڑ برف یا یخ سے ڈھنکا ہوا تھا۔ اور تنگ راستہ کا خطرہ بہت زیادہ تھا۔ اگر کسی کا پانوں پھسلا تو نالے کے اندر سر کے بل گرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کشمیر سے جو لوگ پشمینہ لیجانے کی غرض سے لداخ آتے ہیں ان میں سے بہتیروں کی جان راستہ میں ضائع ہو جاتی ہے یا اپنے ہاتھ پانوں توڑ لیتے ہیں لاگر وہ جون میں زوجی لاکو عبور نہیں کیا کرتے بلکہ برف کے پگھل جانے کا انتظار کرتے ہیں — مولف)

ملک لداخ کا طول دو مہینے کا سفر ہے۔ بجانب شمال اس کی حدود کاشغر و یارقند کی سلطنت کے ساتھ ملتی ہیں۔ جنوب میں حکومت کو لاہور کے ساتھ۔ مغرب میں بلتستان کے ساتھ۔ اور مشرق میں دشت تاری چونگر کے ساتھ ملتی ہیں تمام ملک پہاڑی ہے دیکھنے سے خوف آتا ہے۔ زمین آبادی کے قابل نہیں ہے۔ جہاں کہیں آبادی ہے اسکی عام پیداوار جو ہے۔ گیہوں قدرے قلیل بوئی جاتی ہے اور بعض مقامات میں خوبانی بھی پیدا ہوتی ہے۔ درختوں کی بہت کمی ہے اس لئے لکڑی کی بہت قلت ہے بھیڑ بالخصوص اونچے قد کے خسی بھیڑ بکثرت ہیں۔ ان کا گوشت بہت اعلیٰ اور اُن کی اُون بے انتہا نفیس ہوتی ہے۔ آہوے مشک نافہ بھی پایا جاتا ہے۔ وادیوں کے اندر پہاڑوں کے دامن میں۔ اور نیز ندیوں کے کنارے اہل ملک سونا بہت نکالتے ہیں۔ اُس کے بڑے بڑے دانے نہیں ملتے بلکہ چھوٹے چھوٹے ریزوں میں ملتا ہے۔ لوگ گوشت اور جو کا ستو کھاتے ہیں اور چھنگ پیتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی مخمر شراب ہے جو۔ جو سے تیار کیجاتی ہے اس کا مفصل بیان آگے آئیگا۔ ان کا لباس ادنی اور وضع قطع میں معدوں ہوتا ہو ان لوگوں میں تکبر بالکل نہیں ہے۔ برخلاف اس کے وہ فرمانبردار۔ رحمدل خوش مزاج اور نیک نہاد لوگ ہیں۔ اس ملک کی زبان لہاسہ کی زبان سے زیادہ اختلاف نہیں رکھتی ہے۔ لہاسہ اور لداخ کے لوگوں کا مذہب اور ان کی کتب مذہبی ایک ہی ہیں

خانقاہیں اور رہبان بکثرت ہیں۔ ان کا سردار اعلیٰ لامہ ہوتا ہے جس کے لیے لہاسہ کے کسی دار العلوم میں چند سال تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ فی الجملہ یہ امر ہر ایک لامہ کے لیے ضروری ہے جو بڑے درجہ میں ترقی کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ بہت سے کشمیری سوداگر جو پشمینہ کی تجارت کرتے ہیں، یہاں سکونت پذیر ہیں۔ انھیں مسجدوں کے بنانے اور آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کی اجازت ہے وقتاً فوقتاً ختن کی سلطنت سے بھی سوداگر آتے رہتے ہیں۔ یہ اچھی نسل کے گھوڑے اور سوتی کپڑا اور دیگر سامان تجارت اس ملک میں لاتے ہیں۔ کچھ سوداگر لہاسہ سے بھی براہ دشت کلاں آتے ہیں اور چائے۔ تماکو۔ ابریشم۔ اور چین کی دیگر اشیا لاتے ہیں۔ اس ملک میں سب گانوں ہیں۔ شہر صرف ایک ہی لیہ یا لداخ ہے جہاں بڑا لامہ اور خود مختار راجہ کی سکونت ہے۔ شہر لیہ ایک وسیع میدان میں واقع ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور جابجا گانوں ہیں شہر کی آبادی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور بتدریج اوپر کی طرف بڑھتی ہوئی بڑے لامہ کی حویلی اور محل شاہی تک چلی گئی ہے۔ یہ دونوں عمارتیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اکے آگے بڑھکر پہاڑی کی چوٹی کے اوپر ایک قلعہ ہے۔ شہر کی حفاظت ہر دو پہلوؤں میں اور نیچے کی طرف ایک مستحکم فصیل سے ہوتی ہے۔ مکانات مضبوط بنے ہوئے ہیں اور کشادہ ہیں اور بلحاظ حالات مقامی بہت موزوں ہیں۔

لداخ میں ہم پہونچنے ہی پائے تھے کہ ہماری آمد کی خبر راجہ کو پہونچ گئی اور قبل اس کے کہ ہمیں اپنے خطوط معرفی کے ارسال کرنے کا موقع ملتا اس نے ہمیں ملاقات کے لیے طلب کیا۔ وہ ہم سے بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ کیونکہ ہم ایک دور دراز ملک سے آئے تھے۔ اور بوجہ اس کے کہ ہم اپنے مذہب کے لامہ یا عالم تھے اُس نے ہمارا بڑا احترام کیا۔ اور خطوط جو ہم نے پیش کیے اُنھیں دیکھنے کے بغیر ہماری جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ علاوہ ازیں بڑے لامہ نے اور لونبو یعنی وزیر اعظم نے اور دیگر وزرائے سلطنت نے بھی اُسی کے مطابق ہمارے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ بعد میں سبھوں نے ہمیں تحائف بھیجے۔ ہماری پہلی ملاقات کے دو تین

تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اُس کے ارد گرد اُس کے وزرا اور اہل دربار موجود تھے مگر بعد میں ہمارے دو ماہ کے قیام لداخ کے دوران میں وہ ہمیں اکثر محل میں بے تکلفانہ طور پر بلایا کرتا تھا۔

چونکہ راجا اور اُس کے اہل دربار کے ساتھ ہمارے تعلقات بے تکلفانہ ہو گئے اس سے کشمیری سوداگروں کے دل میں ہماری طرف سے حسد پیدا ہوا۔ انھوں نے ہمارے متعلق یہ افواہ پھیلائی کہ ہم لامہ گری یا مذہبی عالم ہونے کا محض بہانہ کرتے ہیں در اصل ہم مالدار سوداگر ہیں اور موتی۔ جواہرات اور نادر قسم کے مال تجارت کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے ملک سے ہم اپنے ساتھ لائے ہیں۔ راجہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے ایک وزیر کے ہاتھ جو لوبو کا بھائی تھا ہمیں پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس جو مال ہے اُسے اور کسی شخص کے پاس ہمیں فروخت نہیں کرنا چاہیئے وہ خود اسے خریدنا چاہتا ہے اور ہمیں یقین دلایا کہ قیمت وہ ہمارے اطمینان کے مطابق ادا کریگا۔ ہم نے جواب دیا کہ جس شخص نے یہ افواہ پھیلائی ہے اُس نے بالکل غلط اطلاع دی ہے ہمارا قیمتی مال تجارت اس سچے مذہب کی محض تعلیم و تلقین ہے جو بہشت اور خدا کی نجات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس سے راجہ کا اطمینان نہیں ہوا اور اُس نے یہ خیال کیا کہ مذہبی تعلیم کا ہمارا دعوی محض ایک وسیلۂ حیلہ بازی ہے جسے ہم نے صرف اس بنا پر اختیار کیا ہے کہ ہمیں پوری قیمت کی وصولی کا اطمینان نہیں ہے۔ اس لیے اُس نے وزیر کو ہمارے پاس دوبارہ بھیجا کہ ہر طرح سے ہمارا اطمینان کر دیا جائے کہ راجہ ہمارے مال کی پوری قدر کریگا۔ اور ہمیں پوری قیمت ادا کریگا۔ ہم کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں کرنا چاہئے اور کسی قسم کی بدسلوکی کے خیال کو دل میں نہیں لانا چاہیے۔ ہمیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا جائیگا۔

ہم نے جب دیکھا کہ ہمارے زبانی انکار سے وزیر کا اطمینان نہیں ہوا ہے تو ہم نے وزیر سے کہا کہ اپنے ہاتھ سے ہمارے تمام اسباب کی تلاشی لے لو۔ اُس نے بڑے اخلاق سے یہ جواب دیا کہ ہماری بات کافی ہے۔ لیکن ہماری درخواست پر آلآخر

اُس نے جو کچھ ہمارے پاس تھا اُسے دیکھ لیا کہ ہمارے پاس بجز چند کتابوں اور قلمی
مسودات۔ اور چند کپڑوں اور معمولی ظروف اور اخراجات سفر کے لیے تھوڑی نقدی
کے اور کچھ نہیں ہے وہ راجہ کے پاس واپس گیا اور جو کچھ اُس نے دیکھا تھا اُسے بتلا دیا
اور اطمینان دلایا کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے اور جواہرات کے قصے جو مشہور کیے
گئے ہیں محض غلط اور بہتان ہیں۔ راجہ انصاف پسند اور منصف مزاج آدمی ہے
اُس نے فوراً احکام صادر کیے کہ کشمیری سوداگروں میں سے کوئی شخص دربار میں داخل
نہ ہونے پائے اور نہ اُس کے محل کے نزدیک آنے پائے۔ اور ہمیں راجہ نے پیغام بھیجا
کہ ہم اپنی بعض چیزیں اُس کو دکھلانے کے لیے اُس کے پاس لائیں۔ جب ہم اُس کے
پاس گئے تو اُس نے جواہرات کے متعلق جو اصرار کیا تھا اُس کی بابت بڑے
انکسار کے ساتھ ہم سے معذرت کی اور ہماری نماز کی و دعاؤں کی کتابوں مذہبی
تصویروں اور تمغوں کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ اور جو مذہبی چیزیں ہمارے
پاس تھیں اُن کا معائنہ کیا اور کہا کہ بمقابلہ قیمتی جواہرات اور نادر مال تجارت
کے ان تبرکات کے دیکھنے سے اُسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے راجہ
بہت دیر تک ہمارے ساتھ دوستانہ قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے ہمیں رخصت
کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور تحفہ ارسال کیا۔ اس ملاقات کے دوران میں
اور دیگر ملاقاتوں کے موقع پر راجہ اور لونپو دونوں نے ہم سے یہ خواہش ظاہر کی
کہ ہم اسی شہر میں ٹھہر جائیں اور اپنے مذہب کے لاماؤں کا کام جاری کر دیں
میں بیان نہیں کر سکتا کہ جس جگہ ایسا اچھا موقع کام کرنے کا ہمیں مل رہا تھا وہاں
تلقین مذہبی کا کام شروع کر دینے کی ترغیب میرے لیے کس درجہ دلکش تھی ہم نے
خدا سے دعا مانگی اور آپس میں صلاح کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں لہاسہ کا سفر جاری
رکھنا چاہیے کیونکہ لہاسہ اس غلط مذہب کا مرکز ہے اور نیز اس وجہ سے کہ پادری
اینٹانیو ڈی انڈراوے اور اُس کے بعد ہماری مجلس مذہبی کے دیگر مبلغ حضرات
وہاں رہ چکے تھے ہم نے وہیں جانا انسب سمجھا۔ لہٰذا ہم نے سفر کا انتظام شروع
کر دیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ ہمیں گھوڑوں اور دیگر ضروری سامان سفر کے خرید کرنے میں

ہر طرح کی امداد دی جائے اور جب ہم راجہ سے رخصت ہوئے تو اُس نے ہیں صرف مزید تحائف ہی نہیں دیے بلکہ اپنے ماتحت حاکمان کے نام پروانہ جات راہداری اور ٹشی گانگ کے لامہ اور حاکم کے نام خطوط معرفی بھی عطا کیے۔

۷۔ اگست ۱۷۱۵ء کو ہم لداخ سے روانہ ہوئے اور ۷۔ ستمبر کو لداخ اور لھاسہ کی سرحد پر پہونچ گئے۔ چند روز تک ہمارا سفر پہاڑی مگر آباد حصہ ملک کے درمیان سے ہوا۔ یہاں تک کہ ہم دشت چنگ تھنگ میں پہونچے۔ اس دشت میں استادہ اور متعفن پانی کی بہت سی جھیلیں ہیں اور کان گندھک اور گندھک والے پانی کے چشمے بھی ہیں۔ یہ متعفن پانی اور خراب ہوا انسان اور حیوان دونوں کے لیے خطرناک ہے اس سے مسوڑھوں اور ہونٹوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے جو بعض اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے اُس کا علاج صرف یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اس پانی کے پینے سے پرہیز کیا جائے اور خوشبودار بوٹیاں چوسی جائیں اور اسہال آور ادویہ کا استعمال کیا جائے۔ گھوڑوں کا علاج بھی اسی طرح کیا جاتا ہے۔ ان بوٹیوں کو کوٹ کر جَو کے آٹے میں گوندھ کر گھوڑوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ان کی معمولی خوراک ہے وہ آسانی سے کھا لیتے ہیں۔

۷۔ ستمبر کو ہم ٹشی گانگ پہونچے۔ یہ شہر لداخ اور لھاسہ کی سرحد کے اوپر واقع ہے۔ اس کا استحکام ایک مضبوط فصیل کے ذریعے کیا ہوا ہے جس کے گردا گرد گہری خندق ہے۔ اس خندق کے اوپر کھینچ لینے والے پل بنے ہوئے ہیں کالون اور حاکم مع فوج کے قلعہ کے اندر رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سرحدی مقام ہے بالخصوص یہ قلعہ تاتاریوں کے حملہ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا ہے جو بہت دلیر، ناقابل اعتبار اور دھوکہ باز لوگ ہیں۔ راجہ لداخ کے خطوط کی بدولت لامہ۔ کالون اور حاکم ٹشی گانگ نے ہمارا بڑا احترام کیا۔"

اس سلسلہ میں دوسرے پادریوں کے حالات جو پادری ڈیزیڈیری نے اپنے سفرنامہ لھاسہ میں لکھے ہیں اور جن سے بیرونی اقوام فرنگ کے آزادانہ تعلقات حکومت لھاسہ در ریاستہائے ملحقہ کے ساتھ پائے جاتے ہیں خالی از دلچسپی نہ ہوں گے

ایک پرتگالی پادری انٹانیو ڈی اینڈراڈے نے آگرہ میں مشن قائم کیا یہاں اُسے یہ دریافت ہوا کہ تبت لہاسہ میں عیسائی مذہب کے مشابہ ایک مذہب رائج ہے اس لیے اُس نے ارادہ کیا کہ تبت میں بھی مشن قائم کیا جائے۔ برادر عمانوئیل مارکس کو ساتھ لے کر وہ ماہ مارچ ۱۶۲۴ء براہ سری نگر گڑھوال ملک تبت میں علاقہ گوگے کے شہر چپرانگ میں پہونچا یہاں اُسے دریافت ہوا کہ آگرہ میں تبت کے مذہب کے متعلق جو کچھ اُس نے سنا تھا وہ محض خیالی بات تھی۔ لیکن گوگے کے گیاپو اور گیالمو اور ارکین خاندان شاہی اُن کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے حتیٰ کہ انھوں نے یہ بھی اجازت دیدی کہ تم اپنے مذہب کی تبلیغ کرو اور گرجا وغیرہ بھی تعمیر کرلو پادری اینڈراڈے ان سے یہ وعدہ کرکے کہ اپنے افسروں سے اجازت ملنے پر کام جاری کریگا۔ آگرہ میں واپس آگیا اور ۱۷۔ جون ۱۶۲۵ء کو پادری گونسالز ڈی سوزا اور دو تبتی نوجوانوں کو ساتھ لے کر جنھیں وہ اپنے پہلے سفر میں گوگے سے لایا تھا۔ دوبارہ گوگے کی طرف روانہ ہوگیا۔

یہ لوگ چپرانگ میں ۲۸ ۔ اگست کو پہونچے اور ۱۶۲۶ء کے ایسٹر اتوار کے دن انھوں نے گیاپو کی موجودگی میں چپرانگ میں گرجا کا سنگ بنیاد قائم کیا۔ اس اثنا میں پادریوں نے ارکین خاندان شاہی اور دیگر اشخاص کے درمیان مذہب عیسائی کی تبلیغ کا کام شروع کردیا تھا۔

پادری ایسٹیو اؤ کیسیلا۔ پادری جواؤ کبرال۔ اور برادر بارٹولومیو فانٹیبونا کو صوبہ مالابار کے مشن کو چین سے مبلغ کے طور پر ملک اور سانگ سین جس کا دارالحکومت ٹاسہ ہے تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ انھوں نے صوبہ موں واقعہ شمال مغرب بھوٹان میں شہر گیانتسی کے متصل توقف کیا۔ اور گیاپو دکھریوں کی اجازت سے ۱۶۲۶ء میں اس شہر میں گرجا تعمیر کیا اور بہت لوگوں کو انھوں نے عیسائی مذہب کا معتقد بنایا۔ مشن چپرانگ سے ایک اور مبلغ سانگ کے گیاپو کی درخواست پر اور اُس کے خرچ پر گیانتسی میں بھیج دیا گیا۔ اسی سال میں پادری جواؤ ڈی الیویرا۔ اور پادری الانو ڈی اینجلیس۔ اور پادری انٹانیو پیریرا گوگے میں آکر پادری انٹانیو ڈی اینڈراڈے کے ساتھ شامل ہوگئے

انھوں نے بارہ آدمیوں کو بپتسمہ دیا۔ اور بہت سے اور آدمیوں کو بپتسمہ لینے کے لیے تیار کیا۔ گیالمو اور اُس کی بھتیجی نے جو بیگ گیالپو لھاسہ کی تھی بپتسمہ قبول کیا۔ اس موقع پر گیالپو نے مشن قائم کرنے کے لیے ایک بڑی رقم کا عطیہ دیا گرجا تعمیر کردیا۔ اور پادریوں کے رہنے کے لیے مکانات تعمیر کردیے۔ اور مشنریوں کے واسطے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

۲۰- جنوری ۱۶۲۵ء کو پادری جوآد کبرال گیانتسی میں پہونچا اسے گیالپو نے صوبہ مون سے بلایا تھا اور اس نے اور لامہ نے اُسے تبلیغ کی اجازت دی۔ جب وہ وہاں سے واپس ہونے لگا تو گیالپو نے راجہ نیپال کاٹھمنڈو کے نام خطوط دیے اور موخرالذکر راجہ نے پادری کو سفر پٹنہ کے لیے خطوط معرفی دیے۔

۱۶۲۹-۳۰ء کا زمانہ مشن کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ ابتدا میں پادری عمانوئل نے پاس نے سورنگ میں انتقال کیا۔ یہ جگہ نیپال اور سکم کی ترائی میں واقع ہے۔ بعدازاں کوگے کا گیالپو اور اس کا کنبہ سب قید کر لیے گئے اور اس قابل نہ رہے کہ پادریوں کی حفاظت کر سکیں اسی سال اور سانگمہ کے دو پادری جن کے اوپر گیالپو کی بہت مہربانی تھی فوت ہوگئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ پادری الیشیو اوکچیلا جس کے اوپر مشن کا دارومدار تھا گیانتسی میں فوت ہوا اس زمانہ میں گیالپو نے پادری جوآد کبرال سے درخواست کی کہ تم ہمارے ملک میں واپس آجاؤ۔ اور کچھ اور پادری بنگالہ سے چپرانگ میں بھیج دیے گئے کیونکہ چپرانگ۔ رودق اور کوگے میں عیسائیوں کی تعداد چار سو تک پہونچ گئی تھی۔ اس دوران میں لداخ کے گیالپو نے حملہ کیا اور ان مقامات کو اُس نے تسخیر کر لیا بہت سے عیسائیوں کو پکڑ کر غلام بنا کر اپنے دارالحکومت لیہ میں بھیج دیا۔ رودق کے دو پادریوں کو بھی قید کر کے لیہ بھیج دیا۔ مگر وہاں پہونچکر گیالپو نے انھیں چھوڑ دیا۔ خوش قسمتی سے اسی سال (۱۶۳۱ء) میں کچھ اور پادری ان کی امداد کے لیے پہونچ گئے پادری اینٹانیو پریا۔ سو پیریر۔ فرانسسکو دی آزیویڈو۔ ڈومینیکو کا پیچی اور فرانسسکو مورینڈو ۱۴ فروری ۱۶۳۱ء کو گوا سے جہاں پادری اینٹانیو انیڈراڈے پراونشل تھا چپرانگ کے لیے روانہ ہوئے۔ ۴- اکتوبر کو پادری فرانسسکو آزیویڈو

اور جو آوڈی الیو. میرا چپرانگ سے روانہ ہو کر بیس روز میں لیہ پہونچے اور لداخ۔ رودق اور کوگے میں اور دیگر مقامات میں گرجا تعمیر کرنے اور عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ لیکن گذشتہ انقلاب کی شورش اب تک جاری تھی اور ۱۶۳۳ء میں پانچ پادری کھرپوں کوگے کے محل میں قید تھے۔ معائنہ کرانے کے بغیر نہ انھیں کوئی چیز پہونچائی جاسکتی تھی اور نہ ان کے پاس سے کوئی چیز باہر آسکتی تھی۔

۱۶۳۵ء میں پادری فونو کورسا کو چھ ہمراہیوں کے ساتھ گوا سے بھیجا گیا۔ مشن کو از سر نو جاری کرے۔ اُس کے ہمراہیوں کے درمیان پادری کالڈیرا پیڈاوڈی فرٹیاس اور برادر فاسٹینو بار پرس بھی تھے۔ مگر ہندوستان۔ تبت اور سری نگر گڑھوال کی قحط سالی کی وجہ سے جس کے بعد انفلوئینزا کی بیماری پھیل گئی۔ تبت پہونچنے سے پہلے ہی پانچ پادری فوت ہو گئے۔ سورت سے تبت تک کے سفر پر تین ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ باوجود ان تمام تکالیف کے عیسائیوں کی تعداد بست بڑھ گئی۔ کھرپوں چپرانگ نے۔ اجے سری نگر گڑھوال کے نام اپنے ایک خط میں پادری الانوڈی انجلییں کی موت کے ۱۶۳۶ء میں واقع ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ شکایت کی ہے کہ جن پادریوں کو اُس نے کہا تھا کہ چپرانگ آجائیں انھیں سری نگر میں روک لیا گیا ہے۔

اس کے چار سال بعد ۱۶۴۰ء میں پادری نقوماڈی یارس کو آگرہ بھیجا گیا جہاں سے تین ہمراہیوں کو ساتھ لیکر تبت کو روانہ ہوا مگر نتیجہ کیا ہوا اس کا کچھ ذکر نہیں ہے اس کے بعد متعدد پادریوں کا مذکور رہے جنھوں نے تبت میں تبلیغ دین مسیحی کا کام کیا ۱۷۲۱-۲۳ء میں برادر عمانوئیل مارکس اور پادری اسٹینسلاؤ چیچی چپرانگ میں مشن کے کام میں مصروف رہے پادری انیٹا نیوڈی انیڈراڈے گوا میں سینٹ پال کالج کے پرانسپل کی میعاد ختم کرنے کے بعد تبت واپس جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ لیکن پادری امبر دیجو کوریلہ۔ یوسٹ۔ گوڈینو اور متعدد دیگر پادری تبت مشن میں کام کرتے رہے۔ جہاں عیسائیوں کی خاصی تعداد ہو گئی تھی اور اس میں روز بروز زیادتی ہو رہی تھی۔ جس سے زیادہ پادریوں اور برادروں کا نام مذکور ہے

جنھوں نے اُس زمانہ میں ملک تبت میں تبلیغ کا کام انجام دیا ہے۔

اس کے بعد پادری ویزیدیری کاپوچین مشنریوں کا ذکر کرتا ہے کہ ۱۷۰۳ء میں روما سے بہت سے فرائر ملک تبت کو بطور مشنری کے روانہ کیے گئے۔ یہ لوگ ملک ترکیہ بابل اور عرب سے گذرتے ہوئے ۱۷۰۴ء میں بنگالہ میں پہونچے۔ ان میں سے پادری جوزف ڈی اسکولی اور فرینکائیس آف ٹورس بالآخر لہاسہ میں پہونچے۔ مگر فرینکائیس جلد واپس چلا آیا اور پٹنہ میں فوت ہوگیا۔ اور صرف جوزف ڈی اسکولی سنہ ۱۷۱۱ء تک لہاسہ میں ٹھہرا رہا۔ حتی کہ پادری ڈومینیکو ڈافانو لہاسہ میں پہونچا اُس وقت جوزف لہاسہ سے واپس ہوا اور پٹنہ میں پہونچکر فوت ہوگیا ۱۷۱۱ء جوانی ڈافانو پادری ڈومینیکو کے ساتھ شامل ہوگیا اور دونوں نے صلاح کر کے مشن کو ترک کر دیا۔ اور بنگالہ میں واپس چلے آئے۔ اب ملک تبت میں کوئی کاپوچین پادری باقی نہیں رہا۔ اور پادری ویزیدیری سے ۱۷۱۵ء میں لہاسہ میں پہونچنے تک کوئی پادری اس ملک میں نہیں بھیجا گیا۔ پادری ویزیدیری کے ساتھ دہلی سے پادری عمانویل فریدی تعنیات کیا گیا تھا مگر وہ لہاسہ پہونچنے کے چند روز بعد واپس چلا آیا۔

پادری ڈومینیکو ڈافانو بنگالہ سے روما کو گیا وہاں سے اسے مع دیگر کاپوچین پادریوں کے پھر لہاسہ کو واپس بھیجا گیا۔ وہ ۱۷۱۵ء میں بنگالہ میں پہونچا اور ۱۷۱۶ء میں لہاسہ میں وارد ہوا پادری اورازیو دلا پینا اور پادری فرانسکو قاسو مہرو نے اس کے ساتھ تھے۔ یہ تینوں پادری ویزیدیری کے مکان پر آئے اور اُس سے کہا کہ انھوں نے روما میں لکھا ہے کہ ملک تبت کاپوچین مشن کے حلقہ اثر میں ہے کسی اور مشن کے پادریوں کو یہاں نہیں رہنا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ روما سے پوپ کا جو حکم صادر ہوگا اس کے مطابق تعمیل کیجائے گی بعد ازاں وہ صلح وصفائی سے ساتھ پادری ویزیدیری کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ۱۷۲۱ء میں پادری ویزیدیری لہاسہ سے واپس چلا آیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ مذہب کے واسطے عیسائی پادریوں نے کس

حد تک جان نثاری کی ہے اور یہ کہ جب تک سلطنت چین کا تعلق ملک تبت کے ساتھ پیدا نہیں ہوا تبت کو بیرونی دنیا سے علیحدہ رکھنے کا دستور نہ تھا۔ یہ اختراع غالباً سلطنت چین کی ہے کہ رعایائے ممالک غیر کا داخلہ ملک تبت میں قطعتاً بند کیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ اور جس کی پابندی سختی کے ساتھ کی جاتی ہے

دوسرا اہم واقعہ جو گیالپو نیانگیل کے عہد حکومت میں پیش آیا یہ ہے کہ محمد ٹھی سلطان - راجہ سورو دکرستے جب بڈھا ہو گیا اور اس کی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ تو اُسے فکر ہوئی کہ کوئی متبنٰی بنایا جائے اُس کا ایک وزیر بودھ مذہب کا تھا اُس نے ترغیب دی کہ گیالپو نیانگیل کو متبنٰی مقرر کیا جائے۔ محمد ٹھی سلطان کی رانی ارگیال بی اُس کی سخت مخالف تھی مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی اور ٹھی سلطان نے گیالپو نیانگیل کو اپنا متبنٰی قرار دیا اُس کی رانی اس انتظام سے ناراض ہوئی اور زہر کھا کر مر گئی مگر محمد ٹھی سلطان اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔

تبنیت کا فیصلہ ہو جانے کے بعد نیانگیل نے کالون رنستن کو اپنے منھ بولے باپ محمد ٹھی سلطان کے پاس سلام کی غرض سے بھیجا۔ اس رسم کے ادا ہو جانے کے بعد بھی محمد ٹھی سلطان تاحیات خود حکومت کرتا رہا۔ اُس کے فوت ہونے پر نیانگیل نے بحیثیت متبنٰی بیٹے کے سورو دکرستے پر قبضہ کر لیا اور اپنے منجھلے بیٹے ٹشی نمگیل کو وہاں کا راجہ مقرر کر کے بھیج دیا۔ اُس وقت سے فتح ڈوگرہ تک سورو دکرستے شامل حکومت لداخ رہا اور جس کام کو گیالپو نیانگیل کے بزرگ دو دفعہ جنگی کوشش کرنے کے باوجود پورا نہ کر سکے تھے نیانگیل نے بلا تکلیف گھر بیٹھے پورا کر لیا۔

ٹشی نگمیل نے صرف چند روز سورو دکرستے کی حکومت کی۔ اس کے بعد وہ لامہ ہو گیا اور حکومت کھرپونوں کے ہاتھ میں رہی جس کا خاتمہ وزیر زورآور سنگھ نے کیا۔

اس گیالپو کے لمبے عہد حکومت میں لداخ میں کوئی لڑائی جھگڑا یا فساد نہیں ہوا اور شروع سے اخیر تک ملک میں کامل امن وامان رہا گو کہ اس کے بڑھاپے میں جانشینی کا تنازعہ اس کے بیٹوں کے درمیان اس کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا اس کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی گیالموموضع شے کی ایک خاتون تھی۔ اُس سے

اس کا بڑا بیٹا دیس کیونگ نمگیل پیدا ہوا جس کے بعد وہ قضائے الٰہی سے فوت ہوئی بعد ازاں نیما نمگیل نے پوریگ کی زی زی خاتون سے شادی کی اس سے ایک بیٹا ٹشی نمگیل اور ایک بیٹی ٹشی وانگمو پیدا ہوئی۔

نیما نمگیل جب بڑھا ہو گیا تو اُس نے حسب رواج ملک کاروبار سلطنت اپنے ولیعہد دیس کیونگ نمگیل کو سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر زی زی خاتون کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا بیٹا ٹشی نمگیل منہ دیکھتا رہ جائے اور دیس کیونگ حکومت کرے۔ چونکہ دیس کیونگ نے زی زی خاتون کے ہاتھوں میں پرورش پائی تھی۔ اور وہ اسے اپنی ماں کے بجائے سمجھتا تھا اُس نے اُس کو بآسانی رضامند کر لیا کہ پوریگ ٹشی نمگیل کو حوالہ کر دیا جائے۔ مگر اراکین سلطنت پر وہ اس معاملہ میں اڑنگا ڈالنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ باوجودیکہ نیما نمگیل نے ٹشی نمگیل کو سورو کرتسے کی حکومت پر مقرر کر کے بھیج دیا تھا مگر وزرائے سلطنت کی تقسیم کو جائز نہ رکھا اور اصرار کیا کہ ٹشی نمگیل یا تو حسب رواج ملک لامہ ہو جائے یا صبر شکر کر کے تینگ موگانگ میں بیٹھا رہے۔ نیما نمگیل نے جب دیکھا کہ فساد بڑھ رہا ہے تو خانہ جنگی کو روکنے کی غرض سے اس نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور عرصہ تک حکمران رہا۔ اس کے ساتھ ہی ٹشی نمگیل کو بھی عام رائے کی پیروی کر کے حکومت چھوڑ کر لامہ کی زندگی اختیار کرنی پڑی۔

دیس کیونگ نمگیل ۱۷۵۰ ۱۷۷۰ء

اسکے بعد دیس کیونگ نمگیل تخت نشین ہوا (سنہ ۱۷۵۰ء لغایت سنہ ۱۷۷۰ء) مگر اس کی حکومت محض برائے نام تھی اور اختیارات سب اس کی سوتیلی ماں گیالموزی زی خاتون کے ہاتھ میں تھے۔ ٹشی نمگیل اپنی ماں کی مدد سے ملبہ اور پھوکر پر قابض ہو گیا اور ملبہ کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ وہاں اُس نے پہاڑی کے اوپر ایک محل ملدوک کھر تعمیر کیا۔ اب اس قلعہ کی عمارت منہدم ہو گئی ہے۔ صرف گونپہ باقی ہے۔

اس گیالپو کے نام شاہنشاہ چین سوہانگ وی کا فرمان دسند مورخہ ۸ر تاریخ دوسرا مہینا صادر ہوا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

مدحکم شدنام دیس کیونگ نمگیل راجہ لداخ۔

حضور بادولت زیر آسمان کے حکمرانوں اور مخلوقات کی پرورش مساویانہ طور پر کرتے ہیں قبل ازیں تمھارے والد نیما نگیل نے ہمارے نمایندہ کھنچن کو امداد دے کر خدمات انجام دی تھیں۔ اس لئے تم بھی ہمارے نمایندہ پالی فولادا کے ساتھ اتفاق کر کے خدمات انجام دیتے رہو اور حضور بادولت بھی والد بزرگوار شاہنشاہ کی طرح سند اور خلعت تم کو عطا کرتے ہیں۔ تم کو شکر گذار ہونا چاہیئے۔ جو خبریں سنو اور حالات دیکھو فوراً ہمارے نمایندہ پالی فولادا کو مطلع کرو اس قدر دور دراز فاصلہ پر حضور بادولت کی خدمت میں تحائف پیش کرنا اور حصول سند کی درخواست کرنا واقعی تمھارا فرض تھا۔ اور تم آیندہ بھی اپنے والد نیما نگیل کے خلوص کا راستہ اختیار کر کے دینی ترقی اور حضور بادولت کی خدمات کی انجام دہی میں کوشاں رہو اور ہمارے نمایندہ پالی فولادا کے ساتھ اتفاق رکھکر امداد دینے میں غفلت نہ کرو اور بادولت کے خلعت سے سرفرازی حاصل کرو۔

شیشہ کی تھالی۔ زرد ایک جوڑی۔ سرخ ایک جوڑی۔ نیلی ایک جوڑی۔

طوار ہر قسم۔ ۲۰ تھان

سفید شیشہ کا گلدان۔ ایک جوڑی۔

پیالہ چینی۔ دو جوڑی۔

شیشہ کا پیالہ مع سرپوش۔ ایک جوڑی۔ ارسال ہے"

یہ تحقیق نہیں ہوسکا کہ کھنچن اور پالی فولادا مندرجۂ فرمان بالا کون شخص تھے اور ان کے کیا فرائض تھے۔ کیوں کہ تاریخ لداخ میں ان کا مذکور نہیں ہے اور نہ دریافت سے انکا کچھ پتہ چلا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوشوک ری پھم وانگپو کی سفارت اور عہد نامہ کے بعد ایک چینی افسر بحیثیت آج کل کے ریذیڈنٹ کے لداخ میں تعنیات کیا گیا تھا جس کی صلاح پر کاربند ہونے کی گیالپو کو تاکید کی گئی ہے۔

زی نزی خاتون کی بیٹی ٹشی دانگمو کی شادی راجہ کشتوار کے ساتھ نیما نگیل کی حیات میں تجویز ہوئی تھی۔ معززین لداخ اس کے مخالف تھے کہ اپنے ملک سے باہر غیر قوم کے لوگوں میں جن کا مذہب اور زبان بھی جدا ہے لڑکی دینا اچھا نہیں ہے مگر گیالپو نے اسے قبول نہ کیا اور یہ جواب دیا کہ لڑکی پر ماں باپ کا اختیار ہے چنانچہ شادی ہو گئی اور ٹشی دانگمو تونگ

سوگا فیل اور دیگر ملازمان کی ہمراہی میں اس کے دولھا کے گھر کشتوار میں رخصت کر دیا۔ مابعد میں یہ شکایت پیدا ہوئی کہ اس لڑکی کو سورج دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا ہے اس پر یہ قرار پایا کہ ٹشی وانگمو کو کشتوار سے واپس بلا لیا جائے۔ جب اس کے واپس لانے کے لئے آدمی کشتوار پہونچے تو اس کے شوہر نے اپنی رانی کی محبت کی وجہ سے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں بھی اس کے ساتھ لداخ چلوں گا۔ چنانچہ میاں بیوی دونوں کشتوار سے بعزم لداخ روانہ ہوئے۔ زی زی خاتون کو جب پتہ لگا کہ اسکا داماد بھی بیٹی کیساتھ آرہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ یہاں آکر ٹشی نمگیل کی حکومت میں مخل ہوگا اُسنے ایک معتمد کو خفیہ طور پر یہ حکم دیکر روانہ کیا کہ جہاں کہیں موقع لے ٹشی وانگمو کے شوہر کو راہی ملکِ عدم کر دیا جائے کشتوار اور پاڈر کے دریا میں یہ راجہ جب ایک پل پر سے گذر رہا تھا تو زی زی خاتون کا معتمد اُسکی امداد کے بہانے سے اُسکے ساتھ ہو لیا اور موقع پاکر اُسنے اُس بدنصیب راجہ کو پل پر سے دھکا دیکر بحرِ فنا میں پہونچا دیا اس خونِ ناحق سے زی زی خاتون کی تمام ملک میں سخت بدنامی ہوئی بعد میں ٹشی وانگمو کی دوسری شادی کھیلو میں کر دی گئی۔

تاریخ کشتوار میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس راجہ کشتوار کا جس کی شادی لداخ کی شاہزادی ٹشی وانگمو کے ساتھ ہونے کا حال تاریخ لداخ میں مذکور ہے تعین کرنا مشکل ہے۔ البتہ مہر سنگھ راجہ کشتوار کے مصنوعی بیٹے پرتھی سنگھ کی موت کے واقعات قریب قریب یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے گو کہ اس قدر اختلاف ہے کہ تاریخ کشتوار کے مطابق اس کو اس کے چچیرے بھائی اجیت سنگھ نے بھنڈار کوٹ کے قریب پل دریائے چناب سے نیچے گرا کر ہلاک کیا۔ اور زمانہ بھی قریب قریب پرتھی سنگھ کے ساتھ ملتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ بدنصیب راجہ پرتھی سنگھ ہی ہو۔

دیس کیونگ نمگیل کی شادی نیلزا دانگمو سے ہوئی تھی جو لو پالو متصل وار جیلنگ کی رہنے والی تھی۔ اس شادی کے بعد وہ تخت نشین ہوا۔ اس گیالمو کے بطن سے اسکا بیٹا نسس کیونگ نمگیل پیدا ہوا۔ مگر میاں بیوی کے درمیان اتفاق نہیں رہا اور بیوی اپنے باپ کے گھر واپس چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک اور شادی کی جس سے فونسوک نمگیل پیدا ہوا۔ غالباً یہ بلتی گیالمو تھی۔

اس گیالمو کا کوئی بڑا یا چھوٹا کارنامہ تاریخ لداخ میں بجز اس کے نہیں ملتا کہ وہ

تیسرا حصہ

لداخ کی تقسیم شدہ سلطنت کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

فونسوک نمگیل ۱۷۷۵ء

دیس کیونگ کے بعد اس کا بڑا بیٹا سس کیونگ نمگیل حقدار سلطنت تھا مگر گیالمو کے اقتدار نے اس دفعہ پھر کام خراب کیا۔ اور اس نے چالاکی سے اپنے بیٹے فونسوک نمگیل کو تخت نشین کر دیا۔ (۱۷۷۵ء لغایت ۱۷۹۰ء) اور بڑے کو لامہ بنا کر ہیمس بھیجدیا۔

فونسوک نمگیل نے برخلاف رواج ملک اپنی ماں کی چالاکی سے جو حکومت حاصل کی تھی اس سے اس کو زیادہ فائدہ نہیں پہونچا۔ پوریگ میں اس کا چچا ٹشی نمگیل بدستور حکمران تھا اور فونسوک نمگیل لداخ خاص کی حکومت پر قانع تھا۔ اس اثنا میں ٹشی نمگیل نے رعایا کے اوپر کچھ زیادتی کی اور کشمیری سوداگران پشمینہ پر بھی سختی کی۔ گیالپو فونسوک نمگیل نے اس کو ان حرکات سے روکا۔ ٹشی نمگیل کو یہ مداخلت بہت ناگوار ہوئی۔ اس سے دونوں کے درمیان بے لطفی پیدا ہو گئی۔ رفتہ رفتہ تعلقات زیادہ کشیدہ ہو گئے۔ اکابران لداخ اس سے خوف زدہ ہوئے کہ اگر یہی حالات جاری رہے تو اندیشہ ہے کہ کشمیر کی طرف سے لداخ پر حملہ ہو جائے اس لئے انھوں نے سرکار لہاسہ میں ان واقعات کی اطلاع بھیجی اس کی بنا پر دلائی لامہ نے کاتھوک رگزن چھن پوسیوانگ نوربو کو جو ایک مدبر لامہ تھا اور اس وقت نیپال میں ایک چھورتن کی مرمت کرانے میں مصروف تھا حکم دیا کہ فوراً لداخ جائے اور صورت معاملات کو درست کرے چنانچہ وہ نیپال سے سیدھا لداخ کو روانہ ہوا۔ جب وہ گر میں پہونچا تو ٹشی نمگیل اور دیگر معززین کی صلاح سے زانسکار کے لونپو کو اس کی پیشوائی کی غرض سے بھیجا گیا۔ اس نے لداخ کے جملہ حالات سے اسکو واقف کر دیا۔ حاکم گر نے بھی اپنے آدمی اس لامہ کے ساتھ تعینات کر دئے اس طرح سے پوری تیاری کر کے وہ گر سے لداخ کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں لداخ اور پوریگ کے دونوں گیالپو اور معززین لامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سبھوں نے اسپر اتفاق کیا کہ لامہ جو کچھ حکم صادر کریگا وہ سب کو بلا عذر و تامل قبول کرنا ہوگا۔

لامہ نے حکم دیا کہ آئندہ جانشینی کے متعلق تنازعہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گیالپو کا بڑا بیٹا حقدار سلطنت ہوگا۔ اس کے جسقدر چھوٹے بھائی ہوں ان سب کو گونپہ جات پیتوک وغیرہ میں بھیجے

میں لامہ بنانا چاہیئے۔ دو بھائیوں کے درمیان سلطنت کی تقسیم ہرگز نہ کیجائے۔ اور نہ بڑے کو محروم کرکے چھوٹا بھائی حکومت اختیار کرے۔

لامہ نے اپنے فیصلہ میں کسی کی رو رعایت نہیں کی مگر اس کے عملدرآمد میں دنیا سازی کو ملحوظ رکھا کہ زانسکار ایک سرحدی علاقہ ہے جب تک حاکم وقت موقع پر موجود نہ ہو سرحد کی حفاظت نہیں ہو سکتی لہذا بہتر ہوگا کہ زانسکار کے گیالپو کو بدستور رہنے دیا جائے وہ سرحد کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگا ہنس کو کے گیالپو کے بارہ میں اس نے یہ کہا کہ یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے اسے بھی نہ چھیڑا جائے۔ نیتی نمگیل کے متعلق خصوصیت سے کچھ ذکر نہیں ہے مگر چونکہ وہ مرتے دم تک پوریگ میں بدستور حکمران رہا اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس کے لئے یہ عذر کیا ہوگا کہ ایک شخص جس نے عمر بھر حکومت کی ہے بڑھاپے میں اسے ذلیل کرنا درست نہیں ہے بدستور رہنے دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی زندگی بھر بدستور سابق پوریگ میں حکمران رہا چونکہ اس کی اولاد نہ تھی اس کے مرنے پر پوریگ کا علاقہ لداخ کے ساتھ شامل ہوگیا۔

سس کیونگ نمگیل ۱۷۸۰ء تا ۱۷۷۵ء باایں ہمہ فونسوک کے لئے لامہ کو غالباً کوئی بہانہ ہاتھ نہیں آیا اور اس بدنصیب گیالپو کو اپنی حکومت لامہ کے فیصلہ پر قربان کرنی پڑی۔ اس کے بڑے بھائی سس کیونگ کو ہمیس گونپہ سے واپس بلاکر لداخ کا گیالپو بنایا گیا (۱۷۷۵ء لغایت ۱۷۸۰ء) معزول گیالپو اور اس کی والدہ نے لداخ کے شاہی محل کی تمام جائداد اپنے درمیان بحصہ برابر تقسیم کرلی اور دونوں نے ساکٹی کے محل میں سکونت اختیار کی۔

سس کیونگ کی بڑی گیالمو زن دانگمو لو کی رہنے والی تھی۔ اس سے اسکا بڑا بیٹا سیوانگ نمگیل پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس گیالمو کے ساتھ کیا واقعہ گذرا تاریخ سے دریافت نہیں ہوتا۔ بعد ازاں سس کیونگ نے گیالمو کو نزدم سے شادی کی اور جب اس کو ہمیں میں پناہ گزیں ہونا پڑا تو یہ گیالمو بھی اس کے ساتھ تھی اسکا بیٹا گیال شش می ہیم سیوانگ بٹل لیس اسی جگہ پیدا ہوا اور اسی گونپہ کا لامہ بنایا گیا بطور لامہ اس کا نام می جیم جیسل تھونگ بس دورجے ہے۔ اس نے بعد میں گونپہ میں بڑی ترقی کی اور گونپہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔

اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جس نے طبابت میں بڑی شہرت حاصل کی۔ وہ لھاسہ میں فوت ہوا۔ اور ایک بہن بھی تھی جو لھاسہ کی طرف بیاہ کر چلی گئی۔

گو کہ لامہ رگزن کی منصفی کی بدولت سس کیونگ نگیل فقیری سے نکل کر تخت شاہی پر پہنچ گیا مگر زیادہ عرصہ اسے حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لامہ رگزن چھن پو ابھی لداخ ہی میں تھا کہ نواب کشمیر کی طرف سے ایک وکیل یہاں پہونچا۔ اس لامہ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ سن کر اسے خیال ہوا کہ اس کی آزمائش کرے اور اس سے کہے کہ پیتوک اور لداخ کے درمیان بدو میلع میدان بیابان پڑا ہوا ہے اس کی آبادی کے لئے پانی نکالے وہ لامہ کے پاس آیا لامہ اس وقت شے کے محل شاہی میں گیا لپو کا مہمان تھا۔ اور اس کے پاس بہت خلقت جمع تھی اس کشمیری وکیل کی صورت دیکھنے کے ساتھ ہی وہ اس کے مطلب کو تاڑ گیا۔ اس نے ایک چھوٹی چائے دانی میں چائے منگوائی اور اس میں سے پیالیاں بھر بھر کے جملہ حاضرین محفل کو چائے پلادی۔ یہ حال دیکھکر کشمیری وکیل لامہ کی کرامات کا قائل ہو گیا اور اپنے مطلب کا اظہار کئے بغیر واپس چلا آیا۔ لوگ اس کی عقل پر تعجب کریں گے کہ ایسے صاحب کرامت بزرگ کے پاس پہونچا اور بے فیض واپس چلا آیا ورنہ لداخ آج واقعی ایک شہر ہوتا۔

اس وکیل کا حال تاریخ کشمیر یا تاریخ ہندوستان میں مجھے تلاش سے نہیں ملا۔ لہذا یا تو یہ واقعہ ایک لطیفہ ہے یا یہ شخص کوئی معمولی آدمی تھا جو اپنے کام سے لداخ میں آیا تھا اور لامہ کی کرامات کا شہرہ سن کر اظہار عقیدت کی غرض سے اس کے پاس چلا گیا۔

لامہ رگزن چھن پو نے جو حکم صادر کیا تھا اس کی نقول اس نے لداخ۔ ملبہ اور زانسکار کے راجگان کو دیدیں اور ایک نقل بطور سند گونپہ ہمیس میں داخل کر دی بعد ازاں وہ لھاسہ کو واپس چلا گیا۔

سیو انگ نگیل ۱۷۸۰ء تا ۱۸۱۰ء گیا لپو سس کیونگ نگیل کے مختصر عہد حکومت کے ختم ہونے پر اس کا بڑا بیٹا سیو انگ نگیل تخت نشین ہوا (سنہ ۱۷۸۰ء لغایت سنہ ۱۸۱۰ء) یہ ابھی کم عمر تھا کہ اس کے باپ کا سایۂ عاطفت اس کے سر پر سے اُٹھ گیا اس واقعہ نے اس کے اوپر خراب اثر ڈالا۔ اس کی شادی کی تجویز ڈانگلا کے گیا لپو کی بیٹی کے ساتھ کی گئی تھی۔ مگر اس کے دل میں شیطان نے وسوسہ پیدا کیا۔ اور اس گیا لپو کے

لداخ پہونچنے سے پیشتر اُس نے سنگر اعلاقہ کرتسے کی ایک بیدا (ڈومنی) عورت بی بی نامی کو جس کے حسن وجمال کا تمام ملک میں شہرہ تھا اپنے گھر میں ڈال لیا۔ زانگلا کی گیالمو جب لداخ میں پہونچی تو یہ حال دیکھکر بہت بیزار ہوئی اور ناراض ہوکر اپنے باپ کے گھر واپس چلی گئی۔ بعد میں زانسکار کے گیالپو کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔

اس گیالپو نے بڑے ناشائستہ کام کیے اپنے اصطبل میں پانچ سو گھوڑے مع سائیسوں کے رکھے اس سے خرچ بہت بڑھ گیا۔ روزمرہ وہ اپنے خانگی سامان کا حساب کتاب لیا کرتا تھا۔ ادنیٰ آدمیوں کو اعلیٰ عہدے دیتا تھا۔ اچھے آدمیوں کی رسائی اس کے دربار میں نہ تھی یہ حرکات ملک میں بہت ناپسند کی گئیں۔ آخرالامر معززین نے جمع ہوکر گیالپو۔ سیو انگ نمگیل سے کہا کہ تم اس ڈومنی عورت سے قطع تعلق کرو ورنہ تمھارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ عام رائے سے اختلاف کرنا ناممکن تھا۔ مجبوراً اسے اپنی معشوقہ بی بی کو اور اُس کے ساتھ اپنے وزیر اعظم ستوکیا کالون کو نکالنا پڑا۔

بعدازاں سوت کی شاہزادی بیگم وانگمو کے ساتھ اس کی شادی کردی گئی اس سے تین بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام می گیور چھتن نمگیل اور چھوٹے کا نام می گیور ٹنڈون نمگیل ہے۔ اس کی ایک اور گیالمو خاتون سرنگ بھی تھی۔ اس سے جگسمت نمگیل پیدا ہوا۔

ان ہر دو واقعات کو تبتی تاریخ میں بظاہر الٹ دیا گیا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ زانگلا کی شاہزادی کے ساتھ سیو انگ نمگیل کی شادی کی تجویز کے ختم ہو جانے کے بعد اس کی شادی بیگم وانگمو کے ساتھ ہوگئی۔ یہ لداخ میں کنزدم وانگمو کے نام سے مشہور ہے اس کی موجودگی میں سیو انگ نمگیل عیاشی کی طرف مائل ہوگیا اور سنگرا کی ایک بیدا عورت بی بی نامی کو اُس نے گھر میں ڈال لیا۔ اور کاروبار سلطنت میں بے عنوانی اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسے حکومت سے معزول کرکے گونپہ چمرے میں گوشہ نشینی پر مجبور کیا گیا۔ اور اس کے بیٹے چھتن نمگیل کو راجہ مقرر کیا گیا۔ ان واقعات کی تفصیل مطابق ایک تحریر کے جو مجھے لداخ میں دستیاب ہوئی حسب ذیل ہے۔

"جب راجہ سیو انگ نمگیل نے کنزم وانگمو کے ساتھ شادی کی تو راجہ نے رعایا کے

ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا کہ راجہ اور رعایا کے درمیان نااتفاقی پیدا ہوگئی۔ اور بوقت تخت نشینی راجہ اور رعایا کے درمیان جو عہد و پیمان ہوا تھا کہ راجہ قاعدہ اور دستور کے مطابق حکومت کریگا اور رعایا کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آئیگا اس پر رعایا نے بھی اقرار کیا تھا کہ وہ ہمیشہ راجہ کی فرمانبردار رہیگی۔ مگر راجہ اپنے قول و قرار پر قائم نہیں رہا اور رعایا کے اوپر اُس نے بہت سختی کی۔ اور مرزا ملک کی بُری صحبت کے اثر میں آگیا۔ اور گھوڑا وغیرہ تحائف اُس سے لیکر اُس کا بندہ بن گیا۔ اور ایک کمینہ ذات بیدا عورت کو گھر میں ڈال لیا۔ اور بیدا زر پو کی سازش اور پھندے میں آکر کالون گون گیپ اور ٹونپون اسکت ٹنڈروف دونوں کو قتل کیا اور معززین و معتبران پر سزاے جرمانہ عائد کی۔ جو بالکل خلاف اصول تھا۔ اور بیدا قوم کے لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کیا۔ اور اپنے مذہب کو ہیچ سمجھکر غیر مذاہب کو مقدم سمجھنے لگا۔ اور کالون دانگل بھی بری صحبت کے اثر میں آکر راجہ کے ساتھ شریک ہوگیا جس سے رعایا تنگ ہوکر کالون دانگل کی گرفتاری پر آمادہ ہوگئی۔ لیکن کوشوک گیبل سرس گونپہ ہمیس اور چھغروت لٹشی نے رعایا کو سمجھا بجھا کر فساد سے باز رکھا اور رعایا بھی کوشوک کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوگئی۔ چنانچہ یہ فیصلہ قرار پایا کہ راجہ سیوانگ نمگیل حکومت سے علیحدہ ہوکر لامہ بن جائے اور اس کا ولی عہد تخت پر بیٹھے اور کالون دانگل لہاسہ میں جلاوطن کیا جاے۔ اس فیصلہ کے مطابق ولی عہد تسپتن نمگیل کو تخت پر بٹھایا جاتا ہے وہ کاروبار حکومت کو سرانجام دیوے اور رعایا بھی دل و جان سے اس کی فرمانبردار ہے اور معزول راجہ آئندہ حکومت میں دخل نہ دے۔ علیحدہ گونپہ چمرے میں رہے صرف گذارہ کے واسطے موضع ستوک و سابو میں اول تھنگ در قبہ زرعی دیا گیا۔ اس طرح باہمی فیصلہ ہوا۔"

اس زمانہ کے راجگان لداخ کے حالی کو دیکھکر اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حکومت زوال کو پہونچ گئی تھی۔ حکومت اور قابلیت دو متضاد چیزیں ہوگئی تھیں جو ایک آدمی میں جمع نہیں ہوسکتی تھیں۔ بادشاہوں میں نہ اوصاف ذاتی باقی تھے نہ تدبیر تھی اور نہ انتظامات ملکی کی لیاقت رہ گئی تھی انھوں نے عیاشی کو اپنا خاص کام سمجھ رکھا تھا اور حکومت وقتاً فوقتاً عورتوں کے ہاتھ میں رہتی تھی اسکا انجام یہی ہونا

چاہیے جو چند روز بعد ظہور پذیر ہوا۔

چھتن نمگیل ۱۸۰۰ تا ۱۸۲۰ چھتن نمگیل بھی اپنے باپ کی طرح ابھی جوانی کو نہیں پہونچنے پایا تھا کہ اس کے باپ کے معزول کئے جانے کی وجہ سے حکومت کا بوجھ اسے برداشت کرنا پڑا۔ گونپہ ہمیس کے صدر لامہ کیپ گون گیال شس اور لداخ کے اکابران نے باہمدگر مشورہ کرکے پشکم کے گیالپو کی بیٹی سے اس کی شادی کردی اور اسے تخت نشین کیا۔ اس کا چھوٹا بھائی سیبل ٹنڈوپ نمگیل گونپہ ہمیس میں لامہ ہوگیا۔ اور خاتون سرنگ کا بیٹا جگسمت نمگیل گونپہ تھکسے میں بطور لامہ کے داخل ہوگیا بیٹیوں میں سے ایک کی شادی پشکم میں کردی گئی۔ دوسری کی شادی کالون سیوانگ ٹنڈوپ کے ساتھ ہوئی اور تیسری نا کتخدا فوت ہوئی۔

چھتن نمگیل کا آغاز دیکھکر یہ خیال ہوتا ہے کہ حکومت میں پھر کچھ سکت پیدا ہوگئی یہ گیالپو بمقابلہ اپنے نزدیکی متقدمین کے اوصاف مردانگی سے متصف تھا تاریخ میں اس کی بہت مدح سرائی کی گئی ہے وہ تبتی علوم کا عالم تھا۔ کشمیری اور فارسی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ کاروبار سلطنت میں نہایت مدبر اور ہوشیار تھا۔ بیدار مغزی میں تجربہ کار وزرا و کو مات کرتا تھا۔

اس نے اپنے باپ کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے گیالپو دے الدن نمگیل کی مانے رنگمو سے بجانب قصبہ لیہ سڑک لھاسہ کے کنارے ایک نہایت شاندار مانے تعمیر کی جس کے دونوں کناروں پر عظیم الشان چھورتن بنائیں اس کی درازی بشمول دونوں چھورتن کے سات سو قدم ہے اور دے الدن نمگیل کی مانے اور چار گیال مانے سے اترکر تمام لداخ میں لمبی اور شاندار مانے ہے۔ یہ تعمیر مانے سوما یعنی مانے جدید کے نام سے موسوم ہے اور اس وقت تک اچھی حالت میں ہے۔

یہ گیالپو اپنے حسن تدبیر کی وجہ سے رعایا کے درمیان بہت ہر دلعزیز تھا۔ مگر اسے کسی نمایاں کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور بدقسمتی سے جوانی میں کرزر باغ میں فوت ہوا اسوقت ڈدگیا اکس چد کھنیا گونپہ ہمیس میں صدر لامہ تھا اس نے گیالپو کی آخری رسومات مذہبی ادا کیں۔

ٹنڈوف نمگیل ۱۸۲۰-۱۸۳۴ء

اب سیپل ٹنڈوف نمگیل کی باری آئی (از ۱۸۲۰ء لغایت ۱۸۳۴ء) کیونکہ چھتن نمگیل نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا گو کہ گیا نو یعنی رانی حاملہ تھی جس سے بعد میں سیوانگ رنستن پیدا ہوا جس کا مذہبی نام چھو غسفر ول ہے اور اسی نام سے وہ زیادہ مشہور ہے جب ٹنڈوف نمگیل بجائے اپنے بھائی کے تخت نشین ہوا تو حسب رواج ملک اس کی بیوہ بھی اُسے وراثت میں ملی چونکہ سیوانگ رنستن اس زمانہ میں پیدا ہوا جبکہ اس کی ماں ٹنڈوف نمگیل کی زوجیت میں تھی اس لئے بعض مصنفین نے اس کی ولدیت کو ٹنڈوف نمگیل کی طرف منسوب کر دیا ہے اور بعض نے سیوانگ رنستن اور چھو غسفر ول کو جداگانہ اشخاص قرار دیا ہے یہ درست نہیں ہے

گیالپو ٹنڈوف نمگیل بلحاظ خصائل ذاتی اپنے بڑے بھائی کی ضد تھا۔ اوصاف مردانگی اس میں نام کو نہ تھے۔ وہ کمال درجہ کاہل الوجود تھا۔ جنگ کے مواقع اسے کئی دفعہ پیش آئے مگر اس نے ہمیشہ اس سے گریز کیا۔ انفصال مقدمات میں اسے بجائے انصاف کے فریقین کے رسوخ اور دولت مندی کا زیادہ لحاظ ہوتا تھا۔

علاوہ ازیں خیال کیا جاتا ہے کہ اسے اپنے باپ کی طرف سے فتور عقل بھی وراثت میں پہونچا تھا کیوں کہ اس کی بہت سی عجیب وغریب حرکات مشہور ہیں خانگی ملازمان سے وہ روزانہ مچلکے لیا کرتا تھا۔ کہ رات بھر جاگتے رہیں گے۔ خود بھی رات بھر جاگتا تھا اور طلوع آفتاب کے وقت سویا کرتا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اٹھ بیٹھتا تھا۔ بارہ گھڑے پانی سے وہ ہاتھ منھ دھوتا تھا۔ اور ہر ایک گھڑے کے ساتھ ایک ٹرپا بھولی کی (یہ ایک قسم کا شور ہے جو نوبراہ میں پیدا ہوتا ہے) استعمال کرتا تھا۔ اس سے اس کے ہاتھوں کی کھال پھٹ گئی تھی۔ جب اسے سفر کرنا ہوتا تھا تو رات کو مشعل جلا کر چلا کرتا تھا۔

پرانے اراکین سلطنت پر اسے اعتبار نہ تھا۔ کالون سیوانگ ٹنڈوف جو پرانا وزیر اعظم تھا اور جس کے تدبر اور قابلیت کی بڑی شہرت تھی۔ رعایا کے درمیان ہر دلعزیز تھا اور بیرونی ممالک ملحقہ کے ساتھ مراسم دوستانہ رکھتا تھا۔ سفارت کا سلسلہ اس نے قائم کیا ہوا تھا اور وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ تحایف کا لین دین بھی کیا کرتا تھا۔ ٹنڈوف نمگیل کو اس کی ان خدمات کا کچھ لحاظ ہوا اور نہ اس نے یہ خیال کیا کہ وہ اس کا بہنوئی بھی ہے۔

مہر ذات اس سے لے کر اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اور حاکمان و مقدمان دیہ کے نام براہ راست احکام صادر کرنا شروع کر دئے اس سے وزرا بہت شکستہ دل ہوئے زانسکار کے گیالپو اور پوریگ کے کالون کو قید کر کے لداخ میں رکھا۔ اور اپنے ملازمان خانگی میں سے کھریوں مقرر کئے اس طرح سے تقریباً تمام پرانے تجربہ کار اور وفادار افسروں کو علیحدہ کر کے نئے ادنی درجہ کے آدمی بھرتی کئے۔ سابقہ سندات اور معاہدات کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور امور ملکی کو اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر جس طرح مصلحت وقت سمجھی فیصلہ کیا۔ غرض کہ سابقہ خدمات اور حقوق وفاداری کو پامال کر کے نیا انتظام قائم کرنے کی کوشش کی۔ جس کا انجام بہت خراب ہوا۔

اس گیالپو کے عہد حکومت میں کرنیل مورکرافٹ لداخ میں وارد ہوا۔ (۱۸۲۰-۲۲ء)

اس واقعہ کو تاریخ لداخ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے اس زمانے میں سلطان پور کلو کے راستہ سے دو انگریز لداخ میں آئے۔ ان میں سے ایک کو بڑا صاحب اور دوسرے کو چھوٹا صاحب کہتے تھے انھوں نے لداخ کے معززین کو عجیب و غریب اشیا و تحفہ کے طور پر دیں اور گیالپو سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ گیالپو عرصہ تک انھیں ٹالتا رہا کیوں کہ اُسے اندیشہ تھا کہ اس ملاقات کا نتیجہ خراب ہوگا۔ بالآخر انھیں باریابی کا موقع ملا۔ انھوں نے چاقو قینچی اور ایک بندوق اور دیگر عجیب و غریب سامان گیالپو تنڈوپ نمگیل کو تحفہ کے طور پر دیا۔ اور بکمال خلوص باطن یہ صلاح دی کہ تمھاری حکومت کا جو ڈھنگ ہے اور تمھارے امیر وزیر جس طرح کام کر رہے ہیں۔ اس سے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ ایک دن یہ ملک تمھارے ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس جگہ ایک برج تعمیر کیا جائے وہ بوقت ضرورت تمھارے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگا۔ مگر اس صلاح کو گیالپو اور اس کے مشیران خاص نے قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اس برج سے انھیں نقصان پہونچیگا۔ چند روز بعد یہ دونوں صاحبان انگریز ایک صندوق اور ایک چٹھی گیالپو کو دے کر واپس چلے گئے۔ اور یہ کہہ گئے کہ یہ چیزیں کسی دن تمھارے کام آئیں گی۔

چند روز بعد کلو سلطان پور کے لوگوں نے سپیتی پر حملہ کیا اور مال و اسباب لوٹ کر لے گئے سپیتی کے لوگوں نے گیالپو تنڈوپ نمگیل سے درخواست کی کہ ان لوگوں سے ان کی اس دست درازی کا انتقام لیا جائے۔ گیالپو نے یہ جواب دیا کہ تمھاری نالایقی سے ہمارے ملک کی تباہی ہوئی ہے

تم اس نقصان کی تلافی کے ذمہ دار ہو۔ لہذا ان کے اوپر الٹی سزائے جرمانہ عائد کی۔
بعد ازاں کلو، کرجا اور کھونو کے ہر سہ راجگان نے اتحاد کر کے زانسکار پر حملہ کیا
انھوں نے قلعوں کو تباہ اور گونپوں کو خراب کیا۔ یاک۔ یابو اور دیگر جائداد جو کچھ اُن کے
ہاتھ آئی۔ لوٹ کر لے گئے۔ اور ملک کو ویران کر دیا۔

اس کے بعد پاڈر کے راجہ رتن شیر خاں نے براہ ادا سی لا زانسکار پر چڑھائی کی
اور اتنگ سے لے کر پم تک تمام دیہات کو ویران کیا زانسکار کے لوگوں نے اس دفعہ
ہمت کی اور کرشا کے سامنے دریا کے آرپار پاڈر کی فوج کا سخت مقابلہ کیا۔ اور ان کی
مزید پیش قدمی کو روک دیا۔ اس جنگ کا خاتمہ بالآخر صلح پر ہوا۔ اور رتن شیر خاں مع
اپنی فوج کے واپس چلا گیا۔ گر گیالپو ٹنڈوپ نمگیل زانسکار والوں کی اس مردانگی سے مطمئن
نہیں ہوا۔ اس نے اُن کے اوپر یہ الزام رکھا کہ تم نے اپنے فرائض کو پوری طرح انجام
نہیں دیا۔ فوج حملہ آور حدود زانسکار میں کیوں داخل ہونے پائی۔ لہٰذا اس کی پاداش
میں ان کے اوپر سزائے جرمانہ عائد کی۔

اس کے ایک سال بعد مرداد داردں کے لوگوں نے غالباً نالہ جات متصلہ
زنگدم کے راستہ سے زانسکار پر حملہ کیا۔ اور موضع تونگ زنگ تک دیہات کو تباہ کیا
جابجا آگ لگائی اور مال واسباب جو ان کے ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے۔ گیالپو ٹنڈوپ
نمگیل نے اس پر بھی کچھ خیال نہیں کیا کیونکہ تاریخ میں مذکور ہے کہ وہ اپنے مال و دولت
کے نشہ میں سرشار تھا۔

ان متواتر حملوں کی وجہ سے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کا اقتدار بالکل گم ہو گیا تھا اور
اُس کی بدانتظامی سے ملک کی حالت ابتر ہو گئی تھی مگر اس کو کبھی اس کا خیال نہیں ہوا
رعایا کی فلاح و بہبود سے اُسے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ اپنے مطلب سے مطلب رکھتا
تھا۔ روپیہ اُس نے خوب جمع کیا تھا۔ اُسے خیال ہوا کہ اسے کسی طرح خرچ کرنا چاہیے
بجائے اس کے کہ ملک کا روپیہ ملک کی حفاظت میں خرچ کیا جاتا جس کی اسوقت
بہت ضرورت تھی۔ اس نے تعمیرات کے کام شروع کر دیے۔ پہلے اُس نے ستوک
محل از سر نو تعمیر کیا۔ ستوک کا گاؤں قصبہ لیہ کے بالمقابل دریائے سندھ کے بائیں

کنارے پر واقع ہے۔ اور اب سرکار جموں و کشمیر کی طرف سے خطابی گیالپو سنم نمگیل کی جاگیر ہے۔ اس کی سکونت اسی محل میں ہے۔

اس کے بعد ٹنڈوپ نمگیل نے کرزو باغ واقعہ قصبہ لیہ میں ایک محل تعمیر کیا۔ یہ اب برٹش جائنٹ کمشنر کی قیام گاہ ہے۔ پہلے یہ لداخی وضع کا عالی شان محل تھا۔ اب ردّ و بدل کر کے یورپی وضع کی کوٹھی میں تبدیل ہو گیا ہے۔

پھر گیالپو نے اپنے ولی عہد سیوانگ رنستن کی شادی لہاسہ میں ادیو الحارگیاری کے راجہ کی بیٹی سے تجویز کی۔ اس کی سکونت کے لیے اس نے چنراز گس لہاکھنگ کے اوپر کی طرف ایک نیا محل تعمیر کیا۔ اس گیالمو کو لانے کے لیے اس نے اپنے آدمی لہاسہ بھیجے مگر کسی وجہ سے یہ تجویز تکمیل کو نہیں پہنچی۔ یہ محل اب موجود نہیں ہے

بعد ازاں اس گیالپو کی توجہ مذہبی کاموں کی طرف مبذول ہوئی۔ اس نے مورت چھندور اپنے قد کی برابر چاندی سے تیار کرائی۔ اور چاندی کی ایک چورتن بھی بنوائی۔ گوردپدما اوت پر کی مورت تیرہ یامبو (چاندی کا چینی سکہ جو وزن میں ایک سو ساٹھ روپیہ بھر ہوتا ہے) وزنی چاندی سے بنوائی۔ اور موضع سنے میں سیپغست مورت سات یامبو وزنی چاندی سے بنوائی۔ اور استوک کے محل میں جھتسون ڈولما کی مورت نو یامبو وزنی چاندی سے بنوائی۔ ان چیزوں میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔

اس زمانے میں لہاسہ کے ایک بڑے لامہ ایسٹے ڈوبا نگزن پنچم کو کشف ہوا کہ گیالسُس سیوانگ رنستن میں لامہ بھلوا دورجے نے جنم لیا ہے۔ یہ لامہ گیالپو سیوانگ نمگیل ثانی کا ہم عصر تھا۔ اس انکشاف پر سیوانگ رنستن کو بغرض امتحان چند روز کے لیے ہمیس اور چمرے کے گونپہ جات میں رکھا گیا۔

سیوانگ رنستن (المعروف چھو عنفر دل) ایک تند مزاج آدمی تھا۔ اس مذہبی تقدس سے اس کا مزاج اور بھی آسمان کے اوپر چڑھ گیا اور اپنے ماں باپ کا لحاظ بھی اس نے ترک کر دیا۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو کبھی نوبراہ جانا ہوتا تھا اور کبھی پورِگ کی طرف جانا پڑتا تھا سیوانگ رنستن بھی اس کے ساتھ جایا کرتا تھا اور ہمیشہ تماشے اور ناچ رنگ میں مصروف رہتا تھا گیالپو کی بدقسمتی سے اس کی گیالمو بھی اس کے کہنے میں نہ تھی۔ اور ایک خانگی ملازم

چھفزدت صنم وانچوک کی رائے پر چلتی تھی۔ البتہ گیالموا اپنے بیٹے چھو غسفردل کے ساتھ ہم خیال و ہمراے تھی۔ غرض کہ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کی زندگی نہایت بے لطف تھی۔ نہ اسے گھر کا آرام نصیب تھا اور نہ باہر کا اطمینان۔

اراکین سلطنت نے سیوانگ رنتن کو سمجھایا کہ تم اب جوان ہو گئے ہو تمہاری شادی ہونی چاہیے مگر اس خود پسند شاہزادے نے یہی جواب دیا کہ میں گونپہ ہمیس میں لامہ رہونگا۔ شادی نہیں کرنا چاہتا مگر چونکہ کوئی اور وارث تخت نہ تھا۔ سیوانگ رنتن کو امور مملکت کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ بعدازاں لونپو۔ اور چھفزدت صنم وانچوک اور سب سے بڑھکر لامہ ڈوپ دانگ آچریا لامہ گونپہ ہمیس کے زور دینے سے چھو غسفردل شادی کرنے پر راضی ہوا۔ کالون سیوانگ ٹنڈوپ کی بیٹی کلزانگ ڈولما کے ساتھ اسکی شادی ہوگئی۔ اسے ایک سال نہیں گذرا تھا کہ اس شادی کے بارآور ثابت ہونے کی صورت معلوم ہوئی۔ چھو غسفردل کو یا تو ابتدا میں شادی سے قطعی انکار تھا۔ مگر جب ایک دفعہ اس نے اُس کا مزہ چکھا تو صرف ایک شادی پر اس نے اکتفا نہیں کی۔ چند روز بعد تکھا پا کالون چرے کی بیٹی صنم پلگیت سے اس کی دوسری شادی ہوئی۔ اُس کے بعد زہرہ خاتون دختر راجہ پشکم سے تیسری شادی اُس نے کی۔ یہ شادیاں ایک سال کے اندر واقع ہوئیں۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کی بدانتظامی اور اُس کے ولی عہد کی عیاشی نے دوسری اقوام کے لیے راستہ صاف کردیا۔ اور جس سال یہ شادیاں ہوئیں۔ تقریبًا اُسی سال وزیر زور آور سنگھ کلہوریا افواج ڈوگرہ لیکر سورو میں داخل ہوا۔

چھٹا باب

حملۂ ڈوگرہ

ڈوگرہ مہم لداخ نمبر ۱ و ۲ بسرکردگی وزیر زور آور سنگھ کلھوریا جری سپہ سالار حکومت جموں

تسخیر پوریگ - لداخ - زانسکار و پاڈر

راجہ گلاب سنگھ نے جب کشتوار پر قبضہ حاصل کر لیا اور نو حاصل کردہ صوبہ جات پر پورا تسلط قائم کر لیا تو ان کی توجہ لداخ کی طرف مبذول ہوئی اس وقت ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔ ادھر پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی راجہ مذکور پورے زمانہ شناس اور صاحب تدبیر حکمران تھے انھوں نے ضروریات وقت کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ قبل اس کے کہ حملہ لداخ کی کوئی عملی تیاری کریں انھوں نے اندرونی طور پر اطمینان کر لیا کہ کمپنی مذکور کو اس میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ سے بھی اجازت حاصل کر لی۔

اس وقت پرگنہ ریاسی وارہاس اور علاقہ کشتوار کا حاکم صوبہ وزیر زور آور سنگھ کلھوریا تھا۔ اس نے راجہ گلاب سنگھ کی ملازمت میں ایک معمولی حیثیت سے اس رتبہ پر ترقی کی تھی۔ راجہ کو اس کے اوپر پورا اعتبار تھا۔ اور وہ اپنی جان نثاری کی بنا پر اس کا مستحق بھی تھا کیونکہ اس نے اپنے ذاتی فوائد کو ہمیشہ اپنے ولی نعمت کے فائدے پر قربان کیا ہے۔ اس کو مہم لداخ کی سپہ سالاری پر مامور کیا گیا۔ اور بعد کے واقعات سے اس نے ثابت کر دیا کہ وہ ہر طرح سے اس نازک اور عظیم ذمہ داری کے عہدے کے قابل تھا اور فتوحات جنگی کے لیے ایک کامیاب سپہ سالار میں جو اوصاف ہونے چاہئیں وہ قریب قریب سب اس کی ذات میں جمع تھے۔

اس حملہ کی وجہ تحریک ایک یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ ٹمبس کے راجہ گیاپاچو چھندر ٹیسل نو
راحگان سوت و شگم علاقہ ٹمبس سے نکالنے کے در پے ہو گئے تھے۔ اس نے راجہ شگم دسوت
کے برخلاف گیالپوے لداخ کے پاس شکایت کی۔ چونکہ راجہ شگم گیالبوئے لداخ کا قریبی
رشتہ دار تھا بلحاظ رشتہ داری لداخ کے گیالبو نے راجہ شگم کے خلاف گیاپاچو کی شکایات پر
کوئی توجہ نہیں کی۔ جب راجہ ٹمبس ہر طرح سے مجبور ہوا تو اس نے وزیر زور آور سنگھ حاکم
کشتواڑ سے خفیہ طور پر امداد کی درخواست کی۔

الغرض آغاز سمت ۱۸۹۱ بکرمی (مطابق ۱۸۳۴ء) میں چار پانچ ہزار ڈوگرہ فوج
حملہ لداخ کے لئے آراستہ کی گئی۔ وزیر زور آور سنگھ کی ماتحتی میں حسب ذیل سرکردہ
افسران اس فوج کے تھے۔

(۱) میاں رائے سنگھ (۲) مہتہ بستی رام کشتواریہ (۳) مرزا رسول بیگ اودبان
پوریہ (ڈوڈہ) (۴) رانا جالم سنگھ (ارنوڑہ) (۵) سنگے سن کوٹیا (۶) میاں نوطا (۷) سردار
اتم سنگھ پڈھیار (کشتواریہ) (۸) وزیر خواجہ بھوتجا (کشتواریہ) (۹) امام ملک (مڑوا)
(۱۰) سید مدین شاہ (۱۱) سردار صمد خان۔

وزیر اس لشکر جرار کے ساتھ ڈوڈہ سے جو اُس زمانے میں کشتواڑ کا صدر مقام تھا
روانہ ہو کر متصلہ علاقہ سورو ملک لداخ میں براہ بھوٹو کول داخل ہوا۔ یہ علاقہ بٹی سلطان
کرتسے کے لاولد فوت ہونے سے تبلیت کی بنا پر جس کا اوپر مذکور ہوا براہ راست گیالبوئے
لداخ کی حکومت میں تھا۔ جس کی طرف سے کالون طبہ سیوانگ ننگیل علاقہ جات ملبہ
کرتسے وسورو کا حاکم تھا۔ اس کی ماتحتی میں ٹُشی وانچک باشندہ سابو علاقہ سورو کرتسے
کا کھر پون تھا۔ اس نے سورو کی طرف فوج ڈوگرہ کی نقل و حرکت کا حال معلوم کر کے
گیالبوئے لداخ کو اس کی اطلاع دی۔ لداخ میں آئینی فوج کے رکھنے کا دستور نہ
تھا بلکہ صرف بوقت ضرورت دیہات سے فی گھر ایک ایک آدمی فوجی خدمات کی
انجام دہی کے لئے لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اسلحہ۔ سامان حرب اور اپنی خوراک اپنے ساتھ
لانے کے پابند تھے۔ حملہ ڈوگرہ کی خبر جب لداخ میں پہونچی تو جلدی میں گرد و
لداخ کے دیہات سے تقریباً پانچ ہزار فوج جمع کی گئی۔ اور کالون دورجے ننگیل

باشندہ ستوک کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے مقابلہ کے لئے سورو روانہ کیا گیا۔ دورجے نمگیل ایک دلیر اور بے خوف نوجوان تھا۔ مگر ناتجربہ کار تھا۔ اُس کی عمر پندرہ یا اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔

وزیر زور آور سنگھ اپنے لشکر جرار کے ساتھ بغیر کسی مقابلہ کے سورو میں پہونچ گیا۔ لمکان مرداداروں نے رہنمائی کی۔ اور براہ مریوم لا جسے اب بھوٹ کول کہا جاتا ہے اور نالہ چلیو نگ یہ فوج سورو میں داخل ہوئی اس وقت تقریباً خزاں کا موسم تھا۔ سورو میں وزیر نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ اس وقت اس علاقہ میں فصل تیار تھی۔ وزیر نے کمال دانائی سے اپنے سپاہیوں کو روکا کہ فصل کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچنے پائے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ سورو کی تمام رعایا نے جمع ہو کر اطاعت قبول کرلی وزیر نے زمینداروں پر بشرح چار روپیہ فی گھر مالیہ تشخیص کیا۔ جس کو لوگوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ اس نے موجودہ قلعہ سورو کی بنیاد رکھی۔ کچھ آدمی یہاں تعنیات کئے کہ تعمیر قلعہ کے کام کو جاری رکھیں۔ یہ انتظام کر کے وزیر اپنے لشکر کے ساتھ وادی سورو میں نیچے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹشی وانچوک کھر پون کرتسے قلعہ کر پوکھر میں پچ کسی قدر لداخی فوج کے تعنیات تھا۔ اس نے سختی کے ساتھ افواج ڈوگرہ کا مقابلہ کیا۔ یہ قلعہ ایک دشوار گذار سنگلاخ کی اوپر واقع ہے اور استحکام اس کا قدرتی طور پر بہت زبردست ہے۔ مگر چونکہ لداخیوں کے پاس اسلحہ اچھے نہ تھے۔ اور قواعد جنگ سے بھی وہ ناواقف تھے ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کرنا ان کے لئے محال تھا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی۔ جس میں ٹشی ونچوک اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔ اور بہت سے آدمی کام آئے۔ آخرالامر شام کے وقت قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ کے سپاہی تقریباً سب کے سب اس جنگ میں کام آئے اور جو بچے وہ بعد فتح قلعہ اسیر ہوئے۔ لداخ کی کچھ فوج قلعہ کرتسے کھر میں تھی۔ وہ یہ حال سن کر رات کے وقت اپنے قلعہ سے نکل کر براہ روسی لا شرگول کی طرف بھاگ گئی۔ اس لڑائی میں ڈوگروں کا نقصان چھ سات سپاہیوں سے زیادہ نہیں ہوا بعد ازاں وزیر زور آور سنگھ نے قلعہ کرتسے کھر پر بھی قبضہ کر لیا جو لداخی سپاہیوں

فرار ہو جانے سے اس وقت خالی تھا۔ یہ قلعہ دریائے سورو کے دوسرے کنارے پر کرپوکھر سے کچھ نیچے واقع ہے۔ اس طرح سے کرتسے کے دونوں قلعے ڈوگروں کے ہاتھ میں آگئے۔ اس علاقہ میں بھی وزیر نے سرسری بندوبست اراضی بشرح سورو کر دیا۔ اور رعایا سے اطاعت کا اقرار لے کر آگے روانہ ہوا۔

کالون دورجے نمگیل کی روانگی کے بعد گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے باقی دیہات سے اور چار پانچ ہزار فوج جمع کر کے اس کی کمک کے لئے بماتحتی لبہ لونپو مورپ تنسرن کے روانہ کی تھی۔ یہ دونوں فوجیں موضع لنکرسے کی پائینی آبادی موسومہ آستانہ میں پہونچی تھیں کہ انہیں ڈوگروں کے تسخیر کرپوکھر کی خبر پہونچی اس لئے یہ فوج اسی جگہ ٹھہر گئی اور مورچہ بندی کے استحکامات میں مصروف ہوئی۔ وزیر کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بھی مقابلہ کی پوری تیاری کر کے لنکرسے کو روانہ ہوا۔ لداخیوں نے آستانہ اور بیاماخو میو کے درمیان جو تنگ جگہ ہے جس کے اوپر کی طرف عمودی سنگلاخ ہے اور نیچے دریا ہے دریا سے لیکر سنگلاخ کے استادہ حصہ تک ایک مضبوط مورچہ بنا دیا۔ اور اس کو پوری طرح مستحکم کر لیا وزیر نالہ لنکرسے گذر کر جب بیاماخو میو میں پہونچا ہے تو آگے راستہ بند تھا۔ لداخیوں نے اپنے مورچہ کے اندر سے ڈوگرون کا سخت مقابلہ کیا۔ اور گو کہ وہ اپنے اسلحہ کے ناقص ہونے کی وجہ سے ڈوگرون کو زیادہ نقصان نہیں پہونچا سکے مگر ڈوگروں کو راستہ انھوں نے نہیں دیا۔ دو روز تک یہ لڑائی جاری رہی۔ اور کوئی صورت اس مورچہ کے فتح ہونے کی نہ بن پڑی۔ آخرالامر ندھان سنگھ اپنی جان پر کھیل کر صرف ایک سپاہی ساتھ لے کر کوہل (چھوٹی نہر) کی موہری کے راستے مورچہ کے اندر داخل ہو گیا اتفاق سے کالون دورجے نمگیل جو ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا اسے نزدیک مل گیا اور سب سے پہلے اس نے کالون کا کام تمام کیا۔ اس سے لداخیوں کی توجہ ندھان سنگھ کی طرف منعطف ہوئی۔ وزیر نے موقع پا کر مورچہ پر حملہ کر دیا اور مع فوج کے لداخیوں کے مورچہ کے اندر گھس گیا۔ اب دونوں فوجوں کے درمیان دست بدست لڑائی شروع ہو گئی لداخیوں نے مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر دست بدست لڑائی میں لداخیوں کا بہتر اسلحہ رکھنے والے ڈوگروں سے عہدہ برا ہونا مشکل تھا تقریباً تمام لداخی فوج اس جگہ کٹ گئی۔ جب لداخی بالکل

مایوس ہوئے تو انھوں نے بھاگنا شروع کیا اور ڈوگروں نے انکا تعاقب کیا موروپ تنزن مع ایک ہزار
سپاہیوں کے اسیر ہوا۔ اور ڈیڑھ ہزار کے قریب لداخی بھاگ کر نکل گئے یہ لڑائی لداخیوں کی شکست اور ڈوگروں
کی فتح کے متعلق ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اسکے بعد لداخیوں نے ہمت ہاردی اور ڈوگرہ فوج کے مقابلہ کا حوصلہ نہیں کیا
مدافعانہ صورت میں لداخی فوج پیچھے کی طرف ہٹتی رہی اور ڈوگرہ آگے بڑھتے رہے۔

ان بھاگنے والوں نے اس قدر بھی عقل نہیں کی کہ پل اندو سے گذر کر اسے توڑ دیتے۔

اس زمانہ میں دریائے سورو سے گذرنے کے لیئے خاص کرگل میں کوئی پل نہ تھا۔ کشمیر اور
کرتسے ہر دو طرف کی آمد و رفت لداخ کے ساتھ پل اندو کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہ پل موضع
بردکی بالائی آبادی کے قریب تھا۔ اور گو کہ مابعد میں مہتہ بستی رام نے بحکم وزیر زور آور سنگھ
موجودہ پرانا پل کرگل متصل بازار تعمیر کردیا مگر پل اندو بدستور قائم رہا ان واقعات کے ایک عرصہ دراز کے
بعد ایک پایہ اس پل کا سیلاب سے خراب ہوگیا اسکی مرمت نہیں کی گئی آخر الامر یہ تاریخی پل منہدم ہو گیا

گیالپو تنڈوپ نمگیل نے سوروپ تنزن کی فوج بھیجنے کے بعد سہ بارہ ایک اور فوج
تیار کرکے سابقہ افواج کی کمک کے لیے باتحتی کالون بنکھا پا روانہ کی تھی۔ مگر اس فوج کو سابقہ
فوج کے ساتھ شامل ہونے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس تیسری فوج کی ٹھیک تعداد
دریافت نہیں ہو سکی مگر غالباً ہزار دو ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ بنکھا پا مع اپنی فوج کے پشکم میں
مقیم تھا کہ اسے خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ پل اندو پر پہونچ گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے
کہ اس خبر کے معلوم کرنے سے وہ اس قدر گھبرایا کہ اپنے گھوڑے کی رسی کھولنے کا بھی اسے
خیال نہیں رہا اور بندھے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے بھگانے کی کوشش کی جس وجہ
سے "بنکھا پا کا گھوڑا" ضرب المثل کے طور پر پشکم میں آج تک مشہور ہے۔ الغرض بنکھا پا نے
پشکم سے پسپا ہو کر ملبہ میں اپنی فوج کو مع لشکرے کی فراری فوج کے قائم کیا۔

وزیر سلس کوٹ اور منجی سے ہوتا ہوا پل اندو سے گذر کر پشکم پہونچا۔ یہاں میدان بالکل خالی
تھا۔ کیوں کہ لداخی فوج ملبہ کو واپس ہو گئی تھی۔ اور راجہ پشکم بھی اپنا قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا
تھا۔ اور قلعہ سوت واقعہ موضع پور بلکمب میں پناہ گزین تھا۔

اب وزیر نے قلعہ سوت کے فتح کرنے کا انتظام کیا۔ اور توپیں قلعہ کی طرف لگا دیں
چند روز یہ چھیڑ چھاڑ جاری رہی مگر قلعہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر الامر وزیر نے مہتہ بستی رام کو

پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ تعینات کیا کہ ایک سخت حملہ قلعہ پر کیا جائے بہتہ لبستی رام نے کچھ رات رہے قلعہ پر حملہ کیا۔ اور روشنی ہونے تک قلعہ فتح کر لیا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔

اب سردی کا موسم آ گیا تھا اور ڈوگرہ سپاہی جو ایسی سخت سردی کے عادی نہ تھے کس قدر پریشان خاطر ہوئے۔ لیکن وزیر زور آور سنگھ مہم کو ناتمام چھوڑ کر واپس بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے بشرح سور دو کر تسے سوت و شنکھ کے لوگوں پر بھی بحساب فی گھر چار روپیہ سالانہ مالیہ مقرر کر دیا۔ اور لداخیوں کے ساتھ بھی شرائط طے کرنے کے لیے ایک وکیل بھیجا۔

معتبر حالات تحریری جو دستیاب ہوئے ہیں ان میں شرائط کے متعلق تناقض پایا جاتا ہے۔ مگر ان متناقض واقعات کو جب ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وزیر نے لداخ کے گیالپو سے یہ چاہا کہ وہ کلی اطاعت تخت جموں کی قبول کرے۔ اور اس کے ثبوت میں نو ہزار روپیہ سالانہ بطور نذرانہ ادا کرنا تسلیم کرے۔ اور پندرہ ہزار روپیہ نقد بطور مصارف جنگ فوراً ادا کرے۔

لداخی فوج کی ہمت ڈوگروں کے اسلحہ اور ان کی بہادری کے قصے سن سن کر پہلے سے پست ہو چکی تھی اس تجویز صلح کے معلوم ہونے پر انھوں نے بہت خوشی منائی اور فی الفور ایک قاصد لداخ میں گیالپو کے پاس اُس کی خواہشات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر گیالپو رقم نذرانہ اپنی گرہ سے ادا نہ کر سکتا ہو تو رعایا فی گھر چھ چاؤ (ایک چاؤ۔ ۳ سکہ انگریزی) اس غرض کے لیے سالانہ ادا کرنے کو تیار ہے۔

گیالپو ٹنڈ دت نگیل اور نیز اکابران لداخ نے ان شرائط کو خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ اور حکم دیا کہ دس ستون والے کمرے میں سے یہ روپیہ نکال کر روانہ کیا جائے۔ لیکن گیالمو کو جسے امور سلطنت میں بہت دخل تھا جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ اپنی خود مختاری کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ اس روپے کا اس طرح دینا اس کے دریا میں بہا دینے سے بدتر ہے۔ گیالمو کی رائے غالب آئی۔ اور گیالپو نے قاصد کے ہاتھ اپنے سپہ سالار کو یہ جواب بھیجا کہ اگر تم سپہ سالار افواج ڈوگرہ کا سر لائے

تو تمھارے اپنے سر کی خیر نہیں ہے۔

فوج لداخ کو اُن کی توقع کے خلاف یہ حکم پہونچا تو وہ بہت پریشان ہوئے لیکن کالون بنکھاپا نے کمال دانائی سے انھیں حوصلہ دیا اور مقابلہ کے لیے آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوگرہ دکیل جب لداخیوں کے اقرار کے مطابق روپیہ لینے آئے تو انھیں لداخیوں نے پکڑ لیا اور اپنے ملکی طریقے کے مطابق انھیں قتل کر دیا یعنی ان کے ہاتھ پاؤں باندھکر درکیت کے پل سے نالۂ وا کھا میں گرا دیا۔

وزیر زور آور نے فریق مخالف کی یہ ہمت اور سردی کی یہ شدت دیکھکر یہی مناسب خیال کیا کہ فوج کو کرتسے واپس لیجائے اور موسم زمستان وہاں بسر کرے چنانچہ اُس نے پانچ سو کے قریب سپاہی پشکم میں تعینات کر دیے اور راجگان سوت و پشکم کو اس فوج کی خوراک بہم پہونچانے کا ذمہ دار کیا۔ اور بقیہ فوج اپنے ساتھ لے کر سانکو واپس چلا گیا۔ اور موسم سرما بھر وہیں مقیم رہا۔ موروپ استنزن بھی اُس کے ساتھ رہا اور سیاسی خدمات انجام دیتا رہا۔ علاوہ ازیں سامان خوراک و بار برداری کی فراہمی کا اُس نے انتظام کیا۔ اور رعایا سے اقرار اطاعت حاصل کرنے میں ہر طرح سے ساعی رہا۔

جب کسی کے بُرے دن آتے ہیں تو اُس کی عقل پہلے گم ہو جاتی ہے۔ لداخیوں نے نہ تو اس وقت اُس فوج کا تعاقب کیا۔ اور نہ سردی بھر اُس پر کوئی حملہ کیا۔ ڈوگرہ فوج کچھ پشکم میں اور باقی سانکو میں بیٹھی رہی۔ اور لداخی لیہ میں آرام کرتے رہے۔ صرف اتنا انھوں نے کیا کہ کچھ اور فوج جمع کر لی۔

سردی کے موسم میں وزیر زور آور سنگھ نے قلعہ سورو کی تکمیل کی اور فوج کو مختلف مقامات میں رکھا۔ جب سردی کی شدت رفع ہو گئی تو موروپ استنزن کی رہنمائی میں لداخ پر پیش قدمی شروع کر دی۔ لداخیوں نے موسم سرما میں ڈوگروں پر حملہ نہیں کیا اب بہار کے دنوں میں ان کا مقابلہ کرنا لداخیوں کے لیے ناممکن تھا۔

جب لداخی فوج کو لیہ میں خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ اپنی فوج کے ساتھ پشکم میں آ پہونچ گیا ہے تو وہ لیہ سے حرکت کر کے بودھ کھربو چلی گئی۔ وزیر علاقہ سوت و

کے انتظام سے فارغ ہوا تو اس نے لبہ کا رُخ کیا۔ یہاں لبہ کے کالون سیوانگ تگیل اور والکھا کے راجہ اعظم خاں نے افواج ڈوگرہ کی کسی قدر مزاحمت کی۔ مگر اس سے چنداں رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی وزیر لبہ سے روانہ ہو کر بودھ کھر بو پہونچا تو لداخی فوج واپس لیہ کو روانہ ہو گئی۔ اور عام طور پر ڈوگرہ فوج کے مقدمہ کے طور پر اس سے دو پڑاؤ آگے آگے چلتی رہی۔

بودھ کھر بو میں ڈوگرہ فوج کے پہونچنے پر لداخیوں کے دلوں پر ڈوگروں کی دہشت بیٹھ گئی۔ علاقہ لامہ یورو سے چند اشخاص ایک گھوڑا اور کچھ روپیہ نذرانہ کے طور پر ساتھ لیکر وزیر کی خدمت میں اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے۔ وزیر اس سے بہت خوش ہوا اور ایک سپاہی حفاظت کی غرض سے ان کے ساتھ آگے بھیج دیا۔

وزیر جب لامہ یورو پہونچا تو تنگ موگانگ کی طرف سے دو گھوڑے اور کچھ روپیہ بطور نذرانہ لے کر چند اشخاص اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے انھیں ساتھ بھی ایک سپاہی حفاظت کی غرض سے دیا گیا۔

اس موقع پر یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ اس زمانہ میں تبت خورد یعنی بلتستان میں حسب ذیل راجگان حکمران تھے۔

اسکردو۔ راجہ احمد شاہ (مقپون)
پرکوتہ۔ راجہ غلام شاہ (مقپون)
طولتی۔ راجہ احمد خاں (مقپون)
کرتخشہ (کھرمنگ) راجہ علی شیر خاں (مقپون)
کھپلو۔ راجہ دولت علی خاں (ییگو)
کرس۔ راجہ خورم خاں۔ (ییگو)
شغر۔ راجہ حیدر خاں (اماچہ)
روندو راجہ علی خاں (مقپون)
استور۔ راجہ جبار خاں (مقپون)

راجہ علی شیر خاں بھا نجا اور داماد راجہ احمد شاہ کا تھا مگر امور سیاسی میں کسی وجہ سے

دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنا اقتدار قائم کرنے کی غرض سے راجہ احمد شاہ کو کھرمنگ پر فوج کشی کی ضرورت ہوئی۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے اور ولی عہد راجہ شاہ مراد کی ماتحتی میں ایک بہت بڑی فوج کل بلتستان سے جمع کر کے کھرمنگ کے اوپر بھیجی۔ شاہ مراد نے بُری طرح راجہ علی شیر خاں کو شکست دی علی شیر خاں قلعہ کرتخشہ چھوڑ کر تن تنہا رات کے اندھیرے میں لداخ کو فرار ہوا شاہ مراد نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور جس قدر مال و دولت راجہ علی شیر خاں کا اس کے ہاتھ میں آیا۔ اسے اپنے تصرف میں لایا۔ مگر چونکہ علی شیر خاں کی رانی شاہ مراد کی حقیقی بہن تھی اس لیے اس کو یا اس کی اولاد کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچائی۔ قلعہ کرتخشہ کے اندر ایک زیارت گاہ تھی اُس میں بھی راجہ علی شیر خاں کا کچھ مال و اسباب رکھا ہوا تھا شاہ مراد نے حرص دنیاوی میں مبتلا ہو کر زیارتگاہ کی حرمت کو بالائے طاق رکھا اور اسے بھی مال و اسباب سے خالی کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ مراد کھرمنگ ہی میں بیمار ہوگیا اور اسکردو واپس پہونچنے کے چند روز بعد فوت ہوا اس واقعہ کو دیندار بلتی زیارت گاہ کی بیحرمتی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن اس کا اثر شاہ مراد کی ذات ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ ملک بلتستان میں جو انقلاب عظیم مابعد میں پیدا ہوا اُس کی بنیاد اسی واقعہ سے شروع ہوئی۔

راجہ علی شیر خاں لداخ پہونچا اور گیا لپوٹنڈپ نمگیل سے امداد کی درخواست کی۔ ابھی اس کا کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ وزیر زور آور سنگھ کے ڈوگرہ فوج کے ساتھ سورو میں وارد ہونے کی خبر پہونچی۔ اس سے لداخ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اب راجہ علی شیر خاں نے جس کی حسن تدبیر قابل تعریف ہے وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ انتظام کرنا چاہا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے اپنے دودھ بھائی اور وزیر نقتالو یا غلام حسین اور اخون فضل علی اپنے منشی کو اُس نے وزیر کے پاس پورگ میں روانہ کیا۔ اس طرح راجہ علی شیر خاں نے اپنے تعلقات تخت جموں کے ساتھ اسی وقت سے قائم کر لیے تاریخ لداخ میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر راجہ علی شیر خاں کے اپنے مرتب کردہ رسالہ میں یہ واقعہ بالاجمال مذکور ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ وزیر نے اسکو جلد[illegible]

کہ تم آج کی تاریخ سے معتمد سرکار تصور کیے جاؤ گے۔ جس طرح ممکن ہو راجہ لداخ کو ہمارے سلام کے واسطے روانہ کرو۔ اس کے بعد جو واقعات درج کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان میں راجہ علی شیر خاں کی سفارت کا اثر ہو مگر بخوبی تحقیق نہیں ہو سکا۔ اور چونکہ ایک ورق اس رسالہ کا اس موقع پر نکلا ہوا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ علی شیر خاں نے وزیر کے ساتھ اپنی امداد کے متعلق کیا انتظام کیا اور کب لداخ سے کھرمنگ کو واپس ہوا۔ بہرحال خیال یہ ہوتا ہے کہ فتح بلتستان کی قرارداد وزیر زور آور سنگھ اور راجہ علی شیر خاں کے درمیان اسی موقع پر ہوگئی تھی جس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہوگی

وزیر ابھی پوردین تھا کہ لداخ کے گیالپو کا مراسلہ بذریعہ ایک قاصد کے پہونچا اس میں گیالپو نے لکھا تھا کہ آٹھ مہینے گذرنے کو آتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنے کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں مگر یہ تمام کوشش بیکار ثابت ہوئی۔ اگر وزیر کی طرف سے یہ اطمینان دلایا جاوے کہ گیالپو کے اوپر کوئی بیجا دست اندازی نہیں کی جاوے گی تو وہ چاہتا ہے کہ خود آکر وزیر کے ساتھ اصالتاً شرائط صلح کا فیصلہ کر لے۔ اس درخواست کو وزیر نے بلا تامل منظور کر لیا اور یہ جواب دیا کہ گیالپو کو ہرگز کوئی اندیشہ یا تردد نہیں کرنا چاہیے۔ ڈوگروں کا مدعا صرف یہ ہے کہ لداخی اطاعت سرکار جموں کی قبول کریں اور ایک معینہ رقم خراج کی ادائگی کا تسلی بخش انتظام کر دیں۔

وزیر جب نورلا کے قریب پہنچا تو الچی۔ لیکیر اور نیموں کے لوگوں نے تحائف اور نذرانہ بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ چنانچہ اُن کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا۔ اس اثناء میں گیالپو ٹنڈوپ نمگیل بزگو پہونچ گیا۔ اور اُس نے وزیر سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ وزیر اپنے ساتھ مہتہ بستی رام اور ایک سو سپاہیوں کو لے کر گیالپو کے پاس آیا۔ گیالپو وزیر کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آیا۔ بعد میں سب لشکر ڈوگرہ بھی اس جگہ آگیا۔ اور تقریباً دس روز تک یہاں قیام رہا اور غالباً شرائط صلح علی طور پر قرار پاگئیں۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ وزیر کچھ سپاہی ساتھ لے کر لداخ چلے جہاں صلح کی تکمیل ہوگی۔ لداخ پہونچنے کے بعد وزیر گیالپو کے محل میں اُس کی ملاقات کے لیے گیا۔ بوقت ملاقات گیالشن سیو ٹاگسا ترستن المعروف چھو غضنفر دل بھی موجود تھا

وزیر نے حسب دستور ملک خود ایک سو روپیہ گیال شمس کے سر پر سے نچھاور کرنے کی تیاری کی چھو نسفرول کی عمر اس وقت سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اُس نے غالباً بوجہ لڑکپن کے یا بوجہ اس کے کہ وہ اس دستور سے واقف نہ تھا وزیر کے اس فعل کو سہواً بدنیتی یا ہتک پر محمول کر کے تلوار کھینچ لی۔ یہ دیکھکر گیال شمس کے ہمراہیوں نے بھی تلوار نکالی۔ اس پر ڈوگروں نے بھی تلوار نکالی۔ گیالپو یہ واقعہ دیکھکر بہت گھبرایا۔ اور دست بستہ وزیر کی خدمت میں عرض کی کہ لڑکوں کی بات پر نہیں جانا چاہیے۔ اور گیال شمس کو مع اُس کے ہمراہیوں کے وہاں سے ہٹادیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن صبح تک تمام فوج ڈوگرہ لداخ میں پہونچ گئی۔

لداخ میں طول طویل گفت و شنید کے بعد آخرکار یہ قرار پایا کہ گیالپو پچاس ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ ادا کرے اور نو ہزار روپیہ سالانہ بطور خرچ سرکار جموں کو ادا کرنا قبول کرے اس پچاس ہزار کی رقم میں سینتیس ہزار روپیہ گیالپو نے کچھ نقدی اور کچھ زیورات کی صورت میں فوراً ادا کر دیا اور بقیہ تیرہ ہزار کی دو قسطیں مقرر کردیں پہلی قسط تعدادی چھ ہزار ایک ماہ بعد واجب الادا قرار پائی اور دوسری قسط تعدادی سات ہزار روپیہ کی ادائیگی کا چار ماہ بعد اقرار کیا گیا۔ ان شرائط پر ملک لداخ گیالپو ملنڈوپ نمگیل کو واپس حوالہ کر کے وزیر لداخ سے واپس ہوا۔

سابقہ لڑائیوں میں جس قدر لداخی اسیر ہوئے تھے اُن سب کو بشمول مورو پ استنزن کے اطاعت کا اقرار لے کر رہائی دی گئی۔ لداخ میں وزیر نے نہ تو کوئی قلعہ تعمیر کیا اور نہ کوئی فوج تعینات کی۔ صرف اپنے ایک آدمی منشی دیا رام کو بطور وکیل سرکار جموں گیالپوے لداخ کے دربار میں تعینات کر دیا۔ اور خود مع تمام فوج کے واپس چلا آیا۔

راستہ میں وزیر نے راجگان سوت دشکم کو اُن کے مقبوضہ علاقہ جات بطور جاگیر واپس حوالہ کر دیے اور کچھ نذرانہ اُن کے ساتھ مقرر کر دیا۔ یہ انتظام کر کے وزیر وادی سورو میں چلا گیا۔ یہاں ٹمبس کے راجہ گیالپو چھند رنگیل کو اُس کا تمام علاقہ کنور سے لیکر فردنا تک بطور جاگیر حوالہ کر دیا۔ اور اس کی ابتدائی خدمت کا پورا لحاظ رکھا یہاں سے آگے چل کر قلعہ سورو کی تکمیل کی اور مدھان سنگھ کو یہاں کا کاردار مقرر کر کے سالسکار کی طرف روانہ ہو گیا۔

وزیر زورآور سنگھہ کلھوریہ سپہ سالار مہم لداخ
مع گیالپو تندوت نمگیل راجہ لداخ اور اوسکی گیالمو (رانی)
اور ایک ملازم کے

حملۂ لداخ سے پیشتر وزیر زور آور سنگھ نے زانسکار کو فتح کر لیا تھا اور وہاں تسلط کر کے قلعہ تعمیر کیا تھا جس میں ایک تھانہ دار مع کسی قدر فوج کے تعینات تھا جس زمانہ میں وزیر لداخ کی تسخیر میں مصروف تھا زانسکار کے لوگوں نے سرکشی کی۔ جب وزیر سورو کے انتظام سے فارغ ہوا۔ تو اُس نے زانسکار کے مفسدوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی۔ اس بنا پر اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ سورو سے براہ زانسکار و پاڈر جموں کو واپس جائے۔

چونکہ لداخ میں وزیر نے کوئی فوج تعینات نہیں کی تھی اُس کی واپسی کے بعد لداخیوں کے دلوں میں خود مختاری حاصل کرنے کا جوش پھر پیدا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود گیالپو ٹنڈوپ نگیل اس کا مخالف تھا مگر گیالموا در جھو غسفروال سکے باتی تھے۔ گیالمو نے کالون بنکھاپا کو صلاح دی کہ سالانہ نذرانہ جس کی ادائیگی کا اقرار کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں دینا چاہیے اور لداخی فوج تیار کر کے وزیر زور آور سنگھ کا تعاقب کرنا چاہیے۔ چنانچہ فوج کے جمع کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اور جن اشخاص پر اشتباہ تھا کہ ڈوگروں کے طرفدار ہیں اُن کی جائداد ضبط کی گئی۔ منشی دیارام کو بھی تکلیف پہونچائی گئی۔ اُس نے ٹبس کے چھندور نگیل گیاپاچو کے ذریعہ جو اُس وقت لداخ میں گیالپو کے پاس آیا ہوا تھا لداخ کی مفسدانہ تجاویز کی اطلاع خفیہ طور پر وزیر کے پاس ارسال کی۔

یہ خبر وزیر کو زنگدوم میں پہونچی اور اُسے ان حالات کے معلوم کرنے سے نہایت رنج ہوا۔ وہ تیزی کے ساتھ زانسکار پہونچا اور وہاں کی شورش کو بلا کسی فوجی کارروائی کے رفع کر دیا اور راجہ زانسکار کو زانگلا کی جاگیر دے کر حکومت سے بے تعلق کر دیا اور ملک میں سرکاری انتظام کر لیا۔ زمینداروں پر بشرح ساڑھے تین روپیہ فی گھر مالیہ مقرر کر دیا جسے رعایا نے خوشی کے ساتھ قبول کیا۔

زانسکار آنے سے وزیر کا اصل مدعا فتح پاڈر تھا جو ریاست چمبہ کا ایک پرگنہ تھا۔ اُس کے فتح ہو جانے سے لداخ کا ایک دوسرا راستہ جموں کے ساتھ کھل جاتا تھا چونکہ خود وزیر کو لداخ واپس جانا ضروری ہوا۔ اس لیے اُس نے وزیر لکھپت کو

مع ایک دستہ فوج کے اس کام کی تکمیل کے لیے پاڈر بھیج دیا۔ اور خود زانسکار کا انتظام درست کرنے کے بعد دوبارہ لداخ کی طرف متوجہ ہوا۔ براہ سورو و پشکم سفر لداخ درست نہ تھا کیونکہ ایک تو یہ راستہ بہت شہا ہے۔ دوسرے یہ کر لامہ یورو کے نالہ میں لداخیوں کے مقابلہ کا اندیشہ تھا اس لیے ایک سیدھا اور بے خطر راستہ جس پر لداخیوں کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ نہ ہو تجویز کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اس میں بڑی دقت پیش آئی کوشش کے بعد ایک ملکی باشندہ می پھم ساٹا نے ذمہ اٹھایا کہ وہ راستہ دکھلائیگا۔ وزیر نے اسے بہت کچھ انعام و اکرام دیا اور وعدہ کیا کہ اگر اُس کا راستہ واقعی خاطر خواہ پایا گیا تو وہ جاگیر کا بھی مستحق ہوگا۔ اُس کی رہنمائی پر وزیر مع فوج کے براہ شون شادی زانسکار سے بعزم لداخ روانہ ہوا۔ اس مہم کو ہم نے مہم لداخ ۲ کا نام دیا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لداخ نمبر ۲

ان حالات میں وزیر زور آور سنگھ کلھوریا پدم صدر مقام زانسکار سے روانہ ہو کر دسویں روز مع اپنی فوج کے خرلچ اور سانگ سے ہوتا ہوا میرد میں پہونچا۔ لداخی جنھیں اس کی کوئی توقع نہ تھی اس واقعہ کو معلوم کر کے بہت پریشان ہوئے۔ گیالپو ٹنڈوپ نگیل کو یہ خبر موضع شے میں پہونچی جہاں وہ مع اپنے جملہ اراکین خاندان کے شوبلا کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ گھبراہٹ میں وہ تماشا چھوڑ کر اپنے درباریوں اور ہمراہیوں کو ساتھ لے کر وزیر کی پیشوائی کے لیے چھوت پہونچا۔ اس اثنا میں چھو غسفرول جو بانی مبانی اس فساد کا تھا مع اپنی دو رانیوں صنم بلکیت اور زہرہ خاتون المعروف بہ گیالمو کے شے سے براہ گیا ساد معندر ڈھوک فرار ہوا۔ اس کی بڑی گیالمو کلزانگ ڈولما بوجہ زچگی موضع شے کے شاہی محل میں رہی۔ گیالو چھنمو یعنی چھو غسفرول کی والدہ ٹانچی کی طرف بھاگ گئی۔ چھو غسفرول نوبرا سے ہو کر ٹانچی پہونچا۔ صنم بلکیت چونکہ امید واری کی ترقی یافتہ حالت میں تھی اسی جگہ ٹھہر گئی۔ اور وہ خود مع اپنی والدہ اور اپنی تیسری رانی زہرہ خاتون کے اسکردو چلا گیا۔ اور وہاں سے سپیتی کی طرف نکل گیا۔

روایت یہ ہے کہ چھو غسفر دل سپیتی سے سملہ کو گیا اور وہاں دونوں ماں بیٹوں نے نواب گورنر جنرل بہادر ہند سے شکایت کی کہ مہاراجہ جموں نے ہم سے ہمارا ملک چھین لیا ہے ہماری مدد کی جائے۔ جواب یہ ملا کہ لاہور کا بادشاہ سرکار انگریزی کا دوست ہے اُس کے خلاف امداد نہیں دی جاسکتی۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے کہ تمھارا ملک بھی ہمارے قبضہ میں آئے۔ اُس وقت ہم تمھارا ملک تمھیں واپس کردیں گے۔ سردست تھوڑی تھیں رسد دی جائے گی۔ مگر چھو غسفر دل بوجہ ناموافقت آب و ہوا جلد فوت ہوا۔ اس کے بعد اُس کی والدہ بھی فوت ہوئی۔ جب زہرہ خاتون اکیلی رہ گئی تو وہ اپنے شوہر کے پھول لے کر لداخ واپس آئی۔ یہاں صنم پلکیست کو نصف حصہ موضع ماٹھو جاگیر میں مل چکا تھا۔ باقی نصف اُس کو عطا ہوا۔ وہ عرصہ تک اس جاگیر پر قابض رہی بعدازاں اُس نے شادی کرلی۔ اور آخر الامر پشکم میں اپنے بھائی محمد علی خاں کے پاس فوت ہوئی۔

گیالپو ٹنڈوپ نمگیل جب وزیر کے سامنے پہونچا تو اُس نے دست بستہ عرض کی کہ جو کچھ واقع ہوا ہے میں اس پر نہایت پشیمان ہوں۔ وزیر نے جواب دیا کہ تم نے اپنے عہد و پیمان سے کیوں انحراف کیا ہم نے دس ہزار سپاہ کے ساتھ تمھارا ملک فتح کیا مگر اُس کے کسی علاقہ میں اپنا ایک آدمی بھی نہیں رکھا اور تمھاری خود مختاری میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔ اس حسن سلوک کا عوض یہی ہونا چاہیے۔ گیالپو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور عرض کی کہ آیندہ میری وفاداری میں سرِ مو فرق نہ ہوگا۔

دوسرے روز ڈوگرہ فوج گیالپو کو ساتھ لے کر لیہ پہونچی۔ یہاں وزیر نے گیالپو سے مطالبہ کیا کہ باقی حصہ تاوان جنگ کی ہر دو اقساط تعدادی تیرہ ہزار کی ادائگی فوراً کی جائے اور اس دوسری مہم کے اخراجات بھی ادا کیے جائیں۔ گیالپو کے پاس اسکی ادائگی کے لیے روپیہ موجود نہ تھا۔ مجبوراً اس نے اپنے محلات کی جائداد دے کر اس رقم کی ادائگی میں دیدی۔ مزید مطالبہ تاوان جنگ کی ادائگی کی کوئی صورت نہ بن پڑی تو چھغزوت گونبو نے جو سامان اُس کے ہاتھ میں آیا جیسے کہ سونے چاندی کے ظروف چاے۔ اور اُون وغیرہ وہ سب وزیر کو حوالہ کردیا۔ اور وزیر کو قبول کرنا پڑا۔ کیونکہ اُسکے

علاوہ اور کسی چیز کا ملنا ممکن نہ تھا

اس فساد کے بعد ضروری تھا کہ انتظام ملک کسی دوسرے طریقے پر کیا جاے۔ ٹنڈوپ نمگیل پر اب اعتبار کرنا مشکل تھا۔ اس لیے اُسے حکومت سے معزول کیا گیا۔ موضع ستوک بطور جاگیر اُس کو گذارہ کے لیے عطا کیا گیا۔ اور ستوک کا محل شاہی اسے سکونت کے لیے دیدیا۔ غرض کہ ان حالات میں نمگیل راجگان لداخ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ واقعہ ۱۸۳۴ء کا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ٹنڈوپ نمگیل کی جگہ گیالپو کسے مقرر کیا جاے خاندان شاہی میں کوئی آدمی نہ تھا۔ چھوغسفرول جو حقدار حکومت تھا وہ فرار ہو چکا تھا اور اس کے بڑے بیٹے کی عمر اس وقت صرف چند روز کی تھی۔ لیہ لونپو مورو پ استنزن جو معزول گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کا رشتہ دار اور اس کے معرض عتاب میں آنے سے پیشتر ایک معزز وزیر اور بارسوخ رئیس تھا اور جس نے وزیر کے پہلے حملہ لداخ کے وقت بحالت اسیر ہونے کے اچھی خدمات انجام دی تھیں اور اسی وجہ سے وہ سابق گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کا مورد عتاب ہوا تھا۔ اُس کو وزیر نے لداخ کی حکومت کے لیے منتخب کیا۔ اور بزگو کے کالون سیوانگ توبدن کو اس گیالپو کا وزیر اعظم مقرر کیا۔ اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ کا نذرانہ اُس کے ساتھ مقرر کیا قصبہ لیہ سے نیچے کی طرف سکرا کی آبادی میں نالہ سنگتو کے کنارے قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں تین سو سپاہی بماتحتی دلیل سنگھ تھانہ دار تعینات کیے یہ انتظام کرکے وزیر مورو پ ستنزن کے بیٹے اور چند معززین لداخ کو اپنے ساتھ یرغمال کے طور پر لے کر جموں کو واپس ہوا۔

جب لداخ میں بغاوت کی تجویز کی گئی تھی۔ تو اس سازش کو پوریگ میں بھی پہونچایا گیا تھا اور اس علاقہ میں لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ گیالپو سے لداخ کی امداد کے لیے لہاسہ سے ایک بہت بڑی فوج لداخ کی طرف حرکت کر رہی ہے اسکا مقابلہ وزیر زور آور سنگھ کے لیے محال ہوگا۔ پوریگ کے سادہ لوح راجگان اور معززین نے اس خیالی فوج کے لداخ پہونچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور جونہی لہ

وزیر مع افواج ڈوگرہ سورد سے زانسکار کی طرف روانہ ہوا۔ انھوں نے علم بغاوت بلند کردیا۔ سوت کے راجہ نے قلعہ پیری کھر پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اور ڈوگرہ سپاہی جو اسے ہاتھ آئے انھیں قتل کیا۔ چوکی چھو بر کھر کا بھی محاصرہ کیا۔ سور وکر تسے کے لوگوں نے بھی سپاہیوں کو قتل کیا اور قلعہ سورد کا محاصرہ کیا۔

یہ واقعات وزیر کو لامہ یورو پہونچنے پر معلوم ہوے وہ لمبے ٹپا مارتا ہوا لشکم پہونچا تمام راجگان پورگ کی جاگیریں اور اختیارات اس نے ضبط کرلیے اس طرح سے رحیم خاں راجہ تکچہ۔ اعظم خاں راجہ واکھا۔ کالون لمبہ۔ محمد علی خاں راجہ پشکم سلام خاں۔ راجہ سوت اور چھندر نگیل راجہ شبس یہ سب معزول کیے گئے۔ اور رحیم خاں برادر محمد علی خاں کو اس تمام علاقہ کا فوتولا سے لے کر دراس اور سورد تک حاکم بلقب کالون مقرر کیا گیا۔ اس رحیم خاں نے سابقہ حملہ لداخ کے موقع پر وزیر کی بہت اچھی خدمات انجام دی تھیں۔ اور مابعد کی بغاوت میں وہ شریک نہ تھا۔ اس بنا پر اس کی عزت افزائی کی گئی۔

سورد تک اس طرح انتظام کرنے کے بعد وزیر براہ زانسکار و پاڈر جموں کو واپس ہوا۔ اس اثنا میں پاڈر کو وزیر لکھپت نے فتح کرلیا تھا۔ اثناے راہ میں اس کا انتظام درست کرکے وزیر جموں پہونچا۔

وزیر زور آور سنگھ کے جموں پہونچنے پر راجہ گلاب سنگھ نے اسکی بڑی عزت افزائی کی اپنے دیوان کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور جب وہ باریاب ہوا تو بغل گیری خاص سے امتیاز بخشا اور یہ حکم دیا کہ مثل اراکین خاندان شاہی کے اسکا احترام کیا جاے اور شاہی سلام "جے دیوا" اس کے لیے استعمال کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اپنی فاتحانہ خدمات کی بنا پر اس عزت افزائی کا وہ پورا مستحق تھا

وزیر پانچ سال تک جموں کی طرف رہا۔ اس کے بعد اسے پھر لداخ آنے کی ضرورت ہوئی۔ جس کا بیان اگلے باب میں کیا جاتا ہے

ساتواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لداخ نمبر ۳

الحاق لداخ و پوریگ و تسخیر بلتستان

لداخ سے وزیر زورآور سنگھ کی واپسی کے بعد گیالپو موروپ ستنزن نے کچھ عرصہ سوچ سمجھ کر کام کیا۔ بعد ازاں وہ عیاشی کی طرف مائل ہوگیا۔ پشکم سے وہ اپنے لئے ایک نئی رانی لایا اور اُس کی رہائش کے لیے مودچہ باغ میں ایک عالیشان محل تعمیر کیا۔ وہاں چوگان بازی اور دیگر کھیل تماشوں کا انتظام کیا۔ اس طرح سے وہ اپنی نئی گیالمو اور کھیل تماشوں میں اسقدر محو ہوا کہ اسے امور مملکت کا کوئی خیال نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت اُس کے وزیروں کالون سیوانگ ستوبدن نکھاپا اور گیاپا چو سیانگ سشس کے ہاتھ میں آگئی اور انتظام میں فتور پیدا ہوا۔

اس اثنا میں کرنیل مان سنگھ نے جو سلطنت لاہور کی طرف سے کشمیر کا صوبہ دار تھا پوریگ کے صاحب رسوخ اشخاص کے ساتھ سازش کرنی شروع کردی۔ اس نے اپنے ایک ملازم فتح سنگھ جوگی کو کچھ آدمیوں کے ساتھ کرگل بھیجا۔ اور لوگوں کو ڈوگروں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ کالون رحیم خاں اس کے دھوکے میں آگیا۔ اور سکھوں کی امداد کے وعدہ پر وہ ڈوگروں کی طرف سے برگشتہ ہوگیا۔ اس نے گیالپو موروپ ستنزن اور اُس کے بااختیار وزرا کو بھی اپنا ہم خیال بنالیا۔ اور انھیں تحریک کی۔ کہ لہاسہ سے امداد منگوانے کا انتظام کریں اور اسکردو کی طرف سے بھی امداد کا انتظام کیا۔ الغرض اپنی طرف سے اس نے یہ انتظام کرلیا کہ تمام ملک پوریگ و لداخ ڈوگروں کے خلاف مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور کشمیر لہاسہ و بلتستان سے اُس

مقابلہ میں انہیں امداد پہونچے۔ پوریگ میں اس بغاوت نے کچھ عملی صورت بھی اختیار کی۔ اور نودھان سنگھ کاروادر اس ورگل مع اپنے سپاہیوں کے ترکمت میں قتل ہوا۔

ماسوائے اس کے لداخ اور پوریگ سے نذرانہ اور مالیہ کی ادائگی بھی بند ہوئی اور لداخ میں جو تھانہ دار وزیر نے مقرر کیا تھا اس کے ساتھ بھی بدسلوکی ہونے لگی۔

جب یہ حالات وزیر زور آور سنگھ کو جموں میں معلوم ہوئے تو وہ بہار سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۹ء میں سہ بارہ لداخ پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوا۔ اس وقت پاڈر میں بھی شورش برپا ہو گئی تھی۔ اور چمبہ کے لوگوں نے سرکار جموں کے سپاہیوں کو قتل اور قید کر کے پاڈر کے اوپر دوبارہ قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے وزیر پانچ ہزار ڈوگرہ فوج ساتھ لے کر بعزم لداخ روانہ ہوا۔ کشتوار پہونچ کر پہلے وہ پاڈر گیا اور کوشش کے ساتھ چھتر گڈھ کو دوبارہ فتح کر کے غارت و تباہ کیا۔ اور اس کا نام گلاگڈھ رکھا۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں ڈوگرہ سپاہ تعنیات کی۔ اس کے بعد کشتوار واپس آیا اور براہ داردل و سورو عازم لداخ ہوا۔

وزیر کے پہلے حملے کے زمانہ میں غالباً جبکہ وہ زانسکار میں تھا احمد شاہ راجۂ اسکردو کا بڑا بیٹا محمد شاہ وزیر کے پاس آیا تھا اور یہ شکایت کی تھی کہ اس کے باپ نے اُسے وراثت سے محروم کر کے اپنی دوسری بیوی کے بیٹے محمد علی خاں کو اپنا ولی عہد تسلیم کیا ہے اور محمد شاہ کو تکلیف دیتا ہے۔ چونکہ حسب رواج ملک وراثت حق بڑے بیٹے کا ہے اس لئے اس نے درخواست کی کہ اس کی امداد کیجائے۔ اس وقت وزیر کی توجہ لداخ کی طرف تھی۔ جب تک لداخ سے اسے اطمینان نہ ہو جائے وہ اپنے آپ کو دوسرے خرخشوں میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ بلتستان کیطرف دست درازی کے موقع کو بھی ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے محمد شاہ کو اطمینان دلایا کہ تم سرکار جموں کی حمایت میں آئے ہو۔ تمہاری پوری امداد کیجائے گی۔ اس نے سورو میں اسکی رہائش کا انتظام کر دیا۔ ایک یا دو سال وہ سورو میں رہا بعد میں لداخ بھیج دیا گیا یہاں پہلے وہ آرام سے رہا۔ بعد ازاں جبکہ مورو پ ستنزن اور اس کے وزراء کے خیالات جموں کی طرف سے برگشتہ ہو گئے اور انھوں نے ڈوگروں کے خلاف بغاوت

کا انتظام کیا۔ اس موقع پر احمد شاہ کو دوست بنانا ان کے مفید مطلب تھا۔ اسلئے انھوں نے اس فراری کی حمایت کو بالائے طاق رکھکر راجہ احمد شاہ کو اشارہ کیا کہ تم اپنے آدمی بھیج کر اپنے فراری بیٹے کو پکڑوا منگواؤ۔ ہماری طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ احمد شاہ نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور کچھ آدمی بھیج کر اپنے بیٹے محمد شاہ کو منگوا لیا اور اسکو قید میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا۔

جب وزیر زور آور سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ ان تمام مفسدوں کی پوری طرح سرکوبی کرنی چاہیئے۔ تاہم پہلے اس نے راجہ احمد شاہ کو مراسلہ بھیجا کہ تمھارا بیٹا محمد شاہ سرکار جموں کی حمایت میں آیا تھا تم نے اپنے آدمی بھیج کر لداخ پر حملہ کیا اور جبراً اس لڑکے کو واپس منگوا لیا۔ یہ تمھاری دست درازی ہے۔ اگر تم نے اس کو فی الفور ہمارے پاس واپس نہ پہونچایا تو افواج ڈوگرہ تمھارے دارالحکومت میں داخل ہوکر تمھارے ہاتھ سے اس کی رہائی کرائیں گی۔ راجہ احمد شاہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

سورو پہونچ کر وزیر نے زانسکار کے راستے سے لداخ جانے کا ارادہ کیا۔ اس کے لئے بانتظار اچھے موسم کے اسے سورو اور زانسکار میں چند روز ٹھہرنا پڑا۔

لداخ میں جب خبر پہونچی کہ وزیر بعزم لداخ زانسکار پہونچ گیا ہے تو مفسدہ پردازی کی جس قدر تجاویز یہاں ہو رہی تھیں وہ سب الٹ گئیں بغاوت کا خیال چھوڑ کر لوگ اپنے اپنے بچاؤ کی تدابیر میں مصروف ہو گئے۔ اس گھبراہٹ میں گیالپو مورد پ ستنزن لداخیوں کی ایک جمعیت اپنے ساتھ لے کر زانسکار و سپیتی کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر وزیر کے ساتھ صفائی ہو جانے کی توقع ہوئی تو وہ وزیر کے پاس جس جگہ پہونچ سکا حاضر ہو جائیگا اور ظاہر کریگا کہ پیشوائی کیلئے آیا ہے برخلاف اس کے اگر صفائی کا امکان نہوا تو سیدھا سپیتی کی طرف ملک غیر میں نکل جائے گا غالباً اسے اس توقع میں کامیابی کی صورت نظر نہیں آئی اور اس نے اپنا بچاؤ اسی میں دیکھا کہ زانسکار کا راستہ چھوڑ کر سپیتی کی طرف نکل جائے۔ مگر اس کی بدقسمتی سے وزیر کو اس واقعہ کی اطلاع عین وقت پر پہونچ گئی۔ اور اس نے اسکے تعاقب

میں آدمی روانہ کر دئے۔ قبل اس کے کہ گیالپو سرحد عبور کر کے علاقہ سپیتی میں داخل ہو
وزیر کے آدمی اس کے سر پر پہونچ گئے۔ گو کہ اب بھاگنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی
تھی مگر موروپ ستنزن نے ایک آخری جدوجہد کے بغیر اپنے آپ کو حوالہ کر دینا گوارا
نہ کیا۔ اس کشمکش میں طرفین کے کچھ آدمی مارے گئے۔ آخرالامر وہ بمقام تابو گرفتار ہوا اور
مع ہمراہیان کے لداخ میں پہونچایا گیا۔

بہار سمت ۱۸۹۷ بکرمی مطابق ۱۸۴۰ء میں وزیر تیسری دفعہ لداخ میں داخل ہوا۔
اور جس قدر اشخاص اس شورش میں شامل تھے انھیں اس نے مختلف قسم کی سزائیں
دیں۔ موروپ ستنزن کو معزول کر کے قلعہ کے اندر قید کر دیا اور رقم نذرانہ جو واجب الادا
رہتی تھی اس کی وصولی میں اس کی تمام جائداد ضبط سرکار کر لی اسی طرح کالون بزگود
گیالپو چو وغیرہ سے بھی جرمانے وصول کیے۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ لداخ کا باقاعدہ الحاق کر لیا جائے اس لئے وزیر نے میاں
مگنا کو تھانہ دار مقرر کر کے ملکی انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ اور اس کی امداد کیلئے اپیو رگزن
کو جسے بعد میں گوبند رام کا نام دیا گیا اس کا کالون مقرر کیا۔ اور پرانے شاہی خاندان کو
قائم رکھنے کی غرض سے ٹنڈوپ نمگیل کو خطابی گیالپو تسلیم کرکے لداخ کا شاہی محل
اور پائے تخت مع دیگر محلات کے حوالہ کر دیا۔ جب لداخ کا انتظام درست
ہو گیا تو وزیر نے کرگل اور اسکردو کی طرف توجہ کی۔

اس اثنا میں کرگل والوں نے کشمیر سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر جبکہ انھیں
امداد نہیں پہونچی اور لداخ کی طرف سے بھی انھیں مایوسی ہو گئی تو سب اپنی اپنی جگہ پر
خاموش ہو رہے اور کالون رحیم خاں اسکردو کی طرف فرار ہوا۔

الحاق پوریگ و تسخیر بلتستان

اس قلیل عرصہ میں لداخیوں نے ثابت کر دیا کہ وہ حکومت جموں کے زیر سایہ امن و
امان سے بیٹھنے والے آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے وزیر زور آور سنگھ نے سوچا کہ ان کی
ذہنیت جنگ جوئی کو بیرونی دشمنوں کے خلاف استعمال کرنا چاہیئے تاکہ ان کا اپنا

ملک ان کے فتنہ و فساد سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اس نے محمد شاہ فرزند راجہ اسکردو کی مخلصی کرانے کے بہانے سے تسخیر بلتستان کے لئے لداخی فوج تیار کی۔ اس کی تعداد کی نسبت روایات میں اختلاف ہے مگر اغلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمعیت سات آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی جس میں لڑنے والے اور حمال وغیرہ سب شامل ہیں۔ پرانے لداخی سپہ سالار کالون بنکھاپا کو اس فوج کا سردار مقرر کیا۔ اور بڈھے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو بھی اس کے ساتھ تعنیات کیا۔ غرضکہ اس جمعیت کو اپنی فوج کے ساتھ شامل کرکے وزیر لداخ سے بعزم اسکردو روانہ ہوا۔

ھنو پہونچ کر وزیر نے لداخی لشکر کو زیر نگرانی ڈوگرہ افسران مدین شاہ (محی الدین شاہ) اور ایک اور شخص کے جو اسکردو میں شاہ جی کے نام سے مشہور رہے۔ ہنو لا، چھورہ بٹ اور کھپلو کے راستہ سے روانہ کیا۔ اور خود اپنی ڈوگرہ فوج کو ساتھ لے کر گرکونو کی طرف روانہ ہوا اس زمانہ میں لداخ سے اسکردو کا راستہ گرکونو سے مرول و کھرمنگ ہو کر گذرتا تھا۔ موجودہ سڑک اولڈنگ اس وقت نہ تھی گرکونو کے متصل وزیر دریائے سندھ کو عبور کرکے سوت کے پسری کھر میں پہونچا۔ یہاں وزیر نے پوریگ کے باغیوں کو قرار واقعی سزائیں دیں اور تمام علاقہ پوریگ کا الحاق کرکے کرگل۔ دراس اور سودو میں تھانہ دار مقرر کردیئے اور ان کے ساتھ مناسب تعداد سپاہیوں کی تعنیات کر دی۔

پوریگ کا ملکی انتظام درست کرنے کے بعد اس علاقہ سے بھی لشکر تیار کیا گیا اور حمال بھی جمع کئے گئے۔ پھر وزیر پسری کھر سے پہاڑ عبور کرکے چھے چھے تھنگ میں اترا اور اسکردو کی طرف پیش قدمی کے لئے تیار ہوا۔

وزیر کے حملہ کی خبر جب اسکردو میں پہونچی تو راجہ احمد شاہ نے چھورہ بٹ اور مرول دونوں راستوں کے روکنے کا پورا انتظام کیا۔ کرس و کھپلو کی فوج کو باتحتی بوستر نگ کریم اس نے پوئیں علاقہ چھورہ بٹ میں بھیجا۔ اور روندو سے لے کر کھرمنگ تک جملہ علاقہ جات کی فوج پر ہر دو برادران بوڑد یا وزیر غلام حسن و وزیر غلام حسین کو سردار مقرر کرکے سرحد بلتستان پر متصل مرول وزیر زور آور سنگھ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا اس فوج کی صحیح تعداد بتلانا مشکل ہے مگر خیال یہ ہے کہ کل جمعیت میں ہزار کے قریب تھی جس میں لڑنے

والے اور حال دونوں شامل ہیں اس فوج نے وزیر کے چے چے تھنگ پہونچنے سے پیشتر اس آبادی کے بالمقابل موضع مروِل سے تقریباً تین میل اوپر کی طرف ایک بلند میدان میں لشکرگاہ بنا کر ڈیرے ڈال دئے چے چے تھنگ کا راستہ اسی میدان کے متصل دریائے سندھ کو عبور کرکے اس کے داہنے کنارے پر اترتا ہے کیوں کہ اسکا بایاں کنارہ بوجہ اتصال دریائے سورو بند ہے۔ اس بنا پر بلتستان کے لشکر نے وہ موقع پکڑا تھا جہاں پر دوسرے راستہ کا امکان نہیں ہے۔ یہ میدان اب تھا موخون ای تھنگ یعنی میدان جنگ کے نام سے مشہور ہے اس کے اوپر فوج اسکردو نے کمین گاہیں اور مورچے بنالئے اور درہ وانکو کو بھی جہاں سے یہ راستہ شکم دریا سے میدان کے اوپر چڑھتا ہے روک دیا اس سے وزیر زور آور سنگھ کی پیش قدمی ناممکن ہو گئی۔ اسے اس وقت دو مشکلات کا سامنا تھا۔ ایک دریا۔ دوسرا دشمن۔ گو کہ موسم سردی کا تھا مگر تمام شکم دریا اس موقع پر یخ بست نہیں ہوا تھا کہ اس قدرتی پل کے اوپر سے عبور کا انتظام کیا جاتا۔ اور دشمن کی گولی کے نیچے پل بنانا محض ناممکن تھا۔ ان مشکلات نے بڑی تکلیف پیدا کی اور وزیر کو چے چے تھنگ میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرنا پڑا۔ اس اثناء میں رسد کی بھی کمی ہو گئی اور سردی بھی زور دکھلانے لگی اس سے سپاہیوں کے درمیان بڑی بے چینی پیدا ہوئی مگر وزیر نے کمال مردانگی وحسن تدبیر سے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔

ایک روز رات کے اندھیرے میں مہتہ بستی رام کو چند سپاہیوں کے ساتھ تعینات کیا گیا کہ دریا کے کنارے یخ کی آزمائش کرے کہ کسی جگہ سے عبور کا امکان ہے مگر تمام دریا ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جما ہوا کہیں بھی نہیں پایا گیا۔ اس اثناء میں موضع گرکونو کی قوم درد کے لوگوں نے رہنمائی کی کہ دریا کا درمیانی حصہ جو قدرتی طور پر یخ بست نہیں ہوا ہے اس کا تدبیر سے یخ بست کر دینا ممکن ہے اور اس انتظام کے بعد یخ کے اوپر سے گذر جانا ممکن ہے چنانچہ نالہ چے چے تھنگ کے سنگم دریائے سندھ کے اوپر درہ وانکو سے نیچے جہاں وزیر غلام حسن اپنی فوج کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ راستہ روکے ہوئے بیٹھا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ایک ایسا موقع تجویز کیا گیا جہاں دریا کے دونوں کناروں کی طرف سے یخ جما ہوا دریا کے اکثر حصہ بند

یکطرفہ دن چلا گیا تھا اور کمتر حصۂ درمیانی یخ سے کھلا ہوا تھا اس کھلی جگہ کے درمیان پانی کی سطح کے ساتھ یخ کے کنارے کی نگر سے دوسرے کی طرف یخ کی نگر تک دو چار بلیاں بچھا دی گئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ علی شیر خاں راجہ کرتخشہ نے خفیہ خط کتابت وزیر کے ساتھ چپے چپے تھنگ میں شروع کر دی تھی۔ اور گو کہ اپنی فوج اس نے بلتی فوج کیساتھ تھا موخون ای تھنگ میں وزیر کے مقابلہ کے لئے بھیجی تھی۔ مگر وزیر کو بھی امداد دینے میں اس نے دریغ نہیں کیا تاکہ خواہ کسی فریق کی فتح ہو مگر اس کی رفتح میں شک و شبہ نہ رہے۔ چنانچہ اس یخ بست پل کی تیاری میں اس کا بھی بڑا حصہ تھا۔ تعمیر پل کے موقع اور وقت کا بذریعہ خط کتابت فیصلہ کر لیا گیا۔ وقت معینہ پر چپے چپے تھنگ کی طرف سے درد لوگوں نے اور مردل کی طرف سے راجہ علی شیر خاں کے آدمیوں نے ہر دو جانب دریا کی جمی ہوئی یخ کے کناروں کے ساتھ پانی کی سطح سے ملا کر لمبی لکڑیاں یا سیڑھی وغیرہ قائم کر دی۔ یخ کے ٹکڑے جو سردی کے زمانہ میں دریا میں بہتے رہتے ہیں ان لکڑیوں کے ساتھ اٹکنے لگے۔ جب یہ ٹکڑے ایک جگہ پر ٹھہر جائیں تو وہ شدت سردی کی وجہ سے فی الفور ایک دوسرے کے ساتھ چپک جاتے ہیں۔ اس طرح سے دریا کا جو حصہ یخ بندی سے کھلا ہوا تھا اس کے اوپر چند گھنٹوں میں ایک مضبوط چادر یخ کی تیار ہو گئی اور دریا قابل گذر ہو گیا۔ اس کامیابی پر بڑی خوشی منائی گئی۔ اور روشنی ہونے سے پیشتر دھتہ بستی رام نے ایک دستہ فوج کو اس نو تیار کردہ پل یخ بست کے ذریعے دریائے سندھ سے گذار کر وزیر غلام حسن کی فوج سے مقابلہ کیا۔

کہتے ہیں کہ تیاری پل اور عبور دریا کا انتظام ایسی تدبیر سے کیا گیا تھا کہ جلتبک دھتہ بستی رام کے سپاہی درہ وانکو کے مورچے پر پہونچ نہیں گئے اس انتظام کی کوئی خبر بلتی فوج کو نہیں پہونچی۔ یہ لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے کہ ڈوگرہ سپاہی یکایک نمودار ہوئے۔ خود وزیر غلام حسن طہارت میں مصروف تھا یہ حال دیکھکر اس نے اپنی فوج کو تیار کرنا شروع کیا مگر چونکہ ڈوگروں کا حملہ بے خبری میں ہو گیا

بلتی فوج کو ان کی کمین گاہوں نے کچھ فائدہ نہ دیا تاہم دست بدست لڑائی میں انھوں نے سخت مقابلہ کیا۔ اور قریب قریب تمام ڈوگرہ سپاہیوں کو جو حملہ آور ہو رہے تھے کاٹ دیا۔ وزیر زور آور چوچے تھنگ سے یہ حال دیکھ رہا تھا اس نے مزید کمک بھیجی۔ اس لڑائی میں وزیر غلام حسن مارا گیا۔ اس کے مارے جانے پر اور کمک کے پہونچ جانے پر بلتی فوج نے ہمت ہار دی وہ بھاگ کر میدان تھاموخون کی فوج کے ساتھ شامل ہو گئے اور درہ داکو ڈوگروں کے قبضہ میں آگیا اب ان کے لئے عبور دریا میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔

وزیر زور آور نے اپنی تمام فوج کے ساتھ میدان تھاموخون کی بلتی فوج پر حملہ کر دیا چونکہ بلتی بلندی پر اور مورچوں کے اندر تھے انھوں نے ڈوگروں کے اوپر سخت گولی برسائی مگر وزیر زور آور نے ایک پیچدار راستے سے اپنے کچھ آدمی پہاڑی کے اوپر چڑھا دئے جنھوں نے بلتیوں کے مورچوں کو الٹ دیا۔ اور وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلنے پر مجبور ہوئے دست بدست لڑائی میں وہ ڈوگروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ آخرالامر جب ان کے بہت آدمی مارے گئے تو انھیں بھاگنا پڑا اور میدان ڈوگروں کے ہاتھ رہا۔

ٹھیک تعداد ان اشخاص کی جو اس جنگ میں مارے گئے معلوم نہیں ہو سکی مگر اندازہ کیا جاتا ہے کہ ایک ہزار کے قریب بلتی اس جنگ میں کام آئے اور سردار فوج وزیر غلام حسن بھی جنگ میں مارا گیا اور بہت سے معززین بھی مارے گئے وزیر غلام حسین اور سلطان بیگ وزیر وغیرہ میدانِ جنگ سے فرار ہو کر جا رہے تھے مرول پہونچنے سے بیشتر مارے گئے وزیر غلام حسن کی قبر میدان تھاموخون میں اور اسکے بھائی وزیر حسین کی قبر موضع مرول میں اجتک موجود ہے راجہ علی شیر خاں کی بابت معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آدمی جو اس جنگ میں بلتیوں کے ساتھ شامل تھے ان کے ساتھ اس نے یہ انتظام کر دیا تھا کہ ڈوگروں کے خلاف جنگ نہ کریں بلکہ جب لڑائی شروع ہو جائے تو خاموشی کے ساتھ میدان جنگ سے نکل کر الگ ہو جائیں چنانچہ انھوں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

غرض کہ وزیر زور آور سنگھ میدان تھاموخون سے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا مرول میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے فراریوں کا تعاقب کرتا ہوا حمزہ گونڈ پہونچا۔ یہ واقعہ تقریباً یکم پھاگن سمت ۱۸۹۶ کا ہے۔ یہ لڑائی فتح بلتستان کے لئے ایک فیصلہ کن معرکہ تھا گو کہ بلتیوں نے ایک اور مقابلہ حمزہ گونڈ کے متصل کیا۔ مگر یہ بہت خفیف تھا۔ اس کی تفصیل اسطرح

ہے کہ مرول سے نکل کر راستہ سنجک یعنی چکنی مٹی کے ٹیلہ پر چڑھتا ہے۔ یہ وہ چکنی مٹی ہے جو دریائے سندھ کے رک جانے سے جھیل کے زمانہ میں تہ نشین ہوتی رہی ہے یہ طبقہ چکنی مٹی کا اسکردو کے نیچے جہاں دریائے سندھ پہاڑ کے گرنے سے رک گیا تھا وہاں سے لداخ تک مسلسل چلا گیا ہے اس ٹیلہ کے اوپر سے پھر راستہ لب دریا اترتا ہے اس کے آگے ایک دشوار گذار سنگلاخ ہے جس کے اوپر راستہ بلیوں کی مدد سے بنایا ہوا تھا اس کو بلتیوں نے توڑ دیا۔ اور اس کے آگے جو نالہ ہے اس میں مورچے بنا کر آمادۂ پیکار رہے دوسرے روز جب وزیر زور آور اس جگہ پہونچا ہے تو اس نے دیکھا کہ راستہ بند ہے بادی النظر میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ مگر فتح تھاموخون کے بعد صورت معاملات بدل گئی تھی اور علاقہ کھرمنگ کی رعایا دل وجان سے وزیر کی خدمت کے لئے تیار تھی حمزہ گونڈ کے لوگوں نے وزیر کو صلاح دی کہ معمولی راستہ چھوڑ کر اس حصہ کو جہاں پر راستہ توڑ دیا ہے پہاڑ کے اوپر سے ہو کر عبور کیا جائے چنانچہ وزیر مع اپنی فوج کے پہاڑ کے اوپر بڑھا اور اسی نالہ کے راستہ اترا جس میں فراری بلتیوں نے مورچہ جمایا ہوا تھا۔ بوجہ اس کے کہ وزیر کی فوج بلندی کی طرف سے آئی تھی زیادہ مقابلہ نہ کرسکے اور ایک معمولی لڑائی کے بعد یہاں سے بھی فرار ہوئے اس کے بعد وزیر کے اسکردو پہونچنے تک راستہ میں کسی جگہ اس کی مزاحمت نہیں ہوئی۔

راجہ علی شیر خاں نے بزمانہ قیام لداخ وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ اس کے پہلے حملۂ لداخ کے موقع پر جو تعلقات قائم کر لئے تھے ان کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے وہ لداخ سے واپس ہو کر اپنے ملک پر بدستور سابق قابض ہو گیا تھا۔ مگر راجہ احمد شاہ کے حملہ کرنے سے جو نقصان مال ودولت راجہ علی شیر خاں کو پہونچا تھا اور جو بے عزتی اس کی ہوئی تھی اسے وہ کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس نے خود اپنی آزادی کو بھی قربان کرنے میں دریغ نہیں کیا ممکن ہے کہ وہ ایسا نہ کرتا۔ مگر نہ احمد شاہ کے ساتھ مصالحت کی کوئی صورت تھی اور نہ وزیر زور آور سنگھ جیسے خوفناک دشمن کا مقابلہ تمام بلتستان کی مجموعی طاقت سے ممکن تھا۔ اس نے وقت کو ٹھیک پہچانا۔ اور جہاں تک امکان میں تھا مقتضائے وقت سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ ایک طرف تو اس نے اپنی فوج بمع تحتی

اپنے وزیر ترنگفا عبدالعلی کے بلتی فوج کے ساتھ وزیر زور آور سنگھ کے مقابلہ کے لیے
خانوخون ای تھنگ میں بھیج دی اور راجہ احمد شاہ کی خوشنودی حاصل کی۔ دوسری طرف
اس نے وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ چے تھنگ میں خط کتابت شروع کر دی اور
دریا کے عبور کرنے میں اور دوبارہ میدان جنگ میں جب صورت حالات دگرگوں ہوتی
نظر آئی خفیہ امداد دی۔ اور وزیر کے پاس سرخروئی حاصل کی۔ اسکردو میں مجھے دریافت ہوا کہ
کھرمنگ کے لوگوں کے لئے بمشورہ وزیر زور آور سنگھ ایک خاص نشان امتیازی تجویز
کیا گیا تھا اور قرار داد یہ تھی کہ اس نشان والے اشخاص کو سپاہیان ڈوگرہ کوئی نقصان
نہ پہونچائیں۔ چنانچہ ان اشخاص نے ڈوگروں پر نہ حملہ کیا۔ اور نہ ڈوگروں نے انھیں
نقصان پہونچایا۔ الغرض اس حکمت سے کھرمنگ کی فوج بغیر کسی نقصان یا تکلیف کے
میدان جنگ سے نکل آئی۔ اور حمزہ گونڈ میں خود راجہ علی شیر خاں وزیر کے پاس اظہار
عقیدت کے لئے حاضر ہو گیا۔ اور ہر طرح سے امداد اور خدمت گذاری کے لئے کمربستہ
ہوا۔ ان خدمات کے صلہ میں وزیر نے یہ اقرار کیا کہ اس کے مقبوضہ کرتخشہ میں کسی قسم
کی کوئی مداخلت نہیں کیجائے گی۔ اس اقرار پر آج تک بلاکم وکاست عمل جاری ہے۔

راجہ علی شیر خاں وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ کھرمنگ پہونچا۔ اور یہاں اس نے مراسم
مہمانداری پوری طرح ادا کئیں۔ راجہ علی شیر خاں کی سفارت کی بنا پر راجہ احمد خان
راجہ طولتی مع وزیر پرکوتہ کے اظہار اطاعت کے لئے حاضر ہوا۔ وزیر کھرمنگ سے
روانہ ہو کر جیتے روز گول پہونچا۔ لداخی فوج جو ہنو سے براہ چھورہ بٹ دکھپلو روانہ کیگئی
تھی وہ بھی گول میں وزیر کی فوج کے ساتھ شامل ہو گئی۔

ہنولا کے راستہ والے لشکر کا سفر بھی مشکلات سے خالی نہ تھا۔ بیے عبور کوتل میں
بوجہ زیادتی برف اور شدت سردی کے بہت تکلیف ہوئی مگر لداخی جس حد تک
سردی کا مقابلہ کر سکتے ہیں دنیا کی کوئی اور قوم ایسی خیال پیش نہیں کر سکتی۔ تمام فوج
کامیابی کے ساتھ ہنولا سے گذر گئی۔ اس کی رکاوٹ کا راجہ احمد شاہ نے تمام پورا
پورا انتظام کیا تھا۔ اور اس کا معتمد خاص یوسترونگ کریم اس جگہ کرس، اور کھپلو کی فوج
لے کر مع چند آدمان اسکردو مقابلہ کے لئے تیار تھا۔ مگر تائید غیبی وزیر زور آور سنگھ

کے شامل حال تھی۔ قدرتی سامان اس کی امداد کے پیدا ہو گئے۔
گو کہ راجہ مہدی علی خاں فعلاً راجہ کھپلو کو راجہ احمد شاہ نے قید کر لیا تھا۔ مگر اصلی دعویدار حکومت کھپلو راجہ دولت علی خاں نوبراہ میں موجود تھا۔ وزیر زور آور سنگھ کی فتح لداخ کے ساتھ جب انتظام تبدیل ہوا تو اس کی نگرانی میں کمی ہو گئی اس نے اپنے چچیرے بھائی حیدر خاں کے ذریعے ایک طرف تو کھپلو کی رعایا کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ اور دوسری طرف وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ بھی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب وزیر کی فوج ہنو کی طرف روانہ ہوئی تو دولت علی خاں نے حیدر خاں کے ذریعے اپنی تجاویز طے کر لی ہوئی تھیں۔ لداخی فوج جس قدر پوئیں کے قریب ہوتی گئی راجہ دولت علی خاں بھی نوبراہ سے پوئیں کی طرف پیش قدمی کرتا رہا یوسترونگ کریم نے وزیر کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام فوج کو سنگلاخ درمیان کوسنگ دیوکین پر قائم کر دیا۔ مدین شاہ کی فوج جب پوئین میں پہونچی تو اس نے قلعہ میں قیام کیا اس وقت راجہ دولت علیخاں بھی سکسا سے آگے بڑھکر افسران ڈوگرہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس اثنا میں اس کے معتمد حیدر خاں نے یوسترونگ کریم کو یہ دھوکا دیا کہ میں حالات مقامی سے واقف ہوں آدھے آدمی لے کر آگے جاتا ہوں دریا کو عبور کر کے دریا کے دوسرے کنارے کے راستے سے پوئیں سے گذر کر سکسا کے سامنے پہونچونگا وہاں سے پھر دریا کو عبور کر کے سکسا کی طرف سے پوئن پر حملہ کر دوں گا۔ تم اس وقت پوئن کی طرف سے حملہ کر دینا۔ دو طرفہ حملہ کا روکنا وزیر کی فوج کے لئے محال ہوگا اور وہ سب کی سب ہمارے قابو میں آجائیگی۔ یوسترونگ اس چالاکی کو نہ سمجھا اور اپنی فوج کے دو ٹکڑے کر دئے حیدر خاں ایک کثیر تعداد فوج علاقہ کھپلو کو اپنے ساتھ لے کر سیدھا قلعہ پوئن میں پہونچ گیا اور راجہ دولت علی خاں اور افسران ڈوگرہ کا خیر مقدم کر کے اظہار فرمانبرداری کیا۔ اس واقعہ سے صورت حالات دگرگون ہو گئی اور دولت علی خاں کے لئے جو تیرہ سال سے نظر بند تھا ایک دفعہ پھر راجگی پر پہونچنے کی صورت پیدا ہو گئی جس وقت یوسترونگ کریم پوئن میں پہونچا تو حیدر خاں نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ ہم سب نے راجہ دولت علی خان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور اس نے افسران ڈوگرہ کی اطاعت کو

تسلیم کر لیا ہے اب تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے یوسترو نگ کریم نے بندوق اٹھا کر اس آدمی کو مار دیا۔ اور یہ بہادری دکھلا کر اپنے اسکردو کے آدمیوں کو ساتھ لیا اور سیدھا کھپلو کو واپس ہو گیا۔ کھپلو کی فوج جو کہ وزیر کی فوج کا مقابلہ کرنے کی غرض سے جمع کی گئی تھی سب راجہ دولت علی خاں کے ساتھ ہو گئی۔ اور لداخی فوج مع کھپلو کی جمعیت کے کھپلو میں داخل ہوئی۔ چونکہ تمام رعایا دولت علی خاں کے ساتھ ہو گئی تھی محمود شاہ المعروف ہدی علی خاں راجگی سے کنارہ کش ہو گیا اور راجہ دولت علی خاں نے قلعہ پر قبضہ حاصل کر کے اپنا ڈنکا بجا دیا۔

یوسترو نگ کریم نے پوئین سے کوچ کر کے کرس میں قدم جمائے۔ افواج لداخ نے چند روز کھپلو میں آرام کیا اور راجہ دولت علی خاں کی مہمان نوازی سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے بعد آگے روانہ ہو گئے۔ راجہ دولت علی خاں نے خدمت گزاری کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ یوسترو نگ کریم نے کرس میں راجہ احمد شاہ کے نمک کا حق ادا کیا اور دو روز تک لداخی فوج کو روکا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ وزیر پر کوتہ پہونچ گیا ہے تو خاموشی کے ساتھ قلعہ چھوڑ کر دریا عبور کر کے گول کی طرف نکل گیا۔ اور اسکردو جا پہونچا۔ اب راجہ خورم خاں راجہ کرس بھی لداخی فوج کے ساتھ ہو گیا۔ اور سب دریا سے گزر کر گول آئے اور وزیر زورآور سنگھ کی خدمت میں مشرف ہوئے اور سب نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ غرضیکہ وزیر زورآور سنگھ لداخی اور ڈوگرہ متحدہ افواج کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے اسکردو میں داخل ہوا۔ جملہ راجگان جن کے علاقہ سے اس کی فوج گذری تھی سب ہمرکاب تھے اور ڈو غوتی پا بو تو راجہ محمد شاہ کا وزیر جو اس کی گرفتاری کیوقت لداخ میں رہ گیا تھا وہ بھی مع اپنے ہمراہیوں کے اس کے ساتھ تھا۔

وزیر جب اسکردو پہونچا تو راجہ احمد شاہ قلعہ کھر پوچھے میں قلعہ بند ہو گیا۔ اسکردو کی آبادی سے شمال کی طرف لب دریائے سندھ خالص سنگلاخ کی اونچی پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کی وضع ایسی واقع ہوئی ہے کہ کسی طرف سے اس کے اوپر چڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔ اس پہاڑی کی شرقی طرف کی چڑھائی کے درمیان میں کسی قدر سطح کچھ جگہ تھی اس کو بڑی محنت کے ساتھ درست کر کے اس جگہ ایک نہایت مستحکم قلعہ

تعمیر کیا گیا تھا دیواریں اس کی بہت بڑے بڑے پتھروں سے نہایت مضبوط بنائی گئی تھیں۔ اس قلعہ کی دو ڈیوڑھیاں تھیں ایک بجانب شرق آمد ورفت کے واسطے اور دوسری بجانب شمال خانگی آمد ورفت اور چشمے یا دریا سے پانی لانے کے واسطے۔ عام آمد ورفت کا راستہ پیچ در پیچ چٹان کے اوپر چڑھتا تھا۔ اور نیچے سے اوپر تک تمام تر ڈیوڑھی قلعہ کی عین زد میں تھا۔ اس کے سوا کسی اور طرف سے قلعہ تک پہونچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ شمال کی طرف جو خانگی راستہ چشمے اور دریا کی طرف تھا اسپر چھت دی ہوئی تھی یہ راستہ باہر سے نظر بھی نہیں آتا تھا۔ اور آبادی اسکردو کی طرف سے یا دریا کی طرف سے اس راستہ تک پہونچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔

اس قلعہ سے اوپر چٹان کی عین چوٹی پر ایک چھوٹا سا میدان ہے اس میدان پر چڑھنے کے دو راستے ہیں ایک اسی قلعہ کے اندر سے اور دوسرا پہاڑی کے غربی طرف سے جدھر موضع نیور انگا واقع ہے۔ اس راستہ کو روکنے کے لئے اس میدان میں ایک مستحکم برج تعمیر کیا تھا۔ یہ برج ایسے موقع پر بنایا گیا تھا کہ اگر اس میں چند آدمی بھی بیٹھے ہوں تو اس طرف سے کوئی گذر نہیں سکتا۔ اور کوئی راستہ اس میدان کے اوپر چڑھنے کا نہیں ہے اور اس میدان کے سوا اور کسی طرف سے یہ قلعہ زد میں نہیں آسکتا۔ اس قلعہ کو اس زمانے میں ناممکن الفتح خیال کیا جاتا تھا۔

وزیر نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ اس کا محدود اس امر پر تھا کہ شرقی اور غربی دونوں راستے آمد ورفت کے روک دیے گئے۔ قلعہ کے ساتھ اس نے چھیڑ چھاڑ جاری رکھی مگر اس کا کچھ اثر نہوا۔ جب دس پندرہ روز اس طرح گذر گئے اور محصورین پر کسی قسم کا اثر ڈالنے میں کامیابی نہوئی تو راجہ علی شیر خاں کے ذریعے حکمت عملی سے کام چلانے کی کوشش کی گئی۔ وزیر زور آور سنگھ کی فوج کا ایک مسلمان افسر سید مدین شاہ بھی اس کارروائی میں راجہ علی شیر خاں کے ساتھ شامل تھا۔ کہتے ہیں کہ راجہ علی شیر خاں نے راجہ احمد شاہ کے پاس حلف اٹھایا کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچے گی تم وزیر کا سلام کرو۔ اسپر اعتبار کرکے راجہ احمد شاہ اپنے قلعہ سے نکل کر وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ڈوگروں کے ہاں قید ہوگیا۔ وزیر نے بلا کشت وخون اسکردو پر قبضہ حاصل کیا۔

وزیر زورآور سنگھہ کاھوریہ سپہ سالار مہم لداخ و بلتستان
مع اپنے چند افسرون اور
راجہ احمد شاہ - راجہ سکردو - اوس کے بیٹوں
محمد شاہ و محمد علي خان اور ایک ملازم کے

وزیر زور آور سنگھ نے جنگ تھاموخون میں جو فتح حاصل کی اس سے تبت خورد یعنی لبتستان عملی طور پر فتح ہوگیا تھا۔ اور راجگان کرتخشہ۔ طولتی۔ کھپلو۔ وکرس وغیرہ اطاعت قبول کر کے وزیر کی خدمت میں حاضر تھے۔ لیکن کھرپوچے یعنی اسکردو کی تسخیر کے بعد بلتیوں کا حوصلہ بالکل پست ہوگیا۔ چنانچہ حیدر خان راجہ شغر اور اکابران چھوڑہ بٹ بھی اظہار اطاعت و فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوئے۔ مگر علی خاں راجہ روندو اور جبار خاں راجۂ استوار کیطرف سے اس قسم کا کوئی اظہار نہیں ہوا۔ تاہم قبل اس کے کہ وزیر اس طرف توجہ کرے اس نے ضروری سمجھا کر خاص اسکردو میں راجہ احمد شاہ کے اثر کو معدوم اور اس کے بیٹے محمد شاہ کی حکومت کو مستحکم کر دیا جائے۔ چنانچہ وزیر حسین گول والہ اور دیگر ہوا خواہان معزول راجہ احمد شاہ کو قید کر دیا۔ اور جس قدر مال و دولت اس کے پاس تھا تقریباً وہ سب بطور تاوان جنگ اس سے لے کر خزانہ شاہی میں داخل کیا۔ اس کا اندازہ ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ کے قریب کیا جاتا ہے نقدی زیادہ نہ تھی۔ اور اکثر تعداد سونا۔ زیورات اور پارچات وغیرہ اجناس میں تھی۔ اسطرح احمد شاہ کی طرف سے پورا اطمینان کر کے وہ ڈنگ یول یعنی روندو کے انتظام میں مصروف ہوا وزیر نے ایک ہزار ڈوگرہ فوج بسر کردگی مرزا رسول بیگ و محمد خاں کے کچورہ کے راستہ سے روانہ کی۔ اور بلتی فوج کو زیر نگرانی افسران ڈوگرہ و راجگان کھرمنگ وغیرہ کے براہ بغاردو وچھری روانہ کیا۔ جب فوج ڈوگرہ قلعہ روندو یعنی ہندی میں پہونچی تو راجہ علی خاں اپنا قلعہ اور ملک چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا۔ قلعہ پر بلامزاحمت قبضہ ہوگیا۔ بعد میں تقریباً پندرہ ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ نقد و جنس میں راجہ علی خاں سے وصول کر کے روندو کی حکومت پر اُسے بدستور بحال کیا گیا۔

اسی اثنا میں کالون رحیم خاں جو چنگم سے فرار ہو کر پہلے اسکردو میں آیا تھا اور وزیر کے حملہ اسکردو کی خبر سن کر روندو چلا گیا تھا اور وہاں سے گلگت جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ گرفتار ہو کر وزیر کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ یہ شخص پوریگ کی بغاوت کا بانی تھا۔ وزیر نے جملہ رؤسائے لداخ و بلتستان کی حاضری میں اس سے اس کی بداعمالیوں کے متعلق دریافت کیا۔ اور آخرالامر سخت عذاب میں اسے مبتلا کیا۔ اعضا اس کے کاٹ کر کے ٹھوئے حصہ جسم کو اکھوتے ہوئے تیل میں جلایا۔ ناک کان اور زبان کاٹ دی اور میدان چھوڑ دیا

اسی طرح سے پوریگ کی بغاوت کے دیگر سرغنوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا
رحیم خاں اس تکلیف سے جانبر نہیں ہو سکا۔ اور دو تین روز کے اندر جہاں وہ پڑا ہوا
تھا۔ اسی جگہ ہائے وائے کرتا ہوا مر گیا۔ اس کے قبائل جو اس کے ساتھ تھے گرگل
واپس چلے گئے۔ ان کی اولاد اب تک موجود ہے۔

تسخیر رونده کے بعد وزیر نے مدین شاہ کو مع پانچ سو نفر سپاہ ڈوگرہ اور کسی قدر
ملکی فوج کے حملہ استور پر مقرر کیا۔ یہ فوج غالباً شکر تھنگ کے راستے گئی۔ جبار خاں
راجہ استور اس حملہ کا حال معلوم کر کے قلعہ بند ہو گیا۔ مدین شاہ نے محاصرہ کر لیا اور
تقریباً بیس روز تک لڑائی جاری رہی۔ اس قلعہ میں پانی کا مستقل انتظام نہ تھا۔ بیرونی
راستے پانی کے فوج محاصرہ کنندہ نے بند کر دیے جس سبب سے جبار خاں قلعہ سے
باہر نکلنے پر مجبور ہوا۔ اور مدین شاہ کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ مدین شاہ استور پر پورا تصرف
کر کے جبار خاں کو اپنے ساتھ لے کر وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبار خاں کچھ عرصہ
وزیر کے پاس قید رہا۔ اس اثنا میں سکھوں کے حاکم صوبہ کشمیر نے یہ عذر اٹھایا کہ
استور سکھوں کے اقتدار میں ہے۔ وزیر زور آور سنگھ کو ان اطراف میں دست اندازی
کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اس بنا پر جبار خاں کو اسکردو سے رخصت کیا گیا۔ اور
وزیر زور آور سنگھ کو اس حملہ سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ گو کہ چند سال بعد
خود سکھوں نے بسلسلہ حملہ گلگت استور پر قبضہ کر لیا۔ اور بالآخر کشمیر کے ساتھ استور
و گلگت بھی سرکار جموں کے قبضہ اقتدار میں آ گیا۔ اور وزیر زور آور سنگھ کی آرزو
پوری ہوئی۔

ابتدا میں وزیر زور آور سنگھ نے آبادی کھرڈونگ کی ماتم سرائے میں قیام کیا
اور فوج منتشر طور پر خیموں میں رہتی تھی۔ اس اثنا میں اس نے خانقاہ سید محمود کے
شمال میں جو بلندی ہے جس کے ایک حصہ میں بعد میں زبیر گڈھ کے نام سے سرکاری
عمارات تعمیر ہوئیں۔ اس کے اوپر ایک عارضی چھاؤنی تعمیر کی۔ اور مع فوج کے اس کے
اندر مقیم رہا۔ بالآخر اسی بلندی کے سلسلہ میں نالہ ست پہ کے کنارے اونچی پہاڑی کے
اوپر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے ایک حصہ کو اس نے اپنے سامنے

مکمل کر دیا۔ اور بھگوان سنگھ کشتواری کو تھانہ دار مقرر کر کے مع بھوپت اور مختار خاں منشی اور تقریباً ایک سو سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعنیات کر دیا۔ جب بلتستان کا انتظام خاطر خواہ درست ہو گیا تو وزیر سمت ۱۸۹۷ مطابق ۱۸۴۰ء کی بہار میں معزول راجہ احمد شاہ اور اُسکے وزیروں اور امیروں اور شگر کے چند اشخاص کو جو قید میں تھے ساتھ لے کر مع افواج ڈوگرہ و فوج لداخی کے براہ کھپلو لداخ کو واپس ہوا۔

چونکہ حملہ لہاسہ کا فیصلہ بزمانہ قیام اسکردو کر لیا تھا۔ اس لئے بلتستان کی فوج کو تیار کر کے وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ جملہ راجگان کی طرف سے ان کا ایک ایک قائم مقام ان کی فوج کے اہتمام کے لئے ساتھ لیا۔ کھپلو پہونچنے پر راجہ علی شیر خاں بھی کھرمنگ و طولتی کی فوج لے کر حاضر ہو گیا۔ اور اپنے بھائی حیدر علی خاں اور غلام علی کو خدمت کے لئے وزیر کے ساتھ تعنیات کیا۔ دولت علی خاں راجہ کھپلو بذات خاص وزیر کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوا۔ اس اثناء میں کھپلو میں چیچک کی بیماری پھیلی اس سے اس فوج کا بڑا نقصان ہوا۔ گیالپو تنڈوپ نمگیل نے جو انقلابات اپنی زندگی میں دیکھے تھے وہ بذاتہ اس کا دل توڑنے کے لئے کافی تھے اسکے اوپر اس لمبے سفر کی تکالیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئیں۔ جب چیچک کی بیماری پھیلی ہے تو لداخی کثرت سے اس میں مبتلا ہوئے معززین میں سب سے پہلے بنکھا پا فوت ہوا۔ پھر گیالپو تنڈوپ نمگیل اس بیماری میں مبتلا ہوا اور صرف چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے سدھارا۔ اس کے چھنزوت اچوکو بہ نے اس وقت یہ وفاداری دکھلائی کہ باوجود اس امر کے کہ چیچک کے مریض سے اس ملک میں بہت پرہیز کیا جاتا ہے مگر اس نے گیالپو کی لاش کو بودھوں کے رواج کے مطابق ہاتھ اور پانوں جمع کر کے باندھا اور ایک دیغ میں رکھا۔ اور اس میں نمک اور دیگر ادویات دافع تعفن ڈالیں پھر دیغ کا منھ بند کر کے اپنے نوکروں کے ذریعے اٹھوا کر براہ نوبرلو گیالپو کے محل ستوک میں پہونچا دیا۔ جہاں بعد بجا آوری رسومات مذہبی اسکا سنسکار کیا گیا

وزیر مع اس تمام فوج کے براہ کھپلو۔ چھورہ بٹ و نوبراہ لداخ میں پہونچا یہاں

پہونچ کر سب سے پہلا کام جو اُس نے کیا وہ گیا لپو تنڈوپ نمگیل کی جانشینی تھی۔ چھو غنفر دل اصلی وارث خاندان لداخ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا لداخ سے فرار ہوکر سپتی وغیرہ کے راستہ سملہ میں پہونچکر وہاں فوت ہو چکا تھا۔ اس کے فرار ہونے سے چند روز پیشتر اُس کی بڑی گیالمو کلزا انگمو ڈولما سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام جگمت چھو سکی سنگے یا مختصراً جگمت نمگیل تھا یہ مع اپنی والدہ کے موضع سٹاک کے محل میں رہتا تھا۔ یہ بچہ ابھی شیر خوار تھا اور چھو غنفر دل کے بعد یہی وارث تھا وزیر نے اس کو مع اس کی والدہ کے لداخ بلایا اور شاہی محل لداخ میں حسب دستور قدیم رسومات جانشینی کے ادا کرنے کا انتظام کیا۔ دربار کے کمرے میں جس کا نام تھک چھین کونگما ہے باقاعدہ دربار منعقد کیا گیا۔ لداخ اور بلتستان کے کل روسائے اور معززین اس میں شریک ہوئے۔ وزیر نے پوری شان و شوکت کے ساتھ جگمت نمگیل کو تخت پر بٹھلایا۔ گو کہ اس تخت کی عزت اب نام سے زیادہ باقی نہ تھی وزیر نے اپنے ہاتھ سے جگمت نمگیل کے سر پر صافہ باندھا اور چوغہ پہنایا ڈھال تلوار لگائی اور کہا کہ تمھارے دادا قضائے الٰہی سے تخت جموں کی خدمت کرتے ہوئے فوت ہوئے ہیں جس کا افسوس ہے۔ بجائے اُن کے تمھیں تخت پر بٹھلایا جاتا ہے۔ آیندہ تمھاری پرورش اور آرام و آسایش کا پورا لحاظ کیا جائیگا۔

اس کے بعد راجہ دولت علی خاں راجہ کھپلو نے جس کے تعلقات قدیم سے خاندان لداخ کے ساتھ چلے آتے تھے کھڑے ہوکر گیالپو جگمت نمگیل تخت نشینی کی مبارکباد دی اور اپنی طرف سے ڈھال تلوار پیش کی۔ بعد ازاں روسا اور معززین لداخ نے حسب دستور نذریں گذرانیں۔ اور اظہار عقیدت کیا۔

اس رسم کی ادائیگی کے بعد وزیر حملہ لھاسہ کی تیاری میں مصروف ہوا۔ مہم بلتستان کے حالات ایک چشم دید گواہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھے دستیاب ہوئے ہیں جس کا طرز بیان ایسا دلکش ہے اور بعض واقعات کی اس درجہ باریک تفصیل اس نے بیان کی ہے کہ میں اس تحریر کی نقل سے باز نہیں رہ سکتا۔ واقعات کی تفصیل میں میں نے اس کے مندرجہ حالات کو اس وجہ سے شامل نہیں کیا کہ اس کے

ٹکڑے کردینے سے اس کا حسن بیان باقی نہیں رہتا تھا۔ یہ تحریر ہندی میں ہے۔ ترجمہ اُس کا حسب ذیل ہے۔

"سری مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب کی خدمت میں گنگا رام نکاشی یہ عرضداشت گذارش کرتا ہے کہ وزیر زور آور کی لیاقت کو کوئی دوسرا آدمی نہیں پہونچتا۔ اُسکی تعریف میں تا دم زیست کرتا رہوں گا۔ اُس نے سیتلا دیوی کی پرستش کی اور یہ منت مانی کہ اگر جنگ میں فتح ہوئی تو تمھارا استھان پختہ تعمیر کیا جائیگا۔ چنانچہ اُسے خواب میں دیوی نے درشن دیا۔ اور آواز آئی کہ تمھاری فتح ہوگی۔ البتہ مہاراجہ گلاب سنگھ وسوچیت سنگھ کا دھیان اپنے دل میں رکھو۔ تمھارے سب کام پورے ہوں گے۔ اس موقع پر وزیر نے دیوی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ بلتستان میں تمھارا استھان تعمیر کیا جائیگا۔ اور گیوچے چے کو مقام جنگ کے طور پر نامزد کیا تھا۔

"چنانچہ وزیر نے چے چے میں ڈیرہ لگا دیا۔ ٹیل وٹٹری میں گھیر کر لیا۔ پہلے مردا کے ملکان کو روانہ کیا۔ امام ملک کوان کا سردار مقرر کیا۔ ظفرلون زمیندار نے آر پار مورچے لگائے۔ ظفرلون ساکن مردا پرانا ملازم سرکار ہے۔ اُس نے اپنا جان و مال سرکار کی خدمت میں قربان کیا ہوا ہے۔ مختار و محمد خاں دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ وہ ملکان مردا کے ساتھ پار چلے گئے۔ یہ دونوں خدمتگذار ہیں۔ میر باز خاں کوان کے ہمراہ کیا گیا اور سپاہیوں کو مع سامان کے بھیجا گیا۔ برف کے اندر بہت تکلیف تھی۔ انھوں نے دریا پار عبور کرنے کا انتظام کیا۔ اور بھوٹیان کا سردار رحیم خاں تھا۔ وہ جنگ کے قابل نہیں تھا لیکن اُسے اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر دریا پار نہ گیا تو ناک اور کان کاٹا جائیگا مہتہ بستی رام کو وزیر نے بلایا اور دریا پار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ دریا کے اوپر چھینکا باندھنے کی جو تجویز ہے اُس کی خبر لاؤ۔ باشندگان ناگ سین بیا ڈرا سکے ہمراہ بھیجے گئے اور کہا کہ انکو چھینکا تیار ہو جانے"

"ایک آدمی وزیر زور آور سنگھ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اس جگہ چھینکا باندھنا مشکل ہے دو ملازم جو تیرنا جانتے ہوں ساتھ دیے جائیں۔ رات کے وقت دریا پار ہو جائیں۔ لہٰذا ملکندا ساکن جو ہر پور وہاں موجود تھا اُس کو کہا کہ مشک لیکر دریا پار ہو جاؤ اُس کو بچاس روپیہ

انعام دینے کا اقرار کیا۔ اور بہت سے آدمی بھی اُس کے ساتھ تعینات کئے۔ اور اُسے فہمایش کی کہ موقع نازک ہے۔ ہماری شرم رکھنا۔ مہتہ بستی رام نے بھی ہاتھ جوڑ کر کہا کہ دل و جان سے کوشش کروں۔

"مہتہ بستی رام چھپنکا لگاکر پار اُتر گیا۔ موضع ٹٹری میں پہلے تلوار کی لڑائی ہوئی۔ مرزا رسول بیگ صاحب اقتدار اور دلیر آدمی ہے۔ وہ فوج کا جمعدار رہے۔ دریا عبور کر کے اس نے حملہ کیا۔ سامنے سخت چڑھائی تھی۔ اُس نے اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کی کہ حق نمک ادا کرنا چاہیے۔ تمہاری تعریف دونوں جہاں میں ہوگی۔ اس کی فوج بڑی بہادر ہے۔ ارنورہ کا رانا جالم سنگھ بھی بڑا بہادر آدمی ہے اور اس کی فوج بہت دلیر ہے۔ صمد خاں جمعدار افواج پٹھان کا اچھا لائق آدمی ہے اور اس کے سپاہی بہت جوانمرد ہیں ان سب نے دریا کے پار جاکر دھاوا کیا۔ اور بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ وزیر زور آور کا خدمتگار کالو گیلی سوکیا کمہار۔ اور گوپی شاہ وغیرہ ان کے پیچھے چلے۔ یہ سب آدمی دریا پار کی چڑھائی کے اوپر چڑھ گئے۔ بلتستان کے لشکر نے انھیں گھیر لیا۔ تین ہزار بلتی جب ان کے گرد جمع ہوگئے تو ہماری فوج واپس ہوگئی اس کے بعد فوج نے پھر حملہ کیا۔ بلتی لشکر کو بہت نقصان پہونچایا ریئہ رامہ کے میاں متصدی نے لڑائی میں خوب تلوار چلائی اور بہت بلتی مارے کاستی گڈھ کے بھوپت دھان سنگھ نے بلتی لشکر کا بہت نقصان کیا وزیر صاحب کا باورچی دامودر اتنا کم عقل ہے کہ اگر اس سے چاول مانگتے ہیں تو روٹی دیتا ہے اس نے سپاہی بن کر بہت بلتیوں کو مارا اور برہمنوں کا نام بہادری میں روشن کیا۔ پلٹن کے ملازمان کو کہا کہ دس بیس آدمی پار جاؤ۔ انھوں نے ٹٹری کے اندر تلوار چلائی۔ اس موقع پر دو تین آدمی مارے گئے دھنا سردار کے پیٹ میں گولی لگی۔ وہ ختم ہوگیا۔ اس کا بھائی مسمی بھیکم تھا۔ راج گڈھ کا زمیندار نربن لڑائی میں مارا گیا۔ وہ بن بیاہا تھا۔ رحیم خاں جمعدار کو بلایا گیا اور لڑائی پر بھیجا گیا۔ اس نے اور رانا بھگوان سنگھ بھدرواہ والہ نے تلوار ہاتھ میں لے کر خوب لڑائی کی۔ اور بلتیوں کو بھگا دیا۔ رانا دلیپ سنگھ گلھیان والہ کو بوقت جنگ سستی آجاتی تھی۔ مگر جب وہ تلوار پکڑتا تھا تو خوب لڑائی کرتا تھا میاں مبارک تھانہ دار سکنہ کشتوار نوجوان آدمی تھا اور لڑائی میں بہت بہادر تھا زمونیان کا جمعدار عظیم خاں اور اسکا بھائی

سعداللہ خاں اور اس کی فوج باسامان اور نہایت مستعد تھی رات کے وقت دوسری فوج کے ہمراہ میاں مبارک اور ہر دو برادران جہان سنگھ و منگل سنگھ نے بڑی جوانمردی دکھلائی جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ نیتو وچرٹا دونوں جان بازی میں یکتا تھے۔ ان کے سر پر سے ایک سو روپیہ نچھاور کیا گیا اور وزیر لعبہ جو ڈیڑھ سو سپاہیوں کے ساتھ لشکر اسکردو کے مقابل تھا۔ سب سے پہلے کٹپال موضع کشنی کا تلوار بندوق لوٹ کر لایا کمون کوتوال اور مقدم بھاگو خبر لائے کہ ہماری فوج میں خیریت ہے صرف نو نفری مجروح اور دس مقتول ہیں۔ حلال نمک سپاہ نے بجلی کی طرح تلوار چلائی۔ وزیر زور آور سنگھ نے دوربین لگائی اور دیکھا کہ ایک ایک سپاہی نے دو دو نفری ماری ہے۔ دوربین دیکھنے والا جانتا ہے کہ درست ہے یا جھوٹ۔ اب بلتی لشکر بھاگنے لگا اور سپاہی زمیندار بہت مارے گئے اور بلتی سردار بھی بھاگ گئے۔ موضع مرول پر حملہ ہوا۔ یہاں دشمن کی سپاہ بہت ماری گئی اور بلتی لشکر پریشان ہوگیا۔

سب سے پہلے راجہ علی شیر خاں نے اطاعت کی اور درخواست کی کہ ہم رعیت سرکار ہیں۔ ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرنی چاہیئے۔ اب راس کو خلعت سے سرفراز کیا گیا راجہ مذکور نے کہا کہ مقام حمزہ گنڈ میں تشریف لے چلیئے۔ اور وہاں اطمینان سے قیام فرمائیے یہ ملک سرکار کا ہے۔ کسی طرح کا خوف و خطرہ نہیں ہے کوئی اندیشہ نہ کریں۔ راجہ نے بندوق و تلوار بطور نذر پیش کی۔ اور وزیر نے حیدر خاں کو جس کے گانوں میں رات کو قیام ہوا خلعت دیا۔ وہ دونوں ہمراہ رہے۔ ان ہمراہی آدمیوں کو کنٹھا اور کنگن بطور انعام دیا گیا جس رئیس نے خدمات کی اس کو جاگیر عطا ہوئی۔

حمزہ گونڈ سے چل کر کھرسنگ میں مقام ہوا سب فوج گانوں میں رہی۔ وزیر صاحب نے راجہ علی شیر خاں کے قلعہ میں قیام کیا سب لوگ دیکھنے کے واسطے گئے اس روز چندر گرہن تھا۔ خوب دان پن کیا گیا۔ کھرسنگ سے چل کر مایوردو میں قیام کیا گیا دوسرے دن پہاڑ کا راستہ طے کیا۔ پیادوں کا راستہ الگ اور سواروں کا راستہ الگ تھا یہ راستہ دلساد شوار گذار تھا کہ لوگوں نے رام رام کہنا شروع کیا۔ مایوردو سے چل کر پرکوتہ پہونچے پرکوتہ سے چل کر گول مقیم ہوئے۔ غیر ملک سے واقفیت نہ تھی۔ علی شیر خاں رہنمائی کیلئے

اس جگہ پہونچ گیا۔ دس پانچ سپاہی بھیج کر برج کو پھونک دیا۔

راجہ احمد شاہ کو اسکردو میں خبر پہونچی کہ فوج آگئی ہے تو وہ اپنی رعیت اور اپنے آدمیوں کو لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ آہستہ آہستہ فوج بھی اسکردو پہونچ گئی۔ اسے دیکھکر احمد شاہ کو خوف سے اسہال جاری ہو گئے۔ فوج نے تھورگو میں ڈیرہ کیا۔ تھورگو اور اسکردو کے درمیان جو برج ہے اس کو گھیر لیا۔ محافظین برج نے یہ حال دیکھا تو وہ بھاگ گئے احمد شاہ بھاگ گیا۔ سوار اور پیادوں نے حملہ کر کے احمد شاہ کے گھر کو جلا دیا اسکردو میں فوج پہونچ گئی اور مورچے درست کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جمبورے اور جنانگل چھوٹے اور لوگوں کو خوف پیدا ہوا۔ پانچ روز محاصرہ رہا۔ اس سے احمد شاہ ہمت ہار گیا اور وزیر کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے اطاعت منظور ہے اس کے بڑے بیٹے محمد شاہ کو راج دیا۔ وزیر بونو کو اس کا وزیر مقرر کیا زمینداروں نے جو جا (یہ لفظ لداخی زبان میں سلام کی جگہ استعمال ہوتا ہے) کرنا شروع کر دیا۔ احمد شاہ افسوس کھاتا رہا محمد شاہ کو خلعت دیا گیا۔ خدا کی مرضی پر کچھ بس نہیں چلتا۔

"وہ مہتہ بستی رام کو قلعہ میں بھیجا۔ جو کچھ قلعہ میں مال و زر تھا اٹھا لایا۔ خدا کی مرضی سے کہیں دھوپ اور کہیں سایہ ہوتا ہے تمام اسباب جمع کیا گیا۔ قلعہ والے رونے پیٹنے لگے۔ محی الدین شاہ بھاگ گیا۔ وزیر اتبارا نے اس کا تعاقب کیا۔ مہتہ بستی رام مختار تھا۔ مگر چنداں اختیار نہ رکھتا تھا۔

لکھنے والے گنگارام نکاشی نے یہ تحریر کیا ہے۔ وزیر اوتار ہے۔ وہ خود مختار ہے اور ہوشیار ہے۔ کھپلو و چھوربٹ کی حکومت وہاں کے راجہ کو دیدی کہ جس طرح چاہو حکومت کرو۔ دس ہزار لوگ قلعہ میں مع زن و بچہ جمع ہوئے۔ دوسرے دن لوٹ مچ گئی اور زن و مرد کو لوٹ لیا۔ وزیر صاحب بھی وہاں تشریف لائے۔ اور وہاں پر ہولی کھیلی گئی۔ اور تمام بلتیوں کو گولی کے مانند سختی معلوم ہوئی۔

" پشکم والے رحیم خاں کو جو اس علاقہ کے مالیہ پر اپنا گذارہ کرتا تھا محمد جان پکڑ کر لایا۔ اور وزیر نے نوشیروانی عدالت کی۔

"وہ حکم دیدیا گیا کہ جو کوئی گائے بیل مارے اس کی جان لی جائیگی عام لوگوں کو

اعلان کر دیا کہ ہر شخص کو امان دی جاتی ہے۔ اب کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں کرنا چاہئے وزیر صاحب کی حکومت کی تعریف میرے قلم سے نہیں ہو سکتی۔ گنگا رام نکاشی نے لکھنے میں مبالغہ نہیں کیا ہے۔

"احمد شاہ اکڑ گیا۔ اور وزیر زور آور سنگھ نے گرفتار کر لیا۔ پلٹن والوں کے سپرد کر دیا اور اس سے تمسک دس ہزار روپیہ ادا کرنے کا لکھوالیا۔ اس نے ایک مہینے تک اس رقم کے ادا کرنے کا اقرار کیا۔ ورنہ وزیر نے حکم دیا کہ جان سے مارا جائے گا۔

"لداخی راجہ کو چیچک نکلی وہ راستہ میں مر گیا۔

"بعد میں وزیر صاحب شغر میں گئے۔ اور تین سو سپاہی اپنے ساتھ لے گئے وہاں چار پانچ روز قیام کیا۔ شغر بہت عمدہ مقام ہے۔ وہاں سے واپس آنے کو جی نہ کرتا تھا شغر کے ملک کی تعریف نہیں ہو سکتی۔"

آٹھواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم تبت دلھاسہ تسخیر پورانگ افواج ڈوگرہ کی تباہی

جگمت نمگیل کے مراسم تخت نشینی کے ادا کرنے کے بعد وزیر زور آور سنگھ نے مہم لھاسہ کی تیاری کی۔ اس وقت ڈوگرہ فوج اُس کے پاس تین چار ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اس کی امداد کے لیے چار پانچ ہزار ملکی فوج بلتستان۔ پوریگ۔ اور لداخ سے جمع کی گئی۔ باربرداری کا قافلہ اُس کے علاوہ تھا۔

بلتستان کی فوج کے ساتھ انکے اپنے اپنے سرکردہ مقرر ہو کر آئے تھے۔ پوریگ کی فوج بھی علاقہ وار انھیں میں سے بارسوخ اشخاص کی سرکردگی میں تقسیم کردی گئی لداخ کی فوج کی سرکردگی کے لیے موروپ ستنزن معزول گیالپو کو جو اس وقت قیدخانہ میں تھا تجویز کیا گیا۔ مگر اس نے مذہبی وجوہات کی بنا پر اس اعزاز کو قبول نہیں کیا۔ اس لیے اُس کے چھوٹے بھائی نونو صنم اور غلام خاں سابق راجہ چھوت اور سیواآنگ ستوبدن علاقہ بزگو کے سابق کالوں کو قید سے رہا کر کے لداخی دستوں کا سرکردہ مقرر کیا گیا۔ یہ تمام ملکی لشکر ڈوگرہ افسروں کے زیرحکم چھوٹے چھوٹے حصوں میں کل ڈوگرہ فوج کے درمیان تقسیم کردیا گیا۔

اب اس فوج کے دو حصے کیے گئے۔ ایک کو میاں رائے سنگھ کے زیرحکم براہ رُپشو وانلے روانہ کیا گیا۔ اور دوسرا خود وزیر کے ساتھ براہ چھنگلا ڈانجی روانہ ہوا۔ یہ واقعہ مئی سنہ ۱۸۴۱ء کا ہے۔

رودوق پہونچنے سے پہلے یہ دونوں فوجیں مل گئیں۔ اور رودوق پر حملہ کیا گیا لھاسہ کی فوج قلعہ بند ہو گئی۔ یہ تین سو سے زیادہ نہ تھی۔ مہتہ بستی رام کو اس قلعہ کے

رفع کرنے کے لیے مامور کیا گیا۔ اس نے دھاوا کیا خفیف لڑائی ہوئی جس میں فوج محصور کا کمان افسر مارا گیا۔ اس سے انکا حوصلہ پست ہوا اور انھوں نے صلح کی درخواست کی اور لڑائی بند ہوئی۔

دوسرے روز زونگ سپون رودوق مع اپنے افسروں اور لاماؤں کے وزیر زورآور سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اطاعت قبول کی۔ وزیر نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور لہاسی سپاہیوں کو جو تمام اسی علاقہ کے زمیندار تھے رخصت کر دیا اور اُن کے بجائے اپنے سپاہی قلعہ میں تعینات کر دیے۔ ایچی کے لونپو دادا ٹنڈوت کو بھی اُسی جگہ ڈوگرہ کمان افسر قلعہ کی امداد کے لیے چھوڑ دیا۔

رودوق سے گر کی طرف جانے کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک براہ ٹشی گانگ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ۔ اور دوسرا براہ ٹبرا۔ جو سیدھا گر کو پہونچتا ہے۔ وزیر فوج لے کر ٹبرا کے راستے روانہ ہوا۔ اور مہتہ بستی رام کو ایک چھوٹے دستہ فوج کے ساتھ براہ ٹشی گانگ بھیجا کہ اگر اس جگہ کوئی جمعیت ہو۔ تو اُس کا انتظام کر کے ان لوگوں سے اطاعت کا اقرار لیا جاے تاکہ لداخ کے راستہ پر کوئی رُوکاوٹ باقی نہ رہے اس جگہ خفیف مزاحمت ہوئی جسے مہتہ بستی رام نے بآسانی رفع کر دیا۔ اور رعایا اور لاماؤں سے اطاعت کا اقرار لے کر گر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گر پہونچنے پر دونوں فوجیں پھر مل گئیں۔ یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا اور لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کی۔ ان اطراف میں لکڑی کا نام ونشان نہیں ہے۔ اور موسم لداخ کے مقابلہ میں زیادہ سرد ہے۔ لوگ مکان تعمیر نہیں کرتے بلکہ خیموں میں رہتے ہیں جو یاک کے بالوں سے تیار کیے جاتے ہیں اور مٹی پتھر کے مکان کے مقابلہ میں زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ گر میں افسران لہاسہ کے رہنے کے لیے ایک معمولی مکان بنا ہوا تھا وزیر نے اس کی درستی کرا کے اسے رسد کا ذخیرہ بنا دیا اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ سپاہی یہاں تعینات کر دیے۔

وزیر گر سے روانہ ہو کر بغیر کسی مزاحمت کے سنسر پہونچا۔ یہاں بھی لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ اس کے آگے کچھ فاصلہ پر راستہ تین نالوں سے گذرتا ہے یہ تینوں

نالے کوہ کیلاس کی طرف سے آکر دریائے ستلج میں گرتے ہیں۔ اس جگہ کا نام ڈوکپو رل سوم ہے۔ ان کے درمیانی نالہ کا نام شرڈوکپو ہے۔ وزیر اُس کے کنارے فروکش تھا۔ کہ رات کے وقت بےخبری میں لھاسہ کی فوج متعینہ سرحد پورانگ نے وزیر کی فوج پر شبخون مارا۔ بےخبری کی وجہ سے وزیر کی فوج میں کسی قدر ابتری پھیلی۔ مگر وزیر نے اپنی فوج کو جلد تر سنبھال کر مقابلہ کے لیے تیار کر دیا۔ تین چار گھنٹہ تک سخت لڑائی رہی جس میں فریق مخالف کا سخت نقصان ہوا۔ اور ڈوگرہ فوج کے بھی بہت آدمی ضائع ہوئے مہان سنگھ کا بیٹا بھی اُسی معرکہ میں کام آیا۔ آخر الامر لھاسی فوج شکست کھا کر پسپا ہوئی۔

یہاں سے آگے بڑھکر وزیر اپنی فوج کے ساتھ سوموا پھم یعنی جھیل مانسرور پر پہونچا یہ جگہ اہل ہنود کا ایک بہت بڑا تیرتھ ہے۔ اس جھیل کے دور کے متعلق مختلف کتابوں میں مختلف روایات درج ہیں۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ اس کا دور بہت زیادہ نہیں ہے تین روز میں آدمی پیادہ پا اُس کا طواف آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ کوہ کیلاس جو اس جھیل کے عین اوپر واقع ہے وہ بھی بزرگ تیرتھوں میں خیال کیا جاتا ہے اس کا گردہ بھی بہت لمبا نہیں ہے ایک روز میں انسان اس کا طواف کر سکتا ہے قدیم کتب شاستر کے مطابق راجہ مان دھاتا کے سوا کسی راجہ نے اس وقت تک اس پر تصرف نہیں پایا تھا لیکن وزیر زور آور سنگھ نے بزور سرپنجہ اقبال تخت جموں جملہ اطراف جھیل مانسرور و کوہ کیلاس کو احاطۂ اقتدار میں لاکر علاقہ پورانگ کو بھی تسخیر کر لیا۔

لھاسی فوج جو ڈوکپو رل سوم سے شکست کھا کر بھاگ گئی تھی اُس نے قلعہ تقلاکھر میں اپنی جمعیت کو فراہم کر کے مقابلہ کا انتظام کیا۔ وزیر جھیل مانسرور سے آگے بڑھا تو قلعہ کر تونگ کو جو شاہراہ لھاسہ پر واقع ہے خالی پایا۔ اُس پر اُس نے قبضہ کر لیا اور وزیر اتبار اکو اس علاقہ کا حاکم مقرر کر کے مع کسی قدر سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا۔ کر تونگ کا انتظام کر کے وزیر تقلاکھر کی طرف بڑھا۔ یہ علاقہ پورانگ کا صدر مقام ہے یہاں لھاسی فوج نے جم کر مقابلہ کیا آخرکار انھیں شکست ہوئی۔ وزیر نے قلعہ فتح کر لیا۔ فوج محصور قلعہ کو چھوڑ کر فرار ہوئی۔ دریون شاٹا بھی لھاسہ کی طرف بھاگ گیا۔ تقلاکھر بلحاظ آب و ہوا پورانگ کے بہترین مقامات سے ہے۔ وزیر نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور

قلعہ تغلا کھر کے بالمقابل دریائے کرنالی (دگھاگرہ) کے بائیں کنارے پر لپ تڑک ایک بلند ٹیلہ کے اوپر ایک وسیع قلعہ تعمیر کیا۔ مہتہ بستی رام کو مع فوج کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا۔

اس وقت کل صوبہ نارس کورسوم جس میں علاقہ جات رودوق۔ گوگے۔ دپورانگ شامل ہیں اور علاقہ سپیتی وزیر کے قبضہ میں تھا۔ اور جا بجا لداخی اور ڈوگرہ فوج حفاظت کے لیے تعینات تھی۔ مہتہ بستی رام اور وزیر ایتارا پورانگ میں تھے رحیم خاں راجہ کچھ مع اپنے داماد غلام خاں کے سپیتی میں مامور تھا۔ اسی طرح سے ترتھا پوری میں بھی کچھ فوج تعینات کر دی گئی تھی۔ ان فتوحات نے دولت جموں کی سرحد کو ملک نیپال اور انگریزی صوبۂ الہ آباد کے ضلع کماؤں کے ساتھ ملا دیا تھا۔

تغلا کھر سے صوبہ الہ آباد کے ضلع کماؤں اور ملک نیپال کی سرحد پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے چونکہ پورانگ کی فتح سے جموں اور نیپال کی حد مل گئی اس لیے مہاراجہ نیپال نے اپنا معتمد مع ایک سو بیس سپاہیوں کے وزیر کے پاس بھیجا کہ اب تک جو غائبانہ تعلقات یگانگت دونوں جموں و نیپال کی سرکار کے درمیان تھے اب وہ حسن اتفاق سے ہمسائگی کی حد تک پہونچ گئے ہیں۔ آئندہ ہر دونوں سرکاروں کو رسوم اتحاد و یک جہتی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ مگر وزیر نے قبل اس کے کہ سرکار انگلشیہ ہند کے ساتھ عہود مرافقت درمیان میں آئیں دولت نیپال کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھا اور معتمد نیپال کو چند روز اپنے پاس رکھا اور خاطر و مدارات کی پھر ہر طرح سے اُسے اطمینان دلا کر رخصت کر دیا۔

اس اثناء میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ کننگھم صاحب نے بنظر استحکام دوستی و تعلقات یک جہتی وزیر سے یہ درخواست کی کہ ایک معتبر اس کے پاس سرکار انگریزی کی سرحد پر بھیجا جائے چنانچہ مہتہ بستی رام اور کالو جمعدار کو وزیر نے بھیجا۔ صاحب موصوف نے بعد توثیق مدارج دوستی ان افسروں کو یہ خواہش کی کہ اب سردی کا وقت آ گیا ہے اور دشمن موقعہ کا منتظر ہے اور صدر مقام لداخ سے اب فاصلہ بھی دور ہو گیا ہے۔ ان حالات میں رسد رسانی کا انتظام کامیابی کے ساتھ کرنا مشکل ہو گا۔ اگر اس ملک کی تسخیر ۔۔۔ ہے بہتر ہے کہ آئندہ

یہاں تک انتظار کیا جائے۔ مہتہ بستی رام نے واپس پہونچ کر وزیر کو یہ باتیں سنائیں وزیر نے اس مشورہ کی بڑی قدر کی۔

افسوس ہے کہ حملہ تبت کے متعلق مرزا حیدر گورگان سے جو غلطی ہو چکی تھی وزیر زور آور سنگھ نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا۔ اور خود اسی غلطی کا مرتکب ہوا اور لداخ سے ایسے وقت روانہ ہوا کہ آغاز سرما میں پورانگ پہونچا جبکہ نہ لڑائی کا موقع تھا اور نہ آگے بڑھنے کا وقت تھا۔ تاریخ واقعات کو جو ایک ہی حالات میں ظہور پذیر ہوں عادتاً دہرایا کرتی ہے۔ چنانچہ نتیجہ ویسا ہی تباہ کن ہوا جیسا کہ مرزا حیدر کے ساتھ ہوا تھا۔ مرزا کو اپنی سلطنت کے ساتھ تعلقات کے بگڑ جانے کی وجہ سے انتہائی سردی کی حالت میں اس موقع سے واپس ہونا پڑا۔ جہاں سے لہاسہ صرف آٹھ روز کے راستہ پر رہ گیا تھا۔ اور بوجہ برودت ہوا اور نایابی رسد وقلت اثنائے راہ میں اُس کا لشکر تباہ ہوا۔ مگر پھر بھی اپنے لشکر کی اکثر تعداد کو وہ بچا کر نکال لے گیا لیکن گرم ملک کے رہنے والے ڈوگرہ سپاہی پورانگ کی انتہائی سردی میں لشکر تبت کے مقابلہ میں بالکل بیقابو ہو گئے اور تقریباً سب کے سب بشمول اپنے سپہ سالار کے فوج لہاسہ کی تلوار و تفنگ اور بلند ترین سطح مرتفع کی برودت ہوا کا شکار ہوئے۔ بہر حال ان جانباز حملہ آوروں کے ہاتھ سے جو کمی رہ گئی تھی اسے کرنیل ینگ ہسبنڈ نے اگست سنہ ۱۹۰۴ء میں پورا کر دیا ہے اور سرکار گردوں وقار برطانیہ کے پُرامن جھنڈے کو گیالوا رین پوچھے کے محل پوٹالہ تک پہونچا دیا ہے۔

الغرض وزیر زور آور سنگھ نے ناموافق موسمی حالات کو ملحوظ رکھکر پیش قدمی روک دی اور مہتہ بستی رام کو قلعہ تقلاکھر میں چھوڑ کر خود گونپہ خوشچ کی تیرتھ کے لیے روانہ ہو گیا یہ گونپہ جو متبرک مقامات سے ہے دریائے گھاگرہ کے بائیں کنارے پر وزیر کے تعمیر کیے ہوئے قلعہ تقلاکھر سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دو چار روز اس جگہ وزیر نے قیام کیا۔ پھر پورانگ کو واپس ہوا۔ اس کے بعد وزیر نے کچھ سپاہی سرحد نیپال پر برجیات حد بندی کے ملاحظہ کے لیے بھیجے انھوں نے واپس آکر اطمینان دلایا کہ پرانی سرحد پر ایک بلند پتھر استادہ ہے۔ جس کے ایک طرف بحروف شاستری اور دوسری طرف بحروف تبتی لکھا ہوا ہے۔ جو سرحد قدیم الایام سے چلی آتی ہے۔ اُس میں کسی نے کوئی دست اندازی

نہیں کی ہے۔ اس طرف سے اطمینان کرکے وزیر اپنے لشکر کے اندرونی انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔ ذخیرہ رسد جو وزیر کے ساتھ تھا ختم ہونے لگا تھا۔ لداخ کے سوا اور کسی طرف سے اس کی بہم رسانی کی صورت نہ تھی۔ فاصلہ بہت دور دراز اور راستہ دشوار تھا۔ اس لیے یہ انتظام خاص توجہ چاہتا تھا۔

وزیر کو غالباً یہ خیال ہوا کہ اب موسم سرما شروع ہو گیا ہے۔ اس موسم میں پیشقدمی کا ارادہ ہے نہیں۔ اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ غنیم کی طرف حملہ ہو گا۔ اس لیے لشکر گاہ میں اس کی موجودگی کی چنداں ضرورت نہیں ہے لہذا وہ صرف چند ہمراہیوں کے ساتھ لے کر تقلاکھر سے بعزم لداخ جھیل مانسرور کی طرف روانہ ہوا۔

وزیر نے سرکار جموں کی طاقت کو دریائے سندھ و ستلج کے منبع سے گذار کر وادی گھاگرہ کے بالائی حصہ میں پہونچا دیا تھا۔ اور جموں کی حدود کو نیپال کی سرحد کے ساتھ ملا دیا تھا۔ متبرک مقامات جھیل مانسرور و کیلاس پربت اس کے قبضہ میں تھے اور لہاسہ کی طرف جموں کی سرحد مریوم لاتھی جو بعض کامیاب راجگان لداخ کے زمانہ میں لہاسہ و لداخ کے درمیان حد فاصل رہی ہے اس طرح سے دریائے برہم پوترا کا منبع بھی اُس کے اقتدار میں تھا۔ غرض کہ وزیر نے جموں کی حکومت کو دنیا کے اُس مشہور مقام تک پہونچا دیا تھا جہاں سے ملک ہند کے یہ چار مشہور دریا نکلتے ہیں۔

۱۔ سنگے کھابب (شیر دہن) یعنی دریائے سندھ

۲۔ لنگ چھن کھابب (فیل دہن) یعنی دریائے ستلج

۳۔ مبثر اکھابب (مور کی چونچ) یعنی دریائے گھاگرہ

۴۔ تاستا چوک کھابب (اسپ دہن) یعنی دریائے برہم پوترا۔

اس کامیاب فاتح کے اوج و اقبال کا ستارہ ترقی کے انتہائی درجہ پر پہونچ گیا تھا۔ ہر کمانے راز والے اب اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لیکن جس عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے ساتھ وہ فتح و ظفر کا پھریرا اڑاتا ہوا سورو سے لداخ۔ اور لداخ سے اسکردو اور اسکردو سے پورنگ پہونچا تھا اُسی ہمت مردانہ کے ساتھ سرکار جموں کے جھنڈے پر اس نے اپنی جان قربان کردی۔ یورپی مصنفین کو ایشیائی فاتحین کے ساتھ نہ جس

دلچسپی ہے انھوں نے طرح طرح کے مظالم اس محتاط فاتح کی طرف منسوب کیے ہیں مگر تبت بزرگ کے بودھ اور تبت خورد کے مسلمان آج تک معترف ہیں کہ وزیر زور آور سنگھ کے حملوں میں بے قصور رعایا میں سے کسی شخص کو گزند نہیں پہونچا۔ نہ کسی مذہبی عمارت پر ہاتھ ڈالا گیا۔ اس کا نام نیک آج تک نیکی کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور مدت دراز تک یاد کیا جائے گا۔

وزیر کی اس دستبرد کی خبر لہاسہ میں پہونچ گئی تھی اور اس کی مدافعت کا وہاں انتظام ہو رہا تھا۔ وہ جھیل مانسرور اور کیلاس پربت کی تیرتھ انجام دے کر دو ایک پڑاؤ لداخ کی طرف نکل گیا تھا کہ تقریباً ۔ نومبر مطابق ۲۲ کاتک کو اسے اچانک خبر پہونچی کہ لہاسہ کی فوج آ گئی ہے۔ یہ معلوم کر کے وزیر بسبب اپنی غیر معمولی تہوری و دلاوری کے ایسا جوش میں آ گیا کہ حزم و احتیاط کی بھی اس نے چنداں پروا نہ کی۔ اور ان کے مقدمۃ الجیش کی رکاوٹ کی غرض سے فی الفور تین سو سپاہیوں کا ایک دستہ نونو صنم کی ماتحتی میں قلعہ کرتونگ کی طرف ابتار اتھانہ دار کی کمک کے لیے روانہ کر دیا۔ پھر اپنے عیال کو جو اس کے ساتھ تھے کچھ آدمیوں کے ساتھ لداخ کی طرف رخصت کر دیا۔ اور خود اپنی فوج کی فراہمی اور لہاسہ والوں کے مقابلہ کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ ابھی وزیر اسی انتظام میں مصروف تھا کہ اسے اطلاع پہونچی کہ کرتونگ کی فوج مع ابتار اتھانیدار اور نونو صنم کی امدادی فوج کے دشمن کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ خود نونو صنم اپنی جان لے کر مع چند کوتوال کے وزیر کے پاس پہونچا۔ وزیر نے اس دفعہ چھ سو سپاہی جدا کر کے نونو صنم غلام خاں مہان سنگھ۔ بھوپا کوتوال اور میاں سنگارا کے ماتحت فوج لہاسہ کی رکاوٹ کی غرض سے تقریباً ۱۹ نومبر کو روانہ کیے اور اُن کے پیچھے خود بھی تقریباً اپنی تمام فوج ساتھ لیکر یورش کر کے میدان کارزار کی طرف بڑھا۔ اس کی فوج ابھی متذکرہ بالا دستہ کے ساتھ ملنے نہیں پائی تھی کہ یہ تمام آدمی دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور جو بچے وہ اسیر ہوئے۔ ان میں خود نونو صنم اور غلام خاں بھی شامل تھے۔

فوج لہاسہ کی تعداد وزیر کی فوج سے تقریباً سہ چند یعنی دس ہزار کے قریب تھی سردی کی شدت بدرجہ کمال پہونچی ہوئی تھی۔ رسد کا انتظام بھی خاطر خواہ نہ تھا

باوجود ان تمام مشکلات کے وزیر نے لہاسہ والوں کی فوج کو حقیر خیال کیا۔ اور شیر ببر کی طرح اُن کے اوپر بڑھا۔ کرتونگ اور تغلاکھر کے درمیان طویو نامی ایک جگہ میں ۱۰ دسمبر کو طرفین کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے گولی چلنی شروع ہوئی تین دن تک لڑائی جاری رہی۔ اور طرفین کے جانبازوں نے دادمردانگی دی۔ آخرالامر تیسرے دن وزیر کے سپاہیوں نے سخت یورش کی اور بیان کیا جاتا ہے کہ قریب تھا کہ فوج لہاسہ کے پاؤں اُکھڑ جائیں کہ یہ حال دیکھکر وزیر بذات خود اپنے سپاہ کی حوصلہ افزائی کے لیے جنگ میں شامل ہوگیا اور اپنے آدمیوں کو آگے بڑھایا۔ مگر اقبال منھ موڑ چکا تھا اور نہ ٹلنے والا وقت آگیا تھا وزیر کی داہنی ران میں دشمن کی گولی لگی۔ اور وہ شیر میدان ولاوری گھوڑے سے گر گیا۔ دشمن نے یہ دیکھکر اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر اس حالت میں بھی اُس نے اپنی تلوار نہیں چھوڑی اور جو شخص اُس کی زد میں آیا اسے تہ تیغ کیا۔ جب دشمن نے دیکھا کہ اس زخمی شیر کا پکڑا جانا مشکل ہے تو انھوں نے یہ تدبیر کی کہ ایک آدمی کو اُس کی پیٹھ کی طرف بھیجا جس نے دونگ گھما کر وزیر پر چلایا۔ دونگ ایک قسم کا نیزہ ہے جو درازی میں چار پانچ فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر پھل لگے ہوتے ہیں اور درمیان میں رسی بندھی ہوتی ہے۔ اس رسی کو پکڑ کر اس آلہ کو سر کے اوپر گھمایا جاتا ہے جب وہ زور میں آجائے تو نشانہ تاک کر اسے چلاتے ہیں ایک سرا رسی کا ہاتھ میں رہتا ہے۔ اور نیزہ سیدھا نشانہ پر جاتا ہے یہ دونگ وزیر کی پشت پر لگا اور سینہ کی طرف باہر نکل گیا۔ اس زخم کاری سے وزیر نے شمشیر بکف میدان کارزار میں جان دیدی۔ یہ واقعہ ۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء مطابق ۲۷ مگھر سمبت ۱۸۹۸ کا ہے۔

وزیر زورآور سنگھ لداخ سے مہم تبت پر روانہ ہوا ہے تو قلعہ لداخ کے پھاٹک کی کھڑکی کو مقفل کر گیا تھا۔ اور لوہے کے پتر پر حلاق لکھکر اُس کے اوپر جڑ گیا تھا کہ جب تک لہاسہ فتح نہ ہو کھڑکی نہ کھولی جائے۔ اس حکم پر عمل اب تک ہے گو کہ حالات سیاسی ایسے بدل گئے ہیں کہ اب اس آرزو کا پورا ہونا خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ تاہم وزیر زورآور سنگھ کی یادگار یہ تالا ابتک برقرار ہے اور غالباً عرصہ دراز تک باقی رہیگی۔

وزیر کے مارے جانے پر ڈوگرہ فوج کی کمر ٹوٹ گئی اور جنگ کی صورت دگرگوں ہو گئی۔ ڈوگروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور جس طرف جسے راستہ ملا بھاگ نکلا۔ فوج لہاسہ نے پیچھا کر کے سخت کشت و خون کیا کل لشکر سے جس کی تعداد سپاہی اور حال ملا کر چھ ہزار کے قریب بتلائی جاتی ہے۔ بمشکل دو ڈھائی ہزار آدمی زندہ بچے ہوں گے۔ ان میں سے ایک ہزار کے قریب دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی لداخ واپس پہونچے جب میں ڈوگرہ سپاہی ایک سو سے زیادہ نہ تھے۔ بڑے بڑے افسر جو قتل ہونے سے بچے تھے سب کے سب اسیر ہوئے۔

وزیر زورآور سنگھ کے ڈوگرہ سپاہیوں نے یہ لڑائی کمال صعوبت اور سختی کی حالت میں کی ہے۔ میدان جنگ سطح سمندر سے پندرہ ہزار فٹ سے زیادہ بلند تھا۔ موسم میں شدت سردی کا تھا۔ اس موسم میں بوقت روز بھی اس جگہ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے اوپر کبھی نہیں پہونچتا۔ اور رات کے وقت ایسی سخت سردی ہوتی ہے کہ اسے وہی لوگ برداشت کر سکتے ہیں۔ جو اس کے عادی ہیں۔ اور پوستین و لباس وغیرہ کا انتظام پورا رکھتے ہیں ان کے پاس یہ سامان بھی کافی نہ تھا۔ اور کتنی ہی راتیں انھوں نے ایسی شدت کی سردی میں کھلے میدان میں بسر کی تھیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ برف باری اور بارش نے موسمی تکالیف کی سختی کو ناقابل برداشت حد تک پہونچا دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ کچھ آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں سردی کی شدت سے جل گئی تھیں۔ اور تقریباً کل فوج کے ہاتھ اور پاؤں کم و بیش سردی سے متاثر ہو گئے تھے۔

لکڑی کا یہاں نام و نشان نہیں ہے کہ انسان تاپ کر جان بچائے۔ جلانے کے واسطے اس جگہ ایک خاردار جھاڑی کے سوا کوئی چیز میسر نہیں ہوتی ہے۔ یہ جھاڑی گیلی اور سوکھی یکساں جلتی ہے جب تک جلتی رہتی ہے اس میں آنچ ہوتی ہے۔ جلنے کے بعد راکھ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ سردی کی سختی اس درجہ تک پہونچ گئی تھی کہ بعض سپاہیوں نے اپنی بندوق کا کندہ جلا کر اپنی جان بچائی۔ سب سے بڑھکر یہ کہ رسد بھی ختم ہو چکی تھی اور آخری دو ایک روز کھانے کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہا تھا۔ باوجود ان تمام مصائب کے اس جانباز فوج نے دشمن کے مقابلہ سے آخر وقت تک منھ نہیں موڑا۔ آخری

لڑائی کے دن آدھی فوج بھی اس قابل نہ رہی تھی کہ اپنے اسلحہ کا درست طور پہ استعمال کر سکے جب سردار فوج نہ رہا تو ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ یہ حالات ہیں جو اصلی باعث اس تباہی کا ہوئے ہیں۔

لھاسہ والوں نے فراریوں کا تعاقب نہیں کیا۔ ان میں سے اکثر آدمی لداخیوں کے ہمراہ لداخ میں چلے آئے۔ اور کچھ تغلاکھر میں اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے۔ یہ حال معلوم کر کے اس قلعہ کے سپاہیوں نے اپنی جان بچانے میں بہادری دکھائی اور سب کے سب مہتہ بستی رام کے ساتھ جنگ لاؤ چھے لا کے راستے الموڑہ کی طرف نکل گئے۔ اس سفر میں گو کہ تعاقب کا خطرہ نہ تھا مگر سردی اور برف کی وجہ سے سپاہیوں کی تقریباً آدھی تعداد راستہ میں ضائع ہو گئی۔ اور باقی سپاہیوں میں سے اکثر لوگوں کے ہاتھ پانوں سردی سے جل گئے غرضکہ اس تمام لشکر میں سے یہی چند آدمی زندہ بچے جو الموڑہ کے راستے جموں پہونچے یا جنھیں قلعہ لداخ تک پہونچنے میں کامیابی ہوئی۔

فوج لھاسہ کے حملہ کا حال سن کر پہلوان سنگھ کیدان۔ منشی گورانداتا اور صوبیدار تیغ سنگھ لداخ سے فوج لے کر وزیر کی امداد کے لیے روانہ ہوئے۔ غالباً اس کے لیے وزیر نے انھیں حکم بھیجا ہوگا۔ یہ جوان میدان جنگ سے بہت دور تھے کہ انھیں جنگ طرو میں افواج ڈوگرہ کی تباہی کا حال معلوم ہوا۔ اس خبر وحشت اثر کو سن کر وہ راستہ ہی سے لداخ کو واپس چلے گئے۔ اور چھاؤنی کے استحکام میں مصروف ہوئے۔

وزیر زور آور سنگھ کی فتوحات نے لھاسہ والوں کے دلوں پر دہشت اور ہیبت قائم کر دی تھی۔ وہ اسے ایک غیر معمولی انسان خیال کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے مارے جانے پر اُس کا خون اور گوشت تبرکاً لھاسہ والوں نے اپنے درمیان تقسیم کیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گئے اُس کے رکھنے کے لیے لھاسہ میں ایک بڑی چھورتن تعمیر کی گئی۔ یہ چھورتن آج تک موجود ہے۔ اور ایک ٹکڑا اُس کے گوشت کا کھایا جاتا ہے گونپہ کشتی گانگ میں رکھا ہوا ہے۔ ان تبرکات کے سامنے اوقات معینہ پر بودھوں کے طریق کے مطابق عبادت کی جاتی ہے۔ تاکہ وزیر سرگباشی کی روح کسی دوسرے آدمی میں جنم لے کر دوبارہ ملک لھاسہ کی تباہی کا باعث نہ ہو۔

جس جگہ وزیر نے جان دی ہے یہاں ایک عالیشان چھورتن لھاسہ والوں نے تیار کردی ہے۔ اسکی غرض بھی یہی تبلائی جاتی ہے کہ اس ہیبتناک سپہ سالار کی روح آیندہ جنم میں دوبارہ لھاسہ پر حملہ نہ کرے غرض کہ لھاسہ والوں کی اس اوہام پرستی کی بنا پر وزیر زور آور سنگھ کی فتح کا نشان آج تک پورانگ میں قائم ہے اور اس نامور فاتح کے حملہ لھاسہ کی یاد کو تازہ رکھتا ہے۔

ڈوگرہ فوج کے افسروں میں سے جو جنگ طویو میں لھاسہ والوں کے پاس اسیر ہوئے حسب ذیل ممتاز اشخاص تھے۔

۱۔ میاں رائے سنگھ سپہ سالار دوم ۔ ۲۔ سیوانگ ستوبدن کالون بزگو
۳۔ نونو صنم کالون بزگو کا بھائی ۔ ۴۔ غلام خان راجہ چھجوت
۵۔ موروپ ستنزن۔ ۶۔ اچو گونپو۔ ۷۔ راجہ احمد شاہ معزول راجہ اسکردو۔

قیدی جس قدر پکڑے گئے تھے۔ وہ لھاسہ کو روانہ کردیے گئے۔ اور افواج لھاسہ نے سردی کے موسم میں نارس کورسوم اور گرد رودوق پر قبضہ کرلیا۔

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لھاسہ کی اس سخت ناکامی کا اثر صرف اسی پر محدود نہیں رہا کہ لھاسہ کا ملک مفتوحہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بلکہ سابقہ فتوحات کی حالت بھی نہایت نازک ہوگئی جس کی درستی کے لیے جموں سے ایک اور مہم لداخ کو اور دوسری بلتستان کو بھیجی گئی ان واقعات کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

نواں باب

بغاوت لداخ۔ پوریگ و بلتستان

افواج تبت کا حملہ لداخ۔ لداخ۔ پوریگ اور بلتستان کی بغاوت۔ ڈوگرہ مہم لداخ نمبر۴ بسرکردگی دیوان ہری چند و وزیر رتنو۔ افواج تبت کی ہزیمت اور سرکار لھاسہ کی مصالحت در دفع فساد لداخ۔

لھاسہ کی فوج نے غالباً اس خیال سے کہ کوئی ڈوگرہ سپاہی میدان جنگ طویو سے جان سلامت نہیں لے گیا ہے اور لداخی ان کے دشمن نہیں ہیں بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اور باقی موسم زمستان انھوں نے نارس کورسوم گر۔ اور رودوق کے اطراف میں اطمینان کے ساتھ بسر کیا۔ اور ان علاقہ جات میں اپنا اقتدار ازسرنو قائم کیا۔ وزیر زورآور سنگھ نے گر اور رودوق کے قلعوں میں جو سپاہی تعینات کئے تھے جنگ طویو میں ڈوگروں کی تباہی کے بعد دشمن کے گھیرے میں آگئے۔ ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ بھاگ کر بہزار خرابی لداخ کے قلعہ میں پہونچے ایک سو سپاہیوں کے قریب جو پورانگ کی طرف سے متفرق طور پر لداخ پہونچنے میں کامیاب ہوئے۔ ان سرحدی قلعوں کے سپاہی بھی شامل تھے۔

ڈوگروں کی اس تباہی سے لداخیوں اور بلتیوں کے دلوں میں خودمختاری کا جوش پھر پیدا ہوگیا۔ مگر ایک حد تک ان کی سستی نے اور کسی حد تک قدرتی رکاوٹوں نے ڈوگرہ اقتدار کی امداد کی۔ گو کہ قلعہ لداخ میں ڈوگرہ فوج کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ تاہم اس کے مقابلہ میں اکیلے لداخی بلا امداد اقوام ہمسایہ بغاوت کا حوصلہ نہیں کر سکتے تھے باہمگر مشورت کرنے۔ پوریگ اور بلتستان کی اقوام کو اپنے ساتھ لانے اور افواج لھاسہ کے ساتھ فوجی امداد کا انتظام کرنے میں سردی کا تمام موسم گذر گیا۔ اور آغاز

بہار سے پیشتر وہ کوئی عملی کارروائی نہ کرسکے جب سازش کی تکمیل ہوگئی تو فوجوں کی فراہمی کا انتظام شروع کیا گیا۔

اچو گونبو نے جو پہلے لوپ چھک یعنی سفارت سالانہ کی حیثیت میں لہاسہ جایا کرتا تھا اور معززین لہاسہ کے ساتھ واقفیت رکھتا تھا۔ پی سی شاٹا سپہ سالار افواج لہاسہ کے ساتھ یہ انتظام کیا کہ ڈوگرہ سپاہیوں کو لداخ سے نکال کر گیالپو کی حکومت از سر نو قائم کی جائے اس بنا پر ۱۸۴۲ء کے آغاز میں یعنی چیت سمبت ۱۸۹۸ یا بیساکھ سمبت ۱۸۹۹ میں سپہ سالار مذکور صوبہ گرگی طرف سے تقریباً تین ہزار لہاسی فوج لے کر لداخ کی طرف روانہ ہوا۔ ادنبو سیو انگ رفستن کو شام یعنی لداخ پائین سے لشکر جمع کرنے کے لیے تعینات کیا گیا۔ بالائی لداخ کا لشکر خود اچو گونبو اپنے ساتھ لیتا ہوا مع افواج لہاسہ کے لداخ میں پہونچا۔ اس عرصہ میں علاقہ شام کی فوج بھی لداخ میں پہونچ گئی رات کے وقت یہ افواج گیالپو کے محل واقعہ لداخ میں داخل ہوئیں۔ ٹنڈوپ نمگیل کے پوتے جگمت نمگیل کو جسے وزیر زور آور سنگھ نے بجائے اُس کے دادا کے خطابی گیالپو لداخ کا تسلیم کیا تھا۔ خود مختار گیالپو قرار دیا گیا۔ تنگ موگانگ اور لداخ کے محل میں جس قدر اسلحہ موجود تھے وہ اس لشکر کے درمیان تقسیم کیے گئے۔ جن لوگوں کے لیے ہتھیار بہم نہیں پہونچ سکے انھیں لکڑی کا نیزہ تیار کرکے دیا گیا۔ الغرض یہ انتظام کرکے گیالپو جگمت نمگیل کی حکومت کا اعلان کیا گیا۔

لداخ میں ڈوگرہ فوج کے دو حصے تھے کچھ آدمی گنگا تھانہ دار کی ماتحتی میں قلعہ کے اندر رہتے تھے۔ اور باقی فوج کمیدان بلوان سنگھ کے زیر حکم کرزو باغ میں مقیم تھی یہ جگہ مستحکم نہ تھی۔ جب کمیدان نے دیکھا کہ گیالپو کے محل میں فوج جمع ہورہی ہے۔ اور حالت دگرگوں ہے تو وہ اس باغ سے نکل کر قلعہ کے متصل راجگان لداخ کا جو بڑا اصطبل تھا اس میں چلا گیا۔ کیونکہ قلعہ کے اندر اس قدر فوج کی گنجائش نہ تھی اس عمارت کو اُنھے جہاں تک ممکن تھا۔ مستحکم کیا۔ اور مدافعت کا انتظام درست کرلیا۔

باغیوں نے بھی دست درازی شروع کردی اور لہاسی فوج کے ساتھ مل کر چھاؤنی اصطبل اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ مگر ان کا باہمی تعلق قطع کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوئے۔

چھیڑ چھاڑ عرصہ تک جاری رہی۔ آخرالامر ایک روز باغیوں نے مشورہ کیا کہ رات کے وقت حملہ کرکے قلعہ اور چھاؤنی دونوں جگہ کی ڈوگرہ فوج کو تباہ کیا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے اس بحث مباحثہ میں اور بعدازاں تیاری میں اکثر حصہ رات کا گذر گیا۔ اور حملہ صبح کے قریب کیا گیا۔ چھاؤنی اور قلعہ کے اندر سے ڈوگرہ فوج نے مقابلہ کیا۔ صبح تک لڑائی جاری رہی۔ جب روشنی ہوگئی تو کمیدان پہلوان سنگھ چھاؤنی سے اور گنا تھانہ دار قلعہ کے اندر سے فوج لے کر باہر نکل پڑے اور دونوں طرف سے نہایت بیباکی کے ساتھ باغیوں پر حملہ کر دیا۔ دست بدست لڑائی ہوئی جس میں لداخی بہت مارے گئے۔ آخرکار ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور انھوں نے بھاگنا شروع کیا۔ ڈوگروں نے قصبہ کی آبادی تک ان کا تعاقب کیا اور بیشمار لداخیوں کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں لداخی اور لہاسی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ اس شکست نے نہ صرف لداخیوں کا بلکہ لہاسی فوج کا بھی حوصلہ پست کر دیا اور کچھ عرصہ تک انھیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا حتیٰ کہ محاصرہ بھی وہ قائم نہ رکھ سکے۔

وزیر زور آور سنگھ نے قصبہ لیہ میں ایک مندر تعمیر کیا تھا۔ اس بغاوت کے زمانہ میں لداخی اور لہاسی بودھوں نے صرف فوجی مقابلہ پر اکتفا نہیں کی بلکہ مذہبی دست درازی سے بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ لداخ کے مندر کو انھوں نے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور اس کے اندر جو مذہبی سامان تھا اسے بےحرمتی کے ساتھ خراب کیا۔ اس سے ڈوگرہ سپاہیوں کو جنھوں نے اب تک لداخیوں کے مذہبی مقامات کی پوری حرمت ملحوظ رکھی تھی نہایت رنج پہونچا۔ اور بعد کے حملہ میں بعض گونپہ جات کو مال و اسباب سے جو خالی کیا گیا وہ بودھوں کی اسی دست درازی کا انتقام تھا۔ گو کہ اس موقع پر بھی سپاہ ڈوگرہ نے بیش قیمت اسباب کے اٹھانے کے سوا بودھوں کے مذہبی سامان اور متبرک چیزوں کی بےحرمتی نہیں کی۔ ڈوگروں کی یہ مذہبی رواداری قابل تعریف ہے۔

جب لداخ میں یہ واقعات گذر رہے تھے اُس وقت پورِیگ میں بھی صورت معاملات اسی قسم کی تھی۔ کیونکہ بغاوت تمام سرحدی علاقہ میں باہمی سازش سے

ایک ساتھ شروع کی گئی تھی کالون ملبہ نے قلعہ ملبہ کے ڈوگرہ سپاہیوں کو پکڑ لیا اور دریا کے پل کے اوپر سے نالہ داخہ کے اندر گرا کر فنا کیا۔ راجہ سوت نے بھی پسری کھر کے ڈوگرہ سپاہیوں کو مع سپاہیاں چھومہ کھر اور سپاہیان چوکیات بیردنی کے تہ تیغ کیا سورد کرتسے میں بھی یہی حالت ہوئی۔ راجہ پشکم نے بھی قلعہ پشکم کے ڈوگرہ سپاہیوں کو قید کر دیا لیکن پورے جوش کے ساتھ بغاوت میں شریک نہیں ہوا۔ اس کے پاداش میں باغیوں کی دار الحکومت لداخ میں اسے طلب کیا گیا اور قرار واقعی سرزنش و تنبیہ کر کے اُسے واپس کیا گیا۔ مگر پشکم واپس پہونچنا اُسے نصیب نہیں ہوا۔ باغیوں کی اس تمام کوشش کے باوجود دراس میں امن و امان رہا۔

بلتستان میں بھی بغاوت نے پورا زور دکھلایا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ راجہ احمد شاہ جب وزیر زور آور سنگھ کی قید کے ختم ہونے پر اُس کے دشمن افسران لہاسہ کے ہاتھ میں آیا تو بربنائے اُن کا ہم خیال ہونے کے اُن کے ساتھ مل گیا۔ اور ڈوگروں کی تباہی کے لیے کمربستہ ہوا۔ اُس نے اپنے معتمد خاص یوسترد بگ کریم کو اسکردو بھیجا کہ بذریعہ اس کے معتمدان حیدر خاں شغر اور کاظم بیگ اسکردو تمام بلتستان کو حکومت ڈوگرہ سے روگرداں کر دیا جائے چنانچہ ان ہرسہ اشخاص نے بلتستان میں باغیانہ خیالات پھیلانا شروع کیے اور آہستہ آہستہ علی خاں راجہ روندو۔ دولت علیخاں راجہ کھپلو خورم خاں راجہ کرس اور دیگر اکابران و کلانتران بلتستان کو اپنے ساتھ متفق و ہم صلاح کر لیا۔ بعد ازاں انھوں نے بھگوان سنگھ تھانہ دار اسکردو کو مع اُس کی فوج کے قید کر لیا اور قلعہ و توشہ خانہ سرکاری کو تاخت و تاراج کیا۔ ان قیدیوں کو حیدر خاں نے نہالی میں بھیج دیا اور وہاں اُن کی حفاظت کا پورا انتظام کر دیا پھر سلیمان خاں راجہ شغر کو قید کر کے شغر پر خود متصرف ہو گیا۔ چونکہ راجہ محمد شاہ راجہ اسکردو اس بغاوت میں شریک نہیں ہوا لہذا اُسے بھی قید کر کے خانقاہ کوارد میں بند کر دیا۔ اور قلعہ کھرپوچے پر متصرف ہو کر اسکردو میں بھی حیدر خاں نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ غرض کہ ڈوگرہ حکومت کا کوئی نشان بلتستان میں باقی نہیں چھوڑا۔

حیدر خاں نے نگر سے بھی کمک کا انتظام کیا۔ جہاں سے وزیر نجاح ایک سو چالیس جنگی آدمی لے کر اسکردو پہونچا اور حیدر خاں کا معاون و مددگار رہا۔

غرض وزیر زور آور سنگھ کے جان نثار ہو جانے کے بعد اس کی جملہ فتوحات سرحدی کے ہاتھ سے نکل جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔

پھاگن سمبت ۱۸۹۸ میں جب کہ مہاراجہ گلاب سنگھ متعلق انتظامات سلطنت خالصہ لاہور کشمیر سے ہوکر پشاور کی طرف جنرل پالک کی اعانت کے لیے جارہے تھے۔ بمقام بارہ کوٹ علاقہ ہزارہ انھیں وزیر زور آور سنگھ کی مہم لہاسہ کے اس دردناک انجام کی اطلاع پہونچی انھوں نے بلا توقف دوسری مہم کے لداخ بھیجنے کا انتظام کیا۔ دیوان ہریچند کو جو اس وقت بمقام پلیان لب دریائے سندھ سرکار خالصہ کی طرف سے پائندہ خاں کے ساتھ مصروف پیکار تھا واپس طلب کیا اور اس جگہ سے مہم لداخ کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا دیوان مذکور حسن ابدال سے ایک رات دن میں ڈیڑھ سو کوس کا فاصلہ طے کر کے جموں کے نزدیک ہری پور میں پہونچا۔ یہاں سے راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ جموں گیا۔ اور سامان و آلات حرب کا انتظام کر کے میرپور پہونچا۔ یہاں پندرہ روز کے اندر اس نے لشکر کو ترتیب دیا۔ جب لشکر پوری طرح آراستہ ہو گیا تو چھ ہزار جوان جرار اپنے ساتھ لے کر وہ ادری کے راستے روانہ ہوا۔ یہ فوج کشمیر میں پہونچی تو وہاں شیخ غلام محی الدین نے جو اس وقت سرکار خالصہ لاہور کی طرف سے صوبہ کشمیر تھا بجا آوری خدمات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس فوج کو تقریباً پندرہ دن کشمیر میں ٹھہرنا پڑا۔ تقریباً پانچ پانچ سو جوان روزانہ روانہ لداخ ہوتے رہے۔ وزیر رتنو اس مہم کا سپہ سالار دوم تھا۔ وہ دیوان سے ایک روز پیشتر روانہ ہوا۔ دوسرے دن خود دیوان بھی عازم لداخ ہوا۔ اور منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دراس پہونچا۔ راستہ میں برف سے چپہ بھر زمین بھی خالی نہیں ملی۔ اس کی چمک سے سپاہیوں کو آشوب چشم کی تکلیف ہو گئی۔ مگر معمولی علاج کرنے سے یہ تکلیف رفع ہو گئی۔ دراس میں دو تین دن قیام کرنا پڑا۔ سو چیتا تھانہ دار دراس سے کرگل کے راستہ کی روکاوٹوں کے مفصل حالات معلوم ہوئے کہ کھرل کی سنگلاخ سے لیکر نالہ کرگل کے سر تک مسلسل مورچہ دشمن نے بنایا ہے جس میں مسلح آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور عبور کی کوئی صورت نہیں ہے مگر دیوان نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور آگے بڑھا کھرل تک فوج ہراول کا مقابلہ دشمن سے ہوا اور رات چھانہ گنڈ کی طرف واپس ہونا پڑا لیکن۔

نے کچھ فوج چہانہ گنڈ کے نالہ کے راستے پہاڑ پر چڑھائی کہ پہاڑ کی چوٹی سے اس مورچے کو توڑا جائے مگر چونکہ تمام پہاڑ برف سے ڈھنپا ہوا تھا اس تدبیر میں کامیابی نہ ہوئی اور اس فوج کو بھی واپس ہونا پڑا۔ آخرالامر دیوان نے انتظار کیا کہ برف پگھل جائے تب حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک مہینے کے بعد جب پہاڑ برف سے صاف ہو گیا تو تین ہزار فوج اور ایک ضرب توپ بسرکردگی رام سنگھ جمعدار نالہ چہانہ گنڈ کے راستے سے اس پہاڑ کی چوٹی پر بھیجی گئی جسکے پائینی حصہ کی بلندی کے اوپر دشمن نے مسلسل مورچہ بندی کی ہوئی تھی یہ جگہ تیک اتیک مو کے نام سے مشہور ہے اور خود دیوان مع وزیر رتنو اور باقی فوج کے سیدھے راستہ سے روانہ ہو کر کھرل پہونچا۔ یہاں بہادر خاں کرگل والا اپنی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ دیوان کھرل میں رام سنگھ کے اس مورچے کے اوپر پہونچ جانے کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ اور بہادر خاں کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ جبکہ رام سنگھ کی فوج اس مورچہ کے اوپر پہونچ گئی تو نیچے سے دیوان نے مورچہ پر گولہ باری شروع کر دی اور مورچہ پر حملہ کر دیا۔ مورچہ بند فوج اب اوپر اور نیچے دونوں طرف سے گولی کی زد میں آگئی ان کے لیے اسکے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ مورچہ چھوڑ کر راہ فرار اختیار کریں۔

مورچہ تیک تیک مو سے نکل کر کرگل کے لوگوں نے آبادی ننکور میں ایک اور مورچہ قائم کیا اور اپنے پاؤں جمائے مگر ڈوگروں کا توپ خانہ بلندی پر تھا اس لیے اس مورچہ کا قائم رکھنا بھی کرگل والوں کے لیے مشکل ہو گیا۔ اور یہاں سے بھی بھاگنے پر وہ مجبور ہوئے۔

پوریگ کی فوج مفرور کے لیے ڈوگروں کے روکنے کی اب یہی ایک تدبیر رہ گئی تھی کہ دریائے سورو کو عبور کرنے کے بعد پوئین پل کو توڑ دیں۔ مگر ان کی بدقسمتی سے ان کے اپنے سرکردگان نے اس خیال سے کہ اُن کی فوج بھاگنے کی جرات نہ کرے پل کے دروازہ پر پتھر اور لکڑیاں لگا کر مضبوطی کے ساتھ بند کر دیا تھا۔ ڈوگرہ فوج ان فراریوں کے تعاقب میں تھی اور پہاڑی کے اوپر سے گولہ باری بھی ہو رہی تھی۔ ان حالات میں پل کے دروازہ کا کھولنا امر محال تھا۔ لوگوں نے گھبراہٹ میں دریا کے اندر کودنا شروع کیا جن

اثنا میں ڈوگرہ سپاہی بھی دریا کے کنارے پہونچ گئے جو لوگ ابھی خشکی پر تھے ان کے ہاتھ سے مارے گئے جو دریا میں تیر رہے تھے وہ ان کی گولی کا شکار ہوئے۔ جو تیرنے کی کافی مہارت نہیں رکھتے تھے وہ دریا کی موجوں کا شکار ہوئے۔ غرضکہ اس خوفناک مورچہ کی فوج عظیم کے صرف وہی آدمی زندہ بچے جو صحیح وسلامت دریا کے پار پہونچ گئے۔ انکی تعداد بہت کم تھی۔

ڈوگرہ فوج مظفر ومنصور کرگل میں شب باش ہوئی۔ دیوان نے بجائے چو کی چھوکھر کے اس کے بالمقابل دریائے سورو کے بائیں کنارے پر ایک وسیع اور مستحکم قلعہ تعمیر کیے جانے کا انتظام کیا۔ اور ایک افسر کو سوت روانہ کیا کہ یسری کھر کو آگ لگا کر تباہ کر دیا جائے اس کے بعد وہ کرگل سے روانہ ہو کر پشکم پہونچا۔ راجہ پشکم محمد علی خاں لداخ میں تھا۔ اُس کے قلعہ کو آگ لگا کر تباہ کیا اور جو لوگ بغاوت کے سرکردہ تھے انھیں طرح طرح کی سزائیں دیں بعد ازاں پشکم سے آگے روانہ ہو گیا۔

دیوان علاقہ جات لب سڑک کا انتظام کرتا ہوا اردو روی لداخ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راستہ میں ملبہ کے ملدوک کھر کو بھی اس نے جلا دیا۔ جن قلعوں میں اُس نے آگ لگائی اُن کا کار آمد سامان از قسم چوب وچگل اُس نے کرگل بھجوایا کہ قلعہ کرگل کی تعمیر میں استعمال کیا جائے۔ جس قدر اشخاص بغاوت کے سرغنہ پائے گئے انھیں قید کر کے تھانہ دار کرگل کے حوالہ کر دیا۔

جب یہ فوج بودھ کھربو کے آگے پہونچی ہے تو محمد علی خاں راجہ پشکم لداخ سے واپس آتا ہوا راستہ پر مل گیا۔ اُس نے ڈوگرہ فوج کو دیکھ کر بمصداق "ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں" اپنے تیس ہمراہیوں کے ذریعے چھ ہزار فوج کا مقابلہ شروع کر دیا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ جس جگہ اب پل ہنس کو واقع ہے اس موقع پر نالہ کنجیان کے داہنے کنارے کی طرف ایک چٹان کی پناہ لیکر اُس نے اس فوج پر جو نالہ کے دوسری طرف تھی گولی چلانی شروع کر دی۔ چونکہ اس جگہ پر حملہ کا کوئی خیال فوج ڈوگرہ کو نہ تھا۔ اس اتفاقیہ گولی باری سے کچھ آدمی فوج کے ضائع ہوئے۔ فوج نے ان کے اوپر حملہ کی تیاری کی۔ مگر فوج دریا کے کنارے پستی میں تھی۔ اور راجہ کے آدمی پہاڑ کی سلامی میں بلندی پر ایک چٹان کی آڑ

میں تھے اس لیے حملہ آسان نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی تدابیر پر غور کیا جا رہا تھا کہ راجہ کے ہمراہیوں میں سے ایک پرانے ڈوگرہ سپاہی نے جو اس وقت راجہ کے مصاحبوں میں تھا رائے دی کہ گولی چلانے والے تین سے زیادہ نہیں ہیں بلا تامل حملہ کر دیا جائے۔ یہ خدمت کرکے کرکے اس قدیم نمک خوار نے اپنی جان اپنے ملک کی خدمت میں قربان کر دی۔ اور سپاہ ڈوگرہ نے آگے بڑھکر ان سب کو تہ تیغ بے دریغ کیا۔ گو کہ اس جد و جہد میں فوج ڈوگرہ کے کچھ اور سپاہی بھی ضائع ہوئے مگر راجہ کے آدمیوں میں سے صرف ایک آدمی بھاگ کر جگتین پہنچا اور اس واقعہ کی خبر پہونچائی۔ گانوں سے لوگ آئے راجہ کی لاش کو اٹھاکر جگتین لے گئے اور وہاں دفن کر دیا۔ سپاہ ڈوگرہ اپنا راستہ صاف کرکے آگے بڑھتی ہوئی چلی گئی۔

راجہ محمد علی خاں کے بھائی کالون رحیم خاں کو بغاوت کی جو سزا وزیر زور آور سنگھ نے اسکردو میں دی تھی۔ وہ محمد علی خاں کو خوب یاد تھی اور اس کا ہرگز خیال نہ تھا کہ دوبارہ ناعاقبت اندیش اشخاص کے کہنے سے اپنے دامن کو اس طرح آلودہ کرے اس لیے اپنے اب تک فتنہ و فساد میں شریک ہونے سے پرہیز کیا تھا۔ مگر گیالپو لداخ نے اُسے خراب کیا اور سیدھے راستہ سے اُسے منحرف کر دیا۔ اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ فوج ڈوگرہ کو کرگل میں روکیگا۔ کہا جاتا ہے کہ باایں ہمہ وہ اس وعدہ کے ایفا کے متعلق پس و پیش میں تھا لیکن اُسے اندیشہ تھا کہ لداخ کی طرف سے اس کے اوپر حملہ ہو جائیگا۔ اس کی مدافعت کی غرض سے وہ پل کھلسی کے تختے اکھاڑ کر دریا میں بہا آیا تھا۔ چنانچہ ڈوگرہ فوج جب اس موقع پر پہونچی ہے تو راجہ کی اس دوراندیشی نے اُنکے لیے رکاوٹ پیدا کی۔ دو ایک روز میں پل کی درستی کرکے فوج دریا سے عبور کرکے کھلسی پہونچی۔

کھلسی کے آگے لداخ کے دو راستے ہیں ایک بالائی جو تنگ موگانگ اور لیکیر سے ہوتا ہوا بزگو میں اترتا ہے۔ دوسرا پائینی جو دریا کے کنارے کنارے نورلا اور سسپول سے گذرتا ہوا بزگو پہونچتا ہے۔ بزگو کے آگے یہ راستہ ایک تنگ نالہ سے گذرتا ہے جسے اگر دشمن روک لیوے تو گذر محال ہے۔ اس کا انتظام کرنے کی غرض سے اور قلعہ تنگ موگانگ کو جو لداخ کے مستحکم ترین قلعہ جات میں سے تھا اپنے تصرف میں لانے کی غرض سے فوج کے دو حصے کیے گئے۔ وزیر رتنو کو دریا کے کنارے والے راستہ سے

سید ھا بز گو روانہ کیا اور دیوان خود کوہستان کے راستہ تنگ موگانگ کی طرف بڑھا دیوان نے قلعہ تنگ موگانگ کو تباہ کر کے موضع لیکیر سے آگے نالہ کے سر کو قابو کیا پھر وزیر رتنو کا لشکر اس نالہ سے اوپر چڑھا۔ اور دونوں لشکر بزگو پہونچے۔ اس جگہ بھی زینتن برسے نامی ایک مضبوط قلعہ تھا۔ فوج نے اسے تباہ کیا۔ اور سب مستحکم حصے اس کے منہدم کر دیے۔ بعد ازاں ڈوگرہ فوج یہاں سے لداخ کو روانہ ہوئی۔

کمیدان پہلوان سنگھ نے لداخی اور لھاسی متحدہ فوج کو جو سبق دیا تھا اس سے وہ جلد نہیں سنبھل سکتے تھے اس شکست کے چند روز بعد انھوں نے اپنی طاقت کو پھر مجتمع کیا اور ڈوگرہ فوج لداخ پر دوبارہ حملہ کی تیاری کی۔ مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی عمل کارروائی کرنے پائیں دیوان کے لشکر کی آمد آمد کی خبر لداخ میں مشہور ہو گئی اس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی اور لداخی لشکر کی جمعیت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی جب دیوان کا لشکر لیہ کے قریب پہونچا تو لھاسی فوج لداخ کے محل شاہی سے نکل کر بجائے تخلیہ کرنے کے سرحد لھاسہ کی طرف واپس ہو گئی۔ اس کے ساتھ اُس کا بنایا ہوا گیالپو جگمست نگیل بھی مع اپنی والدہ کے تقریباً چھ ہفتے اپنے محل میں باغیوں کے اوپر حکومت کرکے سرحد لھاسہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور لداخ کا محل جو باغیوں کا مرکز تھا بالکل خالی ہو گیا۔

دیوان نصرت نشان نے مع اپنے لشکر جرار کے لداخ پہونچ کر چھاؤنی کے متصل فتح و ظفر جھنڈا نصب کیا۔ اور کمیدان پہلوان سنگھ کی فوج کی بہادری اور مردانگی کی پوری داد دی۔ دو چار روز اس نے آرام کیا بعد ازاں زانسکار کی بغاوت فرو کرنے کے لیے ایک چھوٹا دستہ فوج بسر کردگی میاں جواہر سنگھ زانسکار روانہ کیا۔ اور کچھ آدمی بسر کردگی میاں زانگنا انتظام کی غرض سے نوبرا بھیجے۔ کشمیر سے جو بار برداری اس کے لشکر کے ساتھ آئی تھی اسے مزدوری اور انعام واکرام دے کر رخصت کیا اور معززین لداخ سے انیور گزن۔ میوانگ توبدن۔ اور راجو گونپو کو اعزاز واکرام سے سرفراز کیا۔ اسی اثنا میں لداخ کے محل کو قیمتی سامان اور چاندی سونے کی چھوٹن وغیرہ بیش قیمت اشیا سے خالی کر دیا۔ اور مندر کی تباہی کے بدلہ میں گونپہ جات کے

بیش قیمت مال کو بھی قلعہ میں منتقل کیا۔ لیکن مذہبی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی متبرک چیز کی بے حرمتی کی۔ اس کے ساتھ ہی باغیوں کو بھی مناسب سزائیں دیں
اسی اثنا میں پی سی شاپاٹا در پون افواج لھاسہ نے جو لداخ سے رودوق کی طرف فرار ہوا تھا بذریعہ گیالپو چھیمت ہنگیل لداخ کے حالات کی اطلاع منگوائی۔ اور یہ معلوم کرکے کہ ڈوگرہ فوج کا اکثر حصہ زانسکار اور نوبرا کی طرف چلا گیا ہے اور کشمیر کی باد دیواری بھی واپس ہو گئی ہے اس نے پھر جنگ کا ارادہ کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی چھنغ چھونگ اور کالون رگاشا کے بھائی کرن شا کو ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بعزم جنگ واپس روانہ کیا۔ یہ فوج درہ چنگلا سے عبور کرکے چرے پہونچی۔ رگزن ادر گونپو نے دیوان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ دیوان نے فی الفور ایک پلٹن کو کیدان سردول سنگھ اور لالہ رام جی مل منشی کی سرکردگی میں ان کی مدافعت کے لیے مامور کیا میدان کا مکہ ترنر (پائیں موضع چرے) میں دشمن کے ساتھ اتفاقاً ملا ہوا فوج مخالفت نے پوری اداد مردانگی دی مگر آخرکار پسپا ہوکر گونپہ چرے میں محصور ہو گئی دیوان کو جب اس کی خبر پہونچی تو لداخ کی حفاظت کے لیے جس قدر سپاہیوں کی ضرورت تھی انھیں اس نے یہاں چھوڑ دیا باقی تمام فوج اپنے ساتھ لے کر لھاسی فوج کے مقابلہ کے لیے خود بذات روانہ ہو گیا۔ پہلے روز دہ چھوت میں ٹھہرا۔ اور دوسرے دن چرے پہونچ کر گونپہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک توپ گونپہ کے بالمقابل پہاڑی کے اوپر قائم کی اس کا گولہ گونپہ کے اندر پہونچنے لگا یہ گونپہ ایک پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ پانی باہر کے چشمے یا نہر سے لانا ہوتا ہے اس کا راستہ دیوان نے بند کر دیا۔ چاروں طرف محاصرہ رہا آخرالامر محصورین نے مجبور ہو کر امان کی درخواست کی۔
دیوان نے بخشی نہال سنگھ کو شرائط جان بخشی کے تصفیہ کے لیے گونپہ کے اندر بھیجا۔ وہ مخالفان کے ساتھ شرائط طے کرکے انھیں باہر لایا۔ دیوان نے چھنغ چھونگ اور کرن شا کو ان کے حملہ ہمراہیوں کے ساتھ وزیر رتنو کی حفاظت میں لداخ بھیجا اور خود دو چار روز یہاں ٹھہر کر انتظام ملک کی درستی میں مصروف ہوا۔ اس انتظام کو درست کرکے سردول سنگھ کیدان اور رام جی مل منشی کو اس جگہ تعینات کرکے خود لداخ کو واپس چلا گیا۔

اس موقع پر یہ بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گونپہ چمرے ماتحت گونپہ ہمیس ہے اور گونپہ ہمیس علاقہ لداخ میں سب سے بڑا اور بارسوخ گونپہ ہے اور اس کے لامہ حسن تدبیر اور دور اندیشی میں بہت ناموور رہے ہیں۔ جب لہاسی فوج چمرے میں پہونچی ہے تو گونپہ ہمیس کے دور اندیش چھغزوت نے اس کی رسد رسانی اور دیگر انتظامات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بعد ازاں جب دیوان کی فوج ڈوگرہ ان کے مقابلہ کے لیے چمرے میں وارد ہوئی تو اس کی خدمت گذاری کے لیے بھی چھغزوت گونپہ ہمیس کمربستہ حاضر رہا۔ اور انتظام رسد رسانی و دیگر ضروریات کے پورا کرنے میں اس نے کوئی کمی باقی نہیں رکھی۔ اس طرح سے اس نے اپنے رسوخ کو ہر دو فریق متخاصمین کے پاس یکساں طور پر قائم رکھا۔ دیوان نے اس خدمت کے صلہ میں گونپہ ہمیس کے سامان پر دست اندازی نہیں کی نہ اُسے کوئی نقصان پہونچایا۔

اس اثنا میں یہ واقعہ ہوا کہ آٹھ نو دن ان قیدیوں کو بحالت قید گذرے تھے کہ ایک رات کو انھوں نے اپنے محافظین پر حملہ کیا۔ پتھروں سے بعض آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور بعض کو زخمی کیا۔ اور آدھی رات کو حراست سے نکل کر بھاگ گئے۔ دیوان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے بلا توقف ان کا تعاقب کیا اور لداخ سے چند میل کے فاصلہ پر انھیں گھیر لیا۔ لہاسی فراری پہاڑ کی سلامی میں ایک لمباری کی آڑ پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اور اوپر سے پتھروں کی بارش فوج کے اوپر کرنے لگے۔ فوج نے نیچے سے گولی چلانی شروع کی۔ اس طرح ایک سو آدمی کے قریب ہلاک ہوئے اور باقی چار سو کے قریب دوبارہ گرفتار ہوئے۔ ایک حصہ ان فراریوں کا دوسرے راستہ سے بھاگ کر نکل گیا۔ جو دوبارہ قید ہوئے تھے انھیں دو سو سواروں کی حفاظت میں کشمیر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

جو اشخاص ان میں سے بھاگ کر چلے گئے تھے اُنھوں نے پی شی شاٹا اور پون اور کالون رگاشا سپہ سالار اور کالون زور کھانگ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ یہ چھ ہزار فوج اور ایک ضرب توپ جو معرکہ طویو میں ڈوگرہ فوج کی تباہی کے بعد ان کے ہاتھ آئی تھی ساتھ لے کر جنگ کے ارادہ سے آگے بڑھے اور علاقہ ڈانچی میں پہونچ کر مقام

رنگس یوغما انھوں نے اپنی مستحکم چھاؤنی قائم کرلی۔

یہ خبر سردول سنگھ کمیدان اور رام جی مل منشی کی عرضداشت سے دیوان کو پہونچی۔ انہنے سردول سنگھ کو حکم بھیجا کہ کوہستان کو عبور کرکے جس پہاڑ کے نیچے دشمن کی چھاؤنی ہے اس کے اوپر دشمن کے مقابلہ میں قدم جمائے۔ اور خود بذات قلعہ لداخ میں صرف ایک سو جوان حفاظت کی غرض سے چھوڑکر تمام فوج اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔ اور دو روز کے اندر سردول سنگھ کی فوج کے ساتھ مل گیا۔ رات کو دور گوپ میں قیام ہوا۔ ابھی سپاہ نے اپنے اسلحہ سے گرد بھی نہیں جھاڑی تھی کہ راستہ کے محافظوں نے خبر دی کہ دشمن شب خون کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے سپاہیوں نے آرام نہیں کیا اور رات بھر تیار بیٹھے رہے۔

رات کو دشمن کی فوج شب خون کے ارادے سے لشکر ڈوگرہ کی طرف بڑھی۔ ڈوگرہ اسکے خیر مقدم کے لیے پہلے سے تیار تھے۔ چاند کی روشنی میں فوج مخالف دور سے نظر آئی ڈوگروں نے ان کے اوپر توپ چلانی شروع کردی۔ اور اس کی آڑ میں بندوق نے اپنا کام شروع کیا۔ پھر تلوار نے بھی اپنے جوہر دکھلائے۔ آخرکار دسپون یعنی افسر فوج اگیام کو گولی لگی۔ اس نے اپنا گھوڑا موڑا۔ یہ دیکھکر کل فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ دیوان نے چھاؤنی تک اس کا تعاقب کیا۔ جب وہ اپنی تعمیر کردہ چھاؤنی کے اندر داخل ہوگئی تو دیوان نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ آٹھ روز تک معمولی چھیڑ چھاڑ کے سوا کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ دشمن کی چھاؤنی ہر طرف سے نہایت مستحکم تھی۔ ڈوگروں کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخرالامر آٹھویں دن تنگ ہوکر انھوں نے رات کے وقت چھاؤنی پر حملہ کیا۔ اس میں بھی انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ دشمن مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنے استحکامات کے اندر سے سخت مقابلہ کیا۔ اور باروت کے قتاچے آگ لگاکر اندر سے ڈوگروں کے اوپر پھینکے اس سے دمجادسنگھ میدان کے تین سو جوان ضائع ہوئے اور بہت زخمی ہوئے۔ فوج محصور کا نقصان بہت کم ہوا مگر ان کا ایک بڑا افسر جھنزوت میک مرگولی سے مارا گیا۔ تاہم چھاؤنی پر اس حملہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔

اس ناکامی سے سپاہ ڈوگرہ کے درمیان بددلی پھیل گئی۔ دیوان نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان کو دلاسا دیا۔ اور ان کا حوصلہ پھر قائم کردیا۔ اسی طرح چار روز اور گذر گئے

مگر چھاؤنی کے فتح ہونے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ آخر کار تائید غیبی شامل حال ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک شخص تھنگ پاچولدن نامی ساکن نورلا فوج ڈوگرہ کے ساتھ تھا۔ یہ پہلے گیالپو لداخ کے زمانہ میں افسر اصطبل شاہی رہا تھا۔ گیالپو کے گھوڑے لونگ یوغا میں چرائی کے لیے رکھے جاتے تھے جس سال اس میدان میں گھاس کی قلت ہو تو اس میدان کو نالہ کے پانی سے آبپاشی کیا جاتا تھا۔ اس نے دیوان کو بتلایا کہ فلاں راستہ سے نالہ کا پانی اس میدان کی طرف پھیر دیا جائے تو چھاؤنی پانی سے بھر جائے گی اور فوج محصور باہر نکلنے پر مجبور ہوگی۔ دیوان نے اس موقع کو دیکھا اور یہ تدبیر سہل الحصول اور موثر معلوم ہوئی۔ اس نے فوراً انتظام کیا۔ اور موقع معینہ پر سد بندی کر کے نالہ کا تمام پانی میدان کی طرف پھیر دیا۔ نالہ کی رو گردانی کے بعد تین روز تک اس کا پانی میدان کی طرف جاری رہا۔ اور چھاؤنی پانی سے پُر ہوتی رہی۔ دشمن نے اس سے بچنے کی ہر ایک ممکن تدبیر کی مگر اس سیل فنا سے کسی طرح نجات کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ ان کا سامان اور اسباب حرب سب پانی میں غرق ہونے لگا۔ باہر سے ڈوگروں نے گھیر رکھا تھا۔ اب ٹھہرنے کی جگہ بھی اور نہ باہر نکلنے کا راستہ تھا۔ مجبوراً اس گرداب فنا سے ساحل نجات و امان کے متلاشی ہوئے اور دیوان سے جان بخشی کی درخواست کی۔ دیوان نے کمال دریا دلی سے قاضی نادر علی اور روزیر متصدی کو ان کی دلجمعی کے لیے بھیجا۔ جا بہ افسران فوج لہاسہ بے سلاح دیوان کے پاس حاضر ہوئے۔ دیوان بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ فوج محصور کے اسلحہ اور سامان حرب ضبط کر کے فوج مخالف کو چھاؤنی سے نکلنے کا راستہ دیدیا۔ اور اسلحہ و آلات حرب جو وزیر زور آور سنگھ کے محاربات پورانگ میں لہاسہ والوں کے ہاتھ میں آ گئے تھے وہ بھی اُن سے لے لئے اور جوالا سہن جو ان کے پاس قید تھا وہ بھی حاضر ہو گیا۔ اور فتنہ پرداز ان جیسے کو مورو پ ستنزن اچوک منیا دراجہ احمد شاہ معزول راجہ اسکردو جو لہاسہ والوں کے ساتھ تھے قید کئے گئے۔ چھاؤنی کو نیست و نابود کیا گیا۔ غرض کہ دیوان نے فوج لہاسہ پر کلی فتح حاصل کی۔

اب موقع تھا کہ وزیر زور آور سنگھ کے ارادوں کی تکمیل کی طرف توجہ کی جاتی خلاف

اس کے دزیر سرگ باشی کے فتح کردہ علاقہ جات کے واپس لینے کی بھی کوشش نہیں کی گئی۔ اور دیوان بوجہ کمالت جسمانی اسی جگہ سے اس فتح عظیم کی خوشی مناتا ہوا لداخ کو واپس ہوا۔ وزیر رتنو کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا کہ افسران لہاسہ اور دیگر قیدیان کو ساتھ لے آئے جب دیوان چلا گیا تو افسران لہاسہ کے خیالات پھر برگشتہ ہو گئے انھوں نے وزیر کے ساتھ لداخ جانے سے انکار کیا۔ اس کشمکش میں کالون رگاشا سنگلاخ ام ٹٹ پر موضع شاچوکل کے نزدیک مارا گیا۔ پی شی شاٹا (ڈریپ چھوت) اور زودر کھانگ کھر پون لداخ میں پہونچے۔

جدید حملہ افواج لہاسہ کی خبر مہاراجہ گلاب سنگھ کو پہونچی تو اس نے ادر چار ہزار فوج دیوان کی کمک کے لیے کشمیر سے روانہ کی تھی اس فتح کے بعد اس کو کمک کی ضرورت باقی نہ رہی اس لیے دیوان نے اس کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

حکومت لہاسہ نے گرپوں جو رگپس کے ذریعے مصالحت کی درخواست کی گرپون مذکور لداخ میں دیوان کے پاس حاضر ہوا حکومت لہاسہ کی طرف سے پی شی شاٹا اور کالون زودر کھانگ جو لداخ میں نظر بند تھے وکیل صلح مقرر کیے گئے اور سرکار جموں کی طرف سے دیوان ہر یچند سپہ سالار مہم لداخ اور وزیر رتنو سپہ سالار ردیم کو مصالحت کے اختیارات دیے گئے۔ انھوں نے فیما بین دولتیں جموں و لہاسہ عہدنامہ کی توثیق کی یہ عہدنامہ تاریخ جموں کے ضمیمہ میں شامل ہے

جب عہدنامہ کا فیصلہ ہو گیا تو دیوان ہر دو وکلاے لہاسہ اور دیگر لہاسی افسران و اسیران جنگ کو ساتھ لے کر جموں گیا وہاں عہدنامہ کا استحکام کیا گیا۔ اور لہاسی افسران اور دیگر اشخاص خلعت ہاے فاخرہ سے مفتخر ہو کر لہاسہ کو واپس ہوے۔

راجہ احمد شاہ کو بھی مع ہمراہیان کے بحالت قید سرکار میں حاضر کیا گیا کچھ عمر وہ جموں میں بمقام گومٹ دروازہ نظر بند رہا۔ اس کے بعد اسکا ایک بیٹا محمد علی خاں فرار ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ اور لودھیانہ میں فوت ہوا۔ پھر راجہ احمد شاہ کو مع اس کے متعلقین کے کشتوار میں منتقل کر دیا گیا جہاں وہ اپنی زندگی بھر نظر بند رہا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کی اولاد کو کشمیر میں جاگیر عطا کی گئی۔ اب بھی ان کی اولاد ترال میں

سکونت پذیر ہے۔

وزیر رتنو چند روز لداخ میں ٹھہرا بعد ازاں لداخ کا انتظام مگنا تھانہ دار کو سپرد کر کے وہ بھی جموں کو واپس چلا گیا۔ ابور گزن اُس کا نائب مقرر کیا گیا۔

اس عہدنامہ کے ذریعے لداخ کی وہی حدود قرار پائیں جو گیالپو ٹینڈوپ نمگیل کے زمانہ میں تھیں جب کہ وزیر زور آور سنگھ نے ابتدائی لداخ کو فتح کیا تھا یعنی فتوحات علاقہ جات رودوق۔ گر۔ کوگے۔ دپورانگ وغیرہ جو علاقہ کانگری کے نام سے مشہور ہے بدستور لہاسہ کے ساتھ شامل رہے۔ گیالپوے لداخ کے ساتھ جو تعلقات لہاسہ کے تھے وہ دولتین جموں و لہاسہ نے بدستور بحال رکھنے تسلیم کئے اور قیدیوں کے تبادلہ کا فیصلہ ہوا۔

حکومت لہاسہ نے ان خدمات کے صلہ میں درپون پی سی شاہ کو کالون کا عہدہ دیا اور کچھ عرصہ بعد وہ پوت گیالپو کے اعلیٰ ترین عہدے پر پہونچا۔ کالون درکمانگ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔

باغیوں میں سے حسب ذیل اشخاص کو دیوان اپنے ساتھ قید کر کے جموں لے گیا

(۱) معزول گیالپو مورد پ ستنزن (۲) اُس کا بیٹا گیو رست

(۳) ایشے ٹونڈ وف (۴) سرنگ تونگبس لدوخ

(۵) اچو گونبو

ان میں سے دو آدمی گیو رست اور ایشے ٹونڈ وف چند سال بعد لداخ میں واپس پہونچ گئے باقی اشخاص جموں میں فوت ہوئے۔

اسی طرح سے کرگل کے راجگان اور چند معززین بھی دیوان اپنے ساتھ جموں لے گیا تھا۔ ان میں سے سلام خاں راجہ سوت جموں میں فوت ہوا اور باقی علیہ اشخاص چند سال بعد اپنے اپنے گھروں میں واپس پہونچ گئے۔

گیالپو جگبست نمگیل اور اُس کی والدہ کو مع ہمراہیان کے افسران لہاسہ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ لداخ کو واپس کر دیا۔ دیوان ہری چند نے کمال دریا دلی اُسکی حرکات سے چشم پوشی کی اور اُس کے دادا کی سالم جاگیر ستوک اُس کے حق میں بحال رکھی

اور چھو غسفرول کے دوسرے بیٹے فونسوک ستن شونک یوگیل کو نصف موضع ماٹھو پہلے سے بطور جاگیر ملا تھا یہ جاگیر بدستور بحال رکھی۔ اس وقت سے ان دونوں بھائیوں جگمت اور فونسوک نے اپنی اپنی جاگیر میں علیحدہ علیحدہ رہایش اختیار کی۔ ان کی اولاد اب تک موجود ہے اور اپنی اپنی جاگیر پر قابض ہے۔

جگسمت نمگیل کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے صنم نمگیل کو اُس کے باپ کی جگہ گیالپو تسلیم کیا گیا۔ اور جگسمت نمگیل کی سالم جاگیر اُس کے نام بحال رہی۔ بعد میں یہ گذارہ سے تنگ ہوا اس لیے کچھ نقدی وظیفہ بھی اُس کے لیے مقرر ہو گیا۔ ۱۹۱۶ء تک یہ خطابی گیالپوے لداخ تھا۔ اس کے کسی گوشہ میں گوشہ گیر ہو جانے پر اس کا بیٹا جگسمت ڈاڈول نمگیل بجائے اپنے باپ کے جاگیردار ستوک و گیالپو کے لداخ ہوا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ وہ اسمبلی کا ممبر ہے اور نوبراہ میں کچھ اور جاگیر اُسے عطا ہوئی ہے۔

چھو غسفرول کے دوسرے بیٹے شونگ یوگیل کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا لھونگ نمگیل جاگیردار ماٹھو ہوا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا دوسرا بیٹا ٹنگ دا تھا میں نمگیل جاگیردار ہوا اُس کا بڑا بھائی تھوس تربس گونپہ ہیمس کا لامہ ہے۔

اس مہم کے بعد لداخ میں مسلسل امن و امان رہا۔ اور کسی دوسری مہم کی ضرورت نہیں ہوئی۔ ملک روز بروز اچھے انتظام کی بدولت ترقی کر رہا ہے۔ اور اب لداخی انگریزی اور اُردو تعلیم حاصل کر کے معزز عہدے بھی حاصل کرنے لگے ہیں۔ جس کی بنیاد رکھنے کا فخر مجھے حاصل ہے لیکن اس سلسلہ میں موریوین مشن لداخ کے پادریوں کی کوشش بھی قابل تعریف ہے۔

دسواں باب

رفع فساد بلتستان۔ پوریگ وزانسکار

ڈوگرہ مہم بلتستان نمبرہ بسرکردگی وزیر لکھپت کشتواریہ

گو کہ مطابق ترتیب مضامین تاریخ ہذا اس مہم کا بیان بسلسلۂ واقعات حصہ بلتستان ہونا چاہیے تھا مگر بوجہ اس کے کہ بغاوت بلتستان کا ذکر بسلسلہ بغاوت لداخ ہو چکا ہے سلسلہ واقعات کو قائم رکھنے کی غرض سے اور نیز اس غرض سے کہ اس سرحد کی جملہ مہم ہائے ڈوگرہ ایک ہی جگہ مذکور ہوں میں نے اس مہم کو لداخ کی مہموں کے سلسلہ میں بیان کر دیا ہے۔ تا کہ اس طرف کی ڈوگرہ فوج کشی کے تمام حالات ایک ہی جگہ پر دیکھے جا سکیں۔

بلتستان کی بغاوت کے متعلق قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں صورت یہ تھی کہ سلیمان خان راجہ شغر اور محمد شاہ راجہ اسکردو قید خانوں میں سختی بھگت رہے تھے اور اسکردو و شغر میں کاچو حیدر خاں کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ ڈوگرہ افسران دستہ فوج متعینہ اسکردو موضع نیالی اور اس کی اطراف میں منتشر طور پر قید کی سزا بھگت رہے تھے اور ڈوگرہ حکومت بلتستان کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس فتنہ و فساد کو فرو کرنے کی غرض سے اور مفسدوں و باغیوں کی سرکوبی کے لیے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے معتمد وزیر لکھپت کشتواریہ کو تعینات کیا۔

وزیر لکھپت تقریباً تین ہزار ڈوگرہ سپاہ جرار اپنے ساتھ لے کر مفسدان بلتستان کی تنبیہہ کی غرض سے اپنے آبائی ملک کشتوار سے براہ نالہ چلونگ سورو میں وارد ہوا۔ چونکہ یہ علاقہ بھی برگشتہ ہو چکا تھا۔ اس لئے تقریباً ہر ایک جگہ راستہ

میں اس کی مزاحمت ہوئی مگر وہ مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا کرگل پہونچ گیا۔ اس کے کرگل پہونچنے سے پیشتر دیوان ہری چند اور وزیر رتنو جنگ تیک تیک سومیں سعدان آئن کا قلع قمع کر کے روانہ لداخ ہو چکے تھے۔ وزیر لکھپت نے پہلے اس علاقہ کا اندرونی انتظام درست کیا۔ بعد ازاں بمشورہ راجہ علی شیر خاں راجہ کرتخشہ پیش قدمی بلتستان کی تیاری کی۔

وزیر نے پل کرکت سے دریائے دراس کو عبور کیا اور یہاں سے سنگھو شغرن پہنچا یہاں راجگان اسکردو نے ایک برج تعمیر کیا تھا جس میں کچھ فوج تعینات رہتی تھی اس فوج نے وزیر لکھپت کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی وہ سب کے سب قید ہوگئے۔ یہاں سے وزیر اپنی فوج کو میدان دیوسی کے بالائی حصہ پر لے گیا۔ وہاں سے نالہ کنفوں میں اترا۔ یہ کوچ وزیر نے ایسے حسن تدبیر اور تیزی کے ساتھ کیا کہ جب تک یہ فوج کنفوں کے گاؤں میں نہیں پہونچ گئی کسی فرد بشر کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہوئی

کاچو حیدر خاں کو اس فوج کے وارد کنفوں ہونے کی اطلاع ملی تو مقابلہ کا خیال چھوڑ کر وہ کھر پوچھے میں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر لکھپت نے اسکردو پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ اپنی جائے وقوع کے ناقابل دسترس ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر مستحکم تھا اور جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ کئی روز تک لڑائی جاری رہی مگر وزیر کی کوئی تدبیر قلعہ کے زیر کرنے کے متعلق کارگر نہ ہوئی۔ لہذا اس نے راجہ علی شیر خاں اور راجہ محمد شاہ کو درمیان میں ڈال کر وزیر محمد علی چھٹ پا کے ساتھ جو دروازہ قلعہ کی سپاہ محافظ کا افسر تھا سازش کی۔ اور اُس کو اس امر پر راضی کیا کہ رات کے وقت دروازہ قلعہ کھلا رکھیگا۔ نیور انگا کی طرف جو پہاڑی ہے اس کے اوپر بھی ایک برج تھا۔ جس کے اندر سے قلعہ کے بالائی راستہ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ اس برج میں جو سپاہی تعینات تھے وہ بھی وزیر محمد علی مذکورہ کے ماتحت تھے۔ اُن کی طرف سے بھی اُس نے اطمینان دلایا کہ فوج ڈوگرہ کی مزاحمت نہ کریں گے۔

چنانچہ اس قرارداد کے مطابق رات کو وزیر نے ایک دستہ فوج نیور انگا کی طرف سے پہاڑی کے اوپر روانہ کیا۔ اور باقی فوج کے ساتھ خود بذات دروازہ قلعہ پر حملہ کر دیا

مہاراجہ
چونکہ پھاٹک کھلا ہوا تھا سپاہ ڈوگرہ قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور سخت کشت و خون برپا
کیا محصورین پریشان ہو کر بھاگے بعض خشکی کے راستہ سے نکل گئے بعض دریائے سندھ
کو تیر کر پار ہو گئے۔ بہتیرے دریا میں ڈوب گئے۔ غرض کہ اہل قلعہ کے اوپر بڑی تباہی آئی
صبح ہونے تک اُس پہاڑی کے اوپر سپاہ ڈوگرہ نے علم فتح و ظفر بلند کر دیا۔

کاچو حیدر خاں نے جب دیکھا کہ اقبال منہ موڑ چکا ہے اور مقابلہ بے سود ہے تو
اُسے اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی۔ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر شمالی دروازے سے
نکل کر راتوں رات روانہ شغر ہو گیا۔ اور وہاں سے انتظام کر کے مع ہمراہیاں براہ نالہ تھلے
وسلتورو یارقند کے قصد سے روانہ ہوا۔ مگر چونکہ بخت یاور نہ تھا راجہ دولت علی خاں
کو وقت پر خبر لگ گئی اس نے بنظر خیر خواہی سرکار اپنے آدمی بھیج کر اُسے مع اسی نفر ہمراہیان
کے قید کر کے کھپلو میں منگوایا۔ اور یہاں سے اپنے ساتھ لیجا کر وزیر لکھپت کے سامنے
پیش کیا۔ وزیر لکھپت نے دولت علی خاں راجہ کھپلو کی اس خدمت کی بڑی قدر دانی کی
اور حیدر خاں کو مع ہمراہیان قید کر لیا۔ بعد میں وزیر اسے اپنے ساتھ جموں لے گیا اور
وہ اسی جگہ فوت ہوا۔

چونکہ کھرپوچے مفسدوں کی جائے پناہ ثابت ہوا تھا۔ وزیر لکھپت نے آگ لگا کر
اسے ویران کیا۔ اس کے اندر ایک شاندار چھوٹی مسجد تھی اسے رہنے دیا۔ باقی تمام عمارت
کو تباہ کر دیا۔ اور اس قابل نہیں رکھا کہ دوبارہ اس کا استعمال ہو سکے۔ یہ مسجد اب تک موجود
ہے۔ بعد میں عمارت قلعہ کی مرمت کر کے چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنا دی گئیں جو سامان حرب
کے ذخیرہ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور محکمہ جنگی کے قبضہ میں ہیں۔

وزیر زور آور سنگھ نے نالہ ست پر کے داہنے کنارہ کی طرف ایک پہاڑی کی چوٹی
کے اوپر جدید قلعہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اور تعمیر شروع کی تھی۔ وزیر لکھپت نے اپنے قیام اسکردو
کے زمانہ میں اسے تکمیل کو پہونچایا اور بھگوان سنگھ کو جو نیپالی کی قید سے رہا ہو چکا تھا قلعدار
مقرر کر کے مع تین سو سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کیا۔ اور ان کے خرچ خوراک کے
لئے کل علاقہ اسکردو سے فی یول (دو من سے چار من تک کے تخم کار قبہ زرعی) ۲۲ مار غلہ گندم
و گرم ۱/۲ مار مکھن ۱۰۱ مار نمک دو من گھاس۔ چار من لکڑی سالانہ علاوہ از رسوم راجگی مقرر

کی۔ اس کے سوا اور کوئی نذرانہ یا مالیہ اُس نے رعایائے اسکردو پر نہیں لگایا۔ اس سد کی وصولی کا کام بھی اُس نے راجۂ اسکردو کو سپرد کیا جو اپنے اہتمام میں رعایا سے وصول کر کے قلعہ دار کو حوالہ کر دیتا تھا۔

محمد شاہ کو بدستور راجۂ اسکردو مقرر کیا گیا۔ اور اُس کے اختیارات میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔

کھپلو میں دولت علی خاں کو اور کرس میں خورم خاں کو بدستور راجہ تسلیم کیا اور ان کی جاگیریں حسب دستور سابق بحال رکھیں۔

راجہ علی شیر خاں نے اپنی حسن خدمات سے اپنا رسوخ بہت بڑھالیا تھا وہ بدستور کرتخشہ کا جاگیر دار رہا۔ اور اُس کے علاقہ جاگیر کے اندر کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔ طولتی کا راجہ احمد خاں بدستور بحال رہا۔

یہ انتظام کر کے وزیر لکھپت شغر کو روانہ ہوا۔ یہاں اصلی حقدار راجگی سلیمان خاں فوت ہو چکا تھا۔ لہٰذا اُس کے بیٹے امام قلی خاں کو راجہ مقرر کیا اور اُس کی جاگیر اور اختیارات بدستور بحال رکھے اور کچھ فوج بغرض حفاظت اس جگہ تعینات کر دی۔

شغر کا انتظام درست کر کے وزیر لکھپت بغرض رفع کرنے شورش کے روندو کو روانہ ہوا۔ اس فوج نے بشو کا جنگل عبور کر کے روندو پر حملہ کیا۔ خفیف مقابلہ کے بعد روندو فتح ہو گیا۔ مگر اس معرکہ میں راجہ محمد شاہ کا وزیر گوغونی پا بونو مارا گیا۔ یہ راجہ محمد شاہ کا وفادار ملازم اور وزیر لکھپت کا راہبر تھا۔ یہاں اس وقت علی خاں راجہ تھا۔ اُس کی جاگیر بھی وزیر نے بحال رکھی۔ مگر اس کے بیٹے حسین خاں کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گیا۔ اور کچھ فوج بغرض حفاظت قلعہ استق میں تعینات کر دی۔

استور میں اس وقت جبار خاں راجہ تھا۔ اُس نے بھی شورش برپا کی تھی روندو کا انتظام درست کر کے وزیر لکھپت نے براہ ہرپولا استور پر حملہ کیا۔ جبار خاں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کو بہت طول ہوا۔ اور قلعہ کے اندر خوراک کی تکلیف محسوس ہونے لگی تو راجہ کو باہر نکلنا پڑا۔ اس نے اظہار اطاعت کیا۔ اور وزیر اُسکی گوشمالی کر کے اسکردو کو واپس ہوا۔

تیسرا حصہ
وزیر اسکردو واپس پہونچا ہے تو قلعہ بہمہ وجوہ مکمل ہو چکا تھا۔ اور فوج اس کے اندر اطمینان کے ساتھ سکونت پذیر تھی۔ ملک میں ہر طرف امن و امان تھا۔ لہٰذا وزیر قیدیان بلتستان کو ساتھ لے کر براہ کشتوار جموں کو واپس روانہ ہوا۔
وزیر پوریگ پہونچا تو اس علاقہ کے جملہ راجگان کو جیسے کہ حسین خاں راجہ پشکم سلام خاں، راجہ سوت۔ رحیم خاں راجہ تکچہ۔ سیوانگ نمگیل۔ کالون ملبہ چھندر نمگیل راجہ ٹمبس۔ اور اُس کے بھائی کونگا نمگیل۔ وزیر قدوس بیگ وزیر سوت اور دیگر اشخاص کو جنھوں نے شورش برپا کی تھی اور بغاوت میں شریک ہوئے قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔
اس کے علاوہ وزیر نے بلتستان و پوریگ کے ایسے اشخاص کو جنھوں نے بغاوت میں عملی حصہ لیا تھا اور خونریزی کی تھی سزائے موت بھی دی۔ اور اُن کے سر نمایاں مقامات پر عبرتاً لٹکا دیے۔ پوریگ کی حفاظت کے لیے کرگل۔ دراس۔ اور سورو کے قلعوں میں فوج تعینات کی۔ یہ انتظام حال تک جاری تھا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ بسلسلہ تخفیف قلعہ جات ختم ہوا ہے اسی طرح سے بلتستان میں شغر اور استق کے قلعوں کا انتظام بھی ختم ہو چکا ہے اب صرف اسکردو اور لیہ لداخ میں باقاعدہ فوج رہتی ہے۔
الغرض وزیر لکھپت کی مہم بلتستان ہر ایک پہلو سے نہایت کامیاب رہی اور جو انتظام اُس نے بلتستان اور پوریگ میں کیا تھا وہ بطور سنگ بنیاد کے آج تک جاری ہے۔
پوریگ کا انتظام درست کرنے کے بعد وزیر لکھپت نے زانسکار کی طرف توجہ کی کیونکہ یہ علاقہ بھی روگرداں ہو گیا تھا اور وزیر زور آور سنگھ کے مقرر کردہ تھانہ دار جمعدار دیو اور اُس کے ماتحت سپاہیان ڈوگرہ کو قتل کر کے چے مور گیالپو نے حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ کر دیا تھا اور اپنے ولی عہد بچوں کو لداخ میں مبارکباد کا پیغام پہونچانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ وزیر لکھپت زانسکار پہونچا ہے تو رعایا نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ وزیر نے بھی رعایا کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ البتہ گیالپو چے مور کو مع اہل و عیال قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا اور اس کی تمام جائداد

ضبط کرلی۔ بچوں اُس وقت موجود نہ تھا اس لیے وہ قید سے بچ گیا۔ بعد میں کشمیر میں بعارضہ چیچک مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ اور اس طرح اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر لکھپت نے زانسکار میں مہتہ بستی رام کو تھانہ دار مقرر کیا۔ اور اُس کے ساتھ کچھ سپاہی تعینات کر دیے۔ وزیر زورآور سنگھ کے تعمیر کردہ قلعہ کو ترک کر کے اُس نے جدید قلعہ تعمیر کیا جو اب تک موجود ہے۔ اس دوران میں وزیر نے مالیہ کی بھی تجویز کی۔ غرض کہ فوجی اور ملکی انتظام ہر طرح سے مکمل طور پر درست کرنے کے بعد وہ جموں کو واپس ہوا۔

گیارھواں باب

لداخ کی تجارت صنعت و حرفت پیداوار زرعی معدنیات و عجائبات

لداخ کا شہر ترکستان چینی اور لہاسہ کے مال تجارت کے ممالک ہند کے میدانی اور معتدل درجہ کے کوہستانی علاقہ جات کے سامان تجارت کے ساتھ تبادلہ کی منڈی ہے۔ ترکستان چینی سے عموماً۔ نمدے پارچہ جات۔ ابریشمی و ابریشم خام۔ قالین۔ پوستین اور چرم پوستین پشمینہ۔ سوتی موٹا کپڑا۔ چرس۔ بدخشانی اور بارقندی گھوڑے۔ چاندی اور خفیف مقدار میں خاک طلا۔ اور ظروف چینی ساخت چین و روس۔ اور گلیم یعنی اونی فرش اور اسی قسم کی متفرق چیزیں لداخ میں درآمد ہوتی ہیں۔ اور اس طرف سے ارزاں قسم کے پارچات سوتی و ولایتی و ہندی۔ گوڑ اور شکر۔ ارزاں قسم کی چائے دباغت دیا ہوا چمڑا۔ مونگا۔ اور اسی قسم کی چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ لہاسہ سے چینی چائے۔ فیروزے۔ مشک نافہ۔ ادویات چینی۔ پشمینہ۔ اُون۔ چینی برتن چینی ریشمی کپڑے اور دیگر سامان اور نیز پیتل و تانبہ کے برتن۔ چرم پوستین۔ نمک وغیرہ کی قسم کی چیزیں درآمد ہوتی ہیں اور لداخ سے خشک میوہ خوبانی گیہوں وگرم۔ اونی کمل اور شال پشمینہ ساخت بلتستان وغیرہ برآمد ہوتی ہیں۔

لداخ میں ایسی کوئی صنعت و حرفت نہیں ہے جس کی تجارت وسط ایشیا یا ہندوستان کے ساتھ بڑے پیمانہ پر ہوتی ہو۔ جو مال تجارت ترکستان یا لہاسہ سے لداخ میں آتا ہے اس کا اکثر حصہ کشمیر و ہندوستان بھیجا جاتا ہے اور کچھ ملکی چیزیں بھی از قسم پشمینہ و اُون و چرم پوستین اور یاک کی دُم وغیرہ بھی ہندوستان کو بھیجی جاتی ہیں۔ اور ہندوستان سے ہر قسم کی ضروریات زندگی لداخ میں بہم پہونچائی جاتی ہیں۔ البتہ لداخی اپنے ذاتی استعمال کے لیے اونی کپڑا اور بکری و یاک کے بالوں کا فرش بناتے ہیں۔ اس کے لیے کوئی خاص فرقہ مخصوص نہیں ہے۔ قریب

قریب ہر شخص اپنے استعمال کے لیے اپنے گھر میں بنالیتا ہے۔

لداخ کا زرعی موسم بہت چھوٹا ہے اور چونکہ اکثر حصہ ملک کا ارتفاع سطح سمندر سے دس ہزار فٹ سے لے کر چودہ پندرہ ہزار فٹ تک ہے اس لیے تقریباً تمام اراضی مزروعہ یک فصلی ہے۔ زمین بیحد زرخیز ہے اور تھوڑے عرصہ میں فصل تیار ہوجاتی ہے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ ہوا میں یبوست بہت زیادہ ہے اور بارش بالکل نہیں ہوتی ہے اس لیے وادیوں کے اندر آبپاشی کے بغیر کوئی جنس پیدا نہیں ہوتی۔ زراعتی پیداوار میں سب سے بڑی جنس گرم اور گیہوں کی ہے۔ گرم ایک قسم کا جو ہے جس کے اوپر بھوسی نہیں ہوتی ہے اور یہی اصلی خوراک لداخیوں کی ہے اسکے علاوہ اجناس ربیعہ میں۔ مٹر۔ باقلہ۔ مسور۔ سرسوں وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں اور غلیفہ کی اجناس میں ترنبہ۔ کنگنی۔ چینا پیدا ہوتے ہیں۔

ترکاریوں میں شلجم بہت ہر دلعزیز ہے اور بکثرت کاشت ہوتا ہے اور بعض قسم کے ساگ اور پیاز وغیرہ بھی کاشت کیے جاتے ہیں سیرونی اشخاص گوبھی۔ سرم کلہ گانٹھ گوبھی اور بڑے پیمانہ کے ولایتی شلجم وچقندر اور آلو۔ وغیرہ قسم کی ترکاریاں کاشت کرتے ہیں۔ میں نے مرچ اور کدو اور کی اور دیگر ہندی ترکاریاں بھی وہاں تجربتہً کاشت کی ہیں۔ مگر ملکی آدمیوں کو ان کا شوق نہیں ہے

سرکاری طور پر رئی اور اوٹ کی کاشت کامیابی کے ساتھ لداخ میں کی گئی لیکن ملکی آدمیوں کے درمیان اس کا رواج نہیں ہوا۔

میوہ جات کی قسم میں سے نوبراہ اور پائمینی وادی سندھ میں اخروٹ۔ خوبانی سیب اور کسی قدر انگور اور توت بیدانہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر لداخ اور اس کے اوپر کے علاقہ جات میں کوئی میوہ پیدا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ عام درختوں میں بھی سفیدہ اور بید کے سوا کوئی درخت کہیں نظر نہیں پڑتا۔ اور جب زیادہ بلندی پر پہونچو تو یہ دونوں سخت جاں درخت بھی غائب ہوجاتے ہیں۔ شہر لیہ میں خوبانی کے معدودے چند درخت ضرور موجود ہیں اور کوئی میوہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ میں نے اخروٹ وچنار نہال کئے مگر بہار میں سرسبز ہوکر سردی میں سوکھ گئے۔

نالہ ونالا میں ایک قسم کے جنگلی درخت کی جسے مقامی طور پر چم اور انگریزی میں سیڈر کہتے ہیں کثرت ہے یہ درخت بعض دیگر نالہ جات میں بھی پایا جاتا ہے عمارتی اغراض میں کام آتا ہے مگر خاص خاص صورتوں کے سوا اس سے کام نہیں لیا جاتا اور مذہبی طور پر بودھ لوگ اسے مقدس سمجھتے ہیں اور کوئی جنگل اس علاقہ میں نہیں ہے۔

چوب عمارتی و سامان خانگی کے لیے بید و سفید کے درخت کاشت کیے جاتے ہیں اور اسی طرح چارہ جانوران کے لیے بھی رشقہ وغیرہ کاشت کیا جاتا ہے۔

ہیزم سوختنی بہت کم دستیاب ہوتی ہے صرف نوبراہ میں بعض اقسام خودرو درختوں کی نالوں کے اندر اور پہاڑوں کے دامن میں ہیں جن کی لکڑی جلانے کے کام میں آتی ہے عموماً گھوڑے کی لید اور چھوٹی چھوٹی جھاڑی بوٹی سے کھانا پکانے کا دستور ہے باوجود سرمائے شدید کے ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے تاپنے کا رواج بالکل نہیں ہے جس قدر سردی بڑھتی جاتی ہے لوگ اپنے اپنے لباس کی تعداد کو بڑھاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ شدت سردی کا اندازہ بھی تعداد لباس سے کیا جاتا ہے یعنی ایک چوغہ کی سردی، دو چوغہ کی سردی وغیرہ وغیرہ۔

گو کہ وادیوں میں بارش اور برف باری نہیں ہوتی لیکن سلسلہ ہائے کوہستان کی چوٹیوں پر خوب برف پڑتی ہے جس کی وجہ سے ندی نالے تمام سال جاری رہتے ہیں اور کہیں کہیں چشمہ جات بھی اُبلتے ہیں ان کے پانی کو کاریگری سے پھیر کر اراضی مزروعہ تک پہونچایا جاتا ہے جہاں کہیں اراضی قابل زراعت اور آب رواں کا اجتماع ہے وہاں آبادی ہے ورنہ زمین سوکھی پڑی ہے یا پانی جو اس ملک کا سونا ہے بہتا ہوا دریا میں شامل ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔

معدنیات میں سے زمانہ قدیم میں لداخ میں دریائے سندھ دریائے شایوک کے کنارے زمین کھود کر سونا بکثرت برآمد کیا جاتا تھا مگر کہا جاتا ہے کہ اس کی قوت اب ختم ہو گئی ہے لہذا یہ کام ترک کر دیا گیا ہے ان مقامات پر سونا نکالنے کی کان ہائے اب تک موجود ہیں۔

عہد ڈوگرہ کے آغاز میں علاقہ نوبراہ سے پھولی دار ایک قسم کا شورہ جس سے سوڈا کا

کام لیا جاتا تھا) اور علاقہ رودپشو سے سوہاگہ و گندھک و شورہ کے برآمد کرنے کا دستور تھا مگر جب سے کہ ان چیزوں کی تجارت ہندوستان کے بازاروں میں بوجہ اُس ملک کی پیداوار کے ارزاں ہوجانے کے فائدہ مند نہیں رہی ان کی برآمدگی بھی بند ہوگئی ہے

لوہے کی کان چراسا علاقہ نوبراہ اور فتوکسر واقعہ پائین لداخ میں ہے قدیم الایام میں ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اب کام نہیں لیا جاتا کیونکہ ہندوستان سے سستا لوہا وہاں پہونچتا ہے۔

تانبہ کی کان لنگشٹ میں ہے اس سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا

سیسہ کی کان بھی چراسا میں ہے۔

سنگ سبز کی کان بغدونگ واقعہ نوبراہ میں ہے مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا

نیلا طوطیا کی کان موضع ہنو لداخ پائین میں ہے۔ یہ بھی بیکار پڑی ہوئی ہے۔

پھٹکری کی کان بھی نوبراہ میں ہے اور اس کا کوئی استعمال نہیں ہے

نمک جھیل رودپشو و جھیل ٹاپچی سے برآمد ہوتا ہے مگر چونکہ اس کام کو تماستر قدرت پر چھوڑا ہوا ہے نمک میں اسقدر تلخی پیدا ہو جاتی ہے کہ انسانی استعمال کے قابل نہیں رہتا تاہم ملکی لوگ اسی نمک کو انسانی اور حیوانی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ ایک خاصہ ذریعہ آمدنی کا ہے اگر ذرا سی ہنرمندی کو اس میں دخل دیا جاوے تو اچھی قسم کا نمک تیار ہوسکتا ہے میں نے اس کام کو شروع کیا تھا۔ مگر اُسے تکمیل پہونچانے نہیں پایا تھا کہ میں وہاں سے چلا آیا۔

لوگوں کی خوراک عموماً زان ہے جو عام طور پر گرم سے بنایا جاتا ہے اس کا دستور یہ ہے کہ پہلے دانہ گرم کو صاف کرکے قدرے بھونا جاتا ہے پھر پیس کر ستو بنایا جاتا ہے اس ستو کو پانی میں پکا لیتے ہیں اور گولیاں بنا کر کھا جاتے ہیں اس کا نام زان ہے اس ستو کا استعمال چاے یا چھنگ کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔ لداخ میں پانی پینے کا دستور صرف جانوروں تک محدود ہے۔ لوگ بجائے پانی کے عموماً چھنگ کا اور جو چھنگ نہیں پیتے وہ چاے کا استعمال کرتے ہیں چاے پینے کا رواج بہت زیادہ ہے جو نمکین ہوتی ہے اور جس میں مکھن متھ کر ملایا جاتا ہے۔ کشمیر کا چاول لداخ میں بھی پہنچتا ہے

مگر صرف امیر لوگ اُس کا استعمال کرتے ہیں

گرمائی اور سرمائی دونوں موسم کا لباس مردانہ و زنانہ اونی ہے مرد بند گلے کے چوغہ کی قسم کا ایک لباس استعمال کرتے ہیں جو ٹخنہ تک پہونچتا ہے۔ عورتیں پیشواز پہنتی ہیں جس کا دامن ٹخنہ تک پہونچتا ہے۔ اس کے نیچے مرد اور عورتیں دونوں تنگ مہری کا پاجامہ استعمال کرتے ہیں اور امرا اس چوغہ و پیشواز کے نیچے چاکدار کرتہ بھی پہنتے ہیں سردی کے موسم میں امیر لوگ چوغہ کے اوپر از قسم صدری ایک لباس پہنتے ہیں اور کچھ لوگ پوستین بھی استعمال کرتے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ایک طولانی کمربند سے کمر ضرور کستے ہیں۔ اور عورتیں پیشواز کے اوپر بکری کا چمڑا بالوں کو اندر کی طرف رکھکر اوڑھتی ہیں یا چمڑے سے کیپ کی قسم کی ایک چیز تیار کرکے اوڑھتی ہیں۔ زنانہ لباس کی تکمیل کے لیے یہ چیز بہت ضروری خیال کی جاتی ہے۔ اگر کوئی چیز کہیں سے لانی یا لیجانی ہو تو ایک خاص ٹوکری اسی کھال کے اوپر عورتیں اپنی پیٹھ پر رکھ لیتی ہیں۔ جس کا تسمہ اُن کے سینہ پر رہتا ہے۔ کسی عورت کی گود میں بچہ ہو وہ بھی اُسی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے۔ عورتیں سر کے اوپر ایک قیمتی لباس استعمال کرتی ہیں جس میں چاندی سونے کے زیورات اور فیروزے جڑے ہوتے ہیں اس کی نوک پیشانی کے اوپر ہوتی ہے اور پیشانی سے جڑی ہوئی ہوتی کانوں تک پہنچتی ہے۔ یہاں سے لٹکتی ہوئی پیٹھ تک چلی جاتی ہے۔ اس کا نام ملکی زبان میں پیراک ہے اور عموماً اس ملک کی عورتوں کا یہی زیور ہے یہ سو پچاس روپیہ سے لے کر ہزاروں روپیہ تک کی قیمت کا ہوتا ہے۔ کانوں کی حفاظت کے لئے چرم کا پردہ سر کے بالوں کے ساتھ گوندھ دیا جاتا ہے۔

عورتوں کی چوٹی ایڑی تک لمبی ہوتی ہے مرد بھی چوٹی رکھتے ہیں مگر اس کی درازی کمر تک محدود ہے۔

مرد و عورت دونوں اونی بوٹ گرمی و سردی ہر دو موسم میں استعمال کرتے ہیں اس کے تلوے کے اوپر کچا چمڑا چڑھا ہوتا ہے۔

عجائبات لداخ میں سے چشمہ آب گرم ہیں بعض چشموں میں گندھک کی آمیزش ہے جیسے کہ دو پشو کے چشمہ جات آب گرم جو کان گندھک کے قریب واقع ہیں اور

بعض میں گندھک بو نہیں ہے جیسے کہ چشمہ آب گرم واقعہ پناک۔ اس کا پانی بہت تیز گرم برآمد ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں چاول پک سکتے ہیں۔ میں نے اس کا امتحان کیا مگر ناکام رہا۔ ممکن ہے کہ میں نے کافی دیر تک چاول چشمہ کے پانی کے اندر نہیں رکھے ان چشموں میں بعض مخصوص امراض کے مریض دیر تک بیٹھکر غسل کرتے ہیں جو چشمے زیادہ گرم ہیں ان کا پانی ایک نہر کے ذریعے کسی قدر فاصلہ پر لیجا کر حوض میں گراتے ہیں اور اس کے اندر بیٹھکر غسل کرتے ہیں۔ ملکی آدمی ان کی تاثیر کے بہت معتقد ہیں مجھے بھی ان چشموں میں غسل کرنے کا خبط رہا ہے اور لداخ و بلتستان کے قریب قریب ہر ایک چشمہ آب گرم میں بکثرت دیر دیر تک بلا ضرورت محض شوقیہ طور پر میں نے غسل کئے ہیں۔ اور ان کی کوئی تاثیر طبی میں نے کبھی محسوس نہیں کی۔

خصوصیات لداخ میں دم گیری بھی ہے جس کا مفصل تذکرہ مرزا حیدر کے بیان میں گذر چکا ہے میدانی ممالک کے بعض باشندگان کو شہر لداخ میں بھی یہ تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اُن کی نیند حرام ہو جاتی ہے مشقت نہیں کر سکتے۔ میں نے چودہ پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر بھی اسے محسوس نہیں کیا البتہ جب کبھی اٹھارہ بیس ہزار فٹ کے درمیان کی بلندیوں پر گذرنے کا اتفاق ہوا تو یہ تکلیف ضرور محسوس ہوئی اور بیہوش ہو گیا۔ لیکن دو چار ہزار فٹ نیچے لائے جانے پر پھر ہوش آگیا۔ اور دوسرے دن بالکل ٹھیک ہو گیا۔ لداخی آدمیوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

جنگلی جانوروں میں چھوٹے پہاڑوں پر جنگلی بھیڑ اور اونچے پہاڑوں پر کیل کی کثرت ہے۔ روپشو کے بعض حیوانی میدانوں میں جنگلی گدھے بکثرت ہیں اور بعض نالوں میں جنگلی یاک بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض علاقوں میں خرگوش بہت کثرت سے ہیں۔ پرندوں میں چکور اور کبوتر عام ہیں۔ مرغابی بھی گاہ بگاہ نظر آتی ہے دریا میں مچھلی بکثرت ہے۔ مگر بودھ لوگوں کو شکار کا شوق نہیں ہے۔ جان لینا وہ گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

مہتہ بستی رام کشتواریہ
وزیر زورآور سنگھہ کلہوریہ کی فوج کا ایک افسر اور مابعد میں
تھانیدار لداخ

بارھواں باب

حاکمانِ لداخ

۱۔ گگنا تھانیدار (۲) مہتہ بستی رام تھانیدار (۳) مہتہ منگل تھانیدار (۴) وزیر شب سن تھانیدار (۵) سید اکبر علی شاہ وزیر (۶) مسٹر ڈریو وزیر (۷) مسٹر جانسن وزیر (۸) پنڈت رادھاکشن کول وزیر (۹) خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر (۱۰) چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر

۱۔ گگنا تھانیدار سمت ۱۸۹۸-۱۹۰۲ بعہد سلطنت ڈوگرہ یہ سب سے پہلا ملکی حاکم لداخ کا ہے اس کی تقرری وزیر زورآور سنگھ کے حکم سے ہوئی تھی۔ پرانا قلعہ لداخ اسی کے اہتمام میں تعمیر ہوا۔ قصبہ لیہ کی آبادی میں ایک عالیشان مکان بھی اس نے تعمیر کیا۔ جو اب تک گگنا حویلی کے نام سے مشہور ہے۔ اب اس میں شفاخانہ مویشیاں و کوتوالی ہے۔ لیہ کے رقبہ مزروعہ کے نیچے سڑک کشمیر پر ایک باغ بھی اس نے نہال کیا جو گگنا باغ کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ مہتہ بستی رام تھانیدار سمت ۱۹۰۲-۱۹۱۶ لداخ کے بودھوں میں چونکہ چار پانچ بھائیوں کے درمیان ایک ہی مشترکہ بیوی کے رکھنے کا دستور ہے۔ اس لیے ایک تعداد ایسی عورتوں کی جن کی شادی نہیں ہو سکی ہمیشہ باقی رہتی ہے ان میں سے کچھ عورتیں گونپہ جات میں بطور لامہ کے داخل ہو جاتی ہیں جنھیں چومو کہا جاتا ہے اور کچھ خراب خستہ آوارہ گرد زندگی بسر کرتی ہیں ان سے بعض اوقات اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے وہ بھی بے خانماں رہتی ہے۔ مہتہ بستی رام نے انھیں غلام زادگان کا نام دیا۔ ان کی ایک فہرست مرتب کی۔ ان کے لیے رسد مقرر کی۔ اور انھیں کارآمد بنانے کے لیے ان کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اور ایک کارخانہ جاری کیا جس میں ان سے دریاں وغیرہ کارآمد اشیا تیار کرائی جاتی تھیں ایک افسر اسکا

نگران تھا یہ انتظام مسٹر جانسن کے عہد تک جاری رہا۔

راجگان لداخ کے زمانے میں سرکاری بھیڑ بکری رکھنے کا رواج تھا۔ ٹانچی اور روپشو میں کچھ اقوام اس قسم کی ہیں جو دوسروں کی بھیڑ بکری کی حفاظت اور پرورش بصورت ٹھیکہ کرتی ہیں اس ٹھیکہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو تعداد انہیں سپرد کی جاوے بلا لحاظ اموات و پیدائش اُسی تعداد کی واپسی کے وہ ذمہ دار ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سال بسال حساب فہمی کی جاوے۔ اور اموات کی مجرائی دے کر پیدائش کا اضافہ کر لیا جاوے۔ ہر دو صورتوں میں ٹھیکہ دار فی بکری ایک سیر کے قریب گھی۔ اور فی بکرا و بکری اسی قدر پشمینہ۔ اور فی بھیڑ و بھیڑ تقریباً ایک سیر اون سالانہ مالک کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مہتہ مستی رام نے سرکاری بھیڑ و بکری رکھنے کا رواج دیا جس سے معقول فائدہ تھا۔ یہ انتظام عرصہ تک جاری رہا اور اب کچھ مدت سے بوجہ بد انتظامی بند ہوا ہے۔

اس نے ایک عالی شان حویلی قصبہ لیہ میں تعمیر کی جس کا نام بستی حویلی ہے۔ جو اب تک موجود ہے۔ اس کا دیوان خانہ سرکاری ذخیرہ غلہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور رہائشی حصہ میں تحصیلدار اور بعض اوقات دیگر افسران بھی سکونت رکھتے ہیں۔

موجودہ بازار لداخ کی تعمیر کو اس نے شروع کیا۔ اور اس کے ایک طرف نہایت وسیع عمارت کچہری اور خزانہ کی جس کے ساتھ اہل عملہ کے سکنی مکانات بھی ملحقے تعمیر کی۔ یہ آج تک اسی غرض کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

۳۔ مہتہ منگل تھانیدار ۱۹۱۷ تا ۲۲ بکرمی۔ مہتہ مستی رام بہت منتظم اور نکتہ رس حاکم تھا۔ اس کی ہر دلعزیز حکومت کو لوگ اب تک یاد رکھتے ہیں۔

مہتہ منگل بڑا قابل افسر تھا۔ اس نے تمام لداخ کا بندوبست سرسری کر دیا۔ اور مالیہ کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔

دوسرا بڑا کام اس کا لہاسہ اور لداخ کے درمیان حد بندی کا انتظام ہے۔

گمنا تھانیدار کا تعمیر کردہ قلعہ لداخ بہت چھوٹا تھا اُس کے ساتھ اور عمارات تیار کر کے اس نے قلعہ کو بہت وسعت دی اور قدیم و جدید حصہ قلعہ کے چہار طرف فصیل و خندق

تعمیر کی۔ اور قلعہ کو پورا استحکام دیا

اس کی نو آبادیاں بکثرت ہیں۔ ان میں بڑی بڑی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رنبیر پور ۲۔ رام پور داخلی چھچوت ۳۔ پرتاب پور۔ ۴۔ بگس چک داخلی مرچانگ ان آبادیوں کے لیے اس نے نہریں بنوائیں۔ غلام زادوں کو لیجا کر یہاں آباد کیا۔ انکے واسطے سکونتی مکانات تعمیر کیے۔ ہل و بیل اور غلہ تخم انھیں بہم پہونچایا ان پر رعایتی مالیہ لگایا اور کچھ عرصہ کے لیے بالکل معاف کیا۔ کارسرکار سے انھیں دوامی معافی دی غرضکہ ہر طرح سے ان کی امداد کر کے زراعت میں ترقی کی جس کی اس ملک میں بجد ضرورت ہے۔

سڑک کشمیر۔ لہاسہ و کلو کے پڑاؤ جات پر اور جابجا دیہات علاقہ نوبراہ میں جو مکانات از قسم مسافر خانہ و سرائے اب تک موجود ہیں وہ قریب قریب سب اسی بڑے معمار کی محنت کا نتیجہ ہیں۔

باغات اس نے بہت کثرت سے تمام علاقہ لداخ میں نہال کیے۔ اور جابجا درختان سفیدہ لب سڑک جہاں آبپاشی کا امکان تھا لگائے قصبہ لداخ کے اندر باغ موسومہ گلاب منڈی عمارت کچہری کے ساتھ زمین کو درست کر کے لگایا۔

پڑاؤ جات پر زمینداروں کو باری باری سے انتظام باربرداری مسافران کے لئے حاضر رکھنے کا رواج جسے لداخی زبان میں ریس کہتے ہیں۔ اسی کی ذہانت طبع کا نتیجہ ہے اور لداخ جیسے ملک کے لیے جہاں آبادی بہت کم اور رشتہ واقع ہوئی ہے یہ انتظام واقعی قابل تعریف ہے۔

اس سے پیشتر ڈاک رسانی کا انتظام نہ تھا بوقت ضرورت خاص قاصد روانہ کیے جاتے تھے اس نے ہرکارے مقرر کئے اور باقاعدہ ڈاک چلائی

بغرض تعلیم زبان سنسکرت قصبہ لیہ میں ایک پاٹ شالہ قائم کیا اور طلبار کو وظیفہ دے کر حصول تعلیم کا شوق دلایا۔ غلام زادوں کو بھی حصول تعلیم کے لیے اس پاٹشالہ میں داخل کیا۔

لداخی نمک کو سرکاری طور پر کشمیر بھیجنے اور وہاں فروخت کیے جانے کا انتظام کیا

اور تجارت کو فروغ دیا۔

بازار لداخ کی تعمیر کو جو قبل ازیں شروع ہو چکی تھی تکمیل کو پہنچایا۔ کوہستان ہمالیہ کے قصبہ جات میں جن کا مجھے تجربہ ہے یہ بازار بلحاظ خوبصورتی تعمیر ترتیب مکانات وغیرہ اپنی آپ نظیر ہے۔ سرکاری ملازمین کے علاج کے لیے اس نے حکیم مقرر کیا۔ اسے ادویہ سرکار سے بہم پہنچائی جاتی تھیں اور ملازمین کا علاج وہ مفت کرتا تھا۔

یہ بڑا ہر دل عزیز حاکم تھا۔ سب چھوٹے بڑے آج تک اس کا نام عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

۴۔ وزیر شب سرن تھانیدار سمت ۲۳-۱۹۲۲ اس نے قصبہ لیہ میں ایک باغ لگایا جس کا نام وزیر باغ تھا۔ اس کے اندر اب یارقندی سرائے۔ چرس گودام۔ گرجا۔ اور موریوین مشن کا خیراتی شفاخانہ تعمیر ہو گئے ہیں اور باغ ختم ہو گیا ہے۔

۵۔ سید اکبر علی وزیر لداخ سمت ۲۶-۱۹۲۳ اس کے عہد میں اس عہدے کو وزیر کا نام دیا گیا۔ اس وزیر نے لداخ میں قانون حکومت جموں کو رائج کیا۔ اور لداخ میں مہاراجہ جموں کے نام پر سکہ جاؤ مسکوک کیا۔

لداخی مسلمان عورتوں کے سر پر سے پیراک اتروا کر چادر کا رواج دیا۔

لداخیوں کو جسمانی صفائی اور طہارت کی ترغیب دی اور ہاتھ منہ دھونے کا عادی بنایا۔ بعض اور رسوم کی اصلاح کی کوشش کی مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہوا ایک باغ لیہ میں بنایا۔

۶۔ مسٹر ڈرو۔ وزیر سمت ۲-۱۹۲۷ اس نے پنجاب۔ جموں اور کشمیر کی ضرب کو لداخ میں رائج کیا۔

اسے ترقی زراعت کا بہت خیال تھا۔ اس نے غلام زادوں کو اور باشندگان ملک غیر کو تعمیر مکان۔ معافی مالیہ۔ معافی کار سرکار اور تقاوی خرید زرگاواں وغیرہ قسم کی مراعات دیکر نوآبادیوں میں آباد کیا۔ مگر اسے کافی وقت نہیں ملا کہ اس کام میں کوئی مستقل ترقی دکھلا سکتا انتظامات ملکی میں اس نے اصلاح کی۔

مسٹر ڈبلو جانسن
وزیر و کشمیر جوائنٹ کمشنر لداخ

یہ عالم آدمی تھا۔ اس نے ایک نہایت اعلیٰ کتاب ریاست جموں و کشمیر کے جغرافیہ اور جیالوجی پر تصنیف کی ہے جو سب سے پہلا مکمل جغرافیہ اس حصہ ملک کا ہے اس میں تاریخی و سیاسی امور پر بھی عالمانہ طرز پر بحث کی گئی ہے

اس کا نائب بھائی گنگا سنگھ تھا۔ اس نے بہشت باغ بنایا۔

۸ مسٹر جانسن وزیر سمت ۱۹۲۸-۱۹۳۹ یہ پہلے بزمانہ ملازمت محکمہ مساحت ہند ملک لداخ کی مساحت مثلثی کرتا رہا۔ بعد ازاں ریاست کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے رہنے کے لیے گلاب بنڈی میں ایک عالیشان کوٹھی تعمیر کی۔ یہ لداخ میں یورپی وضع کا پہلا مکان تھا۔ جو آج تک بطور دارالحکومت کے استعمال ہوتا ہے۔

میدان گوپوک متصل موضع پیتوک کی آبادی کے لیے ایک نہر دریائے سندھ سے کاٹ کر تیار کی۔ مگر اس میں پانی نہیں چڑھا۔ اور تجویز ناکام رہی۔ پھر اس کے نیچے ایک اور نہر اس نے تعمیر کی۔ اس کے اوپر اس نے آبادی بھی کی۔ اور ایک وسیع باغ نہال کیا۔ اس کے اندر ایک خوشنما بارہ دری تعمیر کی جو آج تک موجود ہے۔

میدان ادبے ڈوکپو کے لیے اس نے نہر بنائی اور اس میدان کو آباد کیا۔

دیگر مختلف مقامات پر آبادی میں ترقی کی۔ اور باغات نہال کیے۔

آبادی چھچوت میں ایک عالیشان قلعہ تعمیر کیا۔ یہ اب موجود نہیں ہے۔ البتہ باغ کے اندر ایک ٹوٹا پھوٹا مسافر خانہ باقی ہے۔

بلتستان کے لوگ جو مکھن یا خشک میوہ کی تجارت کی غرض سے لداخ میں آتے تھے اور یہاں سے اون پشمینہ۔ نمک اور چائے وغیرہ لیجاتے تھے انکی رہائش کے لئے آبادی قصبہ کے متصل ایک سرائے تعمیر کی جو بنام بلتی سرائے مشہور ہے۔

ذخیرہ جات غلہ سرکاری کی آمدنی میں حسن تدبیر سے نمایاں اضافہ کیا۔ اور ان کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔

مہتہ منگل کے بندوبست اراضی کی اس نے ترمیم کی۔ اور سرکاری بھیڑ بکری کے ٹھیکہ کی وصولی اور سوداگران سرکاری سے رقم منافع کی وصولی کے انتظام میں بہت

اصلاح کی جس سے آمدنی سرکار میں نمایاں ترقی ہوئی

یہ بہت رنگین مزاج آدمی تھا ناچ تماشہ وغیرہ کا اسے بہت شوق تھا۔ مگر باوجود اس کے کام اس کا بہت اعلیٰ اور باقاعدہ تھا۔ دربار اسکا مشرقی دستور کے مطابق کھلا ہوا تھا۔ کسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ دربار میں حسب دستور ملک چھنگ اور چائے کا دور چلتا رہتا تھا۔ اور سب طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معاملات بھی تصفیہ پاتے رہتے تھے تمام کارروائی زبانی ہوتی تھی۔ مسل بنانے کا دستور نہ تھا۔ عموماً عرضی دعویٰ کی پشت پر مختصر فیصلہ لکھکر جس فریق کے حق میں فیصلہ ہو اُس کے حوالہ کر دیا جاتا تھا۔ اس تیز انصاف کو لوگ آج تک یاد کرتے ہیں۔ اور اس کے طریق دربار کے ثناخواں ہیں۔

۸۔ رائے بہادر پنڈت دھاکشن کول وزیر وزارت ۱۹۳۹-۱۹۴۳ اسکا سب سے بڑا کام لداخ کا قانونی بندوبست ہے گو کہ زمینداروں نے اسے بوجہ سنگینی مالیہ قبول نہیں کیا اور شکایات تک نوبت پہنچی آخرالامر مسٹر جانسن کی تشخیص پر کچھ ایزادی کرکے لوگوں کو مطمئن کر دیا گیا اور بندوبست پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

کار بیگار کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔ اِس کے عہدِ حکومت میں باقاعدہ ڈاک خانہ لداخ میں قائم ہوا۔ اس نے باغات میں بھی کچھ ترقی کی۔

۹۔ خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر وزارت ۱۹۵۵-۵ء خان بہادر سردار محمد اکبر خان نے اپنے سہ سالہ عہد حکومت میں تصفیہ بقایا ہے سابق میں بڑی کوشش کی۔ خزانہ میں بہت بڑا غبن پایا گیا اور ذخیرہ جات پھولی وغیرہ میں بھی غبن پایا گیا۔ ان کی تحقیقات کرکے نقصان سرکاری کو پورا کرایا۔ اور قصوروار اشخاص کا تدارک کیا۔ اور لہاسہ کی تجارت میں سہولت پیدا کی

۱۰۔ چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر وزارت ۱۹۴۳-۴۶ اسکے بعد چند اور وزیر رہے جنکا کوئی خاص کام نہیں ہے بالآخر چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر نے لداخ و زانسکار کا بندوبست قانونی زیر نگرانی مسٹر ٹاب کمشنر بندوبست کیا۔ اور سنگینی جمع کی شکایت کو رفع کیا۔ پڑاؤ جات کے انتظام کار بیگار میں اصلاح کی۔

تیرھواں باب

وسائل مالیہ قدیم وجدید

(۱) عہد راجگان بودھ (۲) وزیر زور آور سنگھ کا انتظام (۳) گمناتھا میدار اور وزیر رتنو کی ابتدائی تشخیص مالیہ (۴) ہتہ بستی رام کی ترمیم (۵) ہتہ گل کی مزید ترمیم (۶) مسٹر جانسن کی ایزادی و ترقیات مالیہ (۷) پنڈت رادھا کشن کا بندوبست اراضی (۸) مسٹر کلارک کی باچھ (۹) مسٹر ٹالبٹ اور چودھری خوشی محمد کا بندوبست قانونی

۱۔ عہد راجگان بودھ: راجگان بودھ کے زمانے میں اراضی پر کوئی مالیہ نہ تھا۔ زمیندار راجاؤں کے صرف خانگی اخراجات ادا کرتے تھے اور اپنے ملک کے انتظام اور حفاظت کے خود ذمہ دار تھے اس کی تفصیل مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔ غلہ۔ علاقہ زبراہ کے ۴۲ دیہات چھ ماہ اور علاقہ جات لاسہ یورو۔ اسکر بوچن تنگ موگانگ۔ سپیولا۔ بزگو وشتے تھکسے باقی چھ ماہ کے لیے ضروریات غلہ کی بہم رسائی کے ذمہ دار تھے۔

علاوہ ازیں اراضیات مقبوضہ راجگان کی کاشت بذریعہ زمینداران بطور بیگار کرائی جاتی تھی اور کل پیداوار داخل سرکار کی جاتی تھی۔

۲۔ گوشت۔ علاقہ رُپشو ڈانخی و چند دیہات علاقہ رونگ سال بھر کے لیے گوشت بہم پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔

۳۔ مکھن۔ علاقہ زانسکار اس کی بہم رسانی کا ذمہ دار تھا اور نیز جزوی مقدار میں علاقہ روپشو۔ ڈانخی و رونگ سے بھی مکھن لیا جاتا تھا۔

۴۔ لکڑی۔ دیہات واقعہ نالہ جات چلنگ سمدا۔ کھرڈنگ۔ دھنندر ڈھوک ساڑھے تین ہزار من سالانہ کے قریب لکڑی راجہ کو بہم پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔

۵۔ پٹو تمام ملک سے فی گھر تین پاؤ اون وصول کیا جاتا تھا۔ اور زمینداروں سے بطور بیگار پٹو تیار کرائے جاتے تھے زیادہ تر یہ کام علاقہ ٹانچی سے لیا جاتا تھا۔

۶۔ بھیڑ بکری۔ زمینداروں کی بھیڑ بکری کا سالانہ شمار کیا جاتا تھا۔ فی دس بھیڑ بکری ایک بھیڑ یا بکری راجہ کو دینی ہوتی تھی۔ یہ جانور سرکاری چرواہوں کی حفاظت میں رکھے جاتے تھے ان سے بوقت ضرورت گوشت۔ مکھن اور اون کی کمی کو پورا کیا جاتا تھا۔

۷۔ نقدی۔ فی گھر ایک جاؤ (=۳؍) بطور نذرانہ وصول کیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ زمینداران انیون اور چھورتنوں کی تعمیر اور مرمت کے ذمہ دار تھے جس کے لیے انھیں کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔

جن دیہات میں بڑے بڑے گونپہ جات واقع ہیں جیسے کہ ہمیں چمرے ٹھکسے پتوک۔ بھیانگ۔ لیکیر۔ لامہ یورو۔ کرشا۔ ورنگ دوم وغیرہ ان دیہات کی رسوم دا[illegible] گونپہ جات کو بصورت معافی عطا کی ہوئی تھیں مہتمان گونپہ جات ان کی وصولی کرتے تھے۔

ان مدات کی آمدنی کی ٹھیک یا تخمینی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ اس مالیہ کے علاوہ راجہ کو متفرق قسم کی بھی کچھ آمدنی تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ چائے۔ لوپ چھک جو ہر تیسرے سال لداخ سے لہاسہ کو بغرض تجارت بطور وکیل راجگان لداخ جایا کرتا تھا اس کی بار برداری لداخ سے لہاسہ تک اور لہاسہ سے لداخ تک بلا مزدوری بہم پہونچائی جاتی تھی۔ بعوض اس رعایت کے وہ سالانہ اخراجات چائے کے پورا کرنے کا ذمہ دار تھا۔

۲۔ سوداگران سرکاری۔ جنگ تھنگ واقعہ ملک لہاسہ میں لداخ کے سرکاری سوداگروں کے سوا اور کسی کو تجارت کرنے کی اجازت نہ تھی علی العموم ارغون سوداگران لداخ کو یہ اجازت دی جاتی تھی۔ انھیں تین ہزار روپیہ بطور پیشگی دیا جاتا تھا اور بوقت واپسی دو چند وصول کیا جاتا تھا۔

۳۔ محصول درآمد۔ سوداگران یارقندی جو مال لداخ میں لاتے تھے اس پر محصول وصول کیا جاتا تھا اس کی ٹھیک شرح معلوم نہیں ہو سکی مجموعی تعداد مطابق تعداد مال درآمد ہر سال کم و بیش ہوتی تھی۔ اسکا اندازہ بارہ ہزار روپیہ تا تیس ہزار روپیہ سالانہ تک کیا جاتا ہے۔

خدمات جنگی۔ اسلحہ اور سامانِ حرب سرکاری اسلحہ خانہ میں جمع رہتا تھا حملہ آوران بیرونی کی مدافعت یا راجہ کی فوج کشی کے موقعہ پر جملہ زمینداران فی گھر ایک ایک سپاہی مع اُس کے لباس اور خوراک کے بہم پہونچانے کے ذمہ دار تھے۔ اسلحہ اور سامان جنگ راجہ کی طرف سے دیا جاتا تھا۔

عہدہ داران سرکاری۔ راجہ کے نیچے ایک اعلیٰ کالون یا وزیر اعظم ہوتا تھا اسکے تحت کالون یا حاکمان صوبہ جات ہوتے تھے۔ ان کے ماتحت دیہات کے مقدم تھے۔ ان جملہ عہدہ داروں کو سرکار سے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ رسوم اُن کی مقرر تھی جو ہر ایک عہدہ دار اپنے ماتحت عہدہ دار سے اور آخری عہدہ دار زمینداروں سے وصول کرتا تھا۔

۲۔ وزیر زور آور سنگھ کا انتظام وزیر زور آور سنگھ نے ابتدائی فتح کے وقت انتظام ملک میں کوئی دست اندازی نہیں کی اور گیالپو نڈرون نگیل سے صرف نو ہزار روپیہ سالانہ کا نذرانہ مقرر کر کے ملک اسکے حوالہ کر دیا دوسرے حملے کے وقت جب نڈرون نگیل کو معزول کر کے مورو پ ستنزن کو راجہ مقرر کیا گیا تب بھی انتظام ملک میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ صرف رقم نذرانہ کی تعداد دو چند کر کے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار دی گئی۔

۳۔ گُنّا تھانیدار اور وزیر رتنو کی ابتدائی تشخیص مالیہ تیسرے حملے کے بعد ملک میں سرکاری انتظام کیا گیا۔ اور آخر الامر گُنّا تھانیدار اور وزیر رتنو نے مالیہ کی بنیاد رکھی، انھوں نے زمینداروں کی خانہ شماری کر کے حیثیتوں کی درجہ بندی کی اور مختلف درجوں پر حسب ذیل شرح مالیہ لگایا۔

۱۔ رؤسا یعنی کالون دلو تپو وغیرہ کے گھروں پر حسب حیثیت بشرح للعہ و عہ روپیہ فی گھر۔

۲۔ عام زمینداروں کی حیثیت کے بھی تین درجے قرار دیے گئے۔ ایک گانا یعنی اوسط۔ دوسرا ایچھا یعنی نصف تیسرا یان پچھا یعنی چوتھائی۔ ان کے اوپر بالترتیب

معہ روپے ۱۲ ⅟۲ فیصد کی شرح سے مالیہ لگایا گیا۔

۳۔ علاقہ اسکردو چن دولبراہ میں چونکہ زمین دو فصلی اور زرخیز ہے شرح مندرجہ بالا میں حسب ذیل حد تک ایزادی کی گئی یعنی ۱۲ ⅟۲ فیصد و للعہ و عیہ ۸ فیصد

۴۔ علاقہ روپشو و ٹانچی میں چونکہ زراعت برائے نام ہے اور لوگوں کا گذارہ زیادہ تر مال مویشی کی آمدنی پر ہے۔ اس کے لیے ان علاقہ جات میں مالیہ مطابق تعداد مال مویشی قائم کیا گیا۔ اس کی شرح دریافت نہیں ہو سکی۔

۵۔ مالیہ جنسی یعنی غلہ۔ لکڑی۔ اور گھی کے لیے کوئی تعداد معین نہیں کی گئی بلکہ کہا جاتا ہے کہ ملازمان سرکاری کے واقعی اخراجات کی حد تک حسب رواج سابق حصہ رسدی وصولی کی جاتی تھی یہ وصولی مالیہ نقدی کے علاوہ تھی۔

۶۔ راجگان بودھ کے زمانے میں جو شاہی بھیڑ بکری سرکاری چرواہوں کی حفاظت میں تھی۔ وہ سرکاری تصور ہو کر بدستور انھیں کی حفاظت میں رہنے دی گئی اور ملازمین کے لیے گوشت کے واسطے جس قدر بھیڑ بکری کی ضرورت ہوتی تھی وہ ان سے بصورت منافعہ لیجاتی تھی چرواہے اصلی تعداد کے قائم رکھنے کے ذمہ دار تھے

۷۔ سوداگران سرکاری کو تین ہزار روپیہ جو بطور پیشگی بعہد راجگان بودھ دیا جاتا تھا اور بوقت واپسی دو چند وصول کیا جاتا تھا یہ دستور انتظام جدید میں بحال رکھا گیا۔

۸۔ سوداگران یارقندی سے رسوم درآمد کی وصولی بھی حسب دستور سابق جاری رہی۔

۹۔ راجگان بودھ کا یہ دستور کہ ہر سال زمینداروں کی بھیڑ بکری کا شمار کر کے فی دس جانور ایک جانور داخل سرکار کیا جائے بند کیا گیا

۱۰۔ معافی گونپہ جات جس طرح عہد راجگان بودھ سے چلی آتی تھی انتظام جدید میں بھی بدستور سابق بحال رہی اور یہ اراضیات جمع سے خارج رکھی گئیں۔

۴۔ مہتہ بستی رام کی ترمیم مہتہ بستی رام نے سرکاری بھیڑ بکری پر بشرح فی بکری ایک سیر گھی اور فی بکری یا بکرا ایک سیر پشمینہ اور فی بھیڑ و یا بھیڑ ایک سیر اُون سالانہ چرواہوں سے وصول کرنے کا رواج دیا اور کوئی ترمیم نہیں کی۔

۵۔ مہتہ منگل کی مزید ترمیم گنا تھانیدار کی تجویز کے مطابق وصولی مالیہ تقریباً بیس سال تک جاری رہی پھر مہتہ منگل نے اس میں ترمیم کی۔ اس نے گنا تھانیدار اور وزیر تنو کی درجہ بندی حقیت اور شرح مالیہ کو قائم رکھا اور اُسے حقیت اصلی کا نام دیا۔ اس کے اوپر اس نے ان حقیتوں کو جن پر مالیہ کی ادائیگی بند ہوگئی تھی یا جو سابقہ تشخیص میں زیر جمع لائے جانے سے رہ گئی تھیں۔ یا بعد از تشخیص سابقہ جو رقبہ نوتوڑ داخل ہوا ان سب کا تعین کرکے انپر جمع قائم کی اور دو فصلی دیہات کی شرح مالیہ میں اضافہ کیا اور دیگر جزدی اصلاحات انتظام مالیہ میں کیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ ابتدائی حاکمان لداخ نے بودھ راجگان کے عہد کے دستور کو بحال رکھکر کس خوبی کے ساتھ انتظام مالیہ میں تدریج اصلاح کی۔ جس سے آمدنی میں بھی باقاعدگی پیدا ہوگئی۔ اور بیجا سختی و بیجا رعایت کی بھی بیخ کنی ہوگئی ان افسروں کی دور اندیشی اور نکتہ رسی واقعی قابل تعریف ہے۔ بعد کے انتظامات اصولاً اسی انتظام پر مبنی ہیں۔

۶۔ مسٹر جانسن کی ایزادی اور ترقیات مالیہ مسٹر جانسن جو کہ مہتہ منگل کی طرح ایک ہر دل عزیز باتدبیر اور نکتہ رس حاکم تھا۔ اس نے محاصلات میں بڑی اصلاح کی جس کی تفصیل مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔ موضع منسر جو کہ نارس کو رسوم ملک لھاسہ کے درمیان میں بطور ایک جزیرہ کے واقع ہے اس پر مالیہ مقرر کیا۔

۲۔ رد پشو اور ٹانچی سے چرد کی وصولی شروع کی چرد بھیڑ کے بچوں کے بالوں کے ساتھ دباغت دیئے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں جنہیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ٹوپیاں تیار کی جاتی ہے۔

۳۔ رد پشو سیمس اور رونگ کے علاقہ جات جو جھیل تھو گجے کے نمک سے فائدہ اٹھاتے تھے انپر محصول نمک مقرر کیا۔

۴۔ علاقہ نوبراہ سے شورہ قلمی اور کوئلہ۔ اور لنگشٹ سے ہرتال برآمد ہوتی تھی انکے اوپر رسوم مقرر کی۔

۵۔ بھولی کا ٹھیکہ قائم کیا۔

۶۔ کان رنگ نکچور کی حفاظت کا انتظام کیا

۷۔ سوہاگہ کے صاف کرنے کا رواج دیا۔

۸۔ لوہے کی کان ہاے کے کام میں اصلاح کی اور رسوم لگائی

۹۔ کرایہ کشی کے گھوڑوں پر زر مرکب اور کشمیر و گلگ سے کرایہ کشی کے جانور جو لداخ میں داخل ہوں انپر زر مسترانہ قائم کیا۔

۱۰۔ علاقہ لہاسہ کے سوداگران جو نمک و اون لداخ میں لاتے تھے اور اس کے تبادلہ میں لداخ کی پیداوار لیجاتے تھے انپر رسوم درآمد مقرر کیا۔

۱۱۔ مالیہ اراضی پر سوائی کے قریب ایزادی کر دی۔

۱۲۔ سرکاری کوٹھی غلات سے ساعدہ تخم سقیم الحال زمینداروں کو دینے کا رواج دیا۔

۱۳۔ سرکاری بھیڑ و بکری پر بجائے جنسی کے نقدی رسوم مقرر کی۔

۱۴۔ رقوم نذرانہ ملازمان کو داخل سرکار کیا۔

۱۵۔ سرکاری ملازمان کو خدمات ذاتی کے لیے جو آدمی بطور بیگار دیے جاتے تھے اس میں اصلاح کی۔

۱۶۔ سوداگران سرکاری سے رقم پیشگی کے سود کے عوض پشمینہ وصول کرنے کا انتظام کیا۔

۱۷۔ مالیہ جنسی کے علاوہ حکمی خرید کا رواج دیا۔

۷ پنڈت رادھا کشن کول کا بندوبست اراضی پنڈت رادھا کشن کول نے سنہ ۱۹۲۴ میں بندوبست اراضی کیا مگر اسکے متعلق عام ناراضی پھیلی اور بہت شکایات ہوئیں نتیجہ یہ ہوا کہ تشخیص جدید کو ترک کر کے سابقہ مالیہ کے اوپر سوائی کی ایزادی کر دی گئی۔

مسٹر کلارک کی باچھ مسٹر کلارک نے سنہ ۱۹۵۸ میں اگلی جدید باچھ جزوی ترمیم کے ساتھ کی۔ مگر مالیہ کے سنگین ہونے کی شکایت بدستور قائم رہی۔

مابعد میں مسٹر ٹالبٹ نے باہتمام چودھری خوشی محمد باقاعدہ پیمائش اراضی کر کے اس شکایت کو رفع کیا۔ اور رسوم کا ہجرائی کی ایزادی کی۔

چودھواں باب

بودھوں کا رسم ورواج

(۱) ذات وقوم (۲) وراثت (۳) شادی (۴) چوری کی شادی یا خفیہ شادی (۵) طلاق (۶) کثیر الازدواجی (۷) تبنیت (۸) وصیت ہبہ اور وقف (۹) پیدائش (۱۰) موت۔

۱۔ ذات وقوم بودھوں کے درمیان قومیت کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ اعلیٰ اور ادنےٰ فرقے بلحاظ مختلف پیشوں کے بن گئے ہیں مگر باستثنائے بیدا دموں اور گرا (باجا بجانے والے اور لوہار) نہ اونچ نیچ کا کوئی لحاظ ہے اور نہ کھانے پینے میں کوئی پرہیز ہے۔ البتہ مختلف مدارج کے اشخاص ایک دوسرے کا جھوٹا برتن استعمال نہیں کرتے۔ پیشوں کے لحاظ سے جو فرقے اب بن گئے ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ گیالپو یعنی راجہ۔
۲۔ کالون جن کے بزرگ وزیر اعظم یا حاکمان صوبہ رہے ہیں۔
۳۔ لونپو۔ جن کے بزرگ وزیر تھے۔
۴۔ ننگ سو۔ جن کے بزرگ راجہ کے محل میں تحویل داری کا کام کرتے تھے
۵۔ لرجے۔ طبابت پیشہ اشخاص۔
۶۔ اُنپو۔ منجم
۷۔ بھل پا۔ عام زمیندار۔
۸۔ ننگ کھن۔ لکڑی کا کام کرنے والا۔ نجار
۹۔ سیرگر۔ زرگر۔
۱۰۔ گرا۔ لوہار۔
۱۱۔ لھم کھن۔ جوتی بنانے والا۔ موچی۔

۱۲ و ۱۳ - مون دبیدا - باجا بجانے والے۔

بیدا در اصل مون ہیں جنھوں نے مذہب اسلام اختیار کرلیا ہے۔ باقی کل بارہ فرقے جو اوپر درج ہوئے بودھ مذہب رکھتے ہیں۔

کشمیر اور بلتستان کے کچھ مسلمان بھی لداخ میں آباد ہیں۔ کشمیریوں کی خاص آبادی قصبہ لیہ میں ہے اور بلتیوں کی بڑی آبادی دو متصلہ دیہات چھچوت و۔شے میں ہے۔ کشمیری سنی مسلمان ہیں اور بلتی شیعہ ہیں۔

لداخیوں کے ساتھ کشمیری اور یارقندی مسلمانوں کے اختلاط سے ایک اور فرقہ لداخ میں پیدا ہوا ہے جسے ارغون کہتے ہیں۔

ان جملہ اہل اسلام فرقوں کے درمیان قومیت کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اور رسم ورواج میں زیادہ تر شرع محمدی کے پابند ہیں۔ جو جزوی اختلافات ہیں وہ ایسے اہم نہیں ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ ان کا بیان کیا جانا ضروری ہو۔ اس لیے میں صرف بودھوں کے رسم ورواج کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔

۲- وراثت

بودھوں میں وراثت صرف بڑے بیٹے کو پہونچتی ہے۔ اگر اولاد پسری نہ ہو تو بڑی بیٹی وارث ہوگی۔ بشرطیکہ یہ بیٹی بصورت بغما یا کمرا اپنے شوہر کے گھر نہ چلی گئی ہو۔ بڑی بیٹی کے بغما کے طور پر چلے جانے کی صورت میں ناکتخدا بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی وارث ہوگی۔ اگر جملہ بیٹیاں بصورت بغما جا چکی ہوں تو یہ سب محروم الارث ہونگی اور وراثت ان سے دوسرے درجے کے وارث کو پہونچے گی۔ تا وقتیکہ بیٹیوں میں سے کوئی اپنے شوہر سے قطع تعلق کرکے اپنے باپ کے گھر میں واپس نہ آئے۔ گو کہ لداخ میں ایسی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں کہ بیاہی ہوئی بیٹیاں بحالت قیام اپنی شادی کے اپنے شوہر کے گھر میں بھی الگ رہی ہیں اور اپنے باپ کے گھر میں بھی وارث قرار دی گئی ہیں۔ مگر ان صورتوں کو مستثنیات سے خیال کیا جاتا ہے اور انھیں عام قاعدہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ وارثانِ جائز اگر اعتراض کریں تو ایسی وراثت بحال نہیں رہ سکتی۔

جو اشخاص لاولد ہوں وہ علی العموم اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی لڑکے یا لڑکی کو اور در صورت نہ ہونے کسی قریبی رشتہ دار کے اپنے پھس پورتوں یعنی رشتہ داروں میں سے

یا رشتہ داروں و بھس پونوں کی رضامندی سے غیر آدمیوں میں سے متبنیٰ بنا لیتے ہیں ایسے متبنیٰ کو جملہ حقوق مثل اولاد صلبی کے حاصل ہوتے ہیں۔

رواج کے مطابق سلسلۂ وراثت حسب ذیل ہے۔ گو کہ دور کے رشتہ داروں کی صورت میں قریب قریب ہر ایک درجہ کے وارث کے لیے مستثنیات پائی جاتی ہیں لیکن انھیں عام قاعدہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک مستثنیٰ تابع اس شرط کے ہے کہ رشتہ داران و وارثان جائز کو اعتراض نہیں ہے۔

۱۔ بڑا بیٹا
۲۔ بڑی بیٹی (ناکتخدا)
۳۔ بھائی (موجودہ بھائیوں میں بڑا)
۴۔ بڑی بہن (ناکتخدا)
۵۔ چچا
۶۔ والدہ
۷۔ بیوہ
۸۔ بیٹے کی بیوہ
۹۔ بھس پون (یعنی وارثان بازگشت)

بیٹا۔ بھائی۔ اور چچا جو بصورت مقپا یعنی خانہ دامادی اور بیٹی و بہن جو بصورت بقا بیاہ کر دوسرے گھر میں چلے گئے ہوں یا لامہ وچو ہو گئے ہوں محروم الارث ہیں تا وقتیکہ کروہ برضامندی رشتہ داران و وارثان خود ان تعلقات کو قطع کر کے اس گھر میں واپس نہ آ جائیں۔

ان محروم الارث وارثان کی اولاد متذکرہ بالا سلسلہ میں باستثنائے وارثان لامہ وچو ہو کے بیٹے کی بیوہ نمبر ۸ کے بعد وارث ہوں گے بشرطیکہ وہ مورث کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ ان کے بعد وراثت بھس پون کو پہنچیگی۔

بیوگان وارث کی وراثت مشروط اس شرط پر ہے کہ مورث کے گھر میں رہائش رکھیں انھیں اختیار ہے کہ بصورت مقپا اپنی شادی کر لیں اس سے اُن کی وراثت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ لیکن اگر بصورت بقا شادی کر کے دوسرے کے گھر میں چلی جائیں تو وراثت سے محروم ہو جائیں گی۔ بصورت مقپا شادی کر لینے سے اُن کی اولاد اُن کی وارث ہوگی۔

بھس پون اُن رشتہ داروں کو کہتے ہیں جو شادی اور غمی کے موقع پر ہر طرح کے

خوشگوار اور ناخوشگوار کاموں میں ایک شخص کے شریک رہتے ہیں۔ عام طور پر یہ دور کے رشتہ داران ہوتے ہیں۔ مگر بعض صورتوں میں غیر رشتہ دار اشخاص بھی پھس پون کے زمرے میں داخل کیے گئے ہیں رواجاً ہر ایک گھرانے کے ساتھ چند گھرانے پھس پون کے نام سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوئی ہے کہ وراثت کے پھس پونوں تک پہونچنے کی نوبت آئے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو دستور یہ ہے کہ پھس پون اپنے درمیان میں سے ایک لڑکے یا لڑکی کو منتخب کر کے شخص لاوارث کے گھر کا وارث بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھس پونوں میں سے جو شخص سب سے کم حیثیت رکھتا ہو وہ اپنی جائداد کے ساتھ شخص لاوارث کی جائداد کو شامل کر لیتا ہے مگر لاوارث جائداد کسی حالت میں جملہ پھس پونوں کے درمیان تقسیم نہیں ہوتی۔

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اُن کی اولاد بہ ترتیب تقدیم و تاخیر اُن کی شادی کے وارث قرار پائے گی۔

اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو وارث تسلیم کر کے بصورت مقپا اُس کی شادی کر دیوے اور اُس کے بعد اُس کے گھر میں لڑکا پیدا ہو جائے تو یہ لڑکا وراثت کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر گھر میں رہے تو گذارہ پائے گا۔

ایک عورت جو خود وارث تھی اگر لاولد مرجائے تو اُس کا مقپا اُس کا وارث ہوگا اور اُسے بصورت بُنا اپنی شادی کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ اگر اس سے بھی اولاد نہ ہو تو مقپا کے بعد اُس کی بیوہ حین حیات وارث ہوگی۔ اُس کے مرنے پر وراثت اصل رشتہ کے وارثان جدی کی طرف عود کریگی۔

بصورت نہ ہونے اولاد صحیح النسب کے اولاد غیر صحیح النسب مستحق وراثت ہوگی۔

تبدیلی مذہب کی صورت میں اب تک رواج یہی رہا ہے کہ اس بنا پر کوئی شخص وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔ لداخ میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ لوگ بعد تبدیل کرنے اپنے مذہب کے اپنے مورثین کے وارث ہوئے ہیں مگر اب کچھ عرصہ سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ تبدیلی مذہب کو وراثت سے محروم کرنے کی وجہ قرار دیا جائے۔ تا حال یہ کوشش رواج کی حد تک نہیں پہونچی۔

۴- **شادی** وہ اشخاص جن کا سلسلہ نسب باپ یا ماں کی طرف سے سات پشت
کے اندر مل جاتا ہو۔ باہم گر شادی نہیں کرتے۔ معززین بصورت مجبوری
پانچ پشت سے زیادہ لحاظ نہیں کرتے اور راجگان کے درمیان پانچ پشت تک بھی
بعض اوقات اس کا لحاظ نہیں ہوتا معمولی درجہ کے آدمی سات پشت سے بھی زیادہ
اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔ بھس بھونوں کے درمیان بھی شادی نہیں کی جاتی۔ البتہ اُن کے
رشتہ داروں کے ساتھ جو بھس بھونوں کے زمرے میں داخل نہ ہوں شادی کرنے میں
کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ بیٹے کی بیوہ سے بھی شادی نہیں ہو سکتی۔

شادی کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ عورت بیاہ کر اپنے شوہر کے گھر جائے اسکو
بنا بولتے ہیں۔ اس صورت میں عورت اپنے باپ کے گھر میں اپنے حقوق وراثت
زائل کر دیتی ہے اور اپنے شوہر کی اطاعت پر مجبور رہتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے
کہ مرد بیاہ کر اپنی بیوی کے گھر جاتا ہے۔ اس کو مقپا کہتے ہیں جس کا ترجمہ عام زبان
میں خانہ داماد کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں مرد اپنے باپ کے گھر میں جو حقوق وراثت
رکھتا ہو کلیتہً زائل کر دیتا ہے۔ اور اپنی بیوی کی فرمانبرداری پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ علی العموم
وہی لڑکے کرتے ہیں جنھیں رواجاً اپنے باپ کی وراثت نہیں مل سکتی اگر بعد میں بوجہ اُٹھ جانے درمیانی
رکاوٹ کے اپنے باپ کے گھر میں مستحق وراثت ہو جائیں تو بھی وارث تسلیم نہیں ہوتے۔ ایسے شوہر کو
طلاق بیوی کی طرف سے دیا جاتا ہے الغرض شوہر مقپا کا رتبہ بیوی کے برابر ہوتا ہے۔

شادی کرنے کا دستور یہ ہے کہ لڑکے کے والدین جس لڑکی سے شادی کرنے کی تجویز
کریں۔ اس کی بابت پہلے نجومی سے دریافت کرتے ہیں اگر وہ اپنے شمار کی رو سے یہ رائے
دے کہ جوڑا ٹھیک ہے تو در پردہ لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے۔ پھر
لڑکے کا باپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ لڑکی کے باپ کو ختک اور
چھنگ پیش کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے۔ اگر لڑکی کا باپ اس چھنگ کو قبول
کر لے تو کنایتہً اس کی رضامندی کا قیاس کیا جاتا ہے۔ مگر پہلی دفعہ وہ کبھی صراحتہً
رضامندی کا اظہار نہیں کرتا۔ بار بار اس عمل کو دہرانا ہوتا ہے۔ اس درخواست کا نام
نی چھنگ یعنی رسم درخواست ہے جب لڑکی کا باپ صراحتہً اپنی رضامندی کا اظہار

کر دیتا ہے۔ یہ رضامندی عموماً اس پیرایہ میں ہوا کرتی ہے کہ میں اپنی طرف سے رضامند ہوں مگر رشتہ داروں سے صلاح لینی ضروری ہے ان کے مشورہ کے بعد جواب دیا جائیگا تو ہول چھنگ کی تاریخ معین کی جاتی ہے۔ اس تقریب پر لڑکی کے جملہ رشتہ داروں کو جمع کیا جاتا ہے۔ اور لڑکے کا باپ اپنے رشتہ داروں کو ساتھ لے کر مع ان چیزوں کے جو لڑکی کے باپ کی طرف سے اس تقریب پر پیش کی جانی قرار پائی ہوں۔ لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ وہاں لڑکی کے رشتہ داروں کو چھنگ پیش کی جاتی ہے اور خشک دیا جاتا ہے جو سامان خوردنی لڑکے کا باپ اپنے ساتھ لے گیا ہوتا ہے اُسے لڑکی والے اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں اور اس سے ہر دو فریق کے مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں اس مجلس میں لڑکے کا باپ لڑکی کے ہر ایک رشتہ دار کو خشک پیش کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے سب لوگ آپس میں بحث کر کے آخرالامر رضامندی دیتے ہیں اس کے بعد قرارداد پختہ تصور کی جاتی ہے۔

اس کے بعد چھنگ کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اس تقریب پر لڑکی کے گھر میں اس کے دور نزدیک کے سب رشتہ دار، پھس پون اور ہمسایہ جمع ہوتے ہیں۔ لڑکے کا باپ اپنے چند قریبی رشتہ داروں اور پھس پونوں کو لے کر ضیافت کا پورا سامان اپنے ساتھ لے کر لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ وہاں سب کو ضیافت دی جاتی ہے اور لڑکی کے سر پر ایک کپڑا باندھا جاتا ہے جسے گورس کہتے ہیں یعنی سر کا کپڑا۔ یہ رسم نسبت کو تکمیل کے درجہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اس موقع پر لڑکے کا باپ بطور نشانی لڑکی کو کوئی زیور یا کچھ نقدی یا فیروزے یا کوئی شے از قسم لباس دیتا ہے۔ اس کے عوض میں لڑکی کا باپ ایک طباق یا اور کوئی چیز بطور یادگار اس رسم کے دیتا ہے اس کے بعد یہ نسبت بآسانی ٹوٹ نہیں سکتی۔ اگر لڑکے والا توڑے تو وہ اپنے اخراجات سے درگذر کرتا ہے اور لڑکی والے توڑیں تو لڑکے والوں کے جملہ اخراجات کی ادائگی کے ذمہ دار ہوں گے۔

اس کے ساتھ ہی انجو کی قرارداد ہوتی ہے اس کے لفظی معنی قیمت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو چیز لڑکی کو اس کا باپ دینا چاہتا ہے بعوض اسکی قیمت کے لڑکی کا

باپ کہتا ہے کہ اس قدر رقم بصورت انتو ادا کی جاے یہ رقم تاریخ شادی سے پیشتر لڑکے کے باپ کے لیے ضروری ہے کہ لڑکی کے باپ کو ادا کردے۔ علاوہ ازیں لڑکی کا باپ ایک فہرست ان اشیا کی لکھکر لڑکے کے باپ کو دیتا ہے جو بصورت ضیافت شادی کے روز آے لانی چاہئیں اس میں علی العموم چھنگ۔ روٹی۔ گوشت۔ مکھن۔ چاے چاول خوبانی وغیرہ اشیاے خوردنی شامل ہوتی ہیں۔ یہ اشیا عام طور پر شادی کے موقع سے پیشتر لڑکے کا باپ لڑکی کے گھر میں پہونچا دیتا ہے یا اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔

اس کے بعد جانبین کے ہاں ٹب چھنگ کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس میں رشتہ دار اور ہمسایہ لوگ بموقع شادی اپنی اپنی امداد کا وعدہ کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں چھنگ کا ذمہ دار ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں چاے کا ذمہ لیتا ہوں۔ کوئی ایک کھانے کا ذمہ لیتا ہے۔ کوئی دوسرے کھانے کا بہم پہونچانا قبول کرتا ہے۔ کوئی غلہ دینا تسلیم کرتا ہے کوئی نقدی کی ادائگی کی ذمہ داری لیتا ہے غرض کہ اس طرح جملہ اخراجات جلسہ شادی ہر ایک فریق کے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں کے درمیان تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس کا بار ایک دم سے کسی فریق پر نہیں پڑتا۔

بعد ازاں بمشورہ ہر دو فریق شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اسے پخ ستون کہا جاتا ہے۔ دلھن کے باپ سے اجازت لینی ہوتی ہے کہ کس قدر ناچنے والے برات کے ساتھ لائے جائیں۔ شادی کے دن دولھا کا باپ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کو ساتھ لے کر مع ناچنے والوں کی اُس تعداد کے جس کی اجازت دی گئی ہو شام کے وقت دولھن کے گھر پہونچتا ہے۔ دولھا اس میں شامل نہیں ہوتا۔ نصف رات تک وہاں ٹھہرنا ہوتا ہے اس اثنا میں ضیافت دی جاتی ہے اور ناچ رنگ ہوتا رہتا ہے۔ اور لامہ رسوم مذہبی کی ادائگی میں مصروف رہتے ہیں۔ ضیافت کے ختم ہونے پر دولھن کو رخصت کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اُسے لباس فاخرہ پہنایا جاتا ہے پیراک کے اوپر ایک گول ٹوپی پہنائی جاتی ہے۔ اس کے اوپر گورس لگایا جاتا ہے اور جو چیزیں اسے جہیز میں دی جانی تجویز ہوئی ہیں وہ جمع کی جاتی ہیں۔ اس وقت لامہ دولھن کے پاس ینگ کھوک کی رسم ادا کرتے ہیں۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ گھر کی برکت

لڑکی کے ساتھ نہ چلی جائے دلہن کا باپ ایک دستاویز لکھکر اپنی بیٹی کو دیتا ہے اس میں تفصیل اس تمام جائداد کی درج کی جاتی ہے جو دولہن کو جہیز میں دی گئی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ اس لڑکی کو فلاں لڑکے کے ساتھ بیاہا گیا ہے۔ لڑکے کے باپ کے گھر زمین کے وارث یہی لڑکا لڑکی ہوں گے۔ اور لڑکی کو دولھا کے گھر میں وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو دولھا کو ہیں۔ لڑکے کے باپ کی طرف سے نیر پوں اور رشتہ دار اسپر تصدیق کرتے ہیں کہ یہ دستاویز قبول ہے اور اس میں جو شرائط درج ہیں انپر پورا عمل کیاجائیگا پھر ایک شخص جو خاص طور پر اس کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور جسے نائٹ کہتے ہیں دولہن سے درخواست کرتا ہے کہ آپ تشریف لے چلیں۔ وہ اپنے ماں باپ اور جملہ رشتہ داران سے اجازت لیتی ہے سب اُسے خٹک پہناتے ہیں اور خوشی خوشی رخصت کر دیتے ہیں۔ باپ کے گھر سے دولہن کے ساتھ ایک عورت کو خادمہ بناکر بھیجا جاتا اسے پیغروک کہتے ہیں۔

جب دولہن دولھا کے گھر پہونچتی ہے تو دروازے پر لامہ موجود ہوتے ہیں اور کچھ مذہبی رسوم اس کے سامنے ادا کرتے ہیں ان کے ختم ہونے تک دولہن کو دروازے پر ٹھہرنا ہوتا ہے ان رسومات کے ختم ہونے پر لامہ ایک گھڑا جس کے اندر مختلف اشیا انھوں نے ڈالی ہوتی ہیں کسی پتھر کے اوپر رکھکر پھوڑتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دولہن یا اسکے جہیز کے ساتھ اگر کوئی نحوست آگئی ہے تو وہ گھر کے اندر داخل نہ ہونے پائے اس کے بعد دولہن دروازہ کے اندر داخل ہوتی ہے جن سائینی پکانے کھانے اور رہنے کے کمرے میں اُسے پہونچا دیا جاتا ہے۔ یہاں دولھا اور دولہن کے بیٹھنے کے لیے پہلے سے جگہ بنائی ہوئی ہوتی ہے اور اُس کے اوپر غلہ کے دانوں کے ساتھ یونگ تونگ یعنی اِس طرح کا نشان سواستیکا 卐 بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس نشان کے اوپر دولھا دولہن دونوں پہلو بہ پہلو بیٹھ جاتے ہیں رشتہ دار اور براتی بھی اس کمرے میں گنجایش کی حد تک بیٹھتے ہیں۔ دولھا دولہن کے سامنے کھانا لایا جاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا دونوں اپنے ہاتھ سے کھاتے ہیں اس کے بعد جلسہ برخاست ہو جاتا ہے۔ اس کا نام پخ ستون ہے۔

دوسرے دن دولھا کے گھر میں ضیافت ہوتی ہے۔ اس میں ناچ تماشہ بھی ہوتا ہے

جس میں دولھا دولھن بھی شریک ہوتے ہیں اس ضیافت کے لیے گرم کے ستو کو چھنگ اور
پانی میں گوندھکر ایک چھورتن یعنی گنبد نما شکل کی ایک بہت بڑی چیز تیار کی جاتی ہے اسکی
تیاری حسب حیثیت چار من سے لے کر تیس من تک ستو استعمال کیا جاتا ہے اس کے
گرد چھنگ کے مٹکے رکھے جاتے ہیں اس کے قریب دولھا دولھن بیٹھتے ہیں اور حاضرین
محفل جمع ہوتے ہیں۔ ناچ تماشہ شروع ہوتاہے۔ چھنگ سے حاضرین محفل کی تواضع
کی جاتی ہے۔ سب لوگ دولھا دولھن کو مبارکباد دیتے ہیں خنک پیش کرتے ہیں اور
نقد و جنس میں تحائف دیتے ہیں۔ جب جلسہ برخاست ہونے کے قریب ہوتا ہے
تو یہ چھورتن کاٹ کاٹ کر حاضرین کے درمیان تقسیم کردی جاتی ہے۔ اس تقریب کو با
یخ ستون کہا جاتا ہے۔

اس کے دوسرے دن ان اشخاص کو جنھوں نے اس جلسہ میں تحائف دیے
ہیں خاص طور پر ضیافت دی جاتی ہے اس کا نام نین ڑدن ہے اور شادی سے متعلق
جن لوگوں نے کام کاج کیا ہوتا ہے انھیں اور قریبی رشتہ داروں کو اس کے دوسرے
دن ضیافت دی جاتی ہے اس کا نام ردن چھونگ یعنی چھوٹی ضیافت ہے۔

اگر دولھا دولھن کا گھر نزدیک ہو تو شادی کے دوسرے دن دولھا اور دولھن دونوں
مل کر مع اپنے رشتہ داروں کے دولھن کے ماں باپ کو سلام کرنے جاتے ہیں اور
اسی دن واپس چلے آتے ہیں۔ دولھا کی ضیافت یخ ستون میں دولھن کے رشتہ دار
شریک نہیں ہوتے لیکن نین ردن میں دولھن کے رشتہ داروں اور ماں باپ کو بھی
بلایا جاتا ہے۔ اس کے دوسرے دن دولھن کے گھر میں نین ردن کا انتظام ہوتا ہے
اس میں دولھا دولھن اور دولھا کے ماں باپ اور رشتہ داروں کو مدعو کیا جاتا ہے
اس کے دوسرے دن دولھا کے گھر میں ردن چھنگ ہوتا ہے۔ اور اس کے دوسرے
دن دولھن کے گھر میں ردن چھونگ ہوتا ہے۔ ان سب جلسوں میں دولھا دولھن اور
ان کے رشتہ دار شریک ہوتے ہیں۔ ردن چھونگ کے بعد رسوم شادی خاتمہ کو پہنچتی ہیں
پانچ روز دس پندرہ روز یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے تک دولھن کے ساتھ رہ کر
اپنے گھر واپس چلی جاتی ہے۔

دولہا دلہن کے رشتہ دار اور ہمسایے باری باری سے انھیں اپنے گھر دعو کرتے ہیں اور پرتکلف ضیافت دیتے ہیں اور کچھ نقدی اور خشک دے کر انھیں رخصت کرتے ہیں پغ رد ک کو بھی کچھ نقدی دیتے ہیں یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ ہر ایک رشتہ دار کے لیے ایک دفعہ اس ضیافت کا دینا ضروری ہے۔

بعض اشخاص جنھیں جلسہ شادی کی توفیق نہیں ہے یا جنھیں تحائف کی آمدنی کی خاطر خواہ امید نہیں ہے وہ اس جلسہ ضیافت کو نہیں کرتے اور بموقع رخصتی جو کچھ از قسم ضیافت انھوں نے اپنے مہمانوں کے لیے کیا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

لڑکا لڑکی اگر کم عمر ہوں تو اُن کی شادی کے متعلق اُن سے کوئی مشورہ نہیں لیا جاتا اور نہ اُن کی رضامندی حاصل کرنے کی پروا کی جاتی ہے لیکن جوان عمر لڑکے لڑکی کی شادی اگر ماں باپ خود کریں تو لڑکا لڑکی دونوں سے صلاح کرنی پڑتی ہے۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص بطور ولی ان کے فرائض انجام دیتا ہے۔ رانڈ رنڈوے اپنے انتخاب اور اپنی رضامندی سے شادی کرتے ہیں ایسی گورمس کے سوا اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔ بعض لوگ سن رسیدہ ہو کر خاص حالات میں شادی کرتے ہیں۔ ایسی شادیوں میں گورمس کی رسم بھی ادا نہیں ہوتی۔ اور عورت اپنے گھر سے نکل کر شوہر کے گھر میں داخل ہو جاتی ہے۔ ایسی شادی کو باقاعدہ شادی خیال نہیں کیا جاتا۔ مگر اسے معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔

شادی کی اصلی رسم گورمس کا باندھا جانا ہے اس کے بغیر شادی رواج کے مطابق تکمیل کو نہیں پہونچتی۔ جن عورتوں کے ساتھ یہ رسم ادا نہ کی جائے اُن کے تعلقات برادری میں آشنائی سے بڑھکر تسلیم نہیں کیے جاتے اور فریقین جس وقت چاہیں بلا ادائگی کسی رسم کے علحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔

شادی کا جو طریقہ اوپر لکھا گیا۔ یہ اصولی طریقہ ہے مگر زیادہ تر اُس پر عمل نہیں ہوتا ہے علی العموم شادی

۱۴۔ "چوری کی شادی" یا "خفیہ شادی"

اُس طریقے کے مطابق ہوتی ہے جسے اصطلاح میں "چوری کی شادی" یا "خفیہ شادی" کہا جاتا ہے۔ اُس کا دستور یہ ہے کہ کوئی چھنگ حسب مذکورۂ بالا عمل میں آتی ہے۔ اور لڑکی کے

والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد لڑکی کے کسی رشتہ دار کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے کہ وہ لڑکی کو اپنے گھر بلا کر لڑکے کے باپ اور رشتہ داروں کو حوالہ کر دیوے۔ اس بات کو لڑکے کا باپ مع اپنے چند رشتہ داروں کے اپنے گھر سے کھانا تیار کر کے اس شخص کے گھر جاتا ہے اور ضیافت دیتا ہے۔ یہ شخص لڑکی کو اس کی ماں کی رضامندی یا چشم پوشی سے اپنے گھر لے آتا ہے۔ لڑکی کی رضامندی یا ناراضگی کی چنداں پروا نہیں کی جاتی اس کے سر پر ایک چھوٹا کپڑا یا خنگ بنام نہاد گور میں باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح لڑکی کو یہ شخص اس کے باپ کے گھر سے اپنے گھر میں لا کر لڑکے کے باپ اور اس کے رشتہ داروں کو حوالہ کر دیتا ہے۔ وہ اسے لے کر لڑکے کے گھر میں پہونچتے ہیں یہاں ایک لامہ موجود ہوتا ہے وہ رسوم مذہبی ادا کرتا ہے پھر لڑکی اور لڑکے کو چین سا میں پہلو بہ پہلو بٹھلایا جاتا ہے۔ لڑکے کو بھی گور میں باندھتے ہیں اور کھانا ان کے سامنے رکھتے ہیں اور شادی تکمیل کو پہونچتی ہے۔

دوسرے دن لڑکے کا باپ مع اپنے رشتہ داروں کے چھنگ لے کر لڑکی کے باپ کے پاس جاتا ہے اور چھنگ پیش کر کے معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ بعض لوگ چھنگ سے انکار کرتے ہیں اور لڑکے کے باپ کو برا بھلا کہتے ہیں کہ تم نے ہماری اجازت حاصل کرنے کے بغیر یہ حرکت کی ہے۔ اس صورت میں اس عمل کو بار بار دُہرایا جاتا ہے حتی کہ لڑکی کے والدین چھنگ قبول کریں اور معافی دیویں۔ اس معافی دینے کے بعد لڑکی کے ماں باپ دولہا دولھن کو اپنے گھر میں بلاتے ہیں اور ضیافت دیتے ہیں۔ اب شادی پوری طرح کمل متصور ہوتی ہے۔

جس رات لڑکی اس طرح دولھا کے گھر لے جائی جائے اس کی صبح سے لڑکے کے رشتہ داران چھنگ لے کر اس کے گھر میں آنا شروع ہوتے ہیں۔ اور شادی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ مہینے دو مہینے تک جاری رہتا ہے اور جب لڑکی کے باپ کے گھر میں ضیافت ہو لیتی ہے تو دونوں فریق کے رشتہ دار بھی باری باری سے انہیں ضیافت کے لیے حسب دستور مدعو کرتے ہیں۔ اور کچھ نقدی و خنگ دے کر رخصت کرتے ہیں جیسا کہ بیچ ستون کی صورت میں دستور ہے۔

"چوری کی شادی" کی ایک اور صورت یہ ہے کہ پوری عمر کا لڑکا اور لڑکی اپنے طور پر شادی کی تجویز کو پختہ کر لیتے ہیں۔ اگر لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی کی اُمید نہیں ہے تو انھیں اُس کی خبر نہیں کی جاتی ہے اور ٹی چھنگ کی رسم ادا نہیں ہوتی۔ اور لڑکی کے ایک رشتہ دار کے ساتھ انتظام کر کے حسب بالا لڑکی کو نکال کر دولھا کے گھر پہنچا دیا جاتا ہے۔ باقی جملہ رسوم حسب بالا ادا کی جاتی ہیں۔ اور لڑکی کے والدین کی رضامندی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ رضامندی بعض اوقات دیر میں ملتی ہے لیکن جب تک رضامندی حاصل نہو بار بار چھنگ لے کر اُن کے گھر جانا پڑتا ہے۔ آخر کار لڑکی کے والدین رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

اس طریقہ شادی کی ضرورت عام طور پر اس بنا پر ہوتی ہے کہ لڑکے کا باپ اخراجات جلسہ شادی ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور اگر شادی میں دیر کرے تو نسبت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے یا یہ کہ لڑکی کا باپ جلسہ شادی کرنیکے لئے تیار نہیں ہے اور لڑکے کے والدین کو جلدی ہے۔ بہر حال جلسۂ شادی یعنی پخ ستون ہر دو فریق کو بعد میں کرنا پڑتا ہے اسمیں جملہ رسوم جو اوپر بیان ہوئیں ادا کی جاتی ہیں۔

۵۔ طلاق اگر تھا بیوی کا سلوک اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہے تو شوہر کو ہر وقت طلاق دینے کا اختیار ہے اسے ایک گائے یا بارہ تیرہ روپیہ نقد بطور معاوضہ دینے پڑیں گے اور جس قدر جہیز بیوی کے ساتھ آیا ہے وہ کل واپس کرنا ہوگا۔ اور اگر بیوی طلاق کی خواہش مند ہو تو وہ شوہر کو طلاق کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔ تا وقتیکہ وہ اُس کی بدسلوکی یا بدچلنی ثابت نہ کر دیوے۔ اس کے ثبوت کی صورت میں شوہر طلاق دینے پر مجبور ہوگا۔ اور عورت کا فرض ہوگا کہ ایک گھوڑا یا پچیس تیس روپیہ نقد بطور معاوضہ شوہر کو ادا کرے۔ البتہ بیوی جس قدر جہیز اپنے ساتھ لائی تھی اُس کے واپس لیجانے کی حقدار ہوگی۔

بصورت مقبا بیوی اپنے شوہر کو ایک گائے یا بارہ تیرہ روپیہ نقد دے کر طلاق دے سکتی ہے۔ اگر زیادہ عرصہ شادی کو گذر گیا ہو اور اولاد بھی پیدا ہو چکی ہو تو بدسلوکی یا بدچلنی ثابت کرنا ضروری ہے۔ مقبا شوہر اگر خواہش مند طلاق ہو تو اُسے ایک گھوڑا یا

پچیس تیس روپیہ نقد بطور معاوضہ اپنی بیوی کو ادا کرنا پڑیگا لیکن اگر مقپا پرانا ہو چکا ہے اور اُس سے اولاد بھی پیدا ہو چکی ہے تو طلاق کے لیے بدسلوکی وغیرہ کا ثابت کرنا ضروری ہے اگر مقپا اپنے ساتھ کچھ اسباب اس گھر میں لایا ہے تو وہ اُس کے واپس لینے کا مستحق ہوگا۔

طلاق دینے کے بعد اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو بغیر ادائگی کسی مزید رسم کے وہ دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے ایک ساتھ رہنا اختیار کر سکتے ہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اسکے بعد پھر جدا ہونا چاہیں تو طلاق باقاعدگی کی محتاج نہیں ہے۔ اس طرح طلاق کے بعد تعلقات زناشوئی جو دوبارہ اختیار کیے جائیں یہ باقاعدہ شادی کے تعلقات کے برابر متصور ہونگے۔ اور طلاق کو منسوخ کر دیں گے۔

میاں بیوی کی علحدگی اور نان ونفقہ کے دلائے جانے کا کوئی رواج نہیں ہے شادی کے بعد شوہر کے نامرد ثابت ہونے کی صورت میں شادی باطل متصور ہوگی اور فریقین کسی معاوضہ کے مستحق متصور نہ ہوں گے۔

۶۔ کثیر الازدواجی مرد کو اختیار ہے کہ اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں اور بیوی یا بیویاں رکھے۔ مگر ایک وقت میں تین سے زیادہ بیویوں کے رکھنے کا دستور نہیں ہے اور عام طور پر ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کا بھی رواج نہیں ہے مگر خاص حالات میں جیسے کہ پہلی بیوی سے اولاد کا نہ ہونا یا اس کا جسمانی طور پر معذور ہو جانا یا بوجہ جسمانی کمزوری کے خانگی کاروبار کے قابل نہ رہنا۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی کسی وجہ کے بغیر ایک سے زیادہ بیویاں رکھے تو بھی کوئی ممانعت قانونی نہیں ہے بشرطیکہ اُنکے گذارے کا انتظام ٹھیک طور پر کر سکتا ہو۔

شوہر مقپا کی بیوی کی جس قدر بہنیں ہوں ان سب کے اوپر مقپا حقوق شوہری کا استعمال کریگا اور وہ مشترکہ شوہر ان سب بہنوں کا متصور ہوگا۔

شوہر بغما کے جس قدر بھائی ہوں وہ سب حقوق شوہری اپنے بھائی کی بیوی کے اوپر استعمال کریں گے۔ اور وہ مشترکہ بیوی ان سب بھائیوں کی متصور ہوگی۔ علی العموم تین سے زیادہ بھائی ایک بیوی میں شریک نہیں ہوتے۔ اگر اس سے زیادہ بھائی ہوں۔ تو

چھوٹوں کے نام پر یا تو علیٰحدہ بیوی لائی جائیگی جسے چن چھونگ یعنی چھوٹی بیوی کہا جاتا ہے اُس کی اولاد وارث نہیں ہوتی۔ یا انھیں خانہ دامادی کی صورت میں باہر جانا ہوگا۔ یا لامہ بننا پڑیگا۔ اور یہی صورت چن چھونگ کی اولاد کے لیے ہوگی۔ البتہ اگر چھن چھین یعنی بڑی بیوی کی اولاد نہ ہو تو چن چھونگ کی اولاد وارث ہوگی۔

بھائیوں کے سوا ایک بیوی میں کوئی غیر شخص شریک نہیں ہو سکتا بعض لوگوں نے خاص حالات میں باہر سے شوہر امدادی کو گھر میں لانا جائز قرار دیا ہے مگر اس کا عمل اب لداخ میں بہت کم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ علی العموم اُن صورتوں میں کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی گھر کام کاج کے لیے بطور ملازم ابتداً گھر میں رکھا گیا۔ اور اس کے ناجائز تعلقات گھر والی کے ساتھ پیدا ہو گئے جس پر شوہر نے چشم پوشی کی۔ ایسی مثالیں لداخ میں موجود ہیں علاوہ ازیں بعض لوگوں نے بھور رسوک یعنی شوہر امدادی کو علانیہ طور پر گھر میں رکھ چھوڑا ہے۔ مگر یہ معیوب خیال کیا جاتا ہے۔

۷۔ تبنیت متبنیٰ وہی لوگ بناتے ہیں جو لاولد ہوں۔ بموجودگی اپنی اولاد پسری یا اولاد دختری کے کوئی شخص متبنیٰ نہیں بنا سکتا تبنیت کے لیے لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے قاعدہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان میں سے جو شخص اصل مالک گھر کا ہوتا ہے وہ اپنے رشتہ داران قریبی میں سے ایک لڑکا یا لڑکی جو قریب تر رشتہ اُس کے ساتھ رکھتا یا رکھتی ہو متبنیٰ بنانے کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اور دوسرا فریق اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کو اُس متبنیٰ کے ساتھ شادی کئے جانے کے لیے تجویز کرتا ہے۔ اس طرح سے تبنیت میں میاں اور بیوی دونوں کی شمولیت قریب قریب یکساں درجہ تک ہو جاتی ہے۔

تبنیت کے لیے کسی خاص رسم کی ادائیگی کی ضرورت نہیں ہے صرف شخص متبنیٰ کے والدین کے ساتھ طے کر کے اُس کو اپنے گھر میں لے آیا جاتا ہے متبنیٰ اگر تبنیت کنندگان کی مرضی پر نہ چلے۔ اُن کی خدمت نہ کرے یا اُن کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تو وہ حسب مرضی خود نکال سکتے ہیں۔ متبنیٰ بصورت اخراج کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا ہے اگر شخص متبنیٰ خود اس تبنیت پر رہنا نہ چاہے تو وہ بھی اپنی مرضی سے تبنیت کو

تیسرا حصہ ختم کر سکتا ہے اس صورت میں تبنیت کرنے والے بھی کسی معاوضہ کے مستحق نہیں ہوتے متبنیٰ اپنے تبنیت کرنے والوں کے گھر میں وہی حقوق اور ذمہ داریاں رکھتا ہے جو اولاد صلبی کو ہوتی ہیں۔

بیوگان اپنے قریبی رشتہ داروں اور بھیس پونوں کی رضامندی سے متبنیٰ بنا سکتی ہیں۔ اگر بلا رضامندی ایسا کیا جائے تو جائز نہیں ہے۔

تبنیت میں علی العموم وہی اولاد دی جاتی ہے جو اپنے والدین کے گھر میں حق وراثت نہیں رکھتی ہے۔ ایک شخص دو گھروں کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اگر متبنیٰ کسی طرح سے اپنے باپ کا وارث ہو جائے تو محجوب الارث سمجھا جائے گا اور اس سے دوسرے درجہ کا رشتہ دار وارث قرار دیا جائیگا۔

اگر قریبی رشتہ داروں میں کوئی لڑکا یا لڑکی تبنیت کے لیے نہ ملے تو دور کے رشتہ داروں میں سے انتخاب کیا جاتا ہے۔ ان سے بھی نہ ملے تو بھیس پونوں کے درمیان سے انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اور بصورت مجبوری غیر اشخاص میں سے بھی متبنیٰ لیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے اپنے رشتہ داران وغیرہ کی رضامندی ضروری ہوگی۔

اگر متبنیٰ بنانے کے بعد تبنیت کرنے والے کی اولاد صلبی پیدا ہو جائے تو اس سے تبنیت باطل نہیں ہو سکتی۔ وراثت بدستور متبنیٰ کو پہنچیگی۔ اور تبنیت کرنے والے کی اولاد کو جو تبنیت کے بعد پیدا ہوئی ہے چھوٹے بھائی یا بہن سے بڑھکر رتبہ نہیں ملیگا۔

وصیت ہبہ۔ اور وقف یہ تینوں امور لداخ میں قریب قریب نفی کی حالت میں ہیں۔ وصیت کا بالکل رواج نہیں ہے اور ہبہ کا دستور بھی بہت کم ہے وقف خاص حالات میں گونپوں کے حق میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی جائداد کو تقسیم کرے۔ نہ یہ اختیار ہے کہ مجروم اصل وارث کے اپنی جائداد پدری کو بصورت ہبہ یا بصورت وقف علیحدہ کرے۔ البتہ اپنی کمسوبہ جائداد کو ایک شخص اپنی بیٹی کو یا اپنے کسی چھوٹے بیٹے کو یا گونپہ کو دے سکتا ہے۔

اپنی جائداد موروثی میں سے بھی اگر کوئی شخص کنال دو کنال اراضی گونپہ کو بصورت

خیرات اپنے رشتہ داران اور اصل وارث کی رضامندی سے دیدے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ مگر زیادہ مقدار اراضی اس صورت میں بھی نہیں دی جا سکتی۔

جس شخص کی اولاد صلبی نہو وہ بھی اپنی تمام جائداد موروثی گونپہ کو بلا رضامندی اپنے قریبی رشتہ داروں کے نہیں دے سکتا۔ اور ایسی نظیریں بھی کم پائی جاتی ہیں کہ کسی نے اپنی تمام جائداد موروثی اپنے رشتہ داران کی رضامندی سے گونپہ کو دیدی ہو۔

۹۔ پیدائش جب اولاد پیدا ہو تو زچہ کے سرہانے ایک چھوٹی میز کے اوپر ایک برتن غلہ سے بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے اندر ایک تیر کھڑا کو دیتے ہیں اور میز کے اوپر ایک چھنگ لٹکا دیتے ہیں۔ رشتہ دار اور ہمسایہ مبارکباد کے لیے آتے ہیں۔ وہ عام طور پر کھانا تیار کر کے ساتھ لاتے ہیں اور چھنگ لاتے ہیں۔ کھانا گھر والوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور چھنگ اسی میز کے اوپر لٹکا دیا جاتا ہے۔ ایک مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مہینے کے ختم ہونے پر ایک دن جلسہ کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اس روز گھر والے چاے اور چھنگ تیار کرتے ہیں اور تھوڑا کھانا بھی پکاتے ہیں جملہ رشتہ داران قریب و بعید اور تمام نزدیک اور دور کے رشتہ دار اور ہمسایے اپنے اپنے گھروں سے کھانا پکا کر اس گھر میں لاتے ہیں۔ سب بیٹھتے ہیں چھنگ اور چاے سے ان کی تواضع کی جاتی ہے جو کھانا یہ لوگ لائے ہوتے ہیں وہ بھی انھیں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے بعد جلسہ برخاست ہوتا ہے۔ اس روز تک بھس پونوں کے سوا رشتہ دار اور ہمسایے اس گھر کی پکی ہوئی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ اس جلسہ کے بعد یہ قید اٹھ جاتی ہے۔ اس ایک جلسہ کے سوا اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

دولتمند اشخاص پہلی اولاد کے موقع پر پیدائش سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ایک اور جلسہ کرتے ہیں جس میں اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور پرتکلف ضیافت دیتے ہیں۔ تماشہ بھی کرتے ہیں۔ اس میں لوگ تحائف بھی دیتے ہیں۔ معمولی حیثیت کے آدمی یہ جلسہ نہیں کرتے۔

سال دو سال بعد گوشوک سے نام تجویز کرایا جاتا ہے بعض اشخاص خود ہی نام رکھ لیتے ہیں نام رکھنے کے وقت کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

مولود یا اُس کی والدہ کو غسل دینے کا کوئی رواج لداخ میں عام لوگوں کے درمیان نہیں ہے مگر کیا جاتا ہے کہ معزز خاندانوں میں بچہ کو نہلایا جاتا ہے۔ پانی میں زعفران گھولا جاتا ہے۔ اس سے غسل دیا جاتا ہے۔ غسل دینے کے بعد چاندی کے چمچ پر بودھی حرف آ لکھ کر بچہ کو چٹایا جاتا ہے اس کے بعد دودھ دیا جاتا ہے۔

گیاپو کے گھر میں جب اولاد پیدا ہو تو اُس کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانے سے کوئی پرہیز نہیں کیا جاتا۔

۱۰۔ موت جب کسی گھر میں موت واقع ہو تو پہلے اُس گونپہ کے لوبن کو بلایا جاتا ہے جس کا وہ گھر پیرو ہے۔ لوبن یہاں پہونچ کر کچھ پڑھتا ہے اسکے بعد مردے کو اُس کے کپڑے اُتار کر اور گھٹنوں کو گردن کے ساتھ ملاکر بھیس لون رسی سے باندھ دیتے ہیں۔ پھر ایک کپڑے میں لپیٹ کر خانگی گونپہ کے اندر لیجا کر بٹھلا دیتے ہیں۔ یہاں لامہ مذہبی کتابوں کا ختم شروع کرتے ہیں۔ نجومی سے تاریخ دریافت کی جاتی ہے کہ کس روز اس مردے کا نکالنا درست ہوگا جو تاریخ وہ بتلاتا ہے اُس دن جنازے کے نکالنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ صاحب حیثیت آدمی دو دو ہفتہ تک میت کو گھر میں رکھتے ہیں اور معمولی حیثیت کے آدمی دو چار روز سے زیادہ نہیں رکھتے جب تک میت گھر میں رہتی ہے۔ لامہ مذہبی مقدس کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ انھیں کھانا کھلانا ہوتا ہے۔ رشتہ دار لاماؤں کے کھانے کے ایک ایک دن کے اخراجات اپنے اپنے ذمے لے لیتے ہیں۔ جو لوگ کھانے کا پورا انتظام نہیں کر سکتے وہ نقدی دیدیتے ہیں۔ اس طرح گھر والے کا خرچ تقسیم ہو جاتا ہے اس موقع پر لامہ کم از کم چار پانچ اور زیادہ سے زیادہ پچاس تک بلائے جاتے ہیں۔

جنازے کے نکالنے کے دن جملہ رشتہ دار اور ہمسایے جمع ہوتے ہیں۔ لاما مذہبی دعائیں پڑھتے ہوے آگے آگے چلتے ہیں۔ بھیس پون گھر کے اندر سے بیرونی دروازے تک میت کو اُٹھا کر لیجاتے ہیں۔ دروازے کے باہر سے چند قدم تک گھر کے وارث کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میت کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لیجانا ہوتا ہے اس کے بعد رشتہ دار اُسے پالکی میں بٹھلاتے ہیں اور خود اٹھا کر شمشان تک لیجاتے ہیں۔ پالکی کا رواج

صرف قصبہ لیہ میں ہے۔ دیہات میں وارث میت کو اٹھا کر سمسان تک پہونچاتا ہے
قصبہ لیہ کی مختلف آبادیوں کے لیے جدا جدا سمسان بنے ہوئے ہیں۔ ان میں قریب
قریب ہر ایک گھر کے لیے میت کے جلانے کی جگہ جداگانہ بنائی ہوئی ہے۔ یہ ایک تنور
جیسا ہوتا ہے جو سطح زمین کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ اس تنور میں نیچے لکڑی اور اُپلے
چُن دیتے ہیں۔ اس کے اوپر میت کو بٹھلاتے ہیں۔ پھر پھس پون آگ لگاتے
ہیں۔ اُس کے بعد کل ہمراہی واپس ہو جاتے ہیں۔ رشتہ دار تین دفعہ اس تنور کا
طواف کرتے ہیں اور لاماؤں کو سجدہ کر کے واپس ہو جاتے ہیں۔

لاما یہاں ٹھہرتے ہیں۔ اور کچھ رسوم ادا کرتے ہیں۔ اس کا نام چین سیق ہے
جس کا مطلب آگ کے دیوتا کی پرستش ہے۔ اس اثنا میں لاما چند دفعہ مکھن اور تل
سفید و سیاہ اور کچھ اور چیزیں جلتے ہوئے تنور میں میت کے اوپر ڈالتے ہیں جن کا
اصول غالباً یہ ہے کہ میت آسانی سے جل جائے۔ اور بُو نہ پیدا ہو۔ یہ رسم ادا کر کے
دو لاماؤں کو چھوڑ کر اور سب لاما واپس جاتے ہیں۔ یہ دو لاما اور پھس پون تنور کے
قریب بیٹھے رہتے ہیں اور حسب ضرورت لکڑیاں تنور میں لگاتے رہتے ہیں۔ جب
میت کی ہڈیاں جدا ہو جاتی ہیں تو ایک ہڈی تنور سے نکال لیجاتی ہے۔ ایک طباق
غلہ گرم سے بھرا ہوا پہلے سے موجود رکھا جاتا ہے۔ اس غلہ کے اوپر اس ہڈی کو رکھدیا
جاتا ہے اور کپڑا ڈھانپ کر ایک آدمی اسے لے کر چلتا ہے اُس کے آگے
آگے یہ دونوں لاما گیلنگ جو ایک قسم کی سُرنائی ہے بجاتے ہوئے چلتے ہیں۔
متوفی کے گھر پر پہونچتے ہیں تو یہ طباق رکھ لیا جاتا ہے اور لاما رخصت ہو جاتے ہیں
جب میت پوری طرح جل جائے تو پھس پون بھی تنور چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں۔

معززین اور اوسط درجہ کے لوگوں کے الگ الگ تنور بنے ہوئے ہیں غریب
گھرانے جن کے مستقل تنور مردہ پھونکنے کے لیے بنے نہیں ہوتے وہ دو تین پتھروں
کے اوپر میت کو بٹھلا کر جلا دیتے ہیں۔ راجگان کے گھرانے کے لیے ہر ایک میت کی
واسطے علٰحدہ تنور تعمیر کیا جاتا ہے۔

شخص متوفی کا سالم لباس اچھی قسم کا۔ اور جو زیور مرتے وقت اس کے جسم پر ہو

اس میں سے ایک حصہ اور دیگر اشیا جیسے برتن میز۔ بستر۔ فرش۔ اور گھوڑا وغیرہ حسب حیثیت اسباب لاماؤں کو خیرات کے طور پر دیا جاتا ہے۔

چار روز بعد اس تنور کی راکھ بھس پون نکالتے ہیں۔ اور اگر دریا نزدیک ہے تو دریا میں بہا دیتے ہیں۔ ورنہ پہاڑ پر اڑا دیتے ہیں۔ معزز گھرانوں میں یہ راکھ احتیاط کے ساتھ گھوڑے پر لادی جاتی ہے اس کے اوپر قیمتی کپڑے ڈالے جاتے ہیں اور اسے دریا کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور لاما آگے آگے کیرانگ بجاتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس رسم کے بعد شخص متوفی کے گھر میں پھر لاما جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک دفعہ پھر اپنی مقدس کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے چند روز بعد اس ہڈی کو جو تنور سے اٹھائی گئی تھی پیس آٹا کرتے ہیں۔ پھر اس میں مٹی ملاکر گوندھتے ہیں اور سانچہ میں ڈال کر چھورتن یا دیوی دیوتا کے بت تیار کرتے ہیں۔ ان کے رکھنے کے لیے معمولی آدمیوں کے واسطے مختلف آبادیوں میں بڑی بڑی چھورتن بنی ہوتی ہیں۔ اس میں رکھ دیتے ہیں صاحب حیثیت آدمی ہر ایک مردہ کے لیے علٰحدہ چھورتن تعمیر کرتے ہیں اور اس میں شخص متوفی کی اس یادگار کو رکھ دیتے ہیں۔

ایک مہینے کے بعد پھر ایک مذہبی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت تک کوئی رشتہ دار باستثنائے بھس پون اور لاماؤں کے اس گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتا اس رسم کے بعد یہ قید اٹھ جاتی ہے۔

ایک سال کے بعد پھر ایک مذہبی رسم بطور فاتحہ خوانی لاماؤں کے ذریعے ادا کی جاتی ہے امیر لوگ اس سالانہ رسم کو دو چار یا دس سال تک کراتے رہتے ہیں بعض دولتمند اشخاص اپنے بزرگوں کی سالانہ فاتحہ خوانی کو اپنی تمام عمر جاری رکھتے ہیں

تین سال تک کی عمر کے بچے کی میت کو جلانے کا دستور نہیں ہے اس کی لاش کو باندھکر مٹی کے برتن میں رکھکر پہاڑ میں دفن کر دیتے ہیں اور جو بچے بہت چھوٹی عمر کے ہوں ان کی لاش کو گڑھے میں ڈال کر اپنے گھر کی دیوار کے اندر رکھکر چنائی کر دیتے ہیں ان کے لیے رسومات مذہبی زیادہ نہیں ادا کی جاتی ہیں۔

میت کو غسل دینے کا کوئی رواج نہیں ہے۔

میت کے جلانے کے تنوروں پر سالانہ لوسر کے دنوں میں دسویں مہینے کی ۲۹ تاریخ کو رات کے وقت کھانا چڑھایا جاتا ہے۔ اس کا یہ دستور ہے کہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق لوگ گھر سے چائے۔ روٹی۔ چاول وغیرہ پکا کر لیجاتے ہیں۔ اور اپنے گھر کے مردوں کے نام پر اس تنور کے اوپر رکھ دیتے ہیں اور واپس چلے آتے ہیں۔ اس موقع پر گدا گر اشخاص ہمسان میں موجود رہتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

معتقدین گونپہ اٹھو یعنی سمس کیا پا ہر ایک میت کے لیئے نیا تنور بناتے ہیں اور ایک میت کے جلانے کے بعد تنور کو منہدم کر دیتے ہیں۔

لاماؤں کی لاش بھی علی العموم جلائی جاتی ہے۔ مگر بعض بڑے بڑے لاماؤں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کی لاش کو نمک لگا کو سکھلایا جاتا ہے پھر اُسے ایک چھوبرتن کے اندر رکھکر بند کر دیا جاتا ہے۔ یا لاش کو گونپہ کے اندر زمین پر رکھ کر اُس کے اوپر ایک بڑی مورت بنا دی جاتی ہے۔ بعض لاماؤں کے مخصوص اعضا کو مورت کے اندر رکھکر محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ گونپہ ریزونگ میں لاما پی لتم نما بانی گونپہ کا دل ایک مورت کے اندر رکھا ہوا ہے۔ اس مورت کو بڑی احتیاط کے ساتھ شیشہ والی الماری میں بٹھلایا ہوا ہے۔

پندرھواں باب

(۱) بودھوں کے تہوار اور گونپوں کے میلے وغیرہ

(۱) بودھوں کے تہوار (۲) لاماؤں کے فرقے (۳) گونپوں کے سالانہ میلے (۴) گونپوں کے عہدہ دار (۵) لاماؤں کے حقوق۔ ذمہ داری اور وراثت (۶) بودھی جنتری (۷) لداخ اور اضلاع سرحدی کی مردم شماری

۱۔ لوسر یعنی نوروز لداخ کے قومی تیوہاروں میں لوسر سب سے بڑا تیوہار ہے زمانۂ قدیم میں وہ واقعی نوروز کے دن منایا جاتا تھا۔ مگر گیالپو جمیانگ نمگیل نے ایک دفعہ بوجہ ضروریات سیاسی کے اس تیوہار کو تاریخ معینہ سے دو ماہ پیشتر یعنی گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو منایا۔ اُس وقت سے یہی تاریخ اس تیوہار کے لئے مقرر ہو گئی ہے۔

دستور یہ ہے کہ دسویں مہینے کی ۲۵ تاریخ سے رسوم شروع ہو جاتی ہیں جیساکہ قدیم سے عمل چلا آتا ہے۔ معززین اور عوام میں سے سو سوا سو۔ سوار لباس فاخرہ گیالپو کی ڈیوڑھی پر دوپہر کے قریب حاضر ہوتے ہیں۔ سہ پہر کے وقت گیالپو محل سے برآمد ہوتا ہے یہ رسالہ اُس کی اردل میں ساتھ ہو جاتا ہے۔ گیالپو کے محل سے تقریباً دو ڈیڑھ میل تک سڑک لہاسہ پر چھورتن اور مانے وغیرہ عمارات مذہبی کا سلسلہ چلا گیا ہوا ہے۔ ان عمارات کا طواف بودھوں کے عقائد کے مطابق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ گیالپو کی سواری ان عمارات کے اوپر کی طرف سے جاتی ہے اور گیالپو دے الدان نگیل کی تعمیر کی ہوئی مانے تک پہونچ کر ان کے نیچے کی طرف سے واپس ہوتا ہے۔ اس طرح گیالپو کی سواری مع اُس جلوس کے ان مذہبی عمارتوں کا طواف کر کے بازار میں پہونچتی ہے لداخ کا بازار بہت چوڑا ہے اور اس کا لمبان بھی خاصہ ہے گیالپو بازار میں کسی جگہ ٹھہر جاتا ہے۔ اور اُس کی اردل کے سوار دو دو کی جوڑی

میں بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ لگاتے ہیں جب تمام سواروں کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے تو گیالپو اپنے محل کو واپس چلا جاتا ہے۔ اردل کے سوار گیالپو کو محل میں پہنچا کر واپس ہوتے ہیں اس روز رات کے وقت لوگ اپنے اپنے گھروں میں چراغاں کرتے ہیں اور بڑی خوشی مناتے ہیں۔

سواری اور گھوڑ دوڑ کا یہ عمل ۲۰ تاریخ تک مسلسل جاری رہتا ہے۔ ۳۰ تاریخ کو رات کے وقت گیالپو کے محل میں معززین کو ضیافت دی جاتی ہے اس کے ختم ہونے پر گیالپو کی طرف سے اس کا ایک آدمی مشعل لے کر محل سے باہر نکلتا ہے۔ اور لوگ بھی اپنے اپنے گھروں سے مشعل لے کر نکلتے ہیں اور بازار میں سب اکٹھا ہوتے ہیں۔ یہاں سب مل کر بازار سے باہر جاتے ہیں اور ایک کھیت میں ان مشعلوں کو پھینک دیتے ہیں۔ یہ رسم قریب قریب ایسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی ہندوستان کی ہولی ہے۔

دوسرے دن گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو لوگ اپنے اپنے گھروں میں جشن کرتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو سال نو کی مبارکباد دیتے ہیں معززین و ممتاز اشخاص گیالپو کی خدمت میں سال نو کی مبارکباد دینے اور اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ گیالپو مع اراکین خاندان شاہی درجہ بدرجہ اپنے محل کے کمرہ دربار میں شہ نشین کے اندر جلوس کرتا ہے۔ کمرے میں لداخی وضع کا فرش دیوار کے ساتھ ساتھ بچھا ہوتا ہے درباری گیالپو کے روبرو اظہار عقیدت کر کے درجہ وار بیٹھ جاتے ہیں چائے وغیرہ سے ان کی تواضع کی جاتی ہے۔ جونگ سونگ لھاسہ کو بھی اسی موقع پر گیالپو کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوتا ہے اور جو تحائف وہ لھاسہ سے گیالپو کے واسطے لایا ہے پیش کرتا ہے یہ دن اسی قسم کے مراسم میں صرف ہو جاتا ہے

اس کے دوسرے دن یعنی ۲ و ۳ تاریخ کو گھوڑ دوڑ ہوتی ہے سوار حسب معمول گیالپو کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے ہیں۔ گیالپو جس وقت محل سے برآمد ہوتا ہے سب اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ گیالپو بازار میں پہنچ کر اپنے مکان واقعہ بازار کے اس کمرے میں جلوس کرتا ہے جس کا غرفہ بازار کی طرف کھلتا ہے۔ بعد ازاں لداخی باجہ کے شور کے ساتھ گھوڑ دوڑ شروع ہوتی ہے۔ گیالپو کا ایک خاص اردلی اس کا آغاز کرتا ہے۔ جس کا

لباس بہت بھڑکدار اور خاص وضع کا ہوتا ہے دو دو کی جوڑیوں میں تمام سوار بازار کے
ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوڑ لگاتے ہیں جب ایک ایک دفعہ سب کی
دوڑ ہو جاتی ہے تو دوسری باری شروع کی جاتی ہے اس طرح سے جب آٹھ دوڑیں
پوری ہو جاتی ہیں تو گیالپو اپنے مکان سے نکلتا ہے اور بازار کے درمیان سے ہوکر
اپنے محل کو واپس چلا جاتا ہے جملہ سوار اُس کی اردل میں جاتے ہیں اور اُسے محل
میں پہنچاکر واپس ہوتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن بھی یہی رسم ادا کی جاتی ہے
صرف فرق اس قدر ہے کہ آٹھ کے بجائے اس روز نو دوڑیں لگائی جاتی ہیں اور
گیالپو کو اس کے محل میں پہونچاکر یہ رسم خاتمہ کو پہونچتی ہے۔

۲۔ دوسمو چھے لداخ کے بودھوں کے عقائد کے مطابق جب کبھی کوئی شخص کسی
تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کے رفع کرنے کے لیے نجومیوں کے
حساب کے مطابق ایک چیز تیار کی جاتی ہے جس کو دوس کہتے ہیں۔ اس کے سامنے
مذہبی کتابوں کی تلاوت ہوتی ہے جس سے خیال کیا جاتا ہے کہ لھا یعنی دیوتا دوس
کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اس کو ان تکالیف کے رفع ہو جانے کی علامت خیال
کیا جاتا ہے۔ اور دوس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

تمام ملک لداخ پر جو تکالیف آئندہ سال آنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے رفع کرنے
کے لیے اسی خیال کے مطابق دوس موچھے یعنی بڑا دوس تیار کیا جاتا ہے۔ اس کا دستور
یہ ہے کہ بارھویں مہینے کی ۱۵ تاریخ کو ٹھکسے ہمیس۔ چمرے اور سپتوک کے گونپوں کے
لاما ایک سال کو شوک گونپہ گاون کی سرکردگی میں مع اس گونپہ کے لاماؤں اور دوسرے
سال کو شوک گونپہ اٹھو کی سرکردگی میں مع اُس گونپہ کے لاماؤں کے گیالپو کے محل
واقعہ لداخ میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد سوا سو کے قریب ہوتی ہے اُنپو یعنی نجومی
بھی ان کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ ان کے حساب کے مطابق دوس تیار کیا جاتا ہے۔
اور لامہ لوگ کچھ اور اشیا بھی تیار کرکے لاتے ہیں۔ ان کے سامنے کتاب خوانی شروع
کی جاتی ہے جو ۲۹ تاریخ تک جاری رہتی ہے۔

اس بڑے دوس کو ۲۹ تاریخ کی شام کو گیالپو کے محل سے نکال کر [illegible] میں نکال کر

قبرستان لیہ کے متصل ایک کشادہ میدان میں کھڑا کرتے ہیں اور ایک درخت کی صورت میں اسے ترتیب دیتے ہیں اور اُس کے سامنے کتاب خوانی کرتے ہیں۔

۲۵ تاریخ سے لامہ اس کام میں مصروف ہوتے ہیں اور گیالپو کو روزانہ بازار کا طواف کرنا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق دستور وہی ہے جو لوسر کے بیان میں درج ہوا۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ سواروں کی تعداد اس موقع پر پونے دوسو کے قریب ہوتی ہے گیالپو کی سواری ۲۸ تاریخ تک روزانہ نکلتی رہتی ہے اور بازار میں ایک دوڑ لگا کر محل کو واپس چلی جایا کرتی ہے۔

۲۸ تاریخ کو صبح کے وقت گونپہ سوما میں جو گیالپو کے محل کے متصل واقع ہے میلا لگتا ہے۔ اس میں لامہ لوگ اپنے دیوتاؤں کے چہرے لگا کر اور خاص وضع کا لباس پہن کر مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں جسے لداخی اصطلاح میں سیر کیام اور انگریزی زبان میں ڈیول ڈانس کہا جاتا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیے دور دور سے بودھ مرد اور عورتیں لداخ میں جمع ہوتی ہیں۔ گیالپو مع اپنے ارکین خاندان شاہی کے یہ نظارہ اپنے محل کے غرفہ سے دیکھتا ہے اور دیگر معززین اپنی نشست کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ غرض کہ دوپہر تک گونپہ سوما کے گرد و پیش بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ اس کے ختم ہونے پر گیالپو اپنے معمولی طواف کے لیے محل سے برآمد ہوتا ہے۔

۲۹ تاریخ کو سہ پہر کے وقت لامہ اپنے تیار کیئے ہوئے سامان کو حسب معمول پورے جلوس کے ساتھ بازار کے درمیان سے گذار کر اُس جگہ لیجاتے ہیں جہاں دوس موچھے کا درخت کھڑا کیا ہوا ہے۔ یہ جلوس متعدد حصوں میں مختلف قسم کی رسوم کے ساتھ نکالا جاتا ہے جب تمام سامان میدان میں پہونچ جاتا ہے تو گیالپو کی سواری پورے جلوس کے ساتھ اس جگہ آتی ہے۔ لامہ بعد ادائگی رسومات مذہبی اس درخت کو توڑ دیتے ہیں۔ اس کی لکڑی اور اُس کے ٹکڑے لوگ تبرکاً لیجاتے ہیں اور برکت کے خیال سے غلہ کے ذخیروں میں رکھتے ہیں۔ دیگر اشیا جو لاماؤں نے تیار کی ہوئی ہیں وہ بھی اسی جگہ پھینک دی جاتی ہیں یا جلا دی جاتی ہیں۔ ان رسومات کی ادائگی کے بعد گیالپو مع اپنے جلوس کے بازار میں آتا ہے یہاں حسب معمول دو دو کی جوڑیوں میں گیالپو کی اردل کے تمام سوار ایک ایک

دوڑ بازار کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لگتے ہیں۔ پھر گیا لپو کو اُس کے محل میں پہونچا کر واپس ہوتے ہیں۔

۳۰ تاریخ کو لامہ اپنے اپنے گونپہ جات کو واپس ہو جاتے ہیں۔ گیا لپو اپنے سٹے کے گونپہ میں جاتا ہے اور وہاں مہاتما بودھ کی مورت کے سامنے جو تانبے سے بنی ہوئی ہے اور جس کے اوپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے سال بھر تک جلتے رہنے والے چراغ کو گھی سے پُر کرتا ہے۔ اس چراغ کے اندر سال کے دوران میں کوئی چکنائی نہیں ڈالی جاتی ہے۔ یہ رسم ادا کر کے وہ ہمروزہ لیہ کو واپس آجاتا ہے۔ اس کی واپسی کے وقت وہ تمام جلوس جو اوپر مذکور ہوا گیا لپو دے الدن نگیل کی مانے رنگیو کے پاس اس کی پیشوائی کے لیے موجود رہتا ہے اس جگہ اس مانے کی لمبائی میں جو ساڑھے آٹھ سو قدم کے قریب ہے حسب معمول ایک ایک دوڑ تمام سواروں کی ہوتی ہے۔ پھر گیا لپو شہر کی طرف روانہ ہوتا ہے یہ تمام جلوس اُس کے ساتھ چلتا ہے اور گیا لپو کو اُس کے محل میں پہونچا کر واپس ہوتا ہے۔

پہلے مہینے کی یکم۔ دوم و سوم تاریخ کو بازار میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے۔ اسکی تفصیل وہی ہے جو لوسر کے بیان میں مذکور ہوئی۔ صرف فرق اسی قدر ہے کہ پہلے دن سات دوسرے دن آٹھ اور تیسرے دن نو دوڑیں ہوتی ہیں۔ اور دس موچھے کی رسم خاتمہ کو پہونچتی ہے۔

۴۔ ختم کاگیور و استن گیور کاگیور ایک سو آٹھ یا اس کے قریب قریب ضخیم جلدوں کی ایک کتاب ہے جسے لہاسہ اور لداخ کے بودھ مذہبی مقدس کتاب مانتے ہیں استن گیور دوسو دو یا اس کے قریب قریب ضخیم مجلدات کی ایک کتاب ہے جو کاگیور کی ٹیکا یعنی شرح ہے۔ ان دونوں مقدس کتابوں کا ختم کرانا لداخی بودھوں کے عقائد کے مطابق بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ یہ کام معمولی حیثیت کے اشخاص کی طاقت سے باہر ہے۔ راجگان بودھ کے عہد میں شاہی اہتمام میں ہوا کرتا تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے عملداری سرکار جموں میں بھی باہتمام و اخراجات سرکاری کرایا جاتا رہا ہے۔

دستور یہ ہے کہ بودھی سال کے دوسرے مہینے کی ۵-۵ یا ۲۵-۲۰ تاریخ کو مختلف گونپہ جات کے کل ۳۰۰ لامہ لداخ میں بسرکردگی گوشوک گونپہ گاؤں جمع ہوتے ہیں پہلے یہ مکانات سرکاری میں سے ایک مکان میں ان کتابوں کی تلاوت کرتے تھے جس سبب سے مکانات سرکاری میں گنجایش باقی نہیں رہی ہے اُس وقت سے گونپہ چند ا ارک کرپو میں جو بہت وسیع عمارت ہے جمع ہو کر ان کتابوں کو پڑھتے ہیں پانچ روز میں یہ کتابیں ختم ہوتی ہیں۔ اس اثنا میں گونپہ سوما میں کچھ مذہبی قسم کا سامان تیار کیا جاتا ہے جسے استورما کہتے ہیں۔ ۹-۱۹ یا ۲۹ تاریخ کو گوشوک گونپہ گاؤں استورما وغیرہ اشیا گونپہ سوما سے نکال کر قصبہ لداخ کے باہر میدان میں لیجاتا ہے۔ استورما کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔ اور ایک سینگھ میں خون بھر کر رسی میں باندھ کر دو ستونوں کے درمیان میں لٹکا دیا جاتا ہے۔ اور انسانی شکل کا ایک بت بنا کر پہاڑی کی سلامی میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ قلعہ لداخ کی جنگی نفری توپ لے کر اس جگہ آتی ہے اور پانچ ضرب کی سلامی سر کرتی ہے۔ بعد ازاں سپاہی پہلے اُس سینگھ کے اوپر پھر اس بت کے اوپر بندوق سے نشانہ لگاتے ہیں۔ جب گولی لگ جائے تو ان چیزوں کو دفن کر دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن لامہ اپنے اپنے گونپوں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ لداخ کے بودھوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عبادت تمام ملک کے لیے باعث ثواب ہے۔

(۲) لاماؤں کے فرقے

لھاسہ میں لاماؤں کے درمیان فروعات میں جزوی اختلافات ہیں جن کی وجہ سے لاماؤں کے جدا جدا فرقے ہو گئے ہیں جو کہ اُن کے گونپوں کے ناموں سے مشہور ہیں لداخ میں جو گونپے بنائے گئے ہیں وہ لھاسہ کے ایک یا دوسرے گونپہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی گونپہ کے نام سے منسوب ہیں اس لحاظ سے لداخ کے بڑے بڑے گونپے حسب ذیل خیالات کے لاماؤں یا فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) ڈوگپا۔ یہ پرانا خیال ہے اُس کے لامہ سرخ لباس اور سرخ ٹوپی پہنتے ہیں

اس خیال کے گونپے ہمیس و چمرے وغیرہ ہیں۔
(۲) گیلدن۔ یہ جدید خیال ہے۔ اس کے لامہ سرخ لباس اور زرد ٹوپی پہنتے ہیں اس خیال کے گونپے۔ پیتوک۔ ٹھکسے۔ لیکیر۔ وسکٹ اور ریزونگ وغیرہ ہیں۔
(۳) ڈی کونگ۔ یہ بھی پرانا خیال ہے۔ اس کے لامہ لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کے گونپے گاون (چیانگ) والامہ یورو ہیں۔
(۴) سسکیا۔ یہ بھی پرانا خیال ہے اس کے لامہ بھی لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کا صرف ایک گونپہ ماٹھو ہے۔
(۵) ننگما۔ یہ بھی پرانا خیال ہے اور لامہ لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کا صرف ایک گونپہ ٹیاک موضع ساکٹی میں ہے۔
(۶) لوڈوک واقعہ بھوٹان۔ اس کا خیال ڈوگپا کے قریب ہے اور اس خیال کا صرف ایک گونپہ استغنا میں ہے۔

۳۔ گونپوں کے سالانہ میلے

ان گونپوں میں سالانہ میلے ہوتے ہیں جن کی اصلیت اسی قدر بتلائی جاتی ہے کہ یہ انتظام لوگوں کو دیوی دیوتاؤں کا درشن دینے کی غرض سے کیا گیا ہے۔ ان میلوں کے مذہبی نام اور تواریخ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہمیس۔ سسن چو۔ ۱۰ و ۱۱ تاریخ پانچواں مہینا
۲۔ چمرے۔ دانگ چھوک۔ ۲۸ و ۲۹۔ تاریخ نواں مہینا (ایک سال چمرے میں اور دوسرے سال ہمیس میں)
۳۔ پیتوک۔ گوستور۔ ۲۸۔ و ۲۹ تاریخ گیارھواں مہینا
۴۔ ٹھکسے۔ گوستور۔ ۲۸۔ و ۲۹ تاریخ بارھواں مہینا
۵۔ لیکیر۔ دوس موچھے۔ ۲۸ و ۲۹۔ تاریخ بارھواں مہینا
۶۔ وسکٹ۔ دوس موچھے۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ بارھواں مہینا
۷۔ گاون۔ سسن دوپ۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ پہلا مہینا

۸۔ لامہ لوپرو۔ کب گیت۔ ۸ و ۹ تاریخ گیارھواں مہینا

۹۔ ماٹھو۔ نغرانگ ۔۔۔ ۱۳-۱۴ و ۱۵۔ تاریخ پہلا مہینا

۱۰۔ ٹیک ٹیک۔ وانگس چھونگس۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ نواں مہینا

۱۱۔ سٹے۔ شو بلا۔ ۹ و ۱۰ تاریخ ساتواں مہینا

ان میلوں کے موقع پر تقریب قریب یکساں قسم کی رسومات ہر ایک گونپہ میں ادا کی جاتی ہیں باستثنائے ماٹھو نغرانگ اور سٹے شوبلا کے جن کا ذکر علیحدہ کیا جائیگا ان رسومات کا خلاصہ یہ ہے کہ گونپہ جات کے دروازوں کے آگے ایک فراخ صحن بنایا جاتا ہے۔ اس کے دو یا تین طرف برآمدے بنے ہوتے ہیں۔ ایک فراخ برآمدہ میں کوشوک اور گونپہ کے معزز لامہ اپنی اپنی نشست گاہوں پر جو بلندی میں سطح صحن سے تین فٹ سے چھ انچ تک مختلف لاماؤں کے رتبہ کے لحاظ سے تیار کی جاتی ہیں جلوہ افروز ہوا کرتے ہیں۔ اسی برآمدہ کے ایک طرف یا دوسرے برآمدے میں ڈھول جھانج۔ ترھی اور سرنائی بجانے والے لامہ ایک قطار میں بیٹھتے ہیں۔ اور کوشوک کے اشارے پر بجاتے ہیں گونپہ کے اندر سے لامہ مختلف گروہوں میں باری باری سے ایک خاص انتظام کے ساتھ طرح طرح کے بیش قیمت اور بھڑکدار ریشمی لباس پہن کر اور جانوروں اور دیگر وضع کے چہرے چڑھا کر اس جگہ آتے ہیں اور باجہ کی تال پر اس میدان میں چکر لگاتے ہیں۔ ان کے قدم ایک ساتھ اور باقاعدہ اٹھتے ہیں ایک گروہ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ تو دوسرا گروہ نئی وضع کے لباس اور دوسری قسم کے چہروں میں وارد ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جب تک کہ میلہ کا خاتمہ ہو۔ یہ بودھوں کی عبادت میں داخل ہے مگر انگریزی میں اسے ڈیویل ڈانس کا نام دیا گیا ہے

دور دور سے لوگ ان دیوتاؤں کے درشن کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ تقریبًا ہر ایک میلے پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ صحن کو لاماؤں کے عمل کے لیے خالی رکھنے کے واسطے انتظامی افسر از قسم پولیس گونپہ کو تعینات کرنے پڑتے ہیں جو علی العموم تمسخر اور شاذ و نادر ڈنڈے کی دھمکی سے انتظام قائم رکھتے ہیں۔ ان میلوں پر لداخی مردوں کی نسبت عورتیں بہت زیادہ تعداد میں جمع ہوتی ہیں کیونکہ عورتوں میں مذہبی خیال بمقابلہ مردوں کے زیادہ تیز ہوتا

ہے معززین کے لیے جداگانہ نشست گاہیں بنی ہوتی ہیں جو پردوں اور فرش فروش سے پوری طرح آراستہ ہوتی ہیں اور ان کے قیام کا انتظام بھی عمارات گونپہ میں کیا جاتا ہے عام لوگ جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جاتے ہیں اور رات درختوں کے نیچے بسر کرتے ہیں۔

گونپہ ہمیس کا سس چو مندرجۂ بالا گونپوں کے میلوں میں سے گونپہ ہمیس کے میلے کی شہرت بہت زیادہ ہے اور سیاحوں کے درمیان زیادہ مشہور ہے جس کا سبب غالباً یہ ہے کہ باقی اکثر میلے سردی کے موسم میں آتے ہیں جن کے دیکھنے کا سیاحوں کو موقع نہیں ملتا۔ اور علاوہ ازیں ہمیس کا گونپہ لداخ کے تمام گونپہ جات میں لدار ہے۔ لاماؤں کی تعداد بھی اس گونپہ میں مقابلتہً زیادہ ہے اور اس گونپہ کا سامان بھی اعلیٰ اور بیش قیمت ہے یہ سامان ڈیڑھ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ گیالپو سس کیونگ نمگیل کا بیٹا گیال شس بی چم سیوانگ ٹھن لیس جو گونپہ ہمیس میں لاماؤں کے افسر اعلیٰ کے رتبہ تک پہونچ گیا تھا۔ ہزار روپیہ خرچ کرکے لہاسہ سے لایا تھا۔ اور اب تک اچھی حالت میں موجود ہے۔

۲۔ گونپہ ماٹھو کا تغراتگ گونپہ ماٹھو کے تغراتگ میں یہ کام بھی ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہوا اور لہا یعنی دیوی کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ کچھ مدت کے لیے اس گونپہ کے دو دو لامہ مخصوص کر دیے جاتے ہیں جو دو تین ماہ تک چلہ کشی اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں اور اس روحانی صفائی سے اپنے آپ کو اس درجہ پر پہونچاتے ہیں کہ لہا اُن کے اوپر ظہور کرے۔ یہ عمل انھیں ہر سال کرنا پڑتا ہے۔ تین چار بجے کے قریب ان کے اوپر لہا کا ظہور ہوتا ہے جس کے لیے پہلے سے انھیں تیاری کرنی پڑتی ہے۔ جب لہا کا ظہور ہو جاوے تو وہ خاص قسم کے لباس میں اور بعض وقت ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں ننگی تلوار لیے کر جوش کی حالت میں گونپہ سے باہر نکلتے ہیں۔ کچھ دیر صحن میں باجہ کی تال پر چکر لگاتے ہیں۔ پھر گونپہ کے برآمدوں کی چھت پر چڑھ جاتے ہیں اور منڈیروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر چھلانگ مارتے ہیں۔ زائرین کے درمیان چکر لگاتے ہیں۔ اس وقت لوگ اپنی اپنی مرادیں ان سے پوچھتے ہیں۔ یہ انھیں اُن کی اغراض کے متعلق مختصر اور

جنچا تلا جواب دیتے ہیں جو کہ عموماً گول مول یا ذومعنی ہوا کرتا ہے اور لیکن بسا اوقات اُس کا ایک نہ ایک پہلو صحیح نکلتا ہے اور معتقدین کو نیزہ اور تلوار وغیرہ اشیا بھی تبرکاً دیتے ہیں جس کے لیے دستور یہ ہے کہ ریشمی کپڑے کے چڑھاوے کے ساتھ دوسرے دن واپس کرنا ہوتا ہے۔

۱۳-و ۱۴ تاریخ کو اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان کا بدن کمر سے اوپر ننگا ہوتا ہے۔ ۱۵- تاریخ کو ان کی آنکھوں پر کپڑے کا موٹا پردہ سیاہی کے ساتھ کالا کر کے باندھ دیا جاتا ہے۔ یہ کپڑا ٹھڈی کے نیچے تک لٹکتا ہے۔ تمام بدن اُن کا ننگا ہوتا ہے صرف ستر پر پردہ رکھا جاتا ہے تمام بدن کو سیاہی کے ساتھ کالا کر دیا جاتا ہے اور پیٹ و پیٹھ کے اوپر رنگ کے ساتھ دیوی دیوتا کے چہرے بنا دیے جاتے ہیں جن کی تین آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس حالت میں وہ ہاتھوں میں وہ چیزیں جو عبادت کے وقت استعمال کیجاتی ہیں لیے ہوئے گونپہ سے برآمد ہوتے ہیں۔ اور بلا تکان ایک کمرے سے دوسرے کرہ میں جاتے ہیں۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں۔ اُترتے ہیں جو اشخاص اُن سے سوال کریں اُنھیں جواب دیتے ہیں۔ جس پہاڑی کے اوپر یہ گونپہ واقع ہے اُس کے نیچے کچھ فاصلہ پر گونپہ کا ایک مکان ہے۔ پہاڑی راستہ سے اس مکان میں جاتے ہیں۔ یہاں سے نکل کر مانے و چھورتن کا طواف کرتے ہیں۔ میلہ کے تمام شرکا کو درشن دیتے ہوئے گونپہ کو واپس چلے جاتے ہیں یہاں پھر دوڑ دھوپ کرتے ہیں عمارت گونپہ کی منڈیروں پر بلا تکان دوڑتے ہیں۔ معتقدین کے کمروں میں جاتے ہیں۔ ان سے بات چیت اپنے مخصوص طرز میں کرتے ہیں۔ جب یہ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے چہرے کو بغور دیکھا میری رائے میں ان کی آنکھیں قطعی طور پر بند ہوتی ہیں تاہم راستہ معلوم کرنے میں انھیں کوئی دقت نہیں ہوتی حیثہ گونپہ کے اندر راستے علی العموم پیچیدہ تنگ اور اوپر نیچے ہوتے ہیں مگر یہ بیدھڑک دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ چھتوں کی منڈیروں پر بے تحاشا دوڑ لگاتے ہیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر بالکل ٹھیک اندازہ سے چھلانگ مارتے ہیں اور میں نے نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس میں کبھی لغزش کی ہو۔ بودھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ پر جو چہرے بنے ہوتے ہیں ان کے ذریعے یہ آگے اور پیچھے

دونوں طرف دیکھتے ہیں۔

جب اُن کا کام ختم ہو جاتا ہے تو گونپہ کے لاماؤں میں سے ایک شخص انکے دل پر ہاتھ پھیرتا ہے اس حرکت سے لھا ان کے اوپر سے اتر جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بیہوش ہو جاتے ہیں جس روز ان کا بدن ننگا اور سیاہی سے کالا کیا ہوتا ہے اس روز انھیں ہوش میں لانے کے لیے یہ تدبیر کی جاتی ہے کہ گرم پانی میں کپڑا تر کر کے اُن کے تمام بدن پر پھیرا جاتا ہے۔ اور بدن پر جو رنگ و روغن کیا گیا تھا اس کو دھو دیا جاتا ہے اس کے دور ہو جانے پر لھا ان کے اوپر سے اُتر جاتا ہے اور وہ ہوش میں آجاتے ہیں۔ اس وقت انھیں کھانسی بہت آتی ہے اور گاہ بگاہ قے بھی ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر تک بے حال رہتے ہیں پھر اپنی معمولی حالت میں آجاتے ہیں۔

اس کے بعد دوسرے مہینے کی ۸ تاریخ کو ان کے اوپر لھا کا پھر ظہور ہوتا ہے اور وہ گونپہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر نالہ کے اندر چار پانچ میل کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں دو لاتو یعنی دیوی کے استھان بنے ہوئے ہیں ان کی مرمت کراتے ہیں۔ اور ان کے اوپر دلت پدم کی نئی شاخیں لگاتے ہیں۔ مرمت کا کام ختم ہو جاتا ہے تو لاتو کے اندر اپنا سر لگا دیتے ہیں۔ اس حرکت سے لھا اتر جاتا ہے۔ پھر یہاں سے گونپہ کو واپس چلے جاتے ہیں اس موقع پر بھی زائرین جمع ہوتے ہیں۔ مگر زیادہ مجمع نہیں ہوتا۔

۳۔ **موضع سٹے کا شوبلا** موضع سٹے میں راجہ کے پرانے محل کے پاس ایک گونپہ بنا ہوا ہے۔ اس کے ایک حصہ میں دو رسجے چھن مو کی مورت ہے جسے لوسا وار رنچن زنگپو کا لھا خیال کیا جاتا ہے یہ بزرگ لداخ میں مذہب بودھ کا بانی ہے اور اس گونپہ کے باقی دو کمروں میں جو جدا جدا واقع ہیں مہاتما بودھا کی مورت ہے ایک جگہ مٹی کی بنی ہوئی ہے اور دوسری جگہ تانبہ سے بنائی ہے جس کے اوپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے اس قسم کی تمام مورتیں جو میں نے لداخ ور افسکار میں دیکھی ہیں ایک ہی پیمانے پر بنی ہوئی ہیں۔ دو ہر قد انسانی سے تقریباً ... گونہ بڑی ہیں۔

۹۔ ۱۰ تاریخ کو لھا کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے حالات یہ ہیں کہ ایک شخص معمولی

آدمیوں میں سے اس غرض کے لیے مخصوص کیا ہوتا ہے اس وقت سے پیشتر وہ دو ڈیڑھ مہینے چلہ میں رہتا ہے۔ تاریخ معینہ پر وہ چلہ سے برآمد ہوتا ہے اور دسے شُق گیت یا یعنی آٹھ چھورتن کے پاس جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں چار پانچ لامہ کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ اور مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں اس سے لھا کا ظہور اس کے اوپر شروع ہوتا ہے۔ اُس وقت اس کی آنکھ اور ناک سے پانی جاری ہو جاتا ہے۔ پہلے وہ بیٹھی ہوئی حالت میں چھورتن کا چکر لگاتا ہے۔ اور پھر جب لھا کا اس کے اوپر ظہور ہو جاتا ہے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے اس نے بہت بیش قیمت لباس جو لداخ کے راجاؤں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اس غرض کے لیے بنا کر دیا ہوا ہے پہنا ہوتا ہے۔ پہلے وہ راجہ کے محل میں آتا ہے جہاں معززین جمع ہوتے ہیں لوگ اس سے اپنی اپنی مرادوں کے متعلق سوال کرتے ہیں وہ سب کو برجستہ جواب دیتا ہے پھر محل سے باہر نکلتا ہے۔ عام لوگ جو سوالات کرتے ہیں اُن کا جواب دیتا ہے۔ بعد ازاں گونپہ کی چھت پر چڑھ کر منڈیروں کے اوپر دوڑ لگاتا ہے۔ اُبلتی ہوئی چائے اُسے دی جاتی ہے وہ اسے بلا تکلف پی جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک گیالمو کو شک پیدا ہوا کہ دراصل لھا کا ظہور اس شخص پر نہیں ہوتا اور یہ محض ڈھکوسلا کرتا ہے اُس نے امتحاناً کہا کہ اگر ابلتی ہوئی چائے یہ شخص بلا تکلف پی جائے تو مجھے اس کی کرامات کا اعتبار ہو گا۔ اُس وقت سے یہ دستور اب تک چلا آتا ہے۔

اس کے دوسرے دن بھی اسی طرح یہ عمل کیا جاتا ہے اس اثنا میں یہ لھا گھوڑے پر سوار ہو کر ایک دوڑ بھی لگاتا ہے اور معززین کے پاس جاتا ہے۔ لوگوں سے بات چیت کرتا ہے اور شام کے قریب اس رسم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر دیگر ناچ تماشے بھی ہوتے رہتے ہیں اور بہت بڑا مجمع ان کے دیکھنے کے لیے جمع ہوتا ہے۔ اس لھا کی وقعت ماٹھو کے لھا کی نسبت بہت زیادہ خیال کی جاتی ہے اور تقریباً جملہ گونپوں کے نمائندے اس جلسہ میں شریک ہوتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں یہ انتظام لامہ رگزن سیوانگ نوربو کا درست کیا ہوا ہے جو گیالپو فونسوک نمگیل کے زمانے میں لداخ کی خانہ جنگی رفع کرنے کی غرض سے آیا تھا

ریزونگ کا گونپہ لداخ میں سب سے نیا ہے۔ اس

۴۔ یہ گونپہ جات جوان سوم گونپہ کے لاما اپنے قواعد کی پابندی میں بہت

ے قائل نہیں ہیں !! سخت ہیں۔ اور ریاضت میں بہت باقاعدہ ہیں

چھنگ اور گوشت سے انھیں قطعی پرہیز ہے سادہ غذا صرف دو وقت کھاتے ہیں

اور رسوات جو لداخ کے دیگر گونپہ جات میں رائج ہیں ان کے قائل نہیں ہیں۔

یہ لامہ کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتے ہیں اور نہ کوئی میلہ کرتے ہیں۔

استغنا کے گونپہ میں بھی کوئی میلہ نہیں ہوتا۔ یہ گونپہ بھی رسومات کا

اسی طرح تیک تھک کے گونپہ میں بھی کوئی سالانہ میلہ نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ گونپوں کے عہدہ دار

گونپوں کا افسر اعلیٰ ایک بڑا لامہ ہوتا ہے جو علی العموم بانی گونپہ یا کسی بزرگ کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ لداخ میں کوشوک کے لقب سے مشہور ہے۔ گونپہ کے مذہبی اور دنیاوی ہر دو شعبوں میں اختیارات کلی رکھتا ہے با استثنا ریزونگ جہاں اختیارات سب سے پرانے لامہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ لداخ وزانسکار میں حسب ذیل کوشوک ہیں اور اُن کے ماتحت وہ گونپہ جات جو اُن کے نام کے سامنے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ کوشوک ستک سنگ راسپا۔ گونپہ ہمس۔ چمرے انلے۔ اور چھوٹے گونپے تقریباً ہر ایک گانوں میں۔

۲۔ کوشوک بکولا۔ گونپہ پیتوک۔ سکر۔ سابو۔ استوک اور چھوٹے گونپے بہت سے دیہات میں۔

۳۔ کوشوک نارس سٹولکو۔ گونپہ لکیر۔ لنگ شٹ۔ رنگدوم۔ کرشا۔ پھوگتل

زنگدسے۔ اور چھوٹے گونپہ لداخ وزانسکار میں۔

۴۔ کوشوک استوکس لدن۔ گونپہ گاون (پچپانگم) لامہ یورو۔ شاچوکل

ول ہ شانگ۔ بودھ کھربو۔ اور چند چھوٹے گونپے۔

۵۔ کوشوک چیاتسنا چھوقیل گونپہ ٹھکسے۔ وکیسٹ اور چند چھوٹے گونپے۔

۶۔ کوشوک سولیٹیم ریگ شت ستنزن } گونپہ ریزونگ و متش
کوشوک کوشوک لوبزانگ سولٹیم چھوقیل }

۷۔ کوشوک گونپہ ماتھو وغیرہ گونپہ ماٹھو۔ کت سنگ و سپیتی۔

ان کی جانشینی کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ لہاسہ کے بہت بڑے لاماؤں کی صورت میں جیسے کہ گیالوا رین پوچھے (ڈلائی لامہ) یا پن چھن رین پوچھے (تشی لامہ) ہیں فیصلہ جانشینی کے واسطے چار پانچ سو معزز اور اعلیٰ درجہ کے لاماؤں کو جمع کیا جاتا ہے۔ وہ چند روز تک جمع ہو کر مقدس کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ بعد ازاں جن لڑکوں پر ان کی رائے ہوتی ہے کہ متوفی لامہ کی روح نے اُن میں جنم لیا ہے اُن کے نام کاغذ پر لکھکر آٹے میں الگ الگ گولیاں بناتے ہیں۔ یہ گولیاں ایک سونے کے پیالہ میں جمع کر دی جاتی ہیں۔ امبان چین متعینہ لہاسہ یہاں آتا ہے اور اس پیالہ میں سے ایک گولی نکال دیتا ہے جس کے نام کی گولی نکل آئے اُسے جانشین تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس رسم کا نام سیرپوم ہے۔ اُس کے لیے بہت بڑے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ متذکرۂ بالا ہر دو اعلیٰ ترین لاماؤں کے سوا کسی کے لیے سیرپوم کرنے کا دستور نہیں ہے۔

لداخ کے گونپوں کے کوشوک صاحبان کی جانشینی کا فیصلہ جنھیں کسی بزرگ کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس طرح ہوتا ہے کہ کوشوک کے فوت ہونے سے تقریباً ایک سال بعد یا کچھ کم و بیش عرصہ گذرنے پر اس گونپہ کے افسران اپنے ایک معتبر کو لہاسہ میں اس گونپہ کے بڑے لامہ کے پاس جس کا یہ گونپہ ماتحت ہے بھیجتے ہیں۔ یہ شخص اس لامہ سے دریافت کرتا ہے۔ کہ ہمارے کوشوک نے کہاں جنم لیا ہے۔ یہ لامہ رمل کا حساب کر کے بتلاتا ہے کہ متوفی کوشوک نے تمھارے گونپہ سے فلاں طرف یا فلاں علاقہ میں جنم لیا ہے۔ پھر بعض اشخاص اسی گونپہ کے لہا یعنی دیوی سے بھی دریافت کرتے ہیں اور بعض لہا سے نہیں پوچھتے۔ اگر لہا تصدیق بیان لامہ کر دیوے تو اسے بہت اچھا خیال کیا جاتا ہے۔ ورنہ لامہ کی بات پر عمل کیا جاتا ہے۔

یہ معلومات حاصل کر کے یہ شخص لھاسہ سے واپس آتا ہے اور جس طرف یا جس علاقہ کو خوشوک متوفی کا جنم لینا لھاسہ میں بتلایا گیا ہے۔ اُس طرف خوشوک کی تلاش شروع کی جاتی ہے۔ بودھ لوگوں کے عقائد کے مطابق ہر ایک روح کے لیے ضروری ہے کہ ایک جسم سے جدا ہونے کے بعد سات روز کے اندر دوسرے جسم میں جنم لے۔ چنانچہ ایسے لڑکوں کی تلاش کی جاتی ہے جو کوشوک متوفی کے مرنے سے سات روز کے اندر پیدا ہوئے ہوں۔ اس تلاش میں یہ واقعات امداد دیتے ہیں کہ ایک لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد ماں باپ کی فوری حالت میں ترقی ہوئی۔ یا کچھ عجائبات اس لڑکے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا گونپہ کے لاماؤں کو کسی لڑکے کی نسبت خواب میں کچھ معلوم ہوا ہو۔ یا یہ کہ کوئی لڑکا کوشوک متوفی کے نوکروں میں سے کسی شخص کی نسبت یا اُس کے اسباب کی نسبت یہ کہے کہ یہ میرا نوکر یا میری چیز ہے۔ ایسا کم ہوتا ہے۔ بہرحال جس لڑکے کی نسبت ایسا خیال ہو اُس سے کوشوک متوفی کے اسباب اور جانوروں کی نسبت دریافت کیا جاتا ہے۔ لڑکا ان چیزوں کا ٹھیک حال بتلا دیوے اُس میں کوشوک متوفی کا جنم لینا تسلیم کیا جاتا ہے۔ پھر اُس کی تصدیق کے لیے کوشوک متوفی کے روزمرہ کے استعمال کی اشیا کو جیسے کہ چائے پینے کا پیالہ تسبیح۔ اور عبادت کا سامان اسی قسم کی چیزوں کے ساتھ دوسروں کی ملکیت ہوں ملا کر لڑکے کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اپنی چیز کو اٹھالو اگر وہ غلط اشیا کی شناخت کرے تو اُسے ترک کر دیا جاتا ہے دوسرے لڑکے کی تلاش کی جاتی ہے۔ اور اُس کا بھی اسی طرح امتحان کیا جاتا ہے اگر کچھ اسباب اپنا اور کچھ دوسروں کا وہ بطور اپنے اسباب کے شناخت کرے تو معاملہ لھاسہ کے اُسی لامہ کے فیصلہ پر ملتوی رکھا جاتا ہے جس نے ابتدا میں اس کی پیدائش کی اطلاع دی تھی۔ الغرض ٹھیک اور مخلوط شناخت کی ہر دو صورتوں میں یہ معاملہ آخری فیصلہ کے لیے اُسی لامہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر اسباب کی شناخت ٹھیک اور پوری کی گئی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ لامہ گونپہ لھاسہ اس کی تصدیق کر دیتا ہے جس صورت میں کہ اسباب کچھ درست اور کچھ غلط شناخت کیا گیا ہو تو ایسے چند لڑکوں کے نام لامہ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ ان سب کے متعلق رمل کے حساب سے

دیکھتا ہے اور حساب کی رو سے جس لڑکے کا اوتار ہونا پایا جاے اُس کا انتخاب کر دیتا ہے یہ فیصلہ قطعی ہوتا ہے۔

اب اس گونپہ کے لاما اُس لڑکے کو گونپہ میں لے آتے ہیں اور اُس کی پرورش اور ابتدائی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچتا ہی اور جب وہ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر ہوشیار ہو جاتا ہے تو اُسے اعلیٰ تعلیم مذہبی حاصل کرنے کی غرض سے لھاسہ کے اُس گونپہ میں جس کا یہ کوشک ماتحت ہے بھیجا جاتا ہے اور جب لھاسہ سے فارغ التحصیل ہو کر واپس پہونچتا ہے تو گونپہ کا اہتمام اُس کے سپرد کر دیتے ہیں۔

جو کوشوک اوتار باقی گونپہ کے تسلیم کیے جاتے ہیں جیسے کہ ہمیس اور ریزونگ کے کوشک ہیں انھیں یہ عہدہ وراثۃً پہونچتا ہے اور حین حیات وہ اپنے عہدے سے علحدہ نہیں کیے جا سکتے۔ باقی کوشوک اپنے اپنے صدر گونپہ واقعہ لھاسہ کے افسر اعلیٰ کے حکم سے اس عہدے پر مقرر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کوشوک ایسے ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جن بزرگان مذہبی کے اوتار ہیں انھیں ان گونپہ جات کی حکومت دوامی لھاسہ کے صدر گونپہ جات متعلقہ کے افسران اعلیٰ کی طرف سے عطا ہو چکی ہے اس لیے اب وہ بھی اپنے حین حیات اپنے عہدے سے علحدہ نہیں ہو سکتے۔ ٹھکسے ولیکیر کے کوشوک اسی قسم کے ہیں۔ کوشوک کبرا کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عہدہ اُسے بھی تاحیات عطا ہوا ہے۔ گادن و ماٹھو کے کوشوک میعاد معینہ کے لیے ان گونپہ جات کی حکومت پر تعینات کیے جاتے ہیں ماٹھو کا موجودہ کوشوک اوتار نہیں ہے ٹھکسے دیبوک کے گونپوں کے افسر اعلیٰ کے عہدے کے لیے بودھ راجاؤں کے زمانے سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ لداخ کے گیالپو کے بیٹوں میں سے جو ان گونپہ جات میں لاما ہو اُسے یہ عہدہ دیا جاے۔ چونکہ عرصہ دراز سے راجگان لداخ کا کوئی بیٹا لامہ نہیں ہوا اس لیے دوسرے اشخاص ان گونپوں کی حکومت پر مستقل طور سے مقرر ہو گئے ہیں۔

جس وقت اصلی حقدار پیدا ہو جائیں ممکن ہے کہ پرانا دستور پھر تازہ ہو جائے۔ گونپہ جات گیلوکس پا کے سوا باقی تمام گونپوں کے افسر اعلیٰ جس وقت یہاں سے تبدیل ہو کر لھاسہ کو واپس جاتے ہیں انھیں اپنی آمدنی کا ایک معین حصہ اپنے افسران لھاسہ کو نذرانہ

کے طور پر دینا ہوتا ہے۔ کوشوک یعنی وگاؤں سرکاری لوپ چھک کے ساتھ اپنے اپنے آدمی مع تحایف وغیرہ کے ہر تیسرے سال اپنے اپنے صدر گونپہ جات لہاسہ کے افسران اعلیٰ کی خدمت میں بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُس طرف سے بھی تحائف ان کے لیے آتے ہیں۔ غرض کہ گونپوں کے ذریعے سرکار لہاسہ کا اقتدار مذہبی رنگ میں اب تک لداخ پر قائم ہے اور عوام و خواص کے اوپر اس کا گہرا اثر ہے۔

ان افسران اعلیٰ کے نیچے عہدہ داران گونپہ دو حصوں پر منقسم ہیں۔ ایک حصہ اغراض مذہبی کے لیے ہے۔ اور دوسرا امور انتظامی کے لیے عہدہ داران مذہبی حسب ذیل ہیں

۱۔ لوبن۔ لاما سے ترقی کر کے اس عہدے پر پہونچتا ہے۔ اور کوشوک سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ اور کوشک کی ماتحتی میں گونپہ کے مذہبی امور کا ذمہ دار ہے۔

۲۔ اوزات۔ عبادت کے کاموں میں یہ امام کا رتبہ رکھتا ہے۔

۳۔ اوچھونگ۔ اوزات کا نائب

۴۔ چھس پون۔ لامہ لوگ چہرے وغیرہ لگا کر جو رسومات مذہبی ادا کرتے ہیں ان کا تعلیم دہندہ اور افسر نگران۔ بڑے گونپہ جات میں اس کا ایک نائب بھی ہوتا ہے

۵۔ چھوس ٹھیس پا۔ یہ گونپہ کا کوتوال ہوتا ہے۔ اس کے فرائض یہ ہیں کہ لاماؤں کے چال چلن کی نگرانی رکھے۔ اور یہ دیکھے کہ لامہ احکام گونپہ کی پوری پابندی کرتے ہیں علی العموم یہ عہدہ دار سال بسال تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

۶۔ چھوت شرم پا۔ چھوت پا یعنی آٹا ستو کی مورتیں یا دیگر اشیا کا تیار کرانے والا۔ جو چیزیں مذہبی رسومات یا روزمرہ کی عبادت کے وقت استعمال کی جاتی ہیں۔

۷۔ چھوت پون۔ آٹے ستو کی مورتیں بنانے والا۔

۸۔ ڈونیر۔ گونپہ کے اُس مذہبی سامان کا تحویلدار جو روزمرہ استعمال میں نہیں آتا۔

۹۔ کونیر۔ گونپہ میں گشت کرنے والا۔ اور جو سامان گونپہ میں کھلا ہوا رکھا ہوا ہوتا ہے اُس کا محافظ

عہدہ داران نمبر ۱ تا نمبر ۵ کی تقرری کوشوک یعنی گونپہ کے افسر اعلیٰ کے حکم سے ہوتی ہے۔ نمبر ۶ تا نمبر ۸ کی تقرری کے لیے لوبن سفارش کرتا ہے۔ نمبر ۹ کونیر کو چھوس ٹھیس پا اپنے

حاکم سے مقرر کرتا ہے۔

انتظامی عہدہ داران گونپہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چھپنر وت۔ جملہ انتظامی امور میں کوشوک کے نیچے اختیار کلی رکھتا ہے۔ محاصل و خارج کا حساب کتاب رکھتا ہے۔ لین دین کرتا ہے۔ جو قرضہ وہ برداشت کرے گونپہ اُس کی ادائگی کا ذمہ وار ہے۔ البتہ گونپہ کی جائداد کو علحدہ نہیں کر سکتا۔ ایسے اختیارات صرف گوشوک یعنی افسر اعلیٰ کو حاصل ہیں جو علی العموم بمشورہ جملہ لاماؤں کے عمل میں آتے ہیں۔

۲۔ تیرچھن چھپنزوت کا نائب۔ اُس کے فرائض تحویلداری۔ انتظام کاشت اراضیات ووصولی لگان وغیرہ ہوتے ہیں۔ دراصل یہ افسر کارکن ہوتا ہے۔ اور چھپنزوت اس کا افسر نگراں۔ چھوٹے گونپہ جات میں یہ فرائض بھی چھپنزوت ادا کرتا ہے۔

۳۔ نیر چھونگ۔ تیرچھن کا نائب۔

۴۔ نیر پا چھپنزوت کا پیادہ۔ معینہ حدود اراضی کے اندر گونپہ کی جائداد کا انتظام زیر حکم چھپنزوت کرتا ہے۔

چھپنزوت کی تقرری بحکم افسر اعلیٰ ہوتی ہے۔ تیرچھن اور نیر چھونگ کی تقرری بسفارش چھپنزوت بحکم افسر اعلیٰ ہوتی ہے۔ نیرپا خود چھپنزوت مقرر کرتا ہے۔ یہ سب عہدہ دار لاماؤں کے فرقہ سے ہوتے ہیں۔ لوبن اور چھپنزوت مساوی درجہ کے عہدہ دار سمجھے جاتے ہیں۔ جو لامہ علمی مہارت رکھتا ہو۔ وہ لوبن کے عہدہ پر ترقی پاتا ہے۔ اور جس میں انتظامی قابلیت زیادہ ہو وہ چھپنزوت کے عہدے پر پہونچتا ہے۔ کونیر سب سے پہلا عہدہ ہے جو ایک لامہ کو مل سکتا ہے۔ چھوٹے گونپوں میں یہ سب عہدہ دار نہیں ہوتے۔

۵۔ لاماؤں کے حقوق، ذمہ داری اور وراثت مختلف گونپوں میں

قدیم الایام میں یہ دستور تھا کہ ایک شخص جو گونپہ میں بطور لامہ داخل ہو جائے وہ اپنی شخصیت کو زائل کر دیتا تھا۔ وہ اپنی ذاتی جائداد پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ جو کچھ وہ حاصل کرتا تھا وہ گونپہ کے واسطے اور گونپہ کا مال ہوتا تھا۔ اور بعوض اس کے گونپہ اُس کے تمام

اخراجات کے بہم پہونچانے کا ذمہ دار تھا۔ مابعد میں طرفین سے کوتاہی ہوئی۔ گونپہ جات نے بہم رسانی ضروریات میں پوری توجہ نہیں کی۔ اور لاماؤں نے اپنی جائداد علحدہ بنانی شروع کر دی۔ تاہم مختلف گونپہ جات کا عمل اب تک مختلف ہے۔

لداخ میں صرف ریزونگ کا ایک گونپہ ہے جسکے لامہ ذاتی جائداد نہیں پیدا کر سکتے اور گونپہ انکے ضروریات پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ضروریات کا ایک پیمانہ مقرر ہے جسکے مطابق ہر ایک لامہ کو رسد معینہ پر بہم رسانی کی جاتی ہے لاماؤں کو جو کچھ حاصل ہو وہ انہیں گونپہ میں داخل کرنا ہوتا ہے چھنگ اور گوشت سے قطعی پرہیز ضروری ہے اور مجرد رہنا لازمی ہے میرے دوست شس کوشوک گونپہ مذکور کے سربراہ کی ... سے لغزش ہوگئی اور انھوں نے نوبرہ کی ایک خاتون سے اپنے گونپہ کے لاماؤں کی خلاف مرضی بیاہ کر لیا لاماؤں نے انھیں باوجود انکے علم وفضل کی اعلیٰ شہرت اخلاق حمیدہ اور ذاتی رسوخ کے گونپہ سے نکال دیا۔ اس سے کسی قدر بے چینی پیدا ہوئی۔ چونکہ ایسی کچھ نظیریں لہاسہ کے بعض لاماؤں میں بھی موجود تھیں جو اپنے اپنے عہدوں پر قائم رہے ان کی بنا پر کوشش کر کے میں نے اس بے چینی کو رفع کر دیا۔ اور لاماؤں کے ساتھ شس کوشک کی مصالحت کرا دی انھوں نے شس کوشوک کو گونپہ میں واپس لے لیا ان کی بیوی کو گونپہ سے چند میل کے فاصلہ پر رہنے کے لیے ایک مکان اور گذارہ دے دیا۔ اور گونپہ کا انتظام درست طور پر چلنے لگا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں جب میں لداخ گیا ہوں شس کوشوک انتقال کر چکے تھے ان کی بیوہ نوبراہ میں اسی گونپہ کے ایک مکان میں رہتی تھیں۔ گونپہ کی طرف سے انکا گذارہ بدستور بحال تھا۔

اسی طرح سے اس گونپہ کے دوسرے کوشوک سے بھی کچھ لغزش ہوگئی۔ اسی لاماؤں نے بدچلنی کی وجہ سے گونپہ سے خارج کر دیا۔ چونکہ اس کا رسوخ زیادہ نہ تھا اس سے گونپہ کے انتظام پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

اس کی ایک اور مثال شے وچھیمے کے کوشوک نے پیدا کی اسے بھی سنا گیا ہے لاماؤں نے بدچلنی کی وجہ سے گونپہ سے خارج کر دیا۔ اور گونپہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

باقی گونپہ جات لداخ کے لاما اپنی ذاتی جائداد جداگانہ رکھتے ہیں ہر ایک گونپہ نے علاوہ ان کی ضروریات کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اُس کے مطابق انھیں ضروریات بہم

پہونچائی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ جو کچھ انھیں مطلوب ہو وہ انھیں اپنے طور پر پورا کرنا ہوتا ہے۔

وراثت کے متعلق یہ دستور ہے کہ گونپہ ریزونگ میں ترکہ صرف لباس اور کتابوں پر محدود ہے۔ بعد وفات ہر ایک لامہ کے اُس کا لباس گونپہ کے تمام لاماؤں کے جلسے میں پیش کیا جاتا ہے اور بعد اطمینان گونپہ کے توشہ خانہ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ کتابیں اگر کچھ ہوں لاماؤں کو پڑھنے کے لیے دیدی جاتی ہیں۔ عام طور پر گونپہ کے کتب خانہ میں شامل نہیں کی جاتیں۔ اور اگر کتب خانہ گونپہ میں شامل کر دی جائیں۔ تاہم کچھ مضائقہ نہیں ہے

گونپہ لیکیر کے لامہ ذاتی جائداد پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کی وفات پر اُن کی جائداد اُس لامہ کے شاگرد کو ملتی ہے۔ پہلے اُس میں سے اُس کے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کئے جاتے ہیں جو کچھ باقی رہے اُسے شاگرد اپنی مرضی کے مطابق جس قدر خود لینا چاہے وہ خود رکھ لیتا ہے اور بالبقی اُس لاما کے کھم سان کے لاماؤں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہے کھم سان لاماؤں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ گونپہ لیکیر میں اس وقت چار کھم سان ہیں یہ جائداد نہ گونپہ کو ملتی ہے اور نہ اصلی وارثان لامہ کو ملتی ہے۔

گونپہ گاؤں کا کوشوک سرکاری لوپ چیک کے ساتھ اپنے آدمی کے ہاتھ تحائف جنسی و نقدی لہاسہ کے گونپہ ڈیبونگ کو بھیجتا ہے۔ اس گونپہ کے لاماؤں کو صرف ایک وقت کا کھانا گونپہ سے ملتا ہے باقی اوقات کے کھانے کا وہ اپنے طور پر انتظام کرتے ہیں۔ لباس تمامتر انھیں اپنی گرہ سے بنانا ہوتا ہے۔ گونپہ میں جب مذہبی تقریب ہوتی ہے تو پورا کھانا گونپہ سے دیا جاتا ہے۔

لاماؤں کو ذاتی جائداد پیدا کرنے کا حق حاصل ہے۔ لامہ اپنے گھوڑے۔ بھیڑ بکری۔ غلہ اور نقدی جدا رکھتے ہیں۔ لین دین کرتے ہیں۔ ترکہ ایک لامہ کا اُس کے وارثان پدری کو ملتا ہے اور تجہیز و تکفین کے اخراجات کے بھی وہی ذمہ دار ہیں۔ صرف یہ شرط ہے کہ جس گونپہ کا یہ لامہ ہے اسی گونپہ کے لاماؤں کے ذریعے رسومات مذہبی ادا کرائی جائیں گی۔ کتابیں اور مذہبی سامان اور لباس گونپہ کو ملیگا۔ اگر وارثان پدری میں سے کوئی شخص اسی گونپہ میں لامہ ہو تو وہ بترجیح وارثان دنیادار وارث ہوگا جس کو

ترکہ ملے۔ وہ قرضہ کی ادائگی کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

کوشوک جس وقت یہاں سے تبدیل ہوکر واپس جائے تو اپنی ذاتی جائداد وہ اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ اگر یہاں فوت ہو جائے تو اُس کا ترکہ اُس کے وارثان پدری کو نہیں بلکہ اُس شخص کو ملتا ہے جس میں یہ کوشوک دوبارہ جنم لیوے۔ اس کے بالغ ہونے تک جائداد گونپہ میں محفوظ رکھی جاتی ہے۔

لاماؤں کو گوشت اور چھنگ سے پرہیز نہیں ہے۔ البتہ مجرد رہنا ضروری ہے۔ گونپہ ہیتوک میں لامہ اپنی ذاتی جائداد پیدا کر سکتے ہیں۔ ایک لامہ کے فوت ہونے پر اُس کی تجہیز وتکفین کے ذمہ دار اُس کے اصلی وارث ہیں۔ وہ متوفی کے گونپہ سے لاماؤں کے ذریعہ تجہیز وتکفین کا انتظام کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کچھ لاماؤں کو حسب دستور دینا ہوتا ہے وہی انھیں ملتا ہے۔ باقی تمام جائداد وارثان پدری کو ملتی ہے۔ ہمیس۔ ماٹھو۔ استغنا۔ ریزونگ۔ تیک ٹیک گونپوں کے لاماؤں کا امتحان مذہبی ان کے گونپوں میں ہوتا ہے۔ اس غرض کے لیے انھیں لھاسہ نہیں جانا پڑتا۔ امتحان میں کامیاب ہونے پر انھیں گیلونگ بنا دیا جاتا ہے یعنی لاماؤں کے گروہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ اگر گیلونگ نہ بنیں تو خدمتگاری یا کاشت کا کام انھیں کرنا پڑتا ہے یا نیر پا بنتے ہیں۔ گیلونگ کے لیے مجرد رہنا ضروری ہے۔ بنڈے یعنی وہ اہل گونپہ جو گیلونگ نہ ہوں۔ شادی کر سکتے ہیں گیلونگ کو چھنگ اور گوشت کا پرہیز نہیں ہے۔ گونپہ ہمیس میں گیلونگ بنائے جانے کے لیے ڈیڑھ ہزار روپیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر گیلونگ نہیں بنایا جاتا۔

لاماؤں کو جو گونپہ میں رہیں گونپہ سے بارہ کھل غلہ گرم سالانہ خوراک کے لیے دیا جاتا ہے۔ باقی انتظام اپنی خوراک وپوشاک کا لامہ خود کرتے ہیں۔ جو لامہ دیگر گونپوں میں تعینات کیے جاتے ہیں۔ انھیں غلہ خوراک نہیں دیا جاتا جب گونپہ میں کوئی رسم ہوتی ہو تو تینوں اوقات کا کھانا گونپہ سے ملتا ہے۔

لامہ اپنی ذاتی جائداد پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے فوت ہونے پر اگر اُن کے وارثان پدری میں سے کوئی لڑکا اُن کا شاگرد ہے تو وارث ہوتا ہے ورنہ وراثت وارثان پدری

کو پہونچتی ہے۔ اگر شاگرد کوئی غیر آدمی ہو تو وہ وارث نہیں ہوتا۔ ترکہ میں سے پہلی اخراجات تجہیز و تکفین ادا کیے جاتے ہیں جو باقی بچے وہ حق وارث کا ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رسومات تجہیز و تکفین اسی گونپہ کے لامہ ادا کریں۔ کتابیں شاگرد کو ملتی ہیں، لباس اور ظروف اُن لاماؤں کو ملتے ہیں۔ جو رسوم تجہیز و تکفین ادا کرتے ہیں۔ اگر لباس و ظروف زیادہ ہوں، تو ایک حصہ گونپہ کو دیا جاتا ہے ورنہ نہیں وارث قرضہ کی ادائگی کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

کوشوک اس گونپہ کا تبدیل نہیں ہوتا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کی جائداد سے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کیے جاتے ہیں باقی کو تمام لامہ جمع ہو کر مہر لگا دیتے ہیں اور رکھ چھوڑتے ہیں جب اُس کا اوتار سن تمیز کو پہونچے اُسے حوالہ کر دیتے ہیں۔ وارثان پدری کو یہ جائداد نہیں ملتی ہے اور نہ گونپہ کو ملتی ہے۔

گونپہ و ٹھیکسے وغیرہ بیتوک۔ لیکیر۔ ٹھیکسے دگادن کے گونپوں کے لامہ جب تک طار میں امتحان پاس نہ کریں گیلونگ نہیں بنائے جا سکتے انھیں اپنے گونپوں کو اس غرض کے لیے کوئی نذرانہ دینا نہیں پڑتا۔

۶۔ تبتی جنتری

تبت میں مہینے اور سال کا شمار قمری حساب پر مبنی ہے جو غالباً ہندوستان سے لیا گیا ہے یہی لداخ میں رائج ہے۔ ۲۹ اور ۳۰ دن کے بارہ مہینے شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا نام مقرر نہیں ہے۔ صرف شمار سے امتیاز کیا جاتا ہے۔ ۱۲ مہینوں کے درمیان ۶ مہینے ۲۹ دن کے اور ۶ مہینے ۳۰ دن کے شمار ہوتے ہیں۔ جس وقت پورے ۳۰ دن کا اختلاف اس شمار میں بمقابلہ حساب شمسی کے ہو جاتا ہے۔ اُس وقت ایک مہینا لوند کا بڑھا دیا جاتا ہے یہ علی العموم ۳۰ یا ۳۲ مہینوں کے بعد واقع ہوتا ہے اس طرح سے یہ شمار جو قمری حساب پر مبنی ہے تین سال کے اندر شمسی حساب کے برابر ہو تا ہے۔

۲۔ سال کے شمار کے دو طریقے رائج ہیں ایک بارہ سال کے دور کا شمار اور دوسرا ساٹھ سال کے چکر کا شمار، چھوٹے شمار میں جس کا نام لوسکور یعنی سالوں کا دور ہے سالوں کے

اس ترتیب سے مقرر ہیں۔

۱۔ چوہا ۲۔ بیل ۳۔ چیتا ۴۔ خرگوش ۵۔ اژدہا ۶۔ سانپ
۷۔ گھوڑا ۸۔ بھیڑو ۹۔ لنگور ۱۰۔ چڑیا ۱۱۔ کتا ۱۲۔ سور

لیے شمار کے لیے لکڑی۔ آگ۔ زمین۔ لوہا۔ پانی کی پانچ امتیازی علامتیں مقرر ہیں جنہیں کھمس کہتے ہیں۔ یہ کھمس اسی ترتیب میں جو اوپر درج ہوئی دو دو دفعہ مندرجہ بالا سالوں پر لگائے جاتے ہیں۔ دسویں سال پر ان کا دور ختم ہو جاتا ہے اور گیارھویں سال سے پھر شروع کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ساٹھ پورے کیے جاتے ہیں اس کا نام ربجنگ یعنی قرن ہے ایک رب جونگ میں پانچ دور لوسکور کے اور چھ دور کھمس کے آتے ہیں یہ شمار حسب ذیل ہے۔

۱۔ لکڑی چوہا ۵۸	۱۶۔ زمین خرگوش ۱۳	۳۱۔ لکڑی گھوڑا ۲۸	۴۶۔ زمین چڑیا ۴۳
۲۔ لکڑی بیل ۵۹	۱۷۔ لوہا اژدہا ۱۴	۳۲۔ لکڑی بھیڑو ۲۹	۴۷۔ لوہا کتا ۴۴
۳۔ آگ چیتا ۶۰	۱۸۔ لوہا سانپ ۱۵	۳۳۔ آگ لنگور ۳۰	۴۸۔ لوہا سور ۴۵
۴۔ آگ خرگوش ۱	۱۹۔ پانی گھوڑا ۱۶	۳۴۔ آگ چڑیا ۳۱	۴۹۔ پانی چوہا ۴۶
۵۔ زمین اژدہا ۲	۲۰۔ پانی بھیڑو ۱۷	۳۵۔ زمین کتا ۳۲	۵۰۔ پانی بیل ۴۷
۶۔ زمین سانپ ۳	۲۱۔ لکڑی لنگور ۱۸	۳۶۔ زمین سور ۳۳	۵۱۔ لکڑی چیتا ۴۸
۷۔ لوہا گھوڑا ۴	۲۲۔ لکڑی چڑیا ۱۹	۳۷۔ لوہا چوہا ۳۴	۵۲۔ لکڑی خرگوش ۴۹
۸۔ لوہا بھیڑو ۵	۲۳۔ آگ کتا ۲۰	۳۸۔ لوہا بیل ۳۵	۵۳۔ آگ اژدہا ۵۰
۹۔ پانی لنگور ۶	۲۴۔ آگ سور ۲۱	۳۹۔ پانی چیتا ۳۶	۵۴۔ آگ سانپ ۵۱
۱۰۔ پانی چڑیا ۷	۲۵۔ زمین چوہا ۲۲	۴۰۔ پانی خرگوش ۳۷	۵۵۔ زمین گھوڑا ۵۲
۱۱۔ لکڑی کتا ۸	۲۶۔ زمین بیل ۲۳	۴۱۔ لکڑی اژدہا ۳۸	۵۶۔ زمین بھیڑو ۵۳
۱۲۔ لکڑی سور ۹	۲۷۔ لوہا چیتا ۲۴	۴۲۔ لکڑی سانپ ۳۹	۵۷۔ لوہا لنگور ۵۴
۱۳۔ آگ چوہا ۱۰	۲۸۔ لوہا خرگوش ۲۵	۴۳۔ آگ گھوڑا ۴۰	۵۸۔ لوہا چڑیا ۵۵
۱۴۔ آگ بیل ۱۱	۲۹۔ پانی اژدہا ۲۶	۴۴۔ آگ بھیڑو ۴۱	۵۹۔ پانی کتا ۵۶
۱۵۔ زمین چیتا ۱۲	۳۰۔ پانی سانپ ۲۷	۴۵۔ زمین لنگور ۴۲	۶۰۔ پانی سور ۵۷

اس شمار میں عجیب تر یہ امر ہے کہ رب جونگ کا آغاز پہلے سال کے بجائے

چوتھے سال یعنی آگ خرگوش سے ہوتا ہے اور اس چوتھے سال کو رب جونگ کا پہلا سال تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں پہلے لوسکور کا شمار رائج تھا۔ بعد میں جب جنتری مرتب ہوئی تو رب جونگ کا رواج دیا گیا۔ اس وقت چوتھا سال تھا۔ اسی سے رب جونگ کا آغاز کر دیا گیا۔ تاہم رب جونگ کا رواج بہت کم ہے۔ عموماً تاریخ اور مہینے کے شمار پر زمانہ کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی عالم وفاضل نے بہت صراحت کی تو وہ لوسکور کے ذریعے سال کا حوالہ دیدیتا ہے۔ رب جونگ کا شمار ہم نے استعمال میں کہیں نہیں دیکھا۔

۳۔ موٹے حساب سے رب جونگ کی مطابقت سال عیسوی و بکرمی کے ساتھ اس طرح سے ہوتی ہے۔

آغاز رب جونگ	من ابتدائے سال		آغاز رب جونگ	من ابتدائے سال	
	عیسوی	بکرمی		عیسوی	بکرمی
پہلا	۱۰۲۷	۱۰۸۴	نواں	۱۵۰۷	۱۵۶۴
دوسرا	۱۰۸۷	۱۱۴۴	دسواں	۱۵۶۷	۱۶۲۴
تیسرا	۱۱۴۷	۱۲۰۴	گیارھواں	۱۶۲۷	۱۶۸۴
چوتھا	۱۲۰۷	۱۲۶۴	بارھواں	۱۶۸۷	۱۷۴۴
پانچواں	۱۲۶۷	۱۳۲۴	تیرھواں	۱۷۴۷	۱۸۰۴
چھٹا	۱۳۲۷	۱۳۸۴	چودھواں	۱۸۰۷	۱۸۶۴
ساتواں	۱۳۸۷	۱۴۴۴	پندرھواں	۱۸۶۷	۱۹۲۴
آٹھواں	۱۴۴۷	۱۵۰۴	سولھواں	۱۹۲۷	۱۹۸۴

اس حساب سے یکم جنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۱۹۔ پوہ سمت ۱۹۶۹ بکرمی برابر ۲۵۔ تاریخ گیارھواں مہینا چھیالیسواں سال پندرھواں رب جونگ کے ہوتی

ہے۔ جسے مختصراً اس طرح لکھا جا سکتا ہے۔ ۲۵ ۱۱/۱۵/۶/۴۶

اور یکم بیساکھ سمت ۲۰۱۹ مطابق بودھی تاریخ ۳/۱۵/۷/۴۶ ہوگی یعنی ساتواں دن پہلا مہینا سینتالیسواں سال پندرھواں رب جونگ۔

اس کتاب میں بودھی سال اور رب جونگ کی مطابقت سنہ عیسوی اور سمت بکرمی کے ساتھ مندرجۂ بالا حساب کی رو سے کی گئی ہے۔

ہفتہ کے دنوں کے نام لداخی زبان میں حسب ذیل ہیں۔

زانیما = یکشنبہ۔ زاداوا = دوشنبہ = میگ مر = سہ شنبہ۔ لھگپا۔ چارشنبہ پھروا = پنجشنبہ۔ پاسنگس = جمعہ۔ اسپن پا = شنبہ

سنہ ۱۹۳۱ء

وزارت	تحصیل	مسلمان	بودھ	ہندو	عیسائی	دیگر	میزان
وزارت لداخ	لداخ	۴۰۷۳	۳۰۱۳۷	۹۵	۱۱۵	سکھ ۳	۳۴۴۱۸
	کرگل	۴۲۱۲۳	۸۰۱۱	۷۷	۷	۲۰	۵۰۲۳۸
	اسکردو	۱۰۷۱۹۲	۶۴	۱۴۷	۰	۷۴	۱۰۷۴۷۷
	میزان	۱۵۳۳۰۸	۳۸۲۱۲	۳۱۹	۱۲۲	۹۰	۱۹۲۱۲۸
وزارت گلگت		۳۰۷۴۱	۰	۱۰۳۵	۳۸	۸۸	۳۱۹۰۲
پولیٹیکل ایجنسی گلگت		۶۴۱۹۹	۰	۳۲۶	۱۱	۸	۶۴۵۴۴
میزان کل		۲۴۸۳۲۸	۳۸۲۱۲	۱۵۸۰	۱۷۱	۱۹۳	۲۸۸۵۸۴